BAEC603DST

ہندوستان میں معاشی ترقی اور پالیسی

(Economic Development and Policy in India)

فاصلاتی اور روایتی مواد پر مبنی خود اکتسابی مواد

برائے

بیچلر آف آرٹس (بی۔اے)

(چھٹا سمسٹر)

نظامتِ فاصلاتی تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی

حیدرآباد- 32، تلنگانہ- بھارت

©Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad

Course: Public Finance

ISBN: 978-81-971904-6-9

First Edition: April 2024

Publisher	:	Registrar, Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad
Publication	:	2024
Copies	:	200
Price	:	708/- (The price of the book is included in admission fee of distance mode students)
Copy Editing	:	Mohd Waseem, DDE, MANUU
Graph Designing	:	Mohd Waseem, DDE. MANUU
Cover Designing	:	Dr. Mohd. Akmal Khan, DDE, MANUU
Printer	:	Print Time & Business Enterprises

Economic Development and Policy in India

For

B.A. 6th Semester

On behalf of the Registrar, Published by:

Directorate of Distance Education

Maulana Azad National Urdu University

Gachibowli, Hyderabad-500032 (TS), Bharat

Director: dir.dde@manuu.edu.in **Publication:** ddepublication@manuu.edu.in

Phone: 040-23008314 **Website:** manuu.edu.in

©All rights reserved. No part of this publication may be reproduced or transmitted in any form or by any means, electronically or mechanically, including photocopy, recording or any information storage or retrieval system, without prior permission in writing from the publisher (registrar@manuu.edu.in).

مدیر
(Editor)

ڈاکٹر فضل الرحمان پی۔ کے۔
اسسٹنٹ پروفیسر، نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی
Dr. Fasalurahman P. K.
Assistant Professor, DDE, MANUU

زبان مدیران
(Language Editors)

ڈاکٹر ظفر احمد (ظفر گلزار) ایس او، ڈی ٹی ٹی ایل پی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی Dr. Zafar Ahmad (Zafar Gulzar) *SO, DTTLP, MANUU*	جناب محمد وسیم نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی Mr. Mohd Waseem *DDE, MANUU*

مجلس ادارت
(Editorial Board)

ڈاکٹر فضل الرحمان پی۔ کے۔ اسسٹنٹ پروفیسر، نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی Dr. Fasalurahman P. K. *Assistant Professor, DDE, MANUU*	جناب محمد وسیم نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی Mr. Mohd Waseem *DDE, MANUU*
جناب مستجاب خاطر اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ معاشیات، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی Mr. Mustajab Khatir *Assistant Professor, Department of Economics, MANUU*	پروفیسر فریدہ صدیقی صدر، شعبہ معاشیات، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی Professor Farida Siddiqui *Head, Department of Economics, MANUU*
محمد ابصار عالم اسسٹنٹ پرفیسر، شعبہ معاشیات، سی ایم کالج، در بھنگہ Md. Absar Alam *Assistant Professor, Department of Economics, C. M. College, Darbhanga*	ڈاکٹر سید حسن قائد اسسٹنٹ پرفیسر، شعبہ معاشیات، مولا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی Dr. Sayed Hasan Qayed *Assistant Professor, Department of Economics, MANUU*

کورس کوآرڈی نیٹر

ڈاکٹر فضل الرحمان پی۔کے۔

اسسٹنٹ پروفیسر (معاشیات)، نظامت فاصلاتی تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

اکائی نمبر (Unit Number)	مصنفین (Writers)
1, 2, 3, 4, 6, 7, 8	• جناب محمد وسیم، نظامتِ فاصلاتی تعلیم، مانو، حیدرآباد (Mohd Waseem, MANUU, Hyderabad)
5	• جناب سرفراز احمد، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (Mr. Sarfaraz Ahmad, Aligarh Muslim University, Aligarh)
9, 10	• ڈاکٹر پٹھان مجاہد خان، اسسٹنٹ پروفیسر (کانٹریکچول)، شعبہ معاشیات، مانو، حیدرآباد (Dr. Pathan Mujahed Khan, Assistant Professor (Contractual), Department of Economics, MANUU)
11, 17, 18, 19, 20	• ڈاکٹر محمد جاوید، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ معاشیات، مانو (Dr. Mohd Javed, Assistant Professor, Department of Economics, MANUU)
12, 16	• ڈاکٹر فضل الرحمان پی۔کے۔، اسسٹنٹ پروفیسر، نظامتِ فاصلاتی تعلیم، مانو، حیدرآباد (Dr. Fasalurahman P.K, Assistant Professor, DDE, MANUU, Hyderabad)

13, 14, 15	• محترمہ نفیس النساء بیگم، پی جی ٹی معاشیات، مانو ماڈل اسکول، حیدرآباد (Nafees Unnisa Begum, PGT Economics, MANUU Model School, Hyderabad)
21, 22, 23	• ڈاکٹر اعجاز عبداللہ، اسسٹنٹ پروفیسر، اے ایس سی ڈبلیو، سیٹلائٹ کیمپس، مانو، سری نگر (Dr. Aijaz Abdullah, Assistant Professor (Economics), MANUU ASCW, Satellite Campus, Srinagar) • ڈاکٹر جسمینہ بشیر، گیسٹ فیکلٹی، گورنمنٹ ڈگری کالج، کیلم کولگام، جموں وکشمیر (Dr. Jasmeena Bashir, Guest Faculty, Govt Degree College, Kilam Kulgam, J&K)
24	• جناب محمد غفران برکاتی، اسسٹنٹ پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اینڈ ٹریننگ، مانو (Mr. Mohd Gufran Barkati, Assistant Professor, Department of Education and Training, MANUU)

پروف ریڈرس:

اول : جناب محمد وسیم

دوم : جناب مستجاب خاطر

فائنل : ڈاکٹر فضل الرحمان پی۔ کے۔

فہرست

پیغام		وائس چانسلر	8
پیغام		ڈائرکٹر	9
کورس کا تعارف		کورس کوآرڈی نیٹر	10
بلاک	**I**	**نمو، ترقی اور استدام کے مسائل**	**13**
اکائی	1	ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک	13
اکائی	2	معاشی ترقی کی پیمائش	31
اکائی	3	ہندوستانی معیشت کی خصوصیات	46
اکائی	4	خواتین، ماحول اور معاشی ترقی	63
بلاک	**II**	**آبادی اور معاشیاتی ترقی**	**81**
اکائی	5	آبادی کا سائز اور اس کی نمو کے رجحانات	81
اکائی	6	آبادیاتی منافع، شہری کاری اور ترقی کا عمل	92
اکائی	7	آبادیاتی پالیسی	109
اکائی	8	ہندوستان میں تعلیم اور انسانی وسائل کی ترقی	123
بلاک	**III**	**بے روزگاری کے مسائل**	**141**
اکائی	9	بے روزگاری: معنی، اقسام اور رجحانات	141
اکائی	10	بے روزگاری کی وجوہات اور اثرات	151
اکائی	11	بے روزگاری اسکیم اور ان کے اثرات	163
اکائی	12	منریگا	179

بلاک	IV	**ہندوستانی ترقیاتی تجربہ**	**196**
	اکائی	13	نمو، ترقی اور استدام کے مسائل	196
	اکائی	14	آمدنی اور دولت کی تقسیم میں عدم مساوات	214
	اکائی	15	غربت اور اس کی وجوہات، انسداد غربت پروگرام	229
	اکائی	16	اندرونی اور بیرونی مالیات کی متحرک کاری	243
بلاک	V	**ہندوستانی زراعت کے مسائل اور امکانات**	**261**
	اکائی	17	معاشی ترقی میں زراعت کا کردار	261
	اکائی	18	ہندوستانی زراعت میں ادارہ جاتی اور تکنیکی تبدیلیاں	276
	اکائی	19	زرعی قرض، بازار کاری اور قیمتوں کی پالیسی	290
	اکائی	20	زرعی مزدوروں کا مسئلہ اور غذائی تحفظ کا مسئلہ	305
بلاک	VI	**ہندوستانی صنعت کے مسائل اور امکانات**	**322**
	اکائی	21	صنعت اور اقتصادی ترقی، صنعتی پیداوار اور پیداوری میں رجحانات	322
	اکائی	22	صنعتی ترقی کے مسائل، پبلک سیکٹر کا کردار اور کارکردگی	340
	اکائی	23	پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ، ڈس انویسٹمنٹ ڈیبیٹ، غیر ملکی سرمایہ کاری کا کردار	358
	اکائی	24	خرد، چھوٹے، اور درمیانی کاروباری اداروں کا کردار اور کارکردگی	375
نمونہ امتحانی پرچہ				**387**

پیغام

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی 1998 میں وطنِ عزیز کی پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت قائم کی گئی۔ اس کے چار نکاتی مینڈیٹس یہ ہیں۔ (1) اردو زبان کی ترویج و ترقی (2) اردو میڈیم میں پیشہ ورانہ اور تکنیکی تعلیم کی فراہمی (3) روایتی اور فاصلاتی تدریس سے تعلیم کی فراہمی اور (4) تعلیم نسواں پر خصوصی توجہ۔ یہ وہ بنیادی نکات ہیں جو اِس مرکزی یونیورسٹی کو دیگر مرکزی جامعات سے منفرد اور ممتاز بناتے ہیں۔ قومی تعلیمی پالیسی 2020 میں بھی مادری اور علاقائی زبانوں میں تعلیم کی فراہمی پر کافی زور دیا گیا ہے۔

اُردو کے ذریعے علوم کو فروغ دینے کا واحد مقصد و منشا اُردو داں طبقے تک عصری علوم کو پہنچانا ہے۔ ایک طویل عرصے سے اُردو کا دامن علمی مواد سے لگ بھگ خالی رہا ہے۔ کسی بھی کتب خانے یا کتب فروش کی الماریوں کا سرسری جائزہ اس بات کی تصدیق کر دیتا ہے کہ اُردو زبان سمٹ کر چند "ادبی" اصناف تک محدود رہ گئی ہے۔ یہی کیفیت اکثر رسائل و اخبارات میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ اُردو قاری اور اُردو سماج دورِ حاضر کے اہم ترین علمی موضوعات سے نابلد ہیں۔ چاہے یہ خود ان کی صحت و بقا سے متعلق ہوں یا معاشی اور تجارتی نظام سے، یا مشینی آلات ہوں یا ان کے گرد و پیش ماحول کے مسائل ہوں، عوامی سطح پر اِن شعبہ جات سے متعلق اردو میں مواد کی عدم دستیابی نے عصری علوم کے تئیں ایک عدم دلچسپی کی فضا پیدا کر دی ہے۔ یہی وہ چیلنجز ہیں جن سے اُردو یونیورسٹی کو نبرد آزما ہونا ہے۔ نصابی مواد کی صورت حال بھی کچھ مختلف نہیں ہے۔ اِسکولی سطح پر اُردو کتب کی عدم دستیابی کے چرچے ہر تعلیمی سال کے شروع میں زیرِ بحث آتے ہیں۔ چوں کہ اُردو یونیورسٹی کا ذریعہ تعلیم اُردو ہے اور اس میں عصری علوم کے تقریباً سبھی اہم شعبہ جات کے کورسز موجود ہیں لہٰذا اِن تمام علوم کے لیے نصابی کتابوں کی تیاری اِس یونیورسٹی کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔

مجھے اِس بات کی بے حد خوشی ہے کہ یونیورسٹی کے ذمہ داران بشمول اساتذہ کرام کی انتھک محنت اور ماہرین علم کے بھرپور تعاون کی بنا پر کتب کی اشاعت کا سلسلہ بڑے پیمانے پر شروع ہو چکا ہے۔ ایک ایسے وقت میں جب کہ ہماری یونیورسٹی اپنی تاسیس کی 25 ویں سالگرہ منا رہی ہے، مجھے اس بات کا انکشاف کرتے ہوئے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ یونیورسٹی کا نظامتِ فاصلاتی تعلیم از سرِ نو اپنی کارکردگی کے نئے سنگِ میل کی طرف رواں دواں ہے اور نظامتِ فاصلاتی تعلیم کی جانب سے کتابوں کی اشاعت اور ترویج میں بھی تیزی پیدا ہوئی ہے۔ نیز ملک کے کونے کونے میں موجود تشنگانِ علم فاصلاتی تعلیم کے مختلف پروگراموں سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ گرچہ گزشتہ برسوں کے دوران کووڈ کی تباہ کن صورتِ حال کے باعث انتظامی امور اور ترسیل و ابلاغ کے مراحل بھی کافی دشوار کن رہے تاہم یونیورسٹی نے اپنی حتی المقدور کوششوں کو بروئے کار لاتے ہوئے نظامتِ فاصلاتی تعلیم کے پروگراموں کو کامیابی کے ساتھ روبہ عمل کیا ہے۔ میں یونیورسٹی سے وابستہ تمام طلبا کو یونیورسٹی سے جڑنے کے لیے صمیم قلب کے ساتھ مبارک باد پیش کرتے ہوئے اس یقین کا اظہار کرتا ہوں کہ ان کی علمی تشنگی کو پورا کرنے کے لیے مولانا آزاد اردو یونیورسٹی کا تعلیمی مشن ہر لمحہ ان کے لیے راستے ہموار کرے گا۔

پروفیسر سید عین الحسن

وائس چانسلر

پیغام

موجودہ دور میں فاصلاتی طریقۂ تعلیم کو پوری دنیا میں ایک انتہائی کار گر اور مفید طریقۂ تعلیم کی حیثیت سے تسلیم کیا جاچکا ہے اور اس طریقۂ تعلیم سے بڑی تعداد میں لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی نے بھی اپنے قیام کے ابتدائی دنوں ہی سے اردو آبادی کی تعلیمی ضروریات کے پیش نظر فاصلاتی طرز تعلیم کو متعارف کرایا۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کا آغاز 1998 میں نظامتِ فاصلاتی تعلیم سے ہوا اور 2004 میں باقاعدہ روایتی طرز تعلیم (Regular Courses) کا آغاز ہوا اور بعد ازاں متعدد روایتی تدریس کے شعبہ جات قائم کیے گئے۔

ملک میں تعلیمی نظام کو بہتر انداز سے جاری رکھنے میں یو جی سی کا مرکزی کردار رہا ہے۔ فاصلاتی تعلیم (ODL) کے تحت جاری مختلف پروگرام UGC-DEB سے منظور شدہ ہیں۔ UGC-DEB اس بات پر زور دیتا رہا ہے کہ فاصلاتی نظامِ تعلیم کے نصابات اور نظامات کو روایتی نظامِ تعلیم کے نصابات اور نظامات سے کماحقہ ہم آہنگ کر کے فاصلاتی تعلیم کے طلبا کے معیار کو بلند کیا جائے۔ چوں کہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی فاصلاتی اور روایتی طرزِ تعلیم کی جامعہ (Dual Mode University) ہے، لہٰذا اس مقصد کے حصول کے لیے یو جی سی۔ ڈی ای بی کے رہنمایانہ اصولوں کے مطابق (Credit Based Credit System (CBCS نظام متعارف کرایا گیا اور خود اکتسابی مواد (Self Learning Material) از سرِ نو، جس میں یو جی اور پی جی طلبا کے لیے چھ بلاک چوبیس اکائیوں اور چار بلاک سولہ اکائیوں پر مشتمل نئے طرز کی ساخت پر تیار کیا گیا ہے۔

نظامتِ فاصلاتی تعلیم یو جی، پی جی، بی ایڈ، ڈپلوما اور سرٹیفکیٹ کورسز پر مشتمل جملہ سترہ (17) کورسز چلا رہا ہے۔ ساتھ ہی تکنیکی ہنر پر مبنی کورسز بھی شروع کیے جا رہے ہیں۔ متعلمین کی سہولت کے لیے ملک کے مختلف حصوں میں 9 علاقائی مراکز بنگلورو، بھوپال، دربھنگہ، دہلی، کولکاتا، ممبئی، پٹنہ، رانچی اور سری نگر اور 6 ذیلی علاقائی مراکز حیدرآباد، لکھنؤ، جموں، نوح، وارانسی اور امراوتی کا ایک بہت بڑا نیٹ ورک موجود ہے۔ اس کے علاوہ وجے واڑہ میں ایک ایکسٹنشن سنٹر بھی قائم کیا گیا ہے۔ ان مراکز کے تحت سرِ دست 160 سے زیادہ متعلم امدادی مراکز (Learner Support Centres) نیز 20 پروگرام سنٹرس (Programme Centres) کام کر رہے ہیں، جو طلبا کو تعلیمی اور انتظامی مدد فراہم کرتے ہیں۔ نظامت فاصلاتی تعلیم اپنی تعلیمی اور انتظامی سرگرمیوں میں آئی سی ٹی کا بھرپور استعمال کرتا ہے، نیز اپنے تمام پروگراموں میں داخلے صرف آن لائن طریقے ہی سے دے رہا ہے۔

نظامتِ فاصلاتی تعلیم کی ویب سائٹ پر متعلمین کو خود اکتسابی مواد کی سافٹ کاپیاں بھی فراہم کی جا رہی ہیں، نیز آڈیو۔ ویڈیو ریکارڈنگ کا لنک بھی ویب سائٹ پر فراہم کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ متعلمین کے درمیان رابطے کے لیے ای میل اور وہاٹس ایپ گروپ کی سہولت فراہم کی گئی ہے، جس کے ذریعے متعلمین کو پروگرام کے مختلف پہلوؤں جیسے کورس کے رجسٹریشن، مفوضات، کونسلنگ، امتحانات وغیرہ کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے۔ پچھلے دو سال سے ریگولر کاؤنسلنگ کے علاوہ ایڈیشنل رمیڈیل آن لائن کاؤنسلنگ مہیا کی جا رہی ہے تاکہ طلبا کے تعلیمی معیار کو بلند کیا جاسکے۔

امید ہے کہ ملک کی تعلیمی اور معاشی حیثیت سے پچھڑی اردو آبادی کو عصری تعلیم کے مرکزی دھارے سے جوڑنے میں نظامتِ فاصلاتی تعلیم کا بھی نمایاں رول ہو گا۔ آنے والے دنوں میں تعلیمی ضروریات کے پیش نظر نئی تعلیمی پالیسی (NEP-2020) کے تحت مختلف کورسز میں تبدیلیاں کی جائیں گی اور امید ہے کہ یہ فاصلاتی نظام کو زیادہ مؤثر و کارگر بنانے میں مددگار ثابت ہو گی۔

پروفیسر محمد رضاء اللہ خان

ڈائرکٹر، نظامت فاصلاتی تعلیم

کورس کا تعارف

نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد کے لیے یہ بات انتہائی باعث مسرت ہے کہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (یو.جی سی)، ڈسٹنس ایجوکیشن بیورو (ڈی ای بی) کے 2017 ضابطوں اور دوسرے ترمیمی ضوابط 2018 کے مطابق معاشیات کے موضوع پر اردو زبان میں درسی مواد تیار کیا گیا ہے۔ یو.جی سی ہدایت کے تحت یونیورسٹی کے روایتی اور فاصلاتی نظام تعلیم کے لیے ایک ہی نصاب لازمی قرار دیا گیا ہے؛ تاکہ نہ صرف ان دونوں نظام تعلیم کے طلبہ کا معیار یکساں ہو، بلکہ حصول تعلیم کے لیے فراہم کی جانے والی مختلف سہولیات کے اس دور میں ایک نظام تعلیم کے طلبہ کے لیے دوسرے نظام تعلیم کی طرف منتقلی بھی قابل عمل ہو۔ ان ضوابط کے تحت یونیورسٹی میں فراہم کیے جارہے تمام مضامین میں روایتی اور فاصلاتی نظام تعلیم کا ایک ہی نصاب تیار کیا گیا، اور اس کے مطابق درسی مواد کی تیاری کی گئی جو بیک وقت دونوں نظام تعلیم کے طلبہ وطالبات کے لیے ذریعہ استفادہ بن سکے۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہم بی اے کورس کی یہ کتاب آپ کے لیے پیش کررہے ہیں۔ عوامی مالیہ کے عنوان سے یہ کتاب بی اے چھٹے سمسٹر کے ان طلبا کے لیے ہے جنہوں نے معاشیات کو کور پیپر کے طور پر منتخب کیا۔ اس میں معاشی ترقی خصوصا ہندوستان میں معاشی ترقی کے متعلق مختلف تصورات اور نظریات سے متعلق تحریری مواد فراہم کیا گیا ہے۔ یہ کتاب چھ بلاک پر مشتمل ہے۔ اس میں کل 24 اکائیاں (ابواب) ہیں۔ اکائیوں کی ساخت میں تعارف، مقاصد، عنوانات، ذیلی عنوانات، اکتسابی نتائج، فرہنگ، نمونہ امتحاناتی سوالات اور تجویز کردہ اکتسابی مواد شامل ہیں۔ امید ہے کہ اس کتاب سے صرف مانو کے ہی نہیں بلکہ اطراف وجوانب کے ان تمام طلبا کی ضروریات پوری ہوسکیں گی جو اردو میڈیم سے بی اے کی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

ڈاکٹر فضل الرحمان پی۔ کے۔

کورس کوآرڈی نیٹر

ہندوستان میں معاشی ترقی اور پالیسی

(Economic Development and Policy in India)

بلاک I: نمو، ترقی اور استدام کے مسائل

اکائی 1: ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک

(Developed and Developing Nations)

اکائی کے اجزا:

1.0 تمہید(Introduction)

1.1 مقاصد(Objectives)

1.2 کم ترقی کا معنی(Meaning of Underdevelopment)

1.3 ترقی پذیر ممالک کی خصوصیات(Characteristics of Developing Countries)

1.4 ترقی کی ضرورت(Need for Development)

1.5 ترقی یافتہ ممالک کی خصوصیات(Characteristics of Developed Countries)

1.6 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

1.7 فرہنگ(Glossary)

1.8 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

1.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

1.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Resources)

1.0 تمہید (Introduction)

ترقی یافتہ ممالک (Developed Countries) عموماً فی کس آمدنی کی اعلی سطح، اعلی درجے کی صنعت کاری، مضبوط انفراسٹرکچر، اور اعلی انسانی ترقیاتی اشاریہ (Human Development Index-HDI) کی خصوصیت رکھتے ہیں۔ مثالوں میں ریاستہائے متحدہ، جرمنی، اور جاپان جیسے ممالک کا نام لیا جاسکتا ہے۔ ان ممالک میں طبی نگہداشت کے جدید نظام، تعلیم اور جدید ٹیکنالوجی عام

ہیں۔ اس کے برعکس، ترقی پذیر ممالک، جیسے ہندوستان، نائیجیریا، اور برازیل، عام طور پر کم آمدنی کی سطح، اور طبی نگہداشت، تعلیم، اور بنیادی ڈھانچے کے مسائل کا سامنا کررہے ہیں۔ اس اکائی میں، ہم ان دو قسم کے ممالک کی خصوصیات بالخصوص ترقی پذیر ممالک کی خصوصیات بیان کریں گے۔

1.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے درج ذیل مقاصد ہیں:

- ترقی پذیر ممالک کی خصوصیات بیان کرنا۔
- ترقی یافتہ ممالک کی خصوصیات بیان کرنا۔

1.2 کم ترقی کا معنی (Meaning of Underdevelopment)

دوسری جنگ عظیم کے بعد سے، ماہرین معاشیات نے نسبتاً کم ترقی یافتہ معیشتوں کو درپیش مسائل میں دلچسپی لینا شروع کر دیا تھا لیکن پھر بھی کم ترقی یافتہ کی کوئی عالمی طور پر قابل قبول تعریف نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مختلف اصطلاحات بھی استعمال ہوتی ہیں، مثال کے طور پر کم ترقی یافتہ (Underdeveloped)، ترقی پذیر (Developing)، پس ماندہ یا غیر ترقی یافتہ (Undeveloped) وغیرہ۔[1] یہاں بھی ہم ان مختلف اصطلاحات کو متبادلاً استعمال کریں گے۔

ممالک کی ترقی یافتہ یا کم ترقی یافتہ کے طور پر درجہ بندی کرنا بھی مشکل ہے۔ درحقیقت مختلف ممالک کے درمیان قدرتی اور انسانی وسائل، سرمائے کی تشکیل کی سطحوں، تکنیکی صلاحیتوں اور معاشی ڈھانچوں میں فرق اس قدر واضح ہے کہ محض ان معیارات کی بنیاد پر انہیں ان دو زمروں میں واضح طور پر تقسیم کرنا ناقابل عمل معلوم ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ، برطانیہ اور جرمنی جیسے ممالک قدرتی وسائل ہیں اور ترقی یافتہ ممالک میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اس کے برعکس، لاطینی امریکہ اور مشرق وسطیٰ کے علاقوں کو، ان کے اہم معدنی وسائل کے باوجود، اکثر غیر ترقی یافتہ تصور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح، ہندوستان، بنگلہ دیش، پاکستان، اور انڈونیشیا جیسے ممالک میں آبادی کی کثافت زیادہ ہے، جبکہ بعض لاطینی امریکی اور افریقی ممالک میں آبادی کی کم کثافت ہے۔ یہ دونوں زمروں کے ممالک کم ترقی یافتہ ممالک کہلاتے ہیں۔

معاشی پسماندگی کی میں بحث میں اکثر پیشہ ورانہ تقسیم کو ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک میں فرق کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک مفید نقطہ نظر پیش کرتا ہے، لیکن اس پیمانے کی بھی صلاحیت محدود ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ممالک جو بنیادی طور پر زراعت میں اپنی افرادی قوت (Labor Force) کو روزگار دیتے ہیں، جیسے ہندوستان، نیپال، بنگلہ دیش، پاکستان اور تنزانیہ، کم ترقی

[1] ایک بحث ماہرین کے مابین یہ ہے کہ کیا ان اصطلاحات کا استعمال ان ممالک کی کیفیت کی درست عکاسی کرتا ہے؟ بعض کے نزدیک ان اصطلاحات سے اس کا اشارہ ملتا ہے کہ یہ ممالک جس حالت میں ہے اس سے بہتر نہیں ہوسکتے۔ پھر ایک بحث یہ بھی ہے کہ "ترقی یافتہ" اور "ترقی پذیر" جیسی اصطلاحات کا استعمال اکثر واضح طور پر یہ فرض کرتا ہے کہ مغربی مادی ترقی ترقی کی پیائش کا معیار ہے۔

یافتہ ہیں۔ تاہم، میکسیکو، چلی، برازیل اور ارجنٹائن جیسی غیر زرعی معیشتوں کو بھی ترقی پذیر معیشتوں کے طور پر درجہ بند کیا جاتا ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صرف پیشہ ورانہ تقسیم ہی کسی ملک کی ترقی کی سطح کو مکمل طور پر ظاہر نہیں کرتی ہے۔

اسی طرح، امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، اور مغربی یورپ جیسے ممالک کے مقابلے فی کس آمدنی کی کم سطح کی بنیاد پر کم ترقی کی تعریف بھی مناسب نہیں معلوم پڑتی۔ کسی بھی ملک کے قدرتی وسائل معاشی ترقی کی اعلی حد قائم کرنے والے عوامل میں سے ایک ہے۔ انسان اپنی ذہانت سے پیداواری قوتوں کو ترقی تو دے سکتا ہے لیکن ملک کے ناقص قدرتی وسائل وسیع پیمانے پر صنعتی سرگرمیوں میں ہمیشہ ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہوتے ہیں۔ لہٰذا، یہ بہت ممکن ہے کہ کوئی ملک اپنے تمام پیداواری وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے بھی، خوش حالی کی یورپی سطح تک پہنچنے میں ناکام رہے۔ ایسے ملک میں فی کس حقیقی آمدنی مغربی یورپی ممالک کے مقابلے میں کم تو ہو سکتی ہے، پھر بھی اسے کسی بھی منطق سے پسماندہ یا غیر ترقی یافتہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اسی طرح ہم کسی ملک کو صرف اس لیے ترقی یافتہ نہیں سمجھ سکتے کہ اس کی فی کس آمدنی امریکہ یا آسٹریلیا جیسے ممالک کے مساوی ہے۔ محترمہ جوان رابنسن (Joan Robinson) کے مطابق کئی عرب ریاستوں کی فی کس آمدنی اچانک اس سطح پر پہنچ گئی جو امیر ترین مغربی ریاستوں سے بھی زیادہ ہے، پھر بھی ان ممالک میں دنیا کی چند غریب اور کم ترقی یافتہ کمیونٹیز پائی جاتی ہیں۔ اس سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ کسی ملک یا خطے کی پسماندگی یا ترقی ہمیشہ اس کی فی کس قومی پیداوار یا اوسط معیار زندگی میں ظاہر نہیں ہوتی ہے۔

جدید ترقیاتی ماہرین معاشیات ترقی کو معاشی نمو سے بڑھ کر غربت، عدم مساوات اور بے روزگاری میں کمی کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ غربت اور پسماندگی میں شدید محرومیاں شامل ہوتی ہیں اور افراد کی ایک بڑی تعداد کو متاثر کرتی ہیں اور محض معاشی نمو کے اعداد و شمار سے پوری طرح ظاہر نہیں ہوتیں۔

جیکب وینر (Jacob Vinner) اور ہندوستانی منصوبہ بندی کمیشن تجویز کرتے ہیں کہ کسی ملک کے وسائل اور افرادی قوت کو زیادہ مؤثر طریقے سے استعمال کرنے کی صلاحیت کے لحاظ سے پسماندگی کا اندازہ لگایا جانا چاہیے، تاکہ اس کو درپیش ترقیاتی چیلنجوں کے بارے میں جامع تفہیم حاصل کی جا سکے۔ جیکب وینر کے مطابق پسماندہ ملک وہ ہے "جس میں زیادہ سرمایہ یا زیادہ محنت یا زیادہ دستیاب قدرتی وسائل، یا ان سب کو استعمال کرنے کے بہتر امکانات ہیں، تاکہ وہ اپنی آبادی کو اعلی معیار زندگی پر سہارا دے سکے، یا اگر اس کی فی کس آمدنی کی سطح پہلے سے ہی کافی زیادہ ہے، تو نسبتاً بڑی آبادی کو کم سے کم یکساں معیار زندگی پر سہارا دے سکیں۔"

1.3 ترقی پذیر ممالک کی خصوصیات (Characteristics of Developing Countries)

درج بالا بحث سے قطع نظر، زیادہ تر ترقی پذیر ممالک میں کچھ مشترکہ خصوصیات ہیں جو انہیں ترقی یافتہ ممالک سے واضح طور پر ممتاز کرتی ہیں۔ زیادہ تر ترقی پذیر ممالک غریب ہیں اور ان کی موجودہ پیداواری سطح نہ تو اتنی اعلی ہے کہ اس سے صرف کی تسلی بخش سطح کو یقینی بنایا جا سکے، اور نہ ہی اس سے اتنا معاشی سرپلس پیدا ہوتا ہے جو مستدام ترقی کے لیے کافی ہو۔ پچھلی چند دہائیوں سے ان ممالک میں آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور انحصار کا بوجھ بھی زیادہ ہے۔ آبادی میں تیزی سے اضافے کے نتیجے میں دائمی بے روزگاری کا مسئلہ بھی پیدا ہوا ہے۔

جہاں تک ان ممالک کی معیشت کی نوعیت کا تعلق ہے، یہ بنیادی طور پر زرعی ہیں اور زرعی پیداوار اور بنیادی مصنوعات کی برآمدات پر ان کا کافی انحصار ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں کہ تمام ترقی پذیر ممالک یکساں خصوصیات کے حامل ہیں۔ ہر ملک کی اپنی الگ صورت حال اور خصوصیات ہیں۔ لیکن زیادہ تر مبصرین اس بات پر متفق ہیں کہ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ترقی پذیر ممالک اپنے تنوع کے باوجود کچھ مشترکہ خصوصیات رکھتے ہیں جن کی بنا پر ان کا ایک الگ زمرہ بنایا جاسکتا ہے۔ ذیل میں ہم ان بعض خصوصیات کو بیان کریں گے۔

1. فی کس آمدنی کی کم سطح (Low Level of GNI per Capita)

فی کس خام قومی پیداوار (GNP) یا فی کس خام قومی آمدنی (GNI) کو اکثر ملک کے لوگوں کی معاشی بہبود کا ایک مناسب پیمانہ تصور کیا جاتا ہے۔ ترقی پذیر ممالک کو اس معیار سے پرکھنے سے انتہائی تشویش ناک تصویر سامنے آتی ہے۔ ان ممالک میں فی کس GNI بہت کم ہے۔ ورلڈ بینک کے مطابق، 2022 میں، کم آمدنی والی معیشتوں میں اوسط فی کس آمدنی 684$ تھی۔ اس کے برعکس 2022 میں اعلی آمدنی والے ممالک میں فی کس اوسط آمدنی 51,469 $ تھی۔ تیسری دنیا کے تمام ممالک، تاہم، فی کس GNI کے لحاظ سے یکساں طور پر پسماندہ نہیں ہیں۔ ارجنٹائن، ملائیشیا، برازیل اور میکسیکو جیسے ترقی پذیر درمیانی آمدنی والے ممالک افریقی اور جنوب مشرقی ایشیائی ممالک جیسے زیمبیا، گھانا، لاؤ پی ڈی آر، ہندوستان، کینیا، مالی، ویتنام، بنگلہ دیش اور ایتھوپیا سے کہیں زیادہ بہتر ہیں۔ اگر ہندوستان کی بات کریں تو 2022 میں ہندوستان کی فی کس آمدنی 2390$ تھی جس کے مطابق ہندوستان فی کس آمدنی کے لحاظ سے درمیانہ کم آمدنی والے ممالک کی فہرست میں آتا ہے۔ 2022 کی درجہ بندی کے مطابق ورلڈ بینک ممالک کو آمدنی کے لحاظ سے چار درجوں میں تقسیم کرتا ہے جیسا کہ آپ جدول 1.1 میں دیکھ سکتے ہیں۔[2]

جدول 1.1: آمدنی کی بنیاد پر ممالک کی درجہ بندی

اعلی آمدنی	درمیانی اعلی آمدنی	درمیانی کم آمدنی	کم آمدنی
13,205$ سے زیادہ	$4256-$13,205	$1086-$4255	1085$ سے کم

2. آمدنی میں عدم مساوات (Income Inequality)

ترقی پذیر ممالک میں فی کس آمدنی کافی کم ہونے کے علاوہ، آمدنی میں عدم مساوات بھی ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے زیادہ ہے۔ عالمی ترقی کے اشاریہ یا ورلڈ ڈویلپمنٹ انڈیکیٹرز (World Development Indicators) کے 2017 میں شائع ہونے والے اعداد و شمار اس نظریے کی تصدیق کرتے ہیں کہ ترقی پذیر ممالک کی نسبت ترقی پذیر ممالک میں آمدنی میں عدم مساوات کہیں زیادہ ہے۔ مثال کے طور پر، ہم دیکھتے ہیں کہ کم آمدنی والی 19 معیشتوں میں (27 کم آمدنی والی معیشتوں میں سے جن کے لیے ڈیٹا دیا گیا ہے)، غریب ترین 60 فیصد لوگوں کے حصے میں قومی آمدنی کا ایک تہائی یا اس سے کم حصہ آتا ہے۔ کوموروس، ہیٹی، وسطی افریقی جمہوریہ، نمیبیا، جنوبی افریقہ اور زیمبیا ایسی ترقی پذیر معیشتیں ہیں جہاں قومی آمدنی میں سب سے امیر 20 فیصد افراد کا قومی آمدنی میں حصہ 60 فیصد سے زیادہ ہے۔ اس کے

[2] عالمی بینک آمدنی کے تخمینوں کے لیے مختلف طریقے استعمال کرتا ہے جن میں سے دو ہیں مساوی قوت خرید (Purchasing Power Parity-PPP) طریقہ اور اٹلس طریقہ (Atlas Method)۔ یہاں اٹلس طریقے کے مطابق آمدنی کے تخمینے دیے گئے ہیں۔

برعکس، صرف سات زیادہ آمدنی والی معیشتوں (78 ممالک میں سے جن کے لیے اعداد و شمار فراہم کیے گئے ہیں) کے معاملے میں، قومی آمدنی میں غریب ترین 60 فیصد لوگوں کا حصہ ایک تہائی یا اس سے کم ہے۔ مزید برآں، اعلی آمدنی والی معیشتوں (چلی اور سیشلز کو چھوڑ کر) میں سے کسی معیشت میں بھی قومی آمدنی میں سب سے امیر 20 فیصد کا حصہ 50 فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔

سائمن کزنٹس (Simon Kuznets) کے مطابق، ترقی پذیر ممالک میں اعداد و شمار جو عدم مساوات دکھاتے ہیں اصل عدم مساوات اس سے کہیں زیادہ ہے۔ ان کا استدلال ہے کہ آمدنی میں عدم مساوات کی پیائش اور موازنہ کرنے کے لیے استعمال کیے جانے والے معیاری طریقے اکثر ترقی پذیر ممالک میں اصل عدم مساوات کو کم آنکنے کا باعث بنتے ہیں۔ یہ دو وجوہات سے ہوتا ہے: ما قبل ٹیکس آمدنی کا موازنہ کرنے کا طریقہ کار اور تجزیے سے عوامی فوائد کا اخراج۔

عام طور پر، ممالک میں آمدنی کی تقسیم کا موازنہ کرتے وقت، راست ٹیکس لگانے سے پہلے آمدنی کو لیا جاتا ہے۔ یہ نقطہ نظر اس اہم اثر پر غور کرنے میں ناکام رہتا ہے جو ترقی یافتہ ممالک میں متزائد ٹیکس کا ہے، جہاں زیادہ آمدنی والے افراد پر زیادہ شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ متزائد ٹیکس کا یہ نظام ترقی یافتہ ممالک میں آمدنی میں عدم مساوات کو کم کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا پہلو ہے جو ما قبل ٹیکس آمدنیوں میں ظاہر نہیں ہوتا۔

کزنٹس کے مطابق، اس کے علاوہ، یہ موازنے اکثر عوامی فوائد کے کردار کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ فوائد، سماجی بہبود کے پروگراموں سے لے کر معاشی امداد تک، کم آمدنی والے گروہوں کی حقیقی آمدنی کو مؤثر طریقے سے بڑھاتے ہیں، اور عدم مساوات کو مزید کم کرتے ہیں۔ لہذا، کزنٹس کہتے ہیں کہ ٹیکس کے بعد کی آمدنیوں بشمول راہ راست ٹیکس کے اثرات اور عوامی فوائد کا موازنہ کرنے سے آمدنی میں عدم مساوات کی زیادہ درست تصویر سامنے آئے گی۔ اس طرح کا نقطہ نظر ممکنہ طور پر ترقی پذیر ممالک میں آمدنی کی تقسیم میں بہت زیادہ عدم مساوات کو ظاہر کرے گا، کیونکہ ان ممالک میں عام طور پر کم متزائد ٹیکس نظام اور کم جامع عوامی فوائد ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے کزنٹس کا دعوی یہ ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں حقیقی معاشی عدم مساوات اس سے کہیں زیادہ ہے جو روایتی تقابلی طریقے دکھاتے ہیں۔

عدم مساوات ماپنے کا ایک پیمانہ جینی اشاریہ (Gini Index) ہے۔ ترقی پذیر ممالک کی بنسبت جینی اشاریے کی قدر ترقی پذیر ممالک کے لیے عموماً زیادہ ہوتی ہے جو ان ممالک میں نسبتاً اعلی عدم مساوات کو دکھاتا ہے۔

3. غربت (Poverty)

مطلق غربت کی حد ترقی پذیر ممالک میں آمدنی کی تقسیم کے مسئلے کی ایک اہم جہت ہے۔ فی کس آمدنی کی نسبتاً نچلی سطح پر بڑی آمدنی میں عدم مساوات جیسا کہ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ترقی پذیر ممالک میں دیکھنے کو ملتی ہیں، کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر غربت میں اضافہ ہوا ہے۔ ان ممالک میں آمدنی کی زیادہ منصفانہ تقسیم سے غربت کے مسئلے پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ چین کا معاملہ اس نظریے کو ثابت کرتا ہے کہ مستقبل قریب میں اگر ترقی پذیر ممالک غربت کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں تو ان کے پاس آمدنی کی تقسیم کو بہتر بنانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے تاکہ کیلوریز کی مقدار اور غذائیت کی سطح، لباس، صفائی ستھرائی، صحت اور تعلیم وغیرہ کے لحاظ سے مناسب معیار زندگی کو یقینی

بنایا جاسکے۔

تاہم، غربت کی تعریف بھی آسان نہیں ہے۔ فی الحال، ورلڈ بینک 2017 کی مساوی قوت خرید (Purchasing Power Parity-PPP) کی اصطلاح میں خط غربت کی تعریف 2.15$ ڈالر یومیہ کرتا ہے۔ اس خط غربت کی بنیاد پر معلومات جدول 1.2: غربت میں پیش کی گئی ہیں۔ اس جدول کے مطالعے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں: (i) جنوبی ایشیا میں 1990 میں 49.8 فیصد افراد خط غربت سے نیچے تھے۔ یہ فیصد 2019 میں کم ہو کر 8.6 ہو گئی۔ (ii) سب صحارا افریقہ میں، 53.8 فیصد افراد خط غربت سے نیچے تھے۔ 2019 میں یہ فیصد کم ہو کر 34.9 ہو گئی۔ اور (iii) مشرقی ایشیا اور بحر الکاہل میں غربت کی سطح میں تیزی سے کمی واقع ہوئی۔ 1990 میں اس خطے میں 65.8 فیصد افراد خط غربت سے نیچے تھے جو 2019 میں کم ہو کر 1.2 فیصد رہ گئے۔

جدول 1.2: غربت

علاقہ	خط غربت (یومیہ 2.15$) سے نیچے افراد کا فیصد				
	1990	2000	2010	2018	2019
مشرقی ایشیا اور بحر الکاہل	65.8%	39.5%	13.3%	1.6%	1.2%
یورپ اور وسطی ایشیا	—	9.1%	4.1%	2.3%	2.3%
لاطینی امریکہ اور کیریبین	16.8%	13.5%	6.4%	4.3%	4.3%
مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ	6.5%	3.5%	1.9%	9.6%	—
جنوبی ایشیا	49.8%	—	26%	10.1%	8.6%
سب صحارا افریقہ	53.8%	56.5%	42.2%	35.4%	34.9%
دنیا	**37.9%**	**29.3%**	**16.3%**	**9%**	**8.5%**

جیسا کہ جدول 1.2 سے واضح ہے، 1990 میں دنیا بھر میں کل آبادی میں سے 37.9 فیصد لوگ غریب تھے۔ اب (2019) میں عالمی آبادی میں سے 8.5 فیصد افراد غریب ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں 1990 میں دنیا کی ایک تہائی سے زیادہ آبادی خط غربت سے نیچے تھی، اب دنیا کی آبادی کے دسویں حصے سے بھی کم خط غربت سے نیچے ہے۔ غربت کی سطح میں یہ بڑے پیمانے پر کمی بنیادی طور پر چین میں غربت کی سطح میں تیزی سے کمی کی وجہ سے ہے (جس کے نتیجے میں مشرقی ایشیا اور بحر الکاہل میں غربت کی سطح میں زبردست کمی آئی) اور کسی حد تک ہندوستان میں غربت کی سطح میں کمی کی وجہ سے بھی ہے جو جنوبی ایشیا میں غربت کی سطح میں کمی کا باعث بنا۔ اب بھی (2022 تک)، دنیا بھر میں تقریباً 712 ملین لوگ انتہائی غربت میں زندگی گزار رہے ہیں یعنی وہ 2.15$ یومیہ سے کم پر زندگی گزار رہے ہیں۔ بدقسمتی سے، یہ مسئلہ بعض خطوں بشمول سب صحارا افریقہ، نازک اور تنازعات سے متاثرہ علاقوں اور دیہی علاقوں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔

4. **پیداواری صلاحیت کی کم سطح** (Low Level of Productive Capacity)

ترقی پذیر ممالک میں محنت کی پیداواری صلاحیت کم ہوتی ہے۔ کم معیار زندگی اور کم پیداواریت دونوں تیسری دنیا کے ممالک میں ایک دوسرے کو تقویت دینے والے سماجی اور معاشی مظاہر ہیں اور اس طرح، ان کی پسماندگی کی بنیادی وجوہات میں سے ہیں۔ ظاہر ہے کہ

پیداواری صلاحیت کی کم سطح سے آمدنی بھی کم ہوگی اور لوگ نتیجتاً ملک میں مجموعی خوشحالی کی امید نہیں کرسکتے۔ بے شک کچھ گروہ جو ایک چھوٹی اقلیت پر مشتمل ہوتے ہیں اچھا معیار زندگی حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں، لیکن وہ یہ معیار زندگی ایک بڑی آبادی کے مفادات کو قربان کرکے ہی حاصل کرسکتے ہیں۔ محنت کی پیداواری صلاحیت میں خاطر خواہ اضافہ ترقی پذیر ممالک میں عوام کے معیار زندگی کو بلند کرنے کا واحد طریقہ ہے۔

محنت کی پیداواری صلاحیت کا انحصار کئی عوامل پر ہوتا ہے، جس میں کارکنان کی صحت اور ان کی مہارت، کام کے لیے ترغیب و تحریک اور ادارہ جاتی لچک کے ساتھ دیگر ماداخلات کی دستیابی شامل ہیں۔ دو ماداخلات، یعنی سرمایہ اور انتظامی ہنر مزدور کی پیداواری صلاحیت کو کافی حد تک بڑھاتے ہیں۔ لیکن ترقی پذیر ممالک میں (بلا کسی استثناکے) ان دونوں ماداخلات کی کمی ہے۔ لہٰذا، اس بات کی وکالت کرنا بالکل فطری ہے کہ اس کمی کو جلد از جلد ان ماداخلات کی کمی کو ملکی رسد کو بہتر بنا کر اور اگر ضرورت ہو تو غیر ملکی ذرائع سے اس کی تکمیل کے ذریعے پورا کیا جانا چاہیے۔ اگرچہ ملکی ذرائع سے سرمائے اور انتظامی مہارتوں کی سپلائی میں اضافہ کرنے میں مشکلات ہیں، پھر بھی کسی کو یہ تسلیم کرنے میں دشواری نہیں ہونی چاہیے کہ ترقی کی موجودہ سطح پر تیسری دنیا کے بیشتر ممالک اگر چاہیں تو ماداخلات کی رسد کو بڑھا سکتے ہیں۔ غذائیت کی کمی، صحت کی ناکافی دیکھ بھال اور غیر صحت مند حالات میں زندگی گزارنا کارکنان کی خراب صحت کی بنیادی وجوہات ہیں۔ کارکنوں کی جسمانی صحت اور ان کی پیداواری صلاحیت کے درمیان واضح تعلق ہے۔ محنت کش کارکنان کی غربت انہیں مخصوص کام انجام دینے کے لیے مہارت حاصل کرنے سے بھی روکتی ہے۔ اس کے علاوہ، ان کارکنان کے پاس کم ترقی یافتہ سرمایہ دارانہ معیشتوں کے استحصالی حالات میں اپنی پیداواری صلاحیت کو بڑھانے کی کوئی ترغیب بھی نہیں ہوتی۔ زراعت، غیر منظم صنعت اور خدمات کے شعبوں میں، اجرت کا تعین روایتی طور پر کیا جاتا ہے اور اسے آسانی سے گزارے بھر اجرت سے زیادہ نہیں ہونے دیا جاتا۔ یہ عنصر ان تمام ترمحرکات کو چھین لیتا ہے جن کی بنا پر کارکنان اپنی پیداواری صلاحیت کو بڑھانا چاہیں۔

5. پسماندہ صنعتی ڈھانچے کے ساتھ زراعت پر انحصار

(Dependence on Agriculture with a Backward Industrial Structure)

ہاروی لیبینسٹائن (Harvey Leibenstein) کے مطابق ترقی پذیر معیشتیں بنیادی طور پر اپنے کردار میں زرعی ہوتی ہیں۔ ان ممالک میں زراعت اور اس سے منسلک سرگرمیاں عموماً 30 سے 70 فیصد افرادی قوت کو روزگار دیتی ہیں۔ یہ بڑی حد تک ایشیائی اور افریقی ممالک کے بارے میں سچ ہے۔ زراعت میں افرادی قوت کی بڑی تعداد کے روزگار کی وجہ سے قومی آمدنی کا بڑا حصہ بھی اسی شعبے سے آتا ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں زرعی شعبے میں کارکنان کی پیداواری صلاحیت ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں کم ہے۔

ترقی پذیر ممالک میں، زراعت عام طور پر فی کارکن کم پیداواری صلاحیت کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ کم پیداواری کئی عوامل کا نتیجہ ہے، بشمول فرسودہ کاشت کاری کے طریقے، ٹیکنالوجی تک محدود رسائی، اور ناکافی انفراسٹرکچر۔ نتیجے کے طور پر، ان ممالک میں آبادی کا ایک بڑا حصہ ایک ایسے زرعی شعبے سے منسلک ہے جو نہ صرف کم پیداواری ہے بلکہ اکثر الگ تھلگ اور دیہی بھی ہے۔ اس سے جدید معاشی طریقوں اور ٹیکنالوجیز کو متعارف کرانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ ان علاقوں میں دیہی ماحول اور زندگی جینے کے روایتی طریقے زیادہ جدید،

موثر اور پیداواری زرعی طریقوں کی رسائی میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ یہ صورت حال کم پیداواری صلاحیت اور معاشی جمود کے چکر کو برقرار رکھتی ہے، کیونکہ افرادی قوت کا ایک اہم حصہ ایسے شعبے سے منسلک رہتا ہے جو ملک کی معاشی ترقی میں بہترین حصہ نہیں ڈالتا۔

ترقی پذیر ممالک میں صنعتی شعبہ چھوٹا اور پسماندہ ہے۔ صنعتی ڈھانچے کی پسماندگی صنعتی پیداوار کی تشکیل سے ظاہر ہوتی ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں خوراک اور ٹیکسٹائل تیار کرنے والے بڑے ادارے صنعتی پیداوار کا نصف سے زیادہ حصہ بناتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر ممالک کے پاس اب بھی اپنی پروڈیوسر اشیا (Producer Goods)، خاص طور پر اشیائے سرمایہ (Capital Goods) تیار کرنے کی اتنی صلاحیت نہیں ہے۔

6. تشکیل سرمایہ کی کم سطح (Low Level of Capital Formation)

مادی اور انسانی سرمائے کی ناکافی مقدار تمام غیر ترقی یافتہ معیشتوں میں اس قدر خصوصیت کی حامل ہے کہ انہیں اکثر محض سرمایہ۔ غریب (Capital Poor) معیشتیں کہا جاتا ہے۔ سرمائے کی کمی کا ایک اشاریہ فی کس سرمائے کی کم مقدار ہے۔ ان ممالک میں نہ صرف سرمائے کا ذخیرہ انتہائی کم ہے بلکہ سرمائے کی تشکیل کی موجودہ شرح بھی بہت کم ہے۔ 1950 کی دہائی کے اوائل میں زیادہ تر ترقی پذیر ممالک میں سرمایہ کاری قومی آمدنی کا صرف 5 فیصد سے 8 فیصد تھی، جب کہ امریکہ، کینیڈا اور مغربی یورپ میں یہ عموماً 15 فیصد سے 30 فیصد تک تھی۔ اس کے بعد سے ترقی پذیر ممالک میں بچت اور سرمایہ کاری کی شرح میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ تاہم، ان میں فی کس سرمائے کی مقدار اب بھی بہت کم ہے اور اس وجہ سے ان کی پیداواری صلاحیت کم رہی ہے۔ مثال کے طور پر، ہندوستان میں سرمایہ کاری کی شرح اب (2022 میں) تقریباً 29 فیصد ہے لیکن یہ اب بھی ایک غریب ملک ہے جس کی پیداواری صلاحیت کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آبادی میں تیزی سے اضافے کے نتیجے میں فی کس سرمایہ ابھی بھی بہت کم ہے۔

ترقی پذیر ملک میں سرمائے کی تشکیل کی کم سطح سرمایہ کاری کی خواہش اور بچت کرنے کی کم صلاحیت دونوں وجوہات سے ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں بچت کی شرح بنیادی طور پر قومی آمدنی کی کم سطح کی وجہ سے کم ہے۔ ایسی معیشت میں، فی کس آمدنی کی کم سطح صنعتی پیداوار کے لیے بازار کی طلب کے حجم کو محدود کر دیتی ہے جو سرمایہ کاری کی خواہش کو کمزور کر دیتی ہے۔

سرمائے کی کمی کی جڑ بچتوں کی کمی ہے۔ فی کس آمدنی کی سطح کافی کم ہونے کی وجہ سے اس کا زیادہ تر حصہ زندگی کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے پر خرچ ہوتا ہے، جس سے تجمیع سرمایہ کے لیے آمدنی کا بہت کم حصہ بچ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ترقی پذیر معیشت میں انفرادی آمدنی کی سطح میں اضافے کے باوجود، ترقی یافتہ ممالک میں موجود صرف کی اعلیٰ سطح کی نقالی کے رجحان کی وجہ سے عام طور پر تجمیع زیادہ شرح نہیں ہوتی۔ نرکس (Nurkse) نے اسے "اثر تظاہر یا نمائشی اثر (Demonstration Effect)" کا نام دیا۔

عام طور پر ترقی پذیر ممالک میں آمدنی کی تقسیم میں بڑی عدم مساوات پائی جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں سرمایہ کی تشکیل کے لیے دستیاب بچتوں کا ایک بڑا حجم ہونا چاہیے تھا۔ لیکن اکثر وہ شعبہ جس میں آمدنی کا سب سے زیادہ ارتکاز ہوتا ہے وہ ہوتا ہے جو اپنی آمدنی بنیادی طور پر غیر کاروباری ذرائع سے حاصل کرتا ہے جیسے کہ کرایہ، اجارہ داری منافع کی غیر کمائی آمدنی۔ اس شعبے کے رویے اور سماجی اقدار اکثر

اس طرح کے ہوتے ہیں کہ یہ اپنی آمدنی کو نمائشی صرف، زمین اور جائیداد میں سرمایہ کاری، تخمین گری اور سونے اور زیورات کی ذخیرہ اندوزی کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اگر ان اضافی بچتوں کو پیداواری سرمایہ کاری میں تبدیل کر دیا جائے، تو وہ سرمائے کی تشکیل کی سطح میں خاطر خواہ اضافہ کریں گے۔

7. آبادی میں اضافے اور انحصار کے بوجھ کی بلند شرح

(High Rates of Population Growth and Dependency Burden)

زیادہ تر ترقی پذیر ممالک میں آبادی گزشتہ چند دہائیوں سے 2 سے 3.5 فیصد سالانہ کے درمیان مختلف شرحوں سے بڑھ رہی ہے۔ آبادی کا یہ رجحان بنی نوع انسان کی تاریخ میں بے مثال ہے۔ طبی سہولیات میں اضافے کی وجہ سے ان ممالک میں شرح اموات میں اچانک کمی واقع ہوئی ہے۔ تاہم، زیادہ تر ترقی پذیر ممالک میں شرح پیدائش بہت زیادہ ہے، 25 سے 50 فی ہزار کی حد میں، جب کہ ترقی یافتہ ممالک میں، کہیں بھی یہ 15 فی ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ تیسری دنیا کے ممالک میں آبادی میں اضافے کی بلند شرح ان کی پسماندگی کا سبب اور اثر دونوں ہے۔ غربت میں زندگی گزارنے کے لیے جدوجہد کرنے والے افراد کو اپنے خاندانوں کے سائز کو محدود کرنے میں عملی طور پر کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، کیونکہ ان کی زندگی میں عملی طور پر کچھ داؤ پر نہیں لگا ہوتا۔ بے حسی کا یہ رویہ لوگوں کے لیے مزید مشکلات کا باعث بنتا ہے اور ایسے حالات پیدا کرتا ہے جو ان ممالک میں معاشی ترقی کے لیے سازگار نہیں ہوتے۔

ترقی پذیر ممالک میں بلند شرح پیدائش کا ایک بڑا اثر یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں ان ممالک میں ترقی یافتہ ممالک کی نسبت زیادہ انحصار کا بوجھ ہوتا ہے۔ اس وقت کم آمدنی والی معیشتوں میں 15 سال سے کم عمر کے بچوں کا تناسب 43 فیصد ہے جبکہ زیادہ آمدنی والی معیشتوں میں صرف 17 فیصد ہے۔ یقیناً ترقی یافتہ ممالک میں زیادہ لمبی عمر کی وجہ سے ان ممالک میں بوڑھے لوگوں پر انحصار کا بوجھ بہت زیادہ ہے۔ تاہم، ترقی پذیر ممالک میں مجموعی طور پر انحصار کا بوجھ (یعنی بچے اور بوڑھے دونوں) آبادی کا تقریباً نصف ہے جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں آبادی کا ایک تہائی حصہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں پیداواری آبادی اور غیر پیداواری آبادی کا تناسب ترقی یافتہ ممالک کی نسبت بہت کم ہے۔ یہ عنصر کسی حد تک وضاحت کرتا ہے کہ کچھ کم ترقی یافتہ ممالک میں عام لوگوں کے معیار زندگی میں حقیقی گراوٹ کیوں آئی ہے۔

8. بے روزگاری اور ناقص روزگار کی اعلیٰ سطح (High Levels of Unemployment and Underemployment)

ترقی پذیر ممالک میں دیہی اور شہری دونوں علاقوں میں بڑے پیمانے پر بے روزگاری پائی جاتی ہے۔ پیداوار کی فرسودہ تکنیکوں اور پیداواری صلاحیت کی کم سطح کی حامل روایتی زراعت میں مزدور جذب کرنے کی صلاحیت کا فقدان ہوتا ہے۔ اس طرح ان ممالک میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کے ساتھ زرعی اراضی پر آبادی کا دباؤ بڑھتا جاتا ہے اور اس کے ساتھ مخفی بے روزگاری کا مسئلہ بھی سنگین ہوتا جاتا ہے۔ دیہی لوگ اس مسئلے سے بخوبی واقف ہیں، اور اسی لیے اکثر وہ نوکریوں کی تلاش میں شہروں کی طرف ہجرت کرتے ہیں۔ وہاں بھی ان کے لیے روزگار کے زیادہ مواقع موجود نہیں ہوتے۔ شہروں میں بے روزگاری کی ایک اور وجہ صنعتوں کی ناکافی ترقی ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں، وسیع پیمانے پر غربت کی وجہ سے صنعتی اشیا کی طلب کم ہوتی ہے۔ مناسب طلب کی کمی کے مسائل کا سامنا کرتے ہوئے، صنعتیں سست

رفتار سے ترقی کرتی ہیں اور بڑھتی ہوئی آبادی کو جذب کرنے کے لیے مناسب تعداد میں روزگار فراہم کرنے میں ناکام رہتی ہیں۔ زیادہ تر ترقی پذیر ممالک میں شہری علاقوں میں کھلی بے روزگاری کی موجودہ شرح شہری افرادی قوت کا اوسطاً 10 سے 15 فیصد ہے۔ شہری علاقوں میں 15 سے 24 سال کی عمر کے تعلیم یافتہ افراد میں بھی بے روزگاری کافی ہے۔ واضح رہے کہ اس بے روزگاری کو تعلیم میں ضرورت سے زیادہ سرمایہ کاری کے اشارے سے تعبیر نہیں کیا جانا چاہیے۔ چونکہ یہ بازار کی خرابیوں کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا اس کا مناسب علاج ایسی فعال پالیسی ہو سکتی ہے جس کی تشکیل محنت بازار کے کام کو بہتر بنانے کے لیے کی گئی ہو۔

9. تکنیکی پسماندگی (Technological Backwardness)

ترقی پذیر ممالک میں، پیداواری تکنیک معاشی سرگرمیوں کی ایک وسیع رینج (پوری زراعت، چھوٹے پیمانے کی اکائیوں اور دستکاری) کے لیے غیر موثر ہیں۔ اس افسوسناک کیفیت کو ایک یا دو عوامل کے لحاظ سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ تحقیق اور ترقی (R&D) کی کمی، تحقیقی اداروں اور صنعتوں کے درمیان مواصلات کا کمزور نظام، مزدوروں کی کثرت اور سرمائے کی کمی، فرسودہ تکنیکوں کا استعمال ان ممالک میں عام طور پر دیکھنے کو ملتا ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں عام طور پر مناسب ٹیکنالوجی کی دریافت کے لیے کام کرنے والے بڑے موثر ادارے نہیں ہوتے۔ ان حالات میں ترقی یافتہ ممالک سے ٹیکنالوجی درآمد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو اکثر مقامی حالات کے لیے زیادہ موزوں نہیں ہوتی۔ مزید یہ کہ صنعتی ٹیکنالوجی میں جتنی بھی محدود تحقیق کی جاتی ہے، اس کے نتائج کمزور مواصلاتی نظام کی وجہ سے پیداکاروں تک نہیں پہنچ پاتے۔ لیکن یہ عوامل فرسودہ تکنیکوں کے تسلسل کی مکمل وضاحت نہیں کرتے ہیں۔ زیادہ تر معاملات میں یہ جہالت نہیں ہے جو پیداکاروں کو جدید تکنیکوں کو اپنانے سے روکتی ہے۔ بہت سی صورتوں میں پیداکار کا تکنیکی انتخاب ان کی غربت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، ہندوستان میں، کسان نئی زرعی تکنیکوں کی خوبیوں سے بخوبی واقف ہیں اور پھر بھی ان میں سے بہت سے کسان نئی ٹیکنالوجی کے لیے درکار وسائل کو اکٹھا کرنے میں ناکامی کی وجہ سے روایتی زراعت پر قائم ہیں۔ صنعتی شعبے میں، مزدوروں کی یونینیں اکثر مزدوروں کو بے روزگار کرنے والی ٹیکنالوجی متعارف کرانے کی مخالفت کرتی ہیں۔ مزدوروں کی طرف سے یہ منظم کوشش صنعتی ترقی کے نقطہ نظر سے پیچھے ہٹنے والا عمل ہو سکتا ہے، پھر بھی ان کی یہ مخالفت کسی حد تک جائز ہے کیونکہ جدید ٹیکنالوجی یقیناً بہت سے کارکنوں کو کم از کم عارضی طور پر ہی سہی بے روزگار کر دے گی۔

10. ثنویت (Dualism)

پسماندگی کی ایک اور اہم خصوصیت ثنویت ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں ثنویت سے مراد ایک ہی ملک کے اندر دو الگ الگ اور نسبتاً غیر منسلک معاشی شعبوں کا وجود ہے: ایک جدید، تکنیکی طور پر ترقی یافتہ شعبہ اور ایک روایتی، محنت کش شعبہ۔ یہ تصور بہت سے ترقی پذیر ممالک کی ایک کلیدی خصوصیت ہے اور ان میں گہری عدم مساوات کی ایک اہم وجہ ہے۔ ملک میں ایک طرف بازار معیشت ہوتی ہے، جہاں بازار کا نظام بہت ترقی یافتہ ہوتا ہے اور امیر طبقے کے لوگوں کی ضروریات کو پورا کرتا ہے، انہیں جدید زندگی کی بہت سی آسائش فراہم کرتا ہے۔ نقل و حمل کی بہترین سہولیات ہوتی ہیں جو ملک کے مختلف حصوں اور بیرون ملک بھی آرام دہ اور پر تعیش سفر کی سہولت دیتی ہیں۔

مختصراً، ملک میں ایسے علاقے ہوتے ہیں جن میں کارخانے، بینک، کاروباری گھر، سوئمنگ پول، کالج اور فائیو اسٹار ہوٹل ہوتے ہیں۔ دوسری طرف، دیہی علاقوں میں زراعت پر مبنی سرگرمیوں کے ساتھ پسماندہ معشیت ہوتی ہے جہاں افراد بس اتنا کما پاتے ہیں جو بس گزارے بھر کے لیے کافی ہو۔ دیہی سیکٹر میں لوگوں کا معیار زندگی شہری سیکٹر کے لوگوں کے معیار زندگی سے بہت کم ہوتا ہے۔ دیہی لوگوں کے پاس سڑکیں بھی نہیں ہوتی ہیں اور نہ آمد ورفت کا جدید نظام ہوتا ہے۔ دیہاتوں میں پینے کا پانی، بجلی، ٹرانسپورٹ کا نظام اور طبی سہولیات جیسی بنیادی سہولیات کا فقدان ہوتا ہے۔ بہت سی جگہوں پر، دیہی سیکٹر میں بارٹر سسٹم رائج ہوتا ہے۔ زر کا استعمال اور بینکنگ کے فوائد دیہی غریبوں کی پہنچ سے دور ہوتے ہیں۔ اس طرح ثنویت معیشت میں دو متضاد چیزوں کے وجود کو ظاہر کرتی ہے، یعنی اچھی طرح سے ترقی یافتہ بازار کا نظام اور بارٹر سسٹم؛ متمول معیشت اور گزارہ معیشت؛ تیز رفتار ٹرینیں اور قدیم زرائع سفر وغیرہ۔ دوہری معشیت کی کچھ اور مثالیں ذیل میں پیش کی گئی ہیں:

زرعی ثنویت جس میں بہت سے ترقی پذیر ممالک میں، روایتی زرعی طریقوں اور جدید زرعی کاروبار کے درمیان بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، ہندوستان اور بہت سے افریقی ممالک میں، چھوٹے پیمانے پر گزارہ بھر کھیتی کرنے والے چھوٹے کسان، تکنیکی طور پر ترقی یافتہ زرعی صنعتی اداروں کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ چھوٹے کسان اکثر روایتی اوزاروں اور طریقوں پر انحصار کرتے ہیں، ان کی پیداواری صلاحیت کم ہوتی ہے، اور ان کی مارکیٹوں اور جدید ٹیکنالوجی تک رسائی نہیں ہوتی ہے، جو بڑے پیمانے پر آپریشنز سے بالکل متصادم ہے جو جدید مشینری، جینیاتی طور پر تبدیل شدہ فصلوں کا استعمال کرتے ہیں، اور مارکیٹ تک بہتر رسائی رکھتے ہیں۔

شہری-دیہی ثنویت دوہرے پن کی دوسری شکل ہے۔ شہری علاقے جدید انفراسٹرکچر، تعلیم اور طبی نگہداشت تک رسائی، اور خدمات اور صنعت میں روزگار کے اعلیٰ مواقع کی خصوصیت رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس، دیہی علاقے ناکافی انفراسٹرکچر، معیاری تعلیم اور صحت کی خدمات تک کم رسائی، اور بنیادی طور پر کم آمدنی والی زرعی یا غیر رسمی روزگار جیسے مسائل کا سامنا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، برازیل اور انڈونیشیا جیسے ممالک میں، ساؤپالو اور جکارتہ جیسے خوش حال شہری مراکز پسماندہ دیہی علاقوں سے بہت مختلف ہیں۔

صنعتی ثنویت: میکسیکو اور فلپائن جیسے ممالک میں، ترقی یافتہ صنعتی شعبے جو اکثر برآمدات پر مرکوز ہیں اور عالمی بازار (جیسے الیکٹرانکس اور آٹوموبائل) سے منسلک ہیں، اور ملکی صنعتیں جو کم ترقی یافتہ ہیں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ ترقی یافتہ شعبے اکثر غیر ملکی سرمایہ کاری اور ٹیکنالوجی کی منتقلی سے فائدہ اٹھاتے ہیں، جب کہ مقامی صنعتیں ادنی ٹیکنالوجی اور پیداواری صلاحیت کی نچلی سطح کے مسائل کا سامنا کرتی ہیں۔

روزگار میں ثنویت: اکثر جنوبی ایشیائی ممالک میں دیکھی جاتی ہے، جہاں فوائد کے ساتھ باضابطہ، محفوظ روزگار ایک بہت بڑے غیر رسمی شعبے کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ غیر رسمی شعبہ، جس میں پھیری والے، عارضی مزدور، اور چھوٹے کاریگر شامل ہیں، رسمی شعبے میں ملنے والے روزگار کے تحفظات یا فوائد کے بنا کام کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ہندوستان میں، افرادی قوت کا ایک بڑا حصہ غیر رسمی طور پر اکثر خطرناک حالات میں ملازمت کرتا ہے جو رسمی ملازمت سے متضاد ہے جہاں ملازمت کی حفاظت اور سماجی فوائد فراہم کیے جاتے ہیں۔

تعلیمی ثنویت: خطوں یا سماجی گروہوں کے درمیان تعلیم کے معیار میں عدم مساوات ثنویت کی ایک اور شکل ہے۔ امیر شہری علاقوں کو

جدید سہولیات اور تربیت یافتہ اساتذہ کے ساتھ اعلیٰ معیار کی تعلیم تک رسائی حاصل ہوتی ہے، جب کہ غریب، دیہی علاقوں میں اسکولوں کو ناکافی سہولیات اور اہل اساتذہ کی کمی ہوتی ہے۔ اس قسم کی ثنویت کم خوش قسمت افراد کے لیے اعلیٰ تعلیم تک رسائی اور بہتر معاوضے پر ملازمت کے مواقع کو محدود کر کے عدم مساوات کو برقرار رکھتی ہے۔

11. غیر ملکی تجارت میں کم شرکت

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ترقی پذیر ممالک غیر ملکی تجارت پر ضرورت سے زیادہ انحصار کرتے ہیں، اس لحاظ سے کہ ان کی ملکی مصنوعات کی برآمدات اور درآمدات کا تناسب ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ محتاط تحقیق سے، یہ خیال غلط پایا گیا۔ سائمن کزنٹس کے مطابق غیر ملکی تجارت میں کسی ملک کی شرکت کی حد کو براہ راست نہیں ماپا جاسکتا ہے کیونکہ غیر ملکی تجارت اور مجموعی پیداوار کا تناسب ملک کے حجم سے متاثر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ممکن ہے کہ ایک چھوٹا غیر ترقی یافتہ ملک اپنی اشیائے خوردونوش کا ایک بڑا حصہ درآمد کرے اور اپنی محدود زرعی مصنوعات کی اکثریت برآمد کرے کیونکہ اس کے پاس متنوع معاشی شعبے نہیں ہیں۔ اس سے اس ملک کی تجارت اور جی ڈی پی کا تناسب اعلی ہوگا۔ اس کے برعکس، ریاست ہائے متحدہ امریکہ جیسی ایک بڑی، متنوع معیشت کا تجارت اور جی ڈی پی کا کم تناسب نسبتاً کم ہوگا اس لیے نہیں کہ وہ غیر ملکی تجارت نہیں کرتی بلکہ محض اس لیے ہوگا کیوں کہ اس کی بڑی ملکی معیشت اس کے غیر ملکی تجارتی حجم کو نسبتاً کم کر دیتی ہے۔ کزنٹس تجویز کرتے ہیں کہ حجم کے اثرات کو پہلے ماپا اور ختم کیا جائے۔ ایک بار جب یہ تطبیق ہو جاتی ہے، تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ غیر ترقی یافتہ ممالک کی بیرونی تجارت میں شرکت کی حد ترقی یافتہ ممالک کی نسبت واضح طور پر کم ہے۔ در حقیقت، کسی ملک کی پسماندگی، بذات خود، بڑی غیر ملکی تجارت کی وجہ نہیں بن سکتی۔ نقل و حمل کے نظام کی ناکافی ترقی اور تجارتی تنظیم اور پیداواری ٹیکنالوجی کی پسماندگی کچھ ایسے عوامل ہیں جو بڑی برآمدات اور درآمدات کو ناممکن بنا دیتے ہیں۔

12. انحصار

ایشیائی، افریقی اور لاطینی امریکی ممالک میں پسماندگی کا عمل مغربی یورپی سرمایہ دارانہ معیشتوں کے ساتھ ان کی معیشتوں کے انضمام سے شروع ہوا تھا۔ نو آبادیوں (Colonies) اور استعماری ممالک کے درمیان اس تعلق نے محنت کی ایک ایسی بین الاقوامی تقسیم کو جنم دیا جس کی وجہ سے صنعتی ترقی صرف میٹروپولیٹن ممالک میں ہی ہو سکی۔ کالونیوں کی معیشتیں پسماندہ رہنے کے باوجود عالمی سرمایہ دارانہ نظام کا حصہ تھیں۔ انہیں در حقیقت میٹروپولیٹن مفادات کے تابع بنایا گیا تھا اور انہیں بنیادی پیداواری سرگرمیوں میں مہارت حاصل کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ استعماری دور میں تجارت کے انداز اور سمت کا تعین بھی میٹروپولیٹن ممالک کے ساتھ کالونیوں کے انضمام کی بنیادی حقیقت سے ہوتا تھا۔ ایک طرف کالونیاں تقریباً تمام تر اشیائے سرمایہ، صنعتی خام مال اور زیادہ تر تیار کردہ اشیائے ضروریہ کے لیے میٹروپولیٹن ممالک پر انحصار کرتی تھیں، تو دوسری طرف ان کی برآمدات ایک یا دو بنیادی مصنوعات پر مشتمل تھیں۔ مثال کے طور پر، ہندوستان کا زیادہ تر استعماری دور میں چائے اور جوٹ کی برآمدات پر انحصار تھا۔ اسی طرح، ملائیشیا کی ربڑ کی برآمدات، برازیل کی کافی کی برآمدات، سری لنکا کی چائے کی برآمدات اور کیوبا کی چینی کی برآمدات پر ان کا بہت زیادہ انحصار ان ممالک کی پسماندگی کی عکاسی کرتی تھیں۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد ان میں سے زیادہ تر نو آبادیوں کو سیاسی آزادی مل گئی لیکن استعماری معیشتوں کے ساتھ ان کی معیشتوں کے انضمام کی وجہ سے وہ اس انحصار سے مکمل چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے۔ اس وقت بھی ان ممالک میں صنعتی ڈھانچہ کافی پسماندہ ہے اور اس لیے وہ اپنی تمام تر ترقی کے تقاضوں کے لیے ترقی یافتہ ممالک پر انحصار کرتے رہتے ہیں۔ مزید یہ کہ سابق نو آبادیوں اور استعماری ممالک کے درمیان تجارت کے انداز اور تجارت کی سمت میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی ہے۔

13. دیگر خصوصیات

مندرجہ بالا مشترکہ خصوصیات کے علاوہ ترقی پذیر ممالک کی چند دیگر امتیازی خصوصیات بھی ہیں۔ اول، ان میں سے اکثر ممالک میں سماجی زندگی روایتی ہے اور لوگ روایت پسند ہیں۔ وہ سماجی و معاشی تعلقات میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کو پسند نہیں کرتے۔ دوم، سماجی تنظیم میں کچھ واضح منفی خصوصیات موجود ہیں۔ ہم صرف چند کا تذکرہ کرسکتے ہیں، جیسے کہ ناخواندگی کی اعلیٰ سطح، طفل مزدوری کا وسیع پھیلاؤ، متوسط طبقے کی عدم موجودگی کی عمومی کمزوری، اور خواتین کے مقام و مرتبہ کی کمتری۔ آخر میں، جیسا کہ گونر مائرڈل (Gunnar Myrdal) کہتے ہیں؛ تقریباً تمام ترقی پذیر ممالک نرم ریاستیں (Soft States) ہیں۔ نرم ریاستوں کے طور پر ان کی خصوصیات کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سماجی نظم وضبط کی کمی ہے۔ قانونی نظام بھی ناقص ہے اور اکثر قانون سازی کے اقدامات نفاذ کی سطح پر ناکام ہو جاتے ہیں۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کیوں کہ بیوروکریسی بدعنوان اور کرپٹ بھی ہے اور عوام دشمن بھی۔

1.4 ترقی کی ضرورت (Need for Development)

پسماندہ یا غریب ممالک میں معاشی ترقی کی اشد ضرورت ہے تا کہ ان کے لوگوں کا معیار زندگی بلند ہو سکے۔ غریب ممالک کی معاشی ترقی امیر ممالک کے نقطہ نظر سے بھی ضروری ہے۔ آج دنیا دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے ایک طرف غریب ہیں اور دوسری طرف امیر جو مسلسل امیر تر ہوتے جارہے ہیں۔ ایسی صورت حال سے دنیا کے معاشی اور سیاسی استحکام کو خطرہ ہے۔ جب تک غریب ممالک کو عام خوش حالی میں شریک ہونے کے قابل نہیں بنایا جائے گا، ان کی حالت مزید مشکل ہوتی جائے گی۔ امیر اور غریب ممالک کے درمیان فرق غریب ممالک کو مایوس کر دے گا۔ غریب ممالک میں مسلسل بڑھتا عدم اطمینان، جلد یا بدیر، دنیا میں پہلے سے ہی تشویش ناک صورت حال کی مزید خرابی کا باعث بنے گا۔

جیسے جیسے امیر اور غریب ممالک کے درمیان خلیج وسیع ہوتی جائے گی دنیا میں تناؤ بڑھتا جائے گا۔ غریب ممالک خوش حالی میں حصہ لینے کے لیے زیادہ سے زیادہ احتجاج کریں گے اور نتیجتاً، امیر ممالک پر ان کا مطالبہ حجم اور شدت کے اعتبار سے بلند سے بلند تر ہوتا جائے گا۔ تاریخ میں اس بات کے کافی شواہد موجود ہیں کہ جب قومیں اپنے گھریلو مسائل حل نہیں کر پاتیں تو ان کی حکومتیں انہیں اپنے ان پڑوسیوں کے ساتھ جنگ میں جھونک دیتی ہیں جو خوشحال ہیں۔ اس طرح یہ عالمی امن اور ہم آہنگی کے مفاد میں ہے کہ غریب ممالک اپنی غربت کو دور کرنے یا کم کرنے کے قابل ہوں۔ غریب قوموں کی غربت کے خاتمے کی بڑھتی ہوئی خواہش جائز ہے۔ ترقی کی خواہش کو ان کی آبادی کے مختلف طبقوں نے شدت سے محسوس کیا ہے۔ ان کی ترقی کی خواہش فطری اور قابل فہم ہے کیونکہ وہ خوفناک حد تک بدحال معاشی

حالات کے نتیجے میں شدید جسمانی وذہنی تکالیف کا سامنا کرتے ہیں۔ غریب ممالک میں عوام کو مسلسل بھوک، ناخواندگی، بیماری کا سامنا ہے اور وہ انتہائی غربت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

امرتیہ سین کے مطابق معاشی ترقی کی بنیادی طور پر دو وجوہات کی بنا پر ضرورت ہے: (1) غربت کا خاتمہ، (2) انسانی صلاحیتوں اور آزادیوں میں اضافہ۔ غربت کے خاتمے کے لیے غریبوں کی صلاحیتوں میں اضافہ کیا جائے تاکہ وہ اپنی کم سے کم بنیادی ضروریات کو پورا کر سکیں جس میں مناسب خوراک، صحت، لباس اور رہائش کا حصول شامل ہے۔ اس لیے غربت کو دور کرنے کے لیے براہ راست انسدادِ غربت کے اقدامات کیے جائیں جیسے روزگار کے کافی مواقع پیدا کرنا۔ دوم، ترقی کی ضرورت ہے تاکہ لوگ آزاد اور قابل قدر باعمل زندگی سے لطف اندوز ہوں۔

وہ وقت گزر گیا جب لوگ اپنی تقدیر یا قسمت پر یقین رکھتے تھے۔ وہ اب تقدیر کے نتیجے میں اپنی غربت سے صلح کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ اب سمجھ چکے ہیں کہ غربت کے مسئلے کا حل معاشی ترقی میں مضمر ہے۔ اس احساس کو ان ممالک اور ترقی یافتہ ممالک کے درمیان مسلسل بڑھتے ہوئے رابطوں اور تعلقات سے مزید تقویت ملی ہے۔ ترقی کے امکانات کا شعور ہر روز بڑھ رہا ہے۔ پہلے ہی ترقی پذیر ممالک میں معاشرے کے اعلیٰ طبقے امیر ممالک میں مروجہ معیار زندگی کی تقلید کر رہے ہیں۔

ترقی کی خواہش بہت سے غریب ممالک کی غیر ملکی حکمرانی سے سیاسی آزادی کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ معاشی آزادی اور خوش حالی کے بغیر سیاسی آزادی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ سیاسی آزادی نے فطری طور پر معاشی میدان میں لوگوں کی توقعات بڑھا دی ہیں۔ اس میں کوئی تعجب نہیں کہ ان ممالک کے لوگ جنہوں نے استعماری نظام سے آزادی حاصل کی ہے وہ معاشی طور پر اور کم سے کم وقت میں ترقی کی خواہش رکھتے ہیں۔

1.5 ترقی یافتہ ممالک کی خصوصیات (Characteristics of Developed Countries)

ترقی یافتہ ممالک ایسی خصوصیات کی نمائش کرتے ہیں جو انہیں ترقی پذیر قوموں سے واضح طور پر ممتاز کرتی ہیں. ان ممالک میں اعلی معاشی ترقی، اعلی معیار زندگی، کیفیت حیات کے بہتر معیارات، مضبوط ادارہ جاتی فریم ورک پائے جاتے ہیں۔ درج ذیل میں ان میں سے بعض خصوصیات کی مختصر وضاحت کی گئی ہے۔

اعلی درجے کی فی کس آمدنی: ترقی یافتہ ممالک کی عام طور پر اعلی فی کس آمدنی ہوتی ہے، جو کہ کافی معاشی پیداوار اور اعلیٰ معیار زندگی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، حالیہ اعداد و شمار کے مطابق، عالمی بینک کے مطابق، ناروے اور سوئٹزرلینڈ میں فی کس آمدنی $80,000 سے بھی زیادہ ہے، جو ان کی مضبوط معیشتوں کی عکاسی کرتی ہے۔

آمدنی کی مساوات: ترقی یافتہ ممالک میں عام طور پر زیادہ منصفانہ آمدنی کی تقسیم ہوتی ہے۔ ان ممالک میں متزائد ٹیکس نظام اور وسیع سماجی بہبود کے پروگرام ہوتے ہیں جو عدم مساوات میں کمی کا باعث بنتے ہیں۔ ڈنمارک اور سویڈن جیسے ممالک میں جینی عددی سر کی قدر 25 سے

30 کے آس پاس ہے جو ان ممالک میں آمدنی میں کم عدم مساوات دکھاتے ہیں۔

غربت کی نچلی سطح: ترقی یافتہ ممالک میں غربت کی شرح مؤثر سماجی تحفظ کے جال اور اعلی روزگار کی سطح کی وجہ سے نمایاں طور پر کم ہے۔ مثال کے طور پر، نیدرلینڈز میں غربت کی شرح تقریباً 8.8 فیصد ہے، جو عالمی سطح پر سب سے کم ہے، جو اس کی موثر فلاحی پالیسیوں کا ثبوت ہے۔

اعلی پیداواری سطح: ترقی یافتہ ممالک میں پیداواری صلاحیت کو جدید ٹیکنالوجی اور ہنرمند افرادی قوت سے بڑھایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، امریکہ میں محنت کی پیداواری شرح اکثر 70$ فی گھنٹہ سے تجاوز کر جاتی ہے، جو اس کی افرادی قوت کی کارکردگی کو نمایاں کرتی ہے۔

متنوع معیشت: ترقی یافتہ ممالک کا عام طور پر کسی ایک شعبے پر زیادہ انحصار نہیں ہوتا۔ ان کے صنعت و خدمات کے شعبے مضبوط ہوتے ہیں۔

آبادی میں کم اضافہ اور مستحکم انحصار کا تناسب: ترقی یافتہ ممالک میں آبادی میں اضافے کی شرح کم اور انحصار کا تناسب مستحکم ہے۔ مثلاً، جرمنی اور جاپان میں آبادی میں قدرتی اضافے کی شرح بہت کم ہے جو آبادی کے استحکام کی اعلیٰ سطح کی عکاسی کرتی ہے۔

کم بے روزگاری اور موثر محنت بازار: ترقی یافتہ ممالک میں بے روزگاری کی شرح عام طور پر کم ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، جاپان اور جرمنی ترقی یافتہ دنیا میں بے روزگاری کی سب سے کم شرح پائی جاتی ہے، جو اکثر 4 فیصد سے بھی کم ہوتی ہے۔

تکنیکی پیش رفت: ترقی یافتہ ممالک تکنیکی اختراعات میں سب سے آگے ہیں۔ مثال کے طور پر، امریکہ اور جنوبی کوریا عالمی R&D اخراجات میں سرفہرست ہیں۔ ان ممالک صنعتوں میں جدت کو فروغ دینے کے لیے سالانہ بلین مختص کیے جاتے ہیں۔

معاشی ثنویت کی کمی: ترقی یافتہ ممالک میں زیادہ مربوط معاشی پالیسیوں کے ساتھ مختلف معاشی شعبوں کے درمیان کم تفاوت ہے۔ ترقی پذیر ممالک کے برعکس، جہاں شہری اور دیہی معیشتوں کے درمیان شدید فرق پایا جاتا ہے، کینیڈا جیسے ترقی یافتہ ممالک اعلیٰ درجے کے معاشی انضمام کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

مستحکم سیاسی اور قانونی نظام: کینیڈا اور آسٹریلیا جیسے ممالک میں مستحکم سیاسی ماحول اور مضبوط قانونی نظام معاشی سرگرمیوں، قانون کی حکمرانی اور انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے سازگار ماحول کو یقینی بناتے ہیں۔

1.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے طلبا اس قابل ہیں کہ:

- ترقی پذیر ممالک کی خصوصیات بیان کرسکیں۔
- ترقی یافتہ ممالک کی خصوصیات بیان کرسکیں۔

1.7 فرہنگ (Glossary)

انحصار کا تناسب :Dependency Ratio- کام کرنے کی عمر کی آبادی (عمر 64-15) اور انحصار کرنے والوں (15 سال سے کم عمر یا 64 سال سے زیادہ عمر کے افراد) کی آبادی کا تناسب۔

انسانی سرمایہ :Human Capital-کارکن کے تجربے اور مہارت کی معاشی قدر۔ اس میں تعلیم اور صحت جیسے اثاثے شامل ہیں، جو محنت کی پیداواری صلاحیت میں اضافے میں معاون ہیں۔

ترقی پذیر ممالک :Developing Countries-معاشی ترقی کی نچلی سطح والے ممالک، جس کی خصوصیات اکثر فی کس کم آمدنی، کم ترقی یافتہ انفراسٹرکچر، اور معیشت کے ایک بڑے حصے کا زراعت اور بنیادی صنعتوں پر منحصر ہونا ہے۔

ترقی یافتہ ممالک :Developed Countries-ایسے ممالک جن میں اعلیٰ سطح کی معاشی ترقی ہوتی ہے جس کی خصوصیت فی کس زیادہ آمدنی، جدید انفراسٹرکچر، اور متنوع معیشت ہے جو بنیادی طور پر زراعت کے بجائے خدمات اور صنعت پر مرکوز ہو۔

ثنویت :Dualism-ایک جغرافیائی علاقے کے اندر دو الگ الگ معاشی یا سماجی نظاموں کی بقائے باہمی، اکثر ترقی پذیر ممالک میں دیکھی جاتی ہے جہاں روایتی، زرعی شعبے کے ساتھ ساتھ جدید، صنعتی شعبہ بھی موجود ہوتا ہے۔

جینی اشاریہ :Gini Index-کسی قوم کے اندر آمدنی یا دولت کی تقسیم کا شماریاتی پیمانہ، جو 0 (کامل مساوات) سے لے کر 1 (کامل عدم مساوات) تک ہوتا ہے۔ اسے اکثر فیصد (0 سے 100) کے طور پر ظاہر کیا جاتا ہے۔

خط غربت :Poverty Line-کسی فرد کو زندگی کی بنیادی ضروریات جیسے کہ رہائش اور خوراک کی تکمیل کے لیے کم سے کم درکار رقم۔

زرعی معیشت :Agrarian Economy-معیشت جو بنیادی طور پر زرعی پیداوار (فصل کی پیداوار اور مویشیوں) پر مبنی ہو۔

صنعت کاری :Industrialization-عمل جس کے ذریعے معیشت بنیادی طور پر زرعی سے تبدیل ہو کر صنعتی ہو جاتی ہے۔

غیر ترقی یافتہ ممالک :Underdeveloped countries-پسماندہ ممالک، اکثر ترقی پذیر ملک کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، اور بعض اوقات ان ممالک کے لے استعمال کیا جاتا ہے جن میں بہت کم معاشی ترقی اور انسانی ترقی ہو۔

فی کس آمدنی :Per Capita Income-ایک مخصوص سال میں کسی مخصوص علاقے میں فی فرد کمائی گئی اوسط آمدنی۔ اس کا حساب علاقے کی کل آمدنی کو اس کی کل آبادی سے تقسیم کر کے کیا جاتا ہے۔

1.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

1.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. عام طور پر آمدنی میں عدم مساوات کی پیمائش کے لیے کون سا اشارے کا استعمال کیا جاتا ہے؟؟

(a) جینی اشاریہ (b) مہنگائی کی شرح

(c) بے روزگاری کی شرح (d) شرح سود

2. مندرجہ ذیل میں سے کون سا پسماندگی کا قابل اعتماد اشاریہ نہیں ہے؟

(a) اعلی فی کس آمدنی (b) آبادی کی اعلی کثافت

(c) غربت کی بلند شرح (d) زرعی روز گار کی اعلی سطح

3. ترقی یافتہ ممالک کی معیشتوں کی ایک خصوصیت ہے:

(a) زراعت پر مبنی معیشت (b) تکنیکی پیش رفت کی اعلی سطح

(c) تشکیل سرمایہ کی کم سطح (d) درج بالا سبھی

4. سرمائے کی تشکیل کی شرح عام طور پر کیا ظاہر کرتی ہے؟

(a) تعلیم میں سرمایہ کاری کی گئی جی ڈی پی کا فیصد

(b) مادی اور انسانی سرمائے میں سرمایہ کاری کی گئی جی ڈی پی کا فیصد

(c) طبی نگہداشت پر خرچ ہونے والا جی ڈی پی کا فیصد

(d) فوجی اخراجات کے لیے استعمال ہونے والا جی ڈی پی کا فیصد

5. اصطلاح ثنویت سے کیا مراد ہے؟

(a) یکساں معاشی پالیسیاں (b) صرف زرعی شعبوں کی موجودگی

(c) جدید اور روایتی شعبوں کی بقائے باہمی (d) قدرتی وسائل کی کمی

6. کسی ملک کی معیشت میں زراعت پر زیادہ انحصار عام طور پر کیا ظاہر کرتا ہے؟

(a) اعلی معاشی ترقی (b) پسماندگی

(c) اعلی تکنیکی پیش رفت (d) آمدنی کی اعلی مساوات

7. کم ترقی کو اکثر کس لحاظ سے دکھایا جاتا ہے؟

(a) اعلی فی کس آمدنی (b) ترقی یافتہ ممالک کے مساوی آمدنی

(c) کم فی کس آمدنی (d) آمدنی کی تقسیم میں مساوات

8. کون سا عامل پسماندگی کا براہ راست سبب نہیں ہے؟

(a) اعلی تکنیکی پیش رفت (b) تشکیل سرمایہ کی کم سطح

(c) وسیع پیمانے پر غربت (d) تکنیکی پسماندگی

9. ترقی پذیر ممالک کے محنت بازار میں اکثر ہوتا ہے:

(a) بے روزگاری کی کم سطح (b) ہنر مند مزدوروں کی اعلی سطح

(c) سماجی تحفظ کے فوائد (d) ناقص بے روزگاری اور غیر رسمی روزگار کی اعلی سطح

10. قدرتی وسائل معاشی ترقی میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

(a) کوئی کردار نہیں ادا کرتے
(b) معاشی نمو کی ضمانت ہیں
(c) ان کی کمی معاشی ترقی کو محدود کر سکتی ہے۔
(d) ان کا معاشی ترقی سے کوئی تعلق نہیں

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	a	a	b	b	c	b	c	a	d	c

1.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ترقی پذیر ممالک کی کوئی دو خصوصیات بیان کریں۔
2. فی کس آمدنی کیا ہے؟ترقی پذیر ممالک کی اس سے متعلق کیا خاصیت ہے؟
3. غربت کے بارے میں مختصر نوٹ تحریر کریں۔
4. ترقی پذیر ممالک میں ٹیکنالوجی کی صورت حال پر تبصرہ کریں۔
5. ثنویت (Dualism) کے بارے میں لکھیں۔

1.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ترقی پذیر ممالک کی خصوصیات بیان کریں۔
2. ترقی یافتہ ممالک کی خصوصیات بیان کریں۔
3. ترقی پذیر ممالک کے لیے ترقی کا حصول کیوں ضروری ہے؟

1.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Gupta, R. (2023). *Indian Economic Development: A Textbook for Class XII*. Geeta Publishing House.
2. Puri, V. K., & Mishra, S. K. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.
3. Rai, D. (2017). *Indian Economic Development*. Educational.

اکائی 2: معاشی ترقی کی پیمائش

(Measurement of Economic Development)

اکائی کے اجزا:

2.0 تمہید(Introduction)

2.1 مقاصد(Objectives)

2.2 جی ڈی پی بحیثیت پیمانہ ترقی(GDP as a Measure of Development)

2.3 فی کس آمدنی بحیثیت پیمانہ ترقی
(Per Capita Income as a Measure of Development)

2.4 انسانی ترقیاتی اشاریہ(Human Development Index)

2.4.1 انسانی ترقیاتی اشاریہ کی پیمائش(Measurement of Human Development Index)

2.4.2 عدم مساوات تعدیل شدہ انسانی ترقیاتی اشاریہ
(Inequality Adjusted Human Development Index-IHDI)

2.5 صنفی ترقیاتی اشاریہ(Gender Development Index-GDI)

2.6 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

2.7 فرہنگ(Glossary)

2.8 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

2.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

2.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

2.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

2.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Resources)

2.0 تمہید (Introduction)

معاشی ترقی صرف آمدنی میں اضافے کا نام نہیں ہے۔ یہ ایک کثیر جہتی تصور ہے جس میں افراد کی کیفیت حیات (Quality of Life) اور ان کے معیار زندگی (Standard of Living) کو بہتر بنانا شامل ہے۔ اس میں صحت اور تعلیم میں اضافہ، عدم مساوات میں کمی اور ایسی متدام ترقی شامل ہے جس سے معاشرے کا بڑا طبقہ مستفید ہوتا ہو۔ معاشی ترقی کی پیمائش کئی وجوہات کی بنا پر ضروری ہے۔ اول، یہ ایک ملک کی دوسرے ممالک کے مقابلے میں یا ایک ہی ملک کی مختلف اوقات میں ترقی کا جائزہ لینے کے لیے ایک کمیتی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ دوم، یہ ایسے شعبوں کی نشاندہی کرنے میں مدد کرتی ہے جن میں حکومت کی مداخلت کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس طرح حکومتوں اور بین الاقوامی تنظیموں کو وسائل کو مؤثر طریقے سے مختص کرنے میں مدد دیتی ہے۔ سوم، یہ پیمائش غربت، عدم مساوات جیسے مسائل کی نشان دہی کر کے مناسب پالیسی کی تشکیل میں مدد کر سکتی ہے۔ اس اکائی میں مختلف ترقیاتی اشاریوں پر بحث کی گئی۔

2.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کا درج ذیل مقصد ہے:

- معاشی ترقی کا اندازہ لگانے کے لیے استعمال کیے جانے والے مختلف اشاریوں اور پیمائش کا بیان کرنا۔

2.2 جی ڈی پی بحیثیت پیمانۂ ترقی (GDP as a Measure of Development)

1970 کی دہائی سے پہلے ملک کی معیشت کی پیداواری صلاحیت میں مسلسل اضافے کو معاشی ترقی کہا جاتا تھا۔ اس طرح معاشی ترقی اور معاشی نمو کو ایک ہی معنی میں استعمال کیا جاتا تھا۔ اس تعریف کے مطابق معاشی ترقی کی پیمائش خام ملکی پیداوار (GDP) یا خام قومی آمدنی (GNI) میں مسلسل اضافے سے کی جاتی تھی۔ GNI مخصوص مدت میں ملک کے عام رہائشیوں کے ذریعے پیدا تمام اشیا اور خدمات کی کل قدر ہے۔ معاشی ترقی کے پیمانے کے طور پر اس کی کئی قابل ذکر خامیاں ہیں۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

آبادی میں اضافے کو مد نظر نہیں رکھتی: اگر آبادی میں خام قومی آمدنی میں اضافے کے مقابلے زیادہ اضافہ ہوتا ہے تو فی کس آمدنی میں کمی ہوگی۔ یہ ممکن ہے کہ قومی آمدنی میں اضافے کے بعد بھی آبادی میں نسبتاً بڑے اضافے کی وجہ سے افراد کا معیار زندگی کم ہو رہا ہو۔

آمدنی کی تقسیم کا حساب نہیں رکھتی: GDP ملک میں پیدا ہونے والی اشیا اور خدمات کی کل قدر کی پیمائش کرتی ہے لیکن اس بات کی عکاسی نہیں کرتی کہ یہ آمدنی آبادی میں کیسے تقسیم ہوتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ جی ڈی پی نمو کی اعلی شرح ایسی ہو کہ ملک کی غریب عوام کو اس سے کوئی فائدہ نہ پہنچتا ہو اور آمدنی میں اضافے کا فائدہ ملک کے چھوٹے امیر طبقے تک محدود تک رہتا ہو۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ جی ڈی پی کی اعلی شرح نمو جاذب سرمایہ تکنیک (Capital Intensive Technique) کا استعمال کر کے حاصل کی گئی ہو۔ ایسی صورت میں بے روزگاری اور غربت میں اضافہ ہوگا۔ آمدنی میں ایسے اضافے کو معاشی ترقی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ بنا ترقی کے نمو (Growth Without Development) کی مثال ہے۔

آمدنی کے اجزا کو مد نظر نہیں رکھتی: جی ڈی پی ایک مخصوص مدت کے دوران ملک کی سرحدوں کے اندر پیدا ہونے والی تمام اشیا اور خدمات کی کل بازار قدر کی پیمائش ہے لیکن اس میں پیدا کردہ اشیا اور خدمات کی اقسام کے درمیان فرق نہیں ہوتا ہے یا یہ اس بات کو مد نظر نہیں رکھتی ہے کہ ان کی ساخت میں ہونے والی تبدیلیاں معیشت اور معاشرے کو کس طرح متاثر کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر اگر آمدنی میں اضافہ اشیائے تعیش پر بڑے اخراجات کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ اشیائے ضروریہ کی ملک میں کمی ہو جاتی ہے تو آمدنی میں ایسے اضافے کو معاشی ترقی نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح، بعض اشیا ایسی ہیں جن کی پیدائش قومی آمدنی میں اضافے کا سبب تو بنتی ہیں لیکن وہ معاشی فلاح میں اضافہ نہیں کرتیں۔ مثال کے طور پر جیسے جیسے قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے، کاروں، بسوں اور اسکوٹروں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ تاہم سڑکوں پر گاڑیوں کی تعداد میں اضافہ شہروں میں فضائی آلودگی کا سبب بنتا ہے جس سے سانس کی بیماریوں کے واقعات میں اضافہ ہوتا ہے۔ بیماریوں کے واقعات میں اضافے سے ہسپتالوں، ڈاکٹروں، نرسوں، ادویات کی کمپنیوں وغیرہ کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان سب کو قومی پیداوار میں اضافے کے طور پر درج کیا جاتا ہے۔ تاہم، قومی پیداوار میں اس اضافے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ معاشی فلاح میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

غیر بازاری لین دین کو نظر انداز کرتی ہے: جی ڈی پی بازار کے لین دین پر توجہ مرکوز کرتی ہے اور غیر بازاری سرگرمیوں کی قدر کو نظر انداز کرتی ہے اگرچہ کہ یہ لوگوں کی فلاح و بہبود میں حصہ ڈالتی ہیں۔ مثال کے طور پر خاتون خانہ کی بلا معاوضہ خدمات جیسے کھانا بنانا، صفائی کرنا، سلائی، دھلائی، بچوں کی پرورش وغیرہ کو قومی آمدنی کے تخمینے میں نہیں شامل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح، جب استاد اپنے بچوں کو گھر میں تعلیم دیتا ہے تو اس خدمت کو قومی آمدنی میں شامل نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح، ذاتی استعمال کے لیے پیدا کی گئی خدمات کو بھی قومی آمدنی میں شامل نہیں کیا جاتا۔ قومی آمدنی کی پیمائش سے ان کے اخراج کا مطلب ہے کہ جی ڈی پی ان معاشی اور سماجی شراکتوں کی پوری طرح نمائندگی نہیں کرتی جو افراد کے معیار زندگی کو بڑھاتی ہیں۔

غیر رسمی معیشت کا حساب نہیں کرتی ہے: بہت سے ممالک میں، خاص طور پر ترقی پذیر ممالک میں، غیر رسمی شعبہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جی ڈی پی کا حساب عام طور پر ان سرگرمیوں کو خارج کر دیتا ہے، اور ملک کے حقیقی سائز اور معاشی سرگرمیوں کا درست اندازہ نہیں لگاتا ہے۔

ماحولیاتی انحطاط اور استدام (Environmental Degradation and Sustainability): پیداوار اور صرف میں اضافے کے ساتھ جی ڈی پی میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن آمدنی میں اضافے کی ماحولیاتی لاگت، جیسے آلودگی، قدرتی وسائل کا خاتمہ، اور ماحولیاتی نظام کی تباہی کو مد نظر نہیں رکھا جاتا۔ بہت ممکن ہے کہ ایک ملک کی آمدنی بہت اعلی ہو لیکن اس کے قدرتی وسائل کا غیر مستحکم استعمال ہو رہا ہو یا ماحولیاتی آلودگی میں اضافہ ہو رہا ہو۔ مثال کے طور پر گندھک کے تیزاب کی پیداوار کو قومی آمدنی میں شامل کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کو پیدا کرنے والا کارخانہ زہریلا دھواں خارج کر کے ماحول کو آلودہ بھی کرتا ہے۔ اسی طرح، دباغت خانے میں پیدا کیے گئے چمڑے کو قومی آمدنی میں شامل کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ دریا کے اس پانی کو بھی آلودہ کرتا ہے جسے لوگ پیتے ہیں۔ کیڑے مار دوا کی پیداوار کو قومی آمدنی میں شامل کیا جاتا ہے لیکن کیڑے مار دوا پیدا کرنے والا کارخانہ زمین کی آلودگی کا سبب بھی بنتا ہے۔ بڑے پیمانے پر آٹوموبائل کی پیداوار اور

صَرف نے سڑک حادثات، ایندھن کے دھوئیں کے اخراج کے ذریعے فضائی آلودگی اور ٹریفک کی بھیڑ جیسے مسائل پیدا کیے ہیں۔ ان تمام مسائل سے افراد کی فلاح میں کمی آتی ہے۔

معیار زندگی اور فلاح و بہبود: جی ڈی پی کی ایک اور خامی یہ ہے کہ یہ اشیا و خدمات کی مقدار پر توجہ مرکوز کرتا ہے اور معیار زندگی پر ان کے ہونے والے اثرات کو نظر انداز کرتا ہے۔ صحت، تعلیم، آزادی، اور ماحولیاتی معیار وغیرہ معیار زندگی میں کردار ادا کرنے والے اہم عوامل ہیں۔ جی ڈی پی ان عوامل کی براہ راست پیمائش نہیں کرتی ہے۔

مقامی اور علاقائی تفاوت: جی ڈی پی کے اعداد و شمار ملک کے اندر معاشی تفاوت کو چھپا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک خطہ نمایاں ترقی اور خوشحالی کا تجربہ کر سکتا ہے، جب کہ دوسرا جمود یا زوال کا شکار ہو سکتا ہے، جس کی وجہ سے مجموعی معاشی صحت کے بارے میں غلط تاثر پیدا ہو سکتا ہے۔

2.3 فی کس آمدنی بحیثیت پیمانہ ترقی (Per Capita Income as a Measure of Development)

فی کس آمدنی کسی قوم یا ملک کی فی شخص کمائی گئی آمدنی ہے۔ مجموعی آمدنی کے مقابلے فی کس آمدنی کو ملک کی ترقی اور افراد کے معیار زندگی کا بہتر پیمانہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فی کس آمدنی میں اضافہ دکھاتا ہے کہ ملک کی مجموعی آمدنی آبادی سے زیادہ رفتار سے بڑھ رہی ہے۔ فی کس آمدنی میں اضافہ ملک کی معاشی فلاح و بہبود میں بہتری دکھاتا ہے اس طرح کہ یہ دکھاتا ہے کہ افراد کو صرف اور سرمایہ کاری کے لیے زائد مقدار میں اشیا و خدمات میسر ہیں۔ کسی بھی ملک کی فی کس آمدنی کا حساب ملک کی قومی آمدنی کو اس کی آبادی سے تقسیم کرکے لگایا جاتا ہے۔

مختلف ممالک میں آبادی میں اضافے کی رفتار مختلف ہوتی ہے۔ ایسے میں مجموعی آمدنی اوسط معیار زندگی کی درست پیمائش نہیں کرے گی کیوں کہ یہ بہت ممکن ہے کہ آبادی میں تیز رفتار اضافے کی وجہ سے ایک ملک کی فی کس آمدنی میں کمی آئے حالانکہ اس کی مجموعی آمدنی دوسرے ممالک کے مقابلے بہت زیادہ ہے۔ اس صورت میں ملک کی مجموعی آمدنی زیادہ ہونے کے بعد بھی وہاں کی عوام کے اوسط معیار زندگی میں کمی واقع ہوگی کیوں کہ عوام کو میسر فی کس اشیا و خدمات کی مقدار کم ہو جائے گی۔ اس طرح دو ممالک کی ترقی کا موازنہ کرنے کے لیے بھی مجموعی آمدنی کے مقابلے فی کس آمدنی بہتر پیمانہ ہے۔

یہ واضح رہے کہ فی کس آمدنی کی ترقی کے پیمانے کے طور پر اپنی خامیاں ہیں۔ بعض خامیاں جو مجموعی آمدنی کے متعلق بیان کی گئیں ہیں ان کا اطلاق یہاں بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اس پیمانے میں آمدنی کی تقسیم کو نظر انداز کیا جاتا ہے جس کا لوگوں کی فلاح و بہبود پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ ترقی کے اشاریے کے طور پر فی کس آمدنی میں یہ واضح طور پر فرض کیا جاتا ہے کہ آمدنی کا ہر اضافی روپیہ ہر فرد کے لیے برابر اہمیت کا حامل ہے خواہ وہ فرد امیر ہو یا غریب۔ تاہم، یہ درست نہیں ہے۔ در حقیقت یہ فلاحی لحاظ سے بہت اہم ہے کہ فی کس جی ڈی پی میں اضافے سے کس کو فائدہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر غریبوں کے لیے ایک اضافی روپیہ امیروں کے لیے ایک روپے کے اضافے سے کہیں زیادہ خوشی یا اطمینان کی وجہ بنتا ہے۔

اس کے علاوہ، ترقی کے اشارے کے طور پر فی کس آمدنی میں مادی کیفیت حیات (Physical Quality of Life) کے مختلف اجزا جیسے متوقع عمر، خواندگی اور تعلیم، صحت کی صورت حال جیسے غذائی قلت اور شرح اموات کو بھی مد نظر نہیں رکھا جاتا۔ کیفیت حیات کے یہ بنیادی عناصر لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہیں۔

2.4 انسانی ترقیاتی اشاریہ (Human Development Index)

کئی دہائیوں تک، ممالک کی فلاح و بہبود کی سطح کا اندازہ اس ملک کی معاشی نمو یا فی کس آمدنی سے کیا جاتا تھا۔ اگرچہ اس نقطہ نظر کا فائدہ یہ ہے کہ یہ سیدھا اور استعمال کرنے میں آسان ہے، لیکن بہت سے ممالک میں معاشی نمو میں اضافے کے باوجود افراد کی فلاح و بہبود میں اضافہ نہ ہونے کی وجہ سے ایسے پیمانے کی ضرورت محسوس کی گئی جو انسانی ترقی کا احاطہ کرتا ہو۔ انسانی ترقی کا تصور 1980 کی دہائی کے آخر میں منظر عام پر آیا۔ اس کی بنیاد ڈاکٹر امرتیا سین اور ڈاکٹر محبوب الحق نے فراہم کی تھی۔ انسانی ترقی کا نقطہ نظر لوگوں کو ترقیاتی ایجنڈے کے مرکز میں رکھتا ہے، جس میں معاشی نمو اور دولت میں اضافے کو بجائے خود مقصد کے انہیں ترقی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ سیدھے الفاظ میں، انسانی ترقی کے نقطہ نظر کا بنیادی خیال یہ ہے کہ ترقی کا مقصد انسانی زندگی کو بہتر بنانا ہے۔ انسانی زندگی میں بہتری صرف آمدنی میں اضافے سے ہی نہیں ہوتی بلکہ اس دائرہ کار میں اضافے سے بھی ہوتی ہے جو انسان ہو سکتا ہے یا کر سکتا ہے جیسے صحت مند ہونا، مناسب غذا یافتہ ہونا، باشعور و باخبر ہونا اور معاشرتی زندگی میں حصہ لینا وغیرہ۔ اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ترقی، انسان کیا ہو سکتا ہے اور کیا کر سکتا ہے اس میں حائل رکاوٹوں جیسے کہ آمدنی کی کمی، ناخواندگی، خراب صحت، وسائل تک رسائی کی کمی، یا شہری اور سیاسی آزادیوں کی کمی کو دور کرنے سے متعلق ہے۔

1990 میں اپنے آغاز کے بعد سے، انسانی ترقیاتی رپورٹ نے انسانی ترقی کو لوگوں کے انتخاب کو وسعت دینے کے عمل کے طور پر بیان کیا ہے۔ سب سے اہم انتخاب لمبی اور صحت مند زندگی گزارنا، تعلیم یافتہ ہونا اور اچھے معیار زندگی سے لطف اندوز ہونا ہیں۔ اضافی انتخاب میں سیاسی آزادی، دیگر انسانی حقوق اور عزت نفس کے مختلف اجزا شامل ہیں۔ یہ وہ ضروری انتخاب ہیں، جن کی عدم موجودگی بہت سے دوسرے مواقع کو روک سکتی ہے۔ اس طرح انسانی ترقی لوگوں کے انتخاب کو وسیع کرنے کے ساتھ ساتھ حاصل کردہ فلاح و بہبود کی سطح کو بڑھانے کا عمل ہے۔

محبوب الحق کے مطابق معاشی نمو اور انسانی ترقی کے مکاتب فکر کے درمیان واضح فرق یہ ہے کہ پہلا صرف ایک انتخاب یعنی آمدنی کی توسیع پر خصوصی توجہ مرکوز کرتا ہے جبکہ دوسرا تمام انسانی انتخاب کی وسعت کو قبول کرتا ہے- چاہے وہ معاشی ہوں، سماجی و ثقافتی ہوں یا سیاسی ہوں۔ بعض اوقات یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ آمدنی میں اضافہ دیگر تمام انتخابوں کو بھی وسعت دے سکتا ہے۔ ایسا ہونا ممکن ہے لیکن عام طور پر مختلف وجوہات کی بنا پر ہوتا نہیں ہے۔ سب سے پہلے، آمدنی معاشرے میں غیر مساوی طور پر تقسیم ہو سکتی ہے۔ ان لوگوں کے انتخاب بہت محدود ہو جاتے ہیں جن کو یا تو آمدنی تک رسائی نہیں ہے یا ان کی رسائی بہت محدود ہے۔ اور اس طرح معاشی نمو کا فائدہ ان افراد کو نہیں ہوتا۔ دوسری اور اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ معاشرے یا اس کے حکمرانوں کی منتخب کردہ قومی ترجیحات اور معاشرے میں رائج سیاسی

ڈھانچے کی وجہ سے آمدنی میں توسیع کے بعد بھی انسانی اختیارات میں اضافہ نہیں ہوتا۔ محبوب الحق نے زور دیا کہ معاشرے کا آمدنی کا استعمال بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ آمدنی کا حصول ہے۔ یہ حقیقت اس بات سے واضح ہوتی ہے کہ آمدنی میں توسیع سے افراد کی مجموعی خوشی اور اطمینان زیادہ بہتر نہیں ہوگا اگر وہ ایسے ماحول میں رہ رہے ہوں جہاں سیاسی آزادیوں پر شدید پابندیاں ہوں یا ثقافتی اظہار کو روکا گیا ہو۔ اس کے برعکس، زیادہ آزاد ماحول میں جہاں سیاسی اور معاشی آزادیوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، آمدنی میں وہی اضافہ انسانی اطمینان میں بہت زیادہ بہتری کا باعث بن سکتا ہے۔ درحقیقت بہت سے ایسے انتخاب ہیں جن کے لیے دولت میں اضافے کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ مثال کے طور پر، ''جمہوریت کو برقرار رکھنے کے لیے معاشرے کا امیر ہونا ضروری نہیں ہے۔ خاندان کے ہر فرد کے حقوق کا احترام کرنے کے لیے اس کا دولت مند ہونا ضروری نہیں ہے۔ عورتوں اور مردوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنے کے لیے کسی قوم کا امیر ہونا ضروری نہیں ہے۔ قیمتی سماجی اور ثقافتی روایات آمدنی کی ہر سطح پر ہوسکتی ہیں اور برقرار رکھی جاسکتی ہیں۔''[1]

بہت سے ایسے انسانی انتخاب ہیں جو معاشی بہبود سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ علم، صحت، صاف ستھرا ماحول، سیاسی آزادی اور زندگی کی سادہ لذتیں آمدنی پر منحصر نہیں ہیں۔ دولت کا ذخیرہ ان علاقوں میں لوگوں کے انتخاب کو توبڑھا سکتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے۔ یہ دولت کا استعمال ہے نہ کہ خود دولت جو فیصلہ کن ہے۔ اس طرح حق نے بجا طور پر متنبہ کیا ہے کہ ''جب تک معاشرے یہ تسلیم نہ کرلیں کہ ان کی اصل دولت ان کے لوگ ہیں، مادی دولت پیدا کرنے کا حد سے زیادہ جنون انسانی زندگیوں کو تقویت دینے کے مقصد کو دھندلا کرسکتا ہے۔''[2]

محبوب الحق کے مطابق، انسانی ترقی کے پیراڈائم میں چار ضروری اجزا ہیں: عدل، استدام، پیداواری صلاحیت اور بااختیار بنانا۔

1. عدل (Equity)

عدل کا مطلب ہے تمام افراد کو مواقع تک یکساں رسائی۔ اگر ترقی کا مطلب افراد کے انتخاب کے دائرہ کار کو وسیع کرنا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ تمام افراد کو مواقع تک مناسب رسائی حاصل ہو۔ لوگوں تک مواقع کی رسائی جنس، نسل، آمدنی، ذات پات کے امتیاز کے بنا ہونی چاہیے۔ اس طرح کے عدل کے حصول کے لیے بہت سے معاشروں میں طاقت کی تقسیم کے طریقہ کار میں اہم تبدیلیوں کی ضرورت ہے، جس میں شامل ہے: (1) زمین کی ملکیت میں اصلاحات تاکہ پیداواری اثاثوں کے اشتراک کے طریقے کو تبدیل کیا جاسکے، خاص طور پر زمینی اصلاحات کے ذریعے؛ (2) ٹیکس پالیسیوں کے ذریعے آمدنی کی تقسیم میں ایسی تبدیلی جو امیر افراد سے کم امیر افراد کی طرف آمدنی کی منتقلی کے حق میں ہو۔ (3) قرض دینے کے نظام کی اصلاح اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ معاشی طور پر پسماندہ افراد کی مالی ضروریات مناسب طریقے سے پوری ہوسکیں۔ (4) ووٹنگ کے قوانین میں اصلاحات کے ذریعے سیاسی شرکت کو مزید قابل رسائی بنانا، طاقتور چند لوگوں کے غیر ضروری اثر ورسوخ کو کم کرنے کے لیے انتخابی مہم فنڈنگ اصلاحات اور دیگر اقدامات؛ اور (5) ایسی سماجی اور قانونی

[1]United Nations Development Programme. (1994). *Human Development Report 1994*. Oxford University Press, p. 15.
Ibid[2]

رکاوٹوں کو ختم کرنے کی کوششیں جو خواتین، مخصوص اقلیتی گروہوں، یا نسلی اقلیتوں کو اہم معاشی اور سیاسی مواقع تک رسائی سے روکتی ہیں۔

2. **استدام یا پائیداری** (Sustainability)

آنے والی نسلوں کو بھی یہ حق ہے کہ انہیں بھی ایسے ہی فلاح و بہبود کے مواقع میسر ہوں جو موجودہ نسل کو میسر ہیں۔ اسی بنا پر استدام انسانی ترقی کا لازمی جز بن جاتا ہے۔ انسانی ترقی کے تناظر میں استدام سے مراد مستقبل کی نسلوں کی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت پر سمجھوتہ کیے بغیر موجودہ نسل کی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت ہے، اس طرح کہ سب کے لیے وسائل اور مواقع تک رسائی کو یقینی بنایا جاسکے اور اور سب کی خوش حالی کو یقینی بنایا جاسکے۔

بعض اوقات، لوگ غلطی سے استدام کو صِرف اور صِرف قدرتی وسائل کی بھرپائی کے معنی میں لیتے ہیں، جو مستدام ترقی کا محض ایک جز ہے۔ محبوب الحق نے انسانوں کے لیے مواقع کے استدام کی اہمیت پر زور دیا، جس کے لیے ہر قسم کے سرمائے کے تحفظ کی ضرورت ہے چاہے وہ مادی ہو، انسانی ہو، مالیاتی ہو یا ماحولیاتی۔ استدام کا جوہر توزیعی عدل میں مضمر ہے، جو موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لیے ترقی کے مواقع تک مساوی رسائی کو یقینی بناتا ہے، اور نسلوں کے اندر اور ان کے درمیان انصاف کو برقرار رکھتا ہے۔ محبوب الحق نے لیکن متنبہ کیا کہ استدام کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ موجودہ غربت اور محرومی کی حالت کو برقرار رکھا جائے۔ استدام کا مقصد غربت اور محرومی کی موجودہ حالتوں کو برقرار رکھنا نہیں ہونا چاہیے۔ اگر آج کے حالات خستہ ہیں اور اکثریت کے لیے ناقابل قبول ہیں تو ضروری ہے کہ ان کو بدلا جائے۔ اس طرح، استدام قابل قدر مواقع کا ہونا چاہیے نہ کہ انسانی محرومی کا۔ مزید برآں، استدام میں ممالک کے اندر اور عالمی سطح پر طرز زندگی میں نمایاں تفاوت کو دور کرنا اور ان کو کم کرنا شامل ہے، کیونکہ غیر منصف دنیا معاشی اور سیاسی طور پر غیر مستدام ہوتی ہے اور اس کا اثر ماحولیاتی استدام پر بھی پڑتا ہے۔

3. **پیداواریت** (Productivity)

پیداواری صلاحیت سے مراد وہ استعداد ہے جس کے ساتھ مادخلات (جیسے محنت، مواد اور توانائی) کو مصنوعات (اشیا اور خدمات) میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ اعلی پیداواری صلاحیت کا مطلب ہے کہ وسائل کی دی گئی مقدار کے ساتھ زیادہ پیداوار ہوتی ہے، جو بہتر کارکردگی اور معاشی صحت کی عکاس ہے۔ انسانی ترقی کے تناظر میں، انسانی پیداوریت سے مراد افراد کی اپنے کام، تخلیقی صلاحیتوں اور اختراعات کے ذریعے اپنے معاشرے کی معاشی، سماجی اور ثقافتی ترقی میں شراکت کرنے کی صلاحیت ہے۔ انسان کی پیداواریت ترقی کے بنیادی جز کے طور پر انسانی سرمائے یعنی تعلیم، صحت، مہارت اور علم کے کردار پر زور دیتی ہے۔ اس فریم ورک میں انسانی پیداواری صلاحیت صِرف معاشی پیداوار سے متعلق نہیں ہے۔ یہ لوگوں کو ان کی مکمل صلاحیتوں تک پہنچنے، معاشرے میں مکمل طور پر حصہ لینے اور مکمل زندگی گزارنے کے قابل بنانے کے بارے میں ہے۔ انسانی پیداواری صلاحیت کو بڑھانے میں تعلیم، طبی نگہداشت اور سماجی خدمات میں سرمایہ کاری شامل ہے، اس کے ساتھ ساتھ ایسا ماحول بنانا بھی شامل ہے جو اختراعات اور مساوی مواقع کو فروغ دیتا ہو۔

4. بااختیار بنانا (Empowerment)

انسانی ترقی کے تناظر میں بااختیار بنانا ایک جامع عمل ہے جس کا مقصد افراد یا گروہوں کی انتخاب کرنے کی صلاحیت کو بڑھانا اور ان انتخاب کو مطلوبہ اعمال اور نتائج میں تبدیل کرنا ہے، اور اس طرح ان کی زندگیوں کو تشکیل دینے کی آزادی کو بڑھانا ہے۔ یہ بااختیاریت، خود ارادیت، اور معاشی، سماجی اور سیاسی عمل میں شرکت کے تصورات سے جڑی ہے۔ ایک کثیر جہتی سماجی عمل کے طور پر، بااختیار بنانا لوگوں کو ان کی زندگیوں پر کنٹرول حاصل کرنے کے قابل بناتا ہے، افراد کے اندر طاقت کو فروغ دیتا ہے تاکہ وہ ان کی ذاتی زندگیوں، ان کی برادریوں اور معاشرے میں ان مسائل کو حل کر سکیں جو وہ اہم سمجھتے ہیں۔

انسانی ترقی کے ایک اہم عنصر کے طور پر بااختیاریت افراد کو صحت، تعلیم اور معاش میں اپنی صلاحیتوں کو بڑھانے میں سہولت فراہم کرتی ہے، جس کے نتیجے میں سماجی ترقی میں مدد ملتی ہے۔ اس میں معاشی بااختیاریت سمیت کئی اہم شعبوں میں بااختیاریت شامل ہے۔ معاشی بااختیاریت وسائل تک رسائی اور معاشی فیصلہ سازی میں شرکت کے ذریعے معاشی فیصلے کرنے اور ان پر عمل کرنے کی صلاحیت کو بڑھانے پر توجہ مرکوز کرتی ہے۔ سماجی بااختیاریت کا مقصد تعلیم، صحت کی دیکھ بھال، اور سماجی خدمات تک بہتر رسائی کے ساتھ ساتھ کمیونٹی کی شرکت کو مضبوط بنا کر سماجی حیثیت اور اثر و رسوخ کو بہتر بنانا ہے۔

سیاسی بااختیاریت سیاسی عمل اور فیصلوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت کو بڑھانے کے بارے میں ہے۔ اس میں انتخابی عمل میں حصہ لینے کے حقوق، تقریر کی آزادی، اور معلومات تک رسائی شامل ہے۔ تعلیمی بااختیاریت تعلیم اور زندگی بھر سیکھنے تک رسائی فراہم کرتی ہے، جو بااختیاریت کی دیگر اقسام کو فعال کرنے، علم، مہارت اور خود اعتمادی کو بڑھانے کے لیے سماجی سرگرمیوں میں موثر شرکت کے لیے بہت ضروری ہے۔ آخر میں، نفسیاتی بااختیاریت خود کی قدر کو بڑھانے، تبدیلی شروع کرنے کی صلاحیت پر یقین، اور کمیونٹی کی مصروفیت پر توجہ مرکوز کرتی ہے، اور ان اندرونی عملوں کو اجاگر کرتی ہے جو افراد کو اپنی زندگیوں پر قابو پانے کے قابل بناتے ہیں۔

بااختیاریت محض وسائل یا مواقع کی فراہمی سے بالاتر تصور ہے۔ اس میں اس سماجی ڈھانچے اور ان اصولوں کو تبدیل کرنا شامل ہے جو انفرادی انتخاب اور مواقع کو محدود کرتے ہیں، اور ایسے ماحول کا بنانا شامل ہے جہاں قوانین، پالیسیاں اور ادارے تمام افراد، خاص طور پر سب سے زیادہ کمزور اور پسماندہ افراد کو بااختیار بنانے کی حمایت کرتے ہیں۔ اس طرح کی جامع بااختیاریت کے ذریعے، افراد نہ صرف انتخاب کرنے کی صلاحیت حاصل کرتے ہیں بلکہ بڑے پیمانے پر اپنی برادریوں اور معاشروں کی تشکیل میں فعال طور پر حصہ ڈالتے ہیں۔

2.4.1 انسانی ترقیاتی اشاریہ کی پیمائش (Measurement of Human Development Index)

مندرجہ بالا سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ حالیہ سالوں میں ترقیاتی ماہرین معاشیات کی توجہ معاشی نمو سے انسانی ترقی کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ پہلے اس بات پر زیادہ توجہ دی جاتی تھی کہ ملک کی پیداوار کیسی ہے۔ اب اس پر زیادہ توجہ دیے جانے کا رجحان بڑھ رہا ہے کہ ملک کے افراد کس حال میں ہیں۔ ماہرین کے نقطہ نظر میں یہ تبدیلی اس بڑھتے احساس کی وجہ سے ہے کہ ترقی کا بنیادی مقصد افراد کے انتخابات کے دائرہ کار کو وسیع کرنا ہے۔ اگرچہ آمدنی ان انتخابات کا ایک اہم جزہے لیکن ساتھ ہی ساتھ دیگر عناصر جیسے تعلیم، خواندگی، صحت، سازگار

طبعی ماحول، جنس، ذات پات یا مسلک سے قطع نظر مساوی مواقع، اور سیاسی آزادی بھی اتنی ہی اہم ہیں۔

حالانکہ تمام سرگرمیوں کا مقصد انسانی ترقی ہے تاہم اس کی پیائش آسان کام نہیں ہے۔ اس کی پیائش میں مشکلات اس بنا پر پیدا ہوتی ہیں کہ انسانی ترقی ایک کثیر جہتی تصویر ہے۔ اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام نے اپنی 1990 کی انسانی ترقیاتی رپورٹ میں انسانی ترقیاتی اشاریے (Human Development Index-HDI) کو متعارف کراتے ہوئے اس مسئلے کو حل کیا۔ اس رپورٹ میں انسانی ترقیاتی اشاریے میں تین بنیادی جہتوں کو شامل کیا گیا:

صحت: اسے پیدائش کے وقت متوقع عمر سے ماپا جاتا ہے۔ یہ اشاریہ لمبی اور صحت مند زندگی گزارنے کی صلاحیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سے مراد پیدائش کے وقت متوقع عمر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نئے پیدا ہونے والے بچے کے جینے کے متوقع سالوں کی تعداد۔ پیدائش کے وقت اعلی زندگی کی توقع ترقی کی اعلی سطح کی نشاندہی کرتی ہے۔

تعلیم: اس سے مراد اوسطاً ملک کے لوگوں کی طرف سے حاصل کی گئی تعلیم کی سطح ہے۔ اسے دو اشاریوں سے ماپا جاتا ہے۔

(a) بالغ خواندگی کی شرح

(b) مجموعی اندراج کا تناسب

سابقہ 15 سال اور اس سے زیادہ عمر کے لوگوں کے فیصد کی نمائندگی کرتا ہے جو اپنی روزمرہ کی زندگی میں مختصر اور سادہ تحریر پڑھ اور لکھ سکتے ہیں۔ مؤخر الذکر پرائمری، سیکنڈری اور یونیورسٹی کی سطح پر اندراج شدہ آبادی کا فیصد ظاہر کرتا ہے۔ یہ اشاریے علم اور مہارت حاصل کرنے کی صلاحیت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان اشاریوں کی اعلی قدر ترقی کی اعلی سطح کی نمائندگی کرتی ہے۔

آمدنی: خام قومی آمدنی (GNI) کو فی کس امریکی ڈالر سے ماپا جاتا ہے۔ یہ اشاریہ اچھے معیار زندگی کو حاصل کرنے کی صلاحیت کو ظاہر کرتا ہے۔ فی کس حقیقی جی ڈی پی کو لوگوں کے معیار زندگی کا اشاریہ سمجھا جاتا ہے۔ جب ہم جی ڈی پی کو مستقل قیمت پر ملک کی کل آبادی سے تقسیم کرتے ہیں تو ہمیں فی کس حقیقی جی ڈی پی حاصل ہوتی ہے۔ حقیقی جی ڈی پی فی کس کو حقیقی فی کس آمدنی کے طور پر بھی جانا جاتا ہے۔ زیادہ فی کس حقیقی آمدنی عام طور پر اعلیٰ معیاری زندگی کی نمائندگی کرتی ہے۔

انسانی ترقی کے اشاریے کو پہلے مندرجہ بالا تینوں اجزا کے انفرادی اشاریہ جات بنا کر اور پھر تینوں اشاریوں کا ہندسی اوسط لے کر بنایا جا سکتا ہے۔ ہندسی اوسط کے لیے تمام اعداد کو آپس میں ضرب دیا جاتا ہے اور حاصل ضرب کا n-واں جذر (nth Root) لیا جاتا ہے۔ متعلقہ اشاریہ سازی کے لیے، UNDP پہلے ایک خاص سال کے لیے ہر اشاریے کی زیادہ سے زیادہ اور کم از کم قدروں کو طے کرتا ہے اور پھر درج ذیل فارمولے کی مدد سے ہر خاص اشاریے کی قدر اخذ کی جا سکتی ہے

$$Dimension\ Index = \frac{actual\ value - minimum\ value}{maximum\ value - minimum\ value} \quad (2.1)$$

جدول 2.1 میں انسانی ترقیاتی رپورٹ 24-2023 کے مطابق تینوں اشاریوں کی اعلی ترین اور اقل ترین قدروں کو دکھایا گیا ہے۔

جدول 2.1

جہت	مظہر	اقل ترین قدر	اعظم ترین قدر
صحت	متوقع عمر (سال)	20	85
تعلیم	اسکولی تعلیم کے متوقع سال	0	18
	اسکولی تعلیم کے اوسط سال	0	15
معیارِ زندگی	فی کس جی این پی (2017 PPP$)	$100	$75,000

متوقع عمر کے لیے قدرتی صفر کو 20 سال رکھنے کا جواز اس تاریخی شواہد پر مبنی ہے کہ 20ویں صدی میں کسی بھی ملک میں افراد کی متوقع عمر 20 سال سے کم نہیں تھی۔

کوئی بھی سماج ہو بنا کسی تعلیم کے بھی وہ اپنے وجود کو قائم رکھ سکتا ہے۔ لہٰذا، تعلیم کی اقل ترین قدر 0 سال رکھی گئی۔ اسکولی تعلیم کے متوقع سال کی قدر 18 سال رکھی گئی جو زیادہ تر ممالک میں ماسٹر ڈگری حاصل کرنے کے مساوی ہے۔ فی کس مجموعی قومی آمدنی (GNI) کے لیے کم از کم قدر 100$ مقرر کرنے کا جواز اس بنا پر ہے کہ کم ترقی یافتہ معیشتوں میں معاشی سرگرمیوں کی ایک بڑی مقدار — جس میں خاندان کے صَرف کے لیے کاشتکاری سے لے کر اشیا اور خدمات کا سودا کرنا شامل ہے — میں مالیاتی لین دین شامل نہیں ہوتا ہے اور اس لیے، GNI کے حسابات میں ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ یہ سرگرمیاں، اگرچہ رسمی معاشی اشاریوں میں نہیں جھلکتی ہیں، لیکن ان معیشتوں کے اندر گھرانوں اور کمیونٹیز کی فلاح و بہبود اور معاشی استحکام کے لیے اہم ہیں۔ زیادہ سے زیادہ آمدنی کو 75,000$ فی کس مقرر کیا گیا کیونکہ 75,000$ سے زیادہ سالانہ آمدنی سے انسانی ترقی اور بہبود میں عملی طور پر کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

1. انفرادی جزو کے لیے HDI

اگر کسی ملک کے ایچ ڈی آئی میں انفرادی متغیر کی اصل قدر کم از کم کے برابر ہے، تو اس ملک کے لیے اس متغیر کا اشاریہ صفر ہوگا۔ دوسری طرف، اگر کسی انفرادی جزو کی قدر زیادہ سے زیادہ قدر کے برابر ہے، تو اس جزو کا اشاریہ ایک کے برابر ہوگا۔ آیئے ہندوستان کے لیے انفرادی اشاریے کا تخمینہ کرتے ہیں۔ ہندوستان کے لیے متعلقہ اعداد و شمار درج ذیل جدول 2.2 میں دیے گئے ہیں۔

جدول 2.2: ہندوستان کے لیے ایچ ڈی آئی کے انفرادی اجزا کی قدریں

جہت	مظہر	قدر
صحت	پیدائش کے وقت متوقع عمر	67.7
تعلیم	متوقع اسکول کے سال	12.6
	اوسط اسکول کے سال	6.6
معیارِ زندگی	فی کس آمدنی	$6951

چونکہ، 2022 میں پیدائش کے وقت ہندوستان کی متوقع عمر 67.7 تھی، مذکورہ فارمولے کے مطابق ہندوستان کے لیے متوقع عمر کا اشاریہ ہوگا:

$$Health\ Index\ (I_{health}) = \frac{67.7 - 20}{85 - 20} = 0.733$$

تعلیم کے اشاریے کے لیے پہلے دو مظاہر کا اشاریہ حاصل کیا جائے گا اور پھر ان کا سادہ اوسط لیا جائے گا۔ اس طرح ہندوستان کے لیے تعلیم کا شاریہ ہو گا:

$$Expected\ School\ YearIndex = \frac{12.6 - 0}{18 - 0} = 0.7$$

$$Mean\ School\ YearIndex = \frac{6.6 - 0}{15 - 0} = 0.44$$

$$Education\ Index(I_{education}) = \frac{0.7 + 0.44}{2} = 0.57$$

ہندوستان کی اوسط آمدنی 6951$ ہے۔ لہذا معیار زندگی کا اشاریہ ہو گا:

$$Income\ Index(I_{income}) = \frac{\ln 6951 - \ln 100}{\ln 75{,}000 - \ln 100} = 0.640$$

انسانی ترقیاتی اشاریہ ان تینوں انفرادی اشاریوں کا ہندسی اوسط (Geometric Mean) ہو گا۔

$$Human\ Development\ Index\ (HDI) = \sqrt[3]{I_{health} \times I_{education} \times I_{income}}$$

$$HDI = \sqrt[3]{0.726 \times 0.554 \times 0.663} = 0.644$$

اس طرح ہندوستان کی HDI کی قدر 0.644 آتی ہے۔ انسانی ترقیاتی رپورٹ 2023 نے 193 ممالک کے انسانی ترقیاتی اشاریے کا حساب کیا اور اس کی بنا پر ممالک کو چار درجوں میں تقسیم کیا۔ (1) بہت اعلیٰ انسانی ترقی والے ممالک، (2) اعلیٰ انسانی ترقی والے ممالک، (3) متوسط انسانی ترقی والے ممالک اور (4) کم انسانی ترقی والے انسانی ممالک۔ بہت اعلیٰ انسانی ترقی والے ممالک میں 69 ممالک آتے ہیں، 49 ممالک اعلیٰ انسانی ترقی والے ممالک ہیں، 42 ممالک متوسط انسانی ترقی والے ممالک ہیں اور 33 ممالک ادنی انسانی ترقی والے ممالک ہیں۔ ہندوستان 0.644 قدر کے ساتھ متوسط HDI والے ممالک میں آتا ہے۔ جدول 2.3 میں بعض منتخب ممالک کی HDI کی قدر کو دکھایا گیا ہے۔

جدول 2.3: منتخب ممالک کی ایچ ڈی آئی کی قدریں

(HDI)	ملک	HDI rank	(HDI)	ملک	HDI rank
متوسط انسانی ترقی			بہت اعلیٰ انسانی ترقی		
0.699	وینیزویلا	119	0.967	سوئٹزرلینڈ	1
0.644	ہندوستان	134	0.966	ناروے	2
0.550	زمبابوے	159	0.801	بیلاروس	69
ادنی انسانی ترقی			اعلیٰ انسانی ترقی		
0.548	نائجیریا	161	0.799	بلغاریہ	70
0.540	پاکستان	164	0.747	سری لنکا	78

118	بیلیز	0.780	193	صومالیہ	0.380
			انسانی ترقی کے گروپ		
	بہت اعلی انسانی ترقی	0.902		متوسط انسانی ترقی	0.517
	اعلی انسانی ترقی	0.764		کم انسانی ترقی	0.694

ماخذ: انسانی ترقیاتی رپورٹ 2023-24

2.4.2 عدم مساوات تعدیل شدہ انسانی ترقیاتی اشاریہ

(Inequality Adjusted Human Development Index-IHDI)

ایچ ڈی آئی (IHDI) بنیادی انسانی ترقی میں ممالک کی اوسط انسانی ترقی کا اندازہ لگانے اور موازنہ کرنے کے لیے ایک مفید آلہ ہے۔ تاہم، یہ اس بات کو مد نظر نہیں رکھتا کہ انسانی ترقی ملک کی آبادی میں کیسے تقسیم ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ملک میں اعلی ایچ ڈی آئی ہو سکتی ہے اور ساتھ ساتھ ہی ساتھ اس میں نمایاں عدم مساوات بھی ہو سکتی ہے، جو ملک کے اندر صحت، تعلیم اور معیار زندگی تک رسائی میں تفاوت کو چھپا سکتی ہے۔

IHDI ایک زیادہ حقیقت پسندانہ تصویر فراہم کرتے ہوئے اس کا حل کرتا ہے کہ عدم مساوات کو مد نظر رکھنے پر اوسط انسانی ترقی کیا ہو گی۔ یہ صحت، تعلیم اور آمدنی میں عدم مساوات کی وجہ سے ممکنہ انسانی ترقی کے نقصانات کی عکاسی کرتا ہے۔

IHDI ایک ایسا پیمانہ ہے جو روایتی ہیومن ڈویلپمنٹ انڈیکس (HDI) کو ملک کے اندر عدم مساوات کا حساب کرنے کے لیے تبدیل کرتا ہے۔ جہاں ایچ ڈی آئی بذات خود متوقع عمر، تعلیم، اور فی کس آمدنی کے اشاریوں کا ایک جامع اشاریہ ہے، جو ممالک کو انسانی ترقی کے چار درجوں میں درجہ بندی کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، آئی ایچ ڈی آئی انہی جہتوں کو لیتا ہے لیکن ہر جہت کو تقسیم کی عدم مساوات سے تعدیل دیتا ہے۔ نتیجہ ایک ایسا پیمانہ ہے جو انسانی ترقی کی سطح کو عدم مساوات کو مد نظر رکھتے ہوئے ظاہر کرتا ہے۔

اگر ملک میں عدم مساوات نہیں ہو گی تو آئی ایچ ڈی آئی اور ایچ ڈی آئی مساوی ہوں گے۔ لیکن اگر ملک میں عدم مساوات ہو گی تو آئی ایچ ڈی آئی کی قدر ایچ ڈی آئی کی قدر سے کم ہو گی اور جتنی زیادہ عدم مساوات ہو گی اتنی ہی آئی ایچ ڈی آئی کی قدر کم ہو گی۔ اگر اس طرح سے دیکھا جائے تو ایچ ڈی آئی ملک کی ممکنہ انسانی ترقی (یا اعلی ترین انسانی ترقی جو ملک عدم مساوات کی عدم موجودگی میں حاصل کر سکتا) کو دکھاتا ہے جبکہ آئی ایچ ڈی آئی عدم مساوات کو مد نظر رکھتے ہوئے حقیقی انسانی ترقی کو دکھاتا ہے۔ ان دونوں اشاریوں کے بیچ کا فرق عدم مساوات کی وجہ سے انسانی ترقی کے نقصان کو دکھاتا ہے۔

انسانی ترقیاتی رپورٹ 2023 کے مطابق عالمی سطح پر ایچ ڈی آئی کی قدر 0.739 تھی جبکہ آئی ایچ ڈی آئی کی قدر 0.576 تھی جو عدم مساوات کی وجہ سے انسانی ترقی میں 22.1 فیصد کی کمی کو دکھاتی ہے۔ ہندوستان کے لیے جہاں ایچ ڈی آئی کی قدر 0.644 تھی وہیں آئی ایچ ڈی آئی کی قدر 0.444 تھی جو عدم مساوات کی وجہ سے انسانی ترقی میں 31.1 فیصد کے نقصان کو دکھاتا ہے۔

2.5 صنفی ترقیاتی اشاریہ (Gender Development Index-GDI)

صنفی ترقیاتی اشاریہ (GDI) اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (UNDP) کی طرف سے انسانی ترقی کے لحاظ سے صنفی مساوات کا جائزہ لینے کے لیے وضع کردہ ایک پیمانہ ہے۔ GDI انہیں جہتوں پر مبنی ہے جن پر انسانی ترقیاتی اشاریہ (HDI) مبنی ہے لیکن ہر ایک میں صنف کے لحاظ سے ایک جزو شامل کرتا ہے، جو انسانی ترقی میں خواتین اور مردوں کے درمیان عدم مساوات کا تقابلی پیمانہ فراہم کرتا ہے۔

GDI خواتین کی HDI اور مردوں کی HDI کا تناسب ہے۔ اس کا حساب لگانے کے لیے، سب سے پہلے خواتین اور مردوں کے لیے الگ الگ ایچ ڈی آئی کا حساب کیا جاتا ہے۔ وہی قدر جو آپ سابق میں ایچ ڈی آئی کے ضمن میں پڑھ چکے ہیں ان کا استعمال کیا جاتا ہے۔ واحد استثنا پیدائش کے وقت متوقع عمر ہے جہاں تبدیلی کی جاتی ہے، اس تجرباتی دریافت کی عکاسی کرنے کے لیے کہ اوسطاً، خواتین کو مردوں پر حیاتیاتی برتری حاصل ہے، اور وہ اوسطاً تقریباً 5 سال زیادہ زندہ رہتی ہیں۔ مردوں اور عورتوں کی ایچ ڈی آئی کے حساب کے بعد جی ڈی آئی کا حساب درج ذیل طریقے سے کیا جاتا ہے:

$$GDI = \frac{HDI_{female}}{HDI_{male}} \qquad (2.2)$$

جی ڈی آئی (GDI) کی قدر 1 بتاتی ہے کہ دونوں جنسوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ خواتین اور مرد تمام پیمائش شدہ جہتوں میں یکساں ہیں۔ ایک سے کم جی ڈی آئی کی قدر اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ خواتین کے نقصان میں عدم مساوات موجود ہے۔

2.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا اس قابل ہیں کہ:

- معاشی ترقی کا اندازہ لگانے کے لیے استعمال کیے جانے والے مختلف اشاریوں اور پیمائش کو سمجھ سکیں۔

2.7 فرہنگ (Glossary)

انسانی ترقیاتی اشاریہ: Human Development Index (HID):- اشاریہ جو انسانی ترقی کی تین جہتوں متوقع زندگی، تعلیم، اور فی کس آمدنی کی بنیاد پر ممالک کی درجہ بندی کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

مستدام ترقی: Sustainable Development:- ترقی جو آنے والی نسلوں کی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت پر سمجھوتہ کیے بغیر موجودہ ضروریات کو پورا کرتی ہے۔

خواندگی کی شرح: Literacy Rate:- ان لوگوں کا فیصد جو ایک مخصوص عمر میں پڑھنے لکھنے کے قابل ہیں۔

غیر رسمی معیشت: Non Formal Sector:- معاشی سرگرمیاں جو سرکاری ریگولیٹری فریم ورک سے باہر ہوتی ہیں، حکومت کی طرف سے ان کی نگرانی نہیں ہوتی اور عام طور پر جی ڈی پی کے حساب کتاب میں شامل نہیں ہوتیں۔

2.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

2.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. خام ملکی پیداوار (جی ڈی پی) بنیادی طور پر کس کی پیمائش کے لیے استعمال ہوتی ہے؟

(a) کل قومی دولت (b) ملک میں اشیا و خدمات کی کل پیداوار

(c) عوامی بجٹ (d) برآمدات کی قدر

2. مندرجہ ذیل میں سے کون سے اشارے معاشی ترقی کے تصور کی بہترین نمائندگی کرتے ہیں؟

(a) فی کس آمدنی (b) خواندگی کی شرح

(c) انسانی ترقیاتی اشاریہ (d) بے روزگاری کی شرح

3. انسانی ترقیاتی اشاریہ میں درج ذیل میں سے کیا شامل ہے؟

(a) صرف معاشی عوامل (b) معاشی عوامل اور آلودگی کی سطح

(c) تجارتی توازن اور آمدنی کے اشاریہ جات (d) متوقع زندگی، تعلیم اور آمدنی کے اشاریہ جات

4. جی ڈی پی کو معاشی ترقی کا بہترین پیمانہ کیوں نہیں سمجھا جاتا؟

(a) یہ صرف معاشی عوامل کا حساب کرتا ہے۔

(b) یہ آمدنی میں عدم مساوات کو زیادہ دکھاتا ہے۔

(c) اس میں ماحولاتی انحطاط کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔

(d) درج بالا سبھی

5. مندرجہ ذیل میں سے کون متدام ترقی کو بہتر طریقے سے بیان کرتا ہے؟

(a) ترقی جو آنے والی نسلوں کے مفاد پر سمجھوتہ کیے بغیر موجودہ ضروریات کو پورا کرتی ہے

(b) موجودہ جی ڈی پی کی شرح نمو کو برقرار رکھنا

(c) صنعتی ترقی میں اضافہ

(d) برآمدات میں اضافہ

6. شرح خواندگی معاشی ترقی کو کیسے متاثر کرتی ہے؟

(a) اس کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔

(b) اعلیٰ خواندگی کی شرح عام طور پر اعلیٰ معاشی ترقی کے ساتھ منسلک ہوتی ہے۔

(c) یہ معاشی ترقی کو منفی طور پر متاثر کرتی ہے۔

(d) یہ صرف ترقی پذیر ممالک میں ترقی کو متاثر کرتی ہے۔

7. معاشی ترقی کی اصطلاح عام طور پر محض معاشی نمو سے آگے کس چیز پر زور دیتی ہے؟

(a) اسٹاک مارکیٹ کے اشاریوں میں اضافہ (b) معیار زندگی میں وسیع البنیاد بہتری

(c) معاشی منصوبہ بندی کی مرکزیت (d) عوامی آمدنی میں اضافہ

جوابات	1	2	3	4	5	6	7
	b	c	d	a	a	b	b

2.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. خام ملکی پیداوار یا جی ڈی پی کیوں فلاح و بہبود کا بہتر پیمانہ تصور نہیں کیا جاتا؟ کوئی دو وجوہات بتائیں۔
2. فی کس آمدنی کی معاشی ترقی کے پیمائش کے طور پر دو خامیاں بتائیں۔
3. انسانی ترقیاتی اشاریہ میں کن تین جہتوں کو شامل کیا جاتا ہے؟
4. صنفی ترقیاتی اشاریہ کیا ہے؟
5. انسانی ترقیاتی اشاریہ کے فارمولا کی وضاحت کریں۔

2.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. جی ڈی پی کیوں معاشی ترقی کا بہتر پیمانہ نہیں ہے؟ تفصیل سے بیان کریں۔
2. انسانی ترقیاتی اشاریہ پر تفصیلی مضمون لکھیں۔
3. ترقی پذیر ممالک کے لیے ترقی کا حصول کیوں ضروری ہے؟

2.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Gupta, R. (2023). *Indian Economic Development: A Textbook for Class XII*. Geeta Publishing House.
2. Puri, V. K., & Mishra, S. K. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.
3. Rai, D. (2017). *Indian Economic Development*. Educational.

اکائی 3: ہندوستانی معیشت کی خصوصیات

(Characteristics of Indian Economy)

اکائی کے اجزا:

3.0 تمہید(Introduction)

3.1 مقاصد(Objectives)

3.2 ہندوستان: ایک غیر ترقی یافتہ معیشت(India: An Undeveloped Economy)

3.3 ہندوستان: ایک ترقی پذیر معیشت(India: A Developing Economy)

3.3.1 قومی آمدنی کے رجحانات(Trends in National Income)

3.3.2 ساختی تبدیلیاں(Structural Changes)

3.4 ہندوستان: ایک مخلوط معیشت(India: A Mixed Economy)

3.5 ہندوستان: ایک منصوبہ بند معیشت(India: A Planned Economy)

3.6 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

3.7 فرہنگ(Glossary)

3.8 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

3.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

3.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

3.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

3.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Resources)

3.0 تمہید (Introduction)

سابقہ اکائیوں میں نے ہم ترقی پذیر ممالک کی خصوصیات کا مطالعہ کیا۔ اس اکائی میں ہم دیکھیں گے کہ ہندوستانی معیشت پر یہ خصوصیات کس حد تک صادق آتی ہیں۔ ہم اس کا مطالعہ کریں گے کہ ہندوستانی معیشت کی وہ کیا خصوصیات ہیں جو اسے غیر ترقی یافتہ معیشت بناتی ہیں۔ ہم یہ بھی دیکھیں گہ 51-1950 میں منصوبہ بندی کا عمل شروع ہونے کے بعد سے ہندوستانی معیشت میں ترقی کے رجحانات کیا رہے ہیں اور اس میں کیا ساختی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں جو ہندوستانی معیشت کو ایک ترقی پذیر معیشت بناتی ہیں۔ نوٹ کریں کہ غیر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر کی اصطلاحات کو متبادلاً استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ آپ نے سابقہ اکائی میں دیکھا۔ یہاں ہم ان دونوں اصطلاحات کو قدرے مختلف معنی میں استعمال کریں گے۔

3.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے درج ذیل مقاصد ہیں:

- ان خصوصیات کی وضاحت کرنا جو ہندوستان کو غیر ترقی یافتہ معیشت بناتی ہیں۔
- ان خصوصیات کا تجزیہ کرنا جو ہندوستان کو ترقی پذیر معیشت بناتی ہیں۔
- اس کی وضاحت کرنا کہ ہندوستان ایک مخلوط اور منصوبہ بند معیشت ہے۔

3.2 ہندوستان: ایک غیر ترقی یافتہ معیشت (India: An Undeveloped Economy)

معیار جو بھی ہو، ہندوستانی معیشت اس وقت ایک غیر ترقی یافتہ معیشت ہے۔ غیر ترقی یافتہ معیشت کی تقریبا تمام اہم خصوصیات آزادی کے وقت ہندوستانی معیشت میں موجود تھیں اور اس کے بعد سے ان میں زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ ذیل میں ان میں سے بعض خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

1. کم فی کس آمدنی (Low Per Capita Income)

مغرب کے ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں 1950 کی دہائی کے اوائل میں ہندوستانی معیشت انتہائی خراب حالت میں تھی اور اس کے بعد سے ان کے ساتھ اس کی معاشی دوری میں مسلسل اضافہ ہوا ہے۔ فی کس آمدنی کی بنیاد پر ہندوستان آزادی کے وقت چند غریب ترین ممالک میں سے ایک تھا۔ یہ غربت اور پسماندگی ہندوستان کو استعماری حکمرانی سے وراثت میں ملی تھی۔

آزادی کے بعد حکومت ہند جمود کا شکار معیشت کو بڑا دھکا (Big Push[1]) دینا چاہتی تھی اور اس مقصد کے لیے اس نے جمہوری

[1] معاشی ترقی میں "بگ پش" کے تصور سے مراد یہ ہے کہ معیشت کے مختلف شعبوں میں خاطر خواہ اور مربوط سرمایہ کاری ترقی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے اور مستدام معاشی ترقی کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ ماہر معاشیات پال روزنسٹین روڈن سے وابستہ یہ نظریہ تجویز کرتا ہے کہ غیر ترقی یافتہ معیشتوں میں چھوٹی سرمایہ کاری غیر موثر ہو سکتی ہے۔ بگ پش ماڈل تجویز کرتا ہے کہ معیشت کو نمو کی راہ پر لانے کے لیے درکار صنعتی اور معاشی سرگرمیاں پیدا کرنے کے لیے سرمایہ کاری کی ایک متعین مقدار کی

منصوبہ بندی (Democratic Planning) کی تکنیک کا استعمال کیا۔ حکومت کی کوششوں سے معاشی منصوبہ بندی کے دور میں کچھ ترقی تو ہوئی ہے، لیکن فی کس آمدنی کے لحاظ سے ہندوستان اب بھی سب سے زیادہ پسماندہ ممالک میں سے ایک ہے۔ اس ملک کے لوگوں کی حالت زار کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستان اب بھی کم متوسط آمدنی والی معیشت ہے۔ سب سے زیادہ ترقی یافتہ ممالک اور ہندوستان کے درمیان معاشی فاصلے میں بھی گزشتہ برسوں کے دوران اضافہ ہوا ہے۔ عالمی بینک (World Bank) کے عالمی ترقیاتی اشاریے (World Development Indicators) کے مطابق 2022 میں ہندوستان کی مساوی قوت خرید (PPP) پر فی کس جی این پی کا تخمینہ 7,220 ڈالر تھا۔ اس کے مقابلے امریکہ کا فی کس جی این پی کا تخمینہ 77,950 ڈالر تھا۔ اعلی آمدنی والے ممالک میں فی کس جی این پی (مساوی قوت خرید پر) 62,936 ڈالر تھی۔ اس سے ہم نہ صرف اس ملک میں لوگوں کی موجودہ حالت زار کے بارے میں اندازہ لگا سکتے ہیں، اور اس مشکل کا بھی اندازہ کرسکتے ہیں جو اس ملک کو درپیش ہے۔

2. آمدنی کی غیر منصفانہ تقسیم (Unequal Distribution of Income)

ہندوستان کی آمدنی اور دولت کی تقسیم میں نمایاں عدم مساوات پائی جاتی ہے۔ ورلڈ بینک (World Bank) کے عالمی ترقیاتی اشاریے (World Development Indicators) کے مطابق، 2011 میں سب سے کم کمانے والے 10 فیصد کا کل اخراجات میں محض 3.5 فیصد حصہ تھا، جب کہ سب سے اوپر والے 10 فیصد کا حصہ 30.1 فیصد تھا۔ یعنی سب سے اعلی 10 فیصد کے سب نچلے 10 فیصد کے مجموعی اخراجات سے 8.8 گنا زیادہ تھے۔ نچلے 20 فیصد گھرانوں کا مجموعی اخراجات میں صرف 8.1 فیصد حصہ تھا، جب کہ امیر ترین 20 فیصد گھرانوں کا حصہ 44.4 فیصد تھا۔ یعنی امیر ترین 20 فیصد کے اخراجات غریب ترین 20 فیصد کے مقابلے 5.5 گنا زیادہ تھے۔

آکسفیم کی عالمی عدم مساوات کی 2022 رپورٹ (Oxfam World Inequality Report) جو 7 دسمبر 2021 کو جاری کی گئی ان نتائج کی مزید تصدیق کرتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں آمدنی اور دولت کا انتہائی تفاوت پایا گیا۔ اس کے مطابق، سب سے اوپر %1 اور %10 کمانے والے بالترتیب %21.7 اور %57.2 قومی آمدنی کے مالک ہیں، جب کہ سب سے کم کمانے والے %50 کے پاس محض %13.1 آمدنی ہے۔ دولت کی تقسیم بھی کچھ اسی طرح کا نمونہ دکھاتی ہے۔ سب سے امیر %1 اور %10 افراد کے پاس بالترتیب %33 اور %64.6 قومی دولت ہے جبکہ سب سے غریب %50 افراد صرف %5.9 قومی دولت کے مالک ہیں۔

آکسفیم کی ہی جنوری 2023 کی (Survival of the Richest: The India Story) رپورٹ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ 2019 کی وبا کے بعد امیر اور غریب کے درمیان فرق مزید بڑھ گیا ہے۔ 2020 تک، نچلے %50 کی آمدنی کا حصہ قومی آمدنی کا صرف %13، اور ان کی دولت کل دولت کی %3 سے کم تھی۔ کورونا وبا نے اس گروپ کے درمیان خراب غذائیت، قرض میں اضافہ، اور شرح اموات جیسے مسائل کو بڑھا دیا۔ اس کے برعکس، آبادی کے امیر ترین %30 کل دولت کے %90 سے زیادہ کے مالک ہیں، سب سے امیر

ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے حکومت کی شمولیت کی اہم ہوتی ہے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ سرمایہ کاری بہتر طور سے مربوط ہو اور صنعت کاری اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی کو شروع کرنے کے لیے کافی بڑی ہو۔

10% اس مرتکز دولت کے 80% سے زیادہ کے مالک ہیں۔ خاص طور پر، امیر ترین 10%، 5%، اور 1% کے پاس کل قومی دولت کا بالترتیب تقریباً 72%، 62%، اور 40.6% حصہ ہے۔

3. غربت (Poverty)

بڑے پیمانے پر غربت کا مسئلہ آمدنی کی عدم مساوات کا فطری نتیجہ ہے۔ پلاننگ کمیشن نے چھٹے پنج سالہ منصوبے 85-1980 میں ملک میں بڑے پیمانے پر غربت کی حقیقت کو تسلیم کیا۔ پلان دستاویز کے مطابق کیلوری کے صرف کے اصولوں کا استعمال کرتے ہوئے، 80-1979 میں خط غربت سے نیچے کی آبادی کا فیصد دیہی علاقوں میں 50.7 فیصد اور شہری علاقوں میں 40.3 فیصد لگایا گیا تھا۔ پلاننگ کمیشن کے مطابق 94-1993 میں خط غربت سے نیچے زندگی گزارنے والے افراد کی مجموعی شرح گھٹ کر 36.0 فیصد رہ گئی تھی جبکہ دیہی علاقوں میں غربت 37.3 فیصد اور شہری علاقوں میں 32.4 فیصد تھی۔

تندولکر کمیٹی جس نے نومبر 2009 میں حکومت کو اپنی رپورٹ پیش کی تھی، نے دیہی علاقوں کے لیے سال 05-2004 کے لیے نئی آل انڈیا خط غربت کا تخمینہ 446.68 روپے فی کس ماہانہ اور شہری علاقوں کے لیے 578.86 روپے فی کس ماہانہ لگایا تھا۔ اس بنیاد پر 2004-05 میں 41.8 فیصد دیہی آبادی اور 25.7 فیصد شہری آبادی خط غربت سے نیچے تھی۔ مجموعی طور پر 05-2004 میں 37.2 فیصد لوگ خط غربت سے نیچے تھے۔

19 مارچ، 2012 کو پلاننگ کمیشن نے ملکی صارفین کے اخراجات کے سروے پر این ایس ایس او (10-2009) کے اعداد و شمار کے 66ویں دور سے 10-2009 کے لیے غربت کا تخمینہ جاری کیا۔ خط غربت کو دیہی علاقوں کے لیے 22.40 فی کس یومیہ اور شہری علاقوں کے لیے 28.60 فی کس یومیہ کے طور پر بیان کیا گیا (اس کا مطلب ہے دیہی علاقوں میں فی کس ماہانہ 672.80 اور شہری علاقوں میں 859.60 فی کس ماہانہ)۔ اس بنیاد پر 10-2009 میں 29.8 فیصد آبادی خط غربت سے نیچے تھی (دیہی علاقوں میں 33.8 فیصد اور شہری علاقوں میں 20.9 فیصد)۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ 05-2004 سے 10-2009 کی پانچ سال کی مدت کے دوران آل انڈیا غربت کے تناسب میں 7.4 فیصد پوائنٹ کی گراوٹ آئی (دیہی غربت میں 8 فیصد پوائنٹ اور شہری غربت میں 4.8 فیصد پوائنٹ کی گراوٹ)۔

اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام کی انسانی ترقیاتی رپورٹ 2010 نے ترقی پذیر ممالک میں غربت کے پھیلاؤ کا بہتر تصور حاصل کرنے کے لیے کثیر الجہتی غربت انڈیکس (Multidimensional Poverty Index) کا تصور متعارف کرایا۔ اس کے ذریعے شائع کردہ "کثیر جہتی غربت انڈیکس 2022" 111 ترقی پذیر ممالک میں کثیر جہتی غربت کے بارے میں تازہ ترین بصیرت پیش کرتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق ان ممالک میں 1.2 بلین افراد یا آبادی کا 19.1 فیصد کثیر جہتی غربت سے متاثر ہیں۔ سب صحارا افریقہ میں غربت میں رہنے والے لوگوں کی سب سے زیادہ تعداد ہے، تقریباً 579 ملین، اس کے بعد جنوبی ایشیا میں 385 ملین افراد ہیں۔ ہندوستان میں خاص طور پر، اہم پیش رفت ہوئی ہے: 06-2005 اور 20-2019 کے درمیان تقریباً 415 ملین لوگوں کو غربت سے نکالا گیا ہے، جن میں 16-2015 کے بعد تقریباً 140 ملین افراد غربت سے نکلے۔ نتیجتاً، ہندوستان میں غربت کی شرح 06-2005 میں 55.1 فیصد سے کم ہو کر 16-2015 میں 27.7 فیصد اور

2019-20 میں مزید کم ہو کر 16.4 فیصد رہ گئی۔ ان بہتریوں کے باوجود، آبادی کا 16.4%، یا تقریباً 230.7 ملین لوگ اب بھی کثیر جہتی غربت کا شکار ہیں۔

مزید برآں، 2009 اور 2021 کے درمیان، ایک اندازے کے مطابق 22.5% آبادی اس وقت کی 1.90$ یومیہ (PPP) کی بین الاقوامی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی تھی، اور 21.9% آبادی 2009 سے 2020 تک ہندوستان کی قومی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے تھی۔

4. زراعت کا غلبہ (Dominance of Agriculture)

ہندوستان کی آبادی کی پیشہ ورانہ تقسیم زراعت پر مسلسل انحصار کو نمایاں کرتی ہے۔ 1951 میں، کام کرنے والی آبادی کا 72.1% زراعت اور اس سے منسلک شعبوں میں ملازم تھا۔ دہائیوں کی معاشی منصوبہ بندی کے باوجود، 2011-12 میں زراعت نے 48.9% کارکنوں کو روزگار فراہم کیا، جو اسے ملک میں روزگار فراہم کرنے والا سب سے بڑا شعبہ بناتا ہے۔

ہندوستانی معیشت میں زراعت کے غلبے کا ایک اور پیمانہ قومی آمدنی میں اس کا حصہ ہے۔ مالیاتی سال 22-2021 میں، زراعت اور متعلقہ شعبوں نے 12-2011 کی قیمتوں پر خام قدر افزودہ (Gross Value Added-GVA) کا 15.5% حصہ پیدا کیا۔ یہ اعداد و شمار 51-1950 کے اعداد و شمار سے نمایاں کمی کی نمائندگی کرتے ہیں جب زراعت نے GVA میں 50 فیصد سے زیادہ کا حصہ ڈالا تھا۔ تاہم، ہندوستان کی چھ دہائیوں سے زیادہ کی منصوبہ بندی کو مد نظر رکھتے ہوئے GVA میں زراعت کے حصے میں یہ کمی، اگرچہ قابل ذکر ہے، اتنی زیادہ نہیں ہے جتنی کی توقع تھی۔

5. آبادی میں تیزی سے اضافہ اور اعلی تناسب انحصار

ہندوستان نے گزشتہ برسوں میں آبادی میں تیزی سے اضافہ کا تجربہ کیا ہے۔ 1961 کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کی آبادی 439 ملین تھی جو 2011 کی مردم شماری تک بڑھ کر 1,200 ملین ہو گئی، جو تقریباً 2.1 فیصد کی اوسط سالانہ شرح نمو کو دکھاتی ہے۔ ہندوستان فی الحال آبادیاتی تبدیلی کے دوسرے مرحلے میں ہے، جس کی خصوصیت موت کی شرح میں کمی لیکن مسلسل بلند شرح پیدائش ہے، جس کی وجہ سے آبادی میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ اس آبادیاتی تبدیلی نے ملک کی منصوبہ بندی کے ادوار کے دوران حاصل کیے گئے ترقیاتی فوائد کو جزوی طور پر ختم کر دیا ہے۔

آبادی میں اضافہ زمین اور دیگر قدرتی وسائل کی بنسبت لوگوں کے تناسب کو بڑھاتا ہے، جو ان وسائل پر انحصار کرنے والے شعبوں میں تقلیل حاصل (Diminishing Returns) کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ اثر خاص طور پر ہندوستانی زراعت میں واضح ہے، جہاں آبادی میں اضافے کی وجہ سے زرعی زمین کی فی کس دستیابی کم ہو رہی ہے۔ آبادی میں اس اضافے کا نتیجہ نہ صرف زراعت بلکہ پوری معیشت میں نظر آتا ہے۔ ہندوستان میں صنعتی اور تجارتی ترقی کی سست رفتار نے زراعت سے دوسرے شعبوں میں افرادی قوت کی باز تقسیم میں رکاوٹ ڈالی ہے، جس سے مخفی بے روزگاری کا مسئلہ بڑھ گیا ہے۔ مخفی بے روزگاری سے مراد ایسی صورت حال ہے جہاں کسی کام یا

سرگرمی میں اس کام کو مؤثر طریقے سے انجام دینے کے لیے جتنے کارکنان کی ضرورت ہے اس سے زیادہ لوگ کام کرتے ہیں۔ اس قسم کی بے روزگاری میں اضافی کارکنوں کی موجودگی پیداواری صلاحیت میں اضافے کا باعث نہیں بنتی۔

مزید برآں، آبادی میں تیزی سے اضافے کی وجہ سے ہندوستان میں انحصار کا تناسب بہت زیادہ ہے۔ یہ تناسب، جو کہ کام کرنے کی عمر کی آبادی اور انحصار کرنے والوں (15 سال سے کم عمر یا 64 سال سے زیادہ عمر کے افراد) کی آبادی کے تناسب کی پیمائش کرتا ہے، آبادی کے پیداواری طبقے پر معاشی بوجھ کو نمایاں کرتا ہے۔

6. انسانی ترقی کی کم سطح (Low Level of Human Development)

انسانی ترقی کی پیمائش عام طور پر اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام کے ذریعے تیار کردہ انسانی ترقیاتی اشاریے (HDI) کے لحاظ سے کی جاتی ہے۔ انسانی ترقیاتی رپورٹ 24-2023 کے مطابق، 0.644 کی ایچ ڈی آئی قدر کے ساتھ ہندوستان ایچ ڈی آئی کے لحاظ سے 134 ویں نمبر پر ہے۔ 0.788 کی ایچ ڈی آئی قدر کے ساتھ چین اور 0.980 کی ایچ ڈی آئی قدر کے ساتھ سری لنکا بالترتیب 75 ویں اور 78 ویں نمبر پر ہے۔ 193 ممالک کی ایچ ڈی آئی درجہ بندی کی بنیاد پر انسانی ترقیاتی رپورٹ رپورٹ 24-2023 میں 118 ممالک کو انتہائی اعلی اور اعلی انسانی ترقی کے زمرے میں رکھا گیا ہے۔ اس زمرے میں ترقی یافتہ ممالک کے علاوہ قبرص، بارباڈوس، ارجنٹائن، یوراگوئے، میکسیکو، برازیل اور ملائیشیا جیسے کچھ ترقی پذیر ممالک بھی شامل ہیں۔ درمیانے درجے کی انسانی ترقی کے زمرے میں 42 ممالک ہیں۔ ہندوستان اسی زمرے میں آتا ہے۔ 33 ممالک کم انسانی ترقی کے زمرے میں آتے ہیں۔

7. بے روزگاری (Unemployment)

بے روزگاری ہندوستان میں پسماندگی کا ایک نمایاں اشارہ ہے۔ 73-1972 سے، نیشنل سیمپل سروے آرگنائزیشن (این ایس ایس او) بے روزگاری کا قابل اعتماد ڈیٹا فراہم کر رہی ہے۔ 12-2011 میں این ایس ایس او کے 68 ویں دور میں 10.8 ملین بے روزگار افراد ریکارڈ کیے گئے (5.9 ملین دیہی علاقوں میں اور 4.9 ملین شہری علاقوں میں)۔ معاشی سروے 22-2021 کے تازہ ترین اعداد و شمار بے روزگاری میں اضافے کی نشاندہی کرتے ہیں، 19-2018 میں 30.40 ملین لوگ بے روزگار تھے، اور بے روزگاری کی شرح 5.9 فیصد تھی۔ 20-2019 میں، افرادی قوت کی تعداد 563.30 ملین تھی، جس میں 535.30 ملین باروزگار تھے۔ اس طرح 28.1 ملین بے روزگار افراد تھے اور بے روزگاری کی شرح 5.0 فیصد تھی۔

ہندوستان میں بے روزگاری ساختی طور پر ترقی یافتہ ممالک سے مختلف ہے، جہاں یہ اکثر تجارتی چکروں (Business Cycle) سے جڑی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس، ہندوستانی بے روزگاری دائمی ہے، جو معیشت کے اندر گہرے ساختی مسائل سے پیدا ہوتی ہے۔ دیہی علاقوں میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد کے پاس سال بھر مناسب کام نہیں ہوتا ہے اور ان میں سے بہت سے طویل عرصے تک مخفی بے روزگاری کا شکار رہتے ہیں۔

ہندوستان میں شہری بے روزگاری کا مسئلہ دو شکلیں اختیار کر چکا ہے۔ سب سے پہلے، بڑھتی ہوئی شہری آبادی کو جذب کرنے کے

لیے صنعتی شعبہ تیز رفتار شرح سے ترقی کرنے میں ناکام رہا ہے جس کے نتیجے میں صنعتی بے روز گاری پیدا ہوئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عام تعلیم کی توسیع نے وائٹ کالر ملازمتوں (White Collar Jobs) کی نہ ختم ہونے والی طلب پیدا کی ہے جسے پورا کرنے میں ملک کی شہری معیشت ناکام رہی ہے۔ اس طرح تعلیم یافتہ بے روز گاروں کی صفوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور فی الحال اس مسئلے کا کوئی حل نظر نہیں آ رہا۔

8. سرمائے کی کمی (Lack of Capital)

معاشی ترقی کے تمام عوامل میں سے سرمائے کو سب سے اہم سمجھا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ تجمیع سرمایہ ہی ہے جو کسی ملک کو اس کی معاشی پسماندگی پر قابو پانے کی کوشش میں مدد دے سکتا ہے۔ اگر سرمائے کی کم تشکیل ہوگی تو معاشی نمو بھی کم ہوگی سوائے اس کے کہ سرمایہ پیداوار تناسب کم ہو جائے یعنی سرمائے کی ہر اکائی پہلے سے زیادہ اشیا اور خدمات پیدا کرنے کے قابل ہو۔ چونکہ ترقی پذیر ممالک میں جاذب سرمایہ تکنیک (Capital Intensive Technique) کا استعمال بڑھ رہا ہے لہذا اس کے امکانات بہت کم ہیں کہ سرمایہ پیداوار تناسب میں کمی ہو۔ لہٰذا، اگر ان ممالک کو ترقی کرنی ہے، تو ان کے پاس تجمیع سرمایہ کی شرح بڑھانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

پچھلی چھ دہائیوں کے دوران ہندوستان کا یہی مسئلہ رہا ہے۔ 51-1950 مجموعی ملکی بچت کی شرح 9.5 فیصد تھی جبکہ مجموعی ملکی سرمائے کی تشکیل کی شرح 9.3 فیصد تھی۔ ظاہر ہے کہ سرمائے کی تشکیل کی اس شرح پر ملک کسی متاثر کن معاشی نمو کو حاصل کرنے کی امید نہیں کر سکتا تھا۔ منصوبہ بندی کی مدت کے دوران بچت اور سرمایہ کاری دونوں کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔ 71-1970 میں مجموعی ملکی بچت اور مجموعی ملکی سرمائے کی تشکیل کی شرح بالترتیب 14.3 اور 15.1 فیصد تھی۔

حالانکہ منصوبہ بندی کی مدت کے دوران، بچت اور سرمایہ کاری دونوں کی شرح میں اضافہ ہوا ہے، تاہم، وہ کئی سالوں تک کچھ مشرقی ایشیائی ممالک سے کافی کم رہی۔ مثال کے طور پر، جہاں ہندوستان میں مجموعی بچت کی اوسط شرح 2003-1997 کی مدت کے دوران صرف 23.5 فیصد تھی، یہ جمہوریہ کوریا میں 35.2 فیصد اور چین میں 39.2 فیصد تھی۔ 2003-1997 کی مدت کے دوران ہندوستان میں مجموعی ملکی سرمایہ کاری کی اوسط شرح 24.0 فیصد تھی جب کہ جمہوریہ کوریا میں 27.1 فیصد اور چین میں 38.0 فیصد تھی۔ یہ بتاتا ہے کہ کیوں جنوبی کوریا اور چین ہندوستان کے مقابلے میں کافی تیزی سے ترقی کرنے کے قابل ہوئے۔ تاہم، پچھلی دہائی کے دوران، ہندوستان میں بچت اور سرمایہ کاری کی شرح دونوں میں اضافہ ہوا ہے جس سے شرح نمو میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ 20-2019 میں ہندوستان میں بچت اور سرمایہ کاری کی شرحیں بالترتیب 31.4 فیصد اور 32.2 فیصد تھیں۔

9. تکنیکی پسماندگی (Technical Backwardness)

اگرچہ تکنیکی پیش رفت ترقی کے عمل میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے، لیکن پیداواری سرگرمی کی ایک وسیع رینج میں، پیداوار کی تکنیک ہندوستان میں پسماندہ ہے۔ زراعت جو نصف سے زیادہ آبادی کو روزگار فراہم کرتی ہے اب بھی انتہائی پسماندہ تکنیکوں کا استعمال کرتی ہے۔ ملک کی سبز پٹی یعنی گرین بیلٹ (Green Belt) کو چھوڑ کر ہر جگہ کسان صدیوں پرانی پیداواری تکنیکوں پر قائم ہیں۔ چھوٹے کسان،

جو کسانوں کی بھاری اکثریت بناتے ہیں، اپنی غربت کی وجہ سے، نئی ٹکنالوجی کو اپنانے میں ناکام رہے ہیں جس کے نتیجے میں زرعی پیداواریت بہت کم رہی ہے۔ تاہم، بڑے پیمانے کی صنعتوں، توانائی، نقل و حمل اور مواصلات کے شعبوں میں، جدید پیداوار کی تکنیک متعارف کروائی گئی ہے۔ اس کے باوجود، ترقی یافتہ ممالک کی جدید پیداواری تکنیک اور ہندوستان کی ٹیکنالوجی کے درمیان اب بھی ایک وسیع خلا موجود ہے۔

10. کاروباری افراد کی کمی (Lack of Entrepreneurship)

جوزف اے شمپیٹر نے معاشی نمو میں کاروباری افراد (Entrepreneur) کے اہم کردار پر روشنی ڈالی۔ شمپیٹر کے مطابق معاشی نمو میں کاروباری شخص کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اختراعات (Innovation) اور معاشی سرگرمیوں کے پھیلاؤ کا سہرا پوری طرح کاروباری شخص کو جاتا ہے۔ ان کے مطابق اختراعات میں شامل ہیں: (i) نئی شے کا تعارف، (ii) پیداوار کے نئے طریقہ کار کا تعارف، (iii) نئے بازار کا افتتاح، (iv) خام مال یا نیم تیار شدہ اشیا کی رسد کے نئے ذریعہ کی دریافت، اور (v) صنعت میں نئی تنظیم کا تعارف۔ ایسی دنیا میں جس کی خصوصیت بہت زیادہ خطرے اور غیر یقینی صورت حال سے ہے، صرف غیر معمولی قابلیت اور ہمت کے حامل تاجر ہی اختراعات کرنے اور کاروباری اداروں کو شروع کرنے اور منافع کے مواقع سے فائدہ اٹھانے کے قابل ہوں گے۔ جن ممالک میں ایسے لوگ ہوں جو کاروباری مہارت سے مالا مال ہوں، تو ان ممالک کا تیزی سے ترقی کرنا لازمی ہے۔ بعض معاشی مورخین کا کہنا ہے کہ انگلستان، جرمنی اور امریکہ میں اس طبقے کی موجودگی نے ان کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے برعکس برطانوی دور میں ہندوستان میں ایسا طبقہ موجود نہیں تھا۔ اب بھی، ایسا لگتا ہے کہ ملک میں شمپیٹر کے بیان کردہ جدت طراز کاروباری افراد کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ تاہم گزشتہ دو تین دہائیوں کے دوران اس صورت حال میں یقینی طور پر بہتری آئی ہے۔

3.3 ہندوستان: ایک ترقی پذیر معیشت (India: A Developing Economy)

درج بالا تجزیے میں ہم نے اس حقیقت کو اجاگر کیا ہے کہ ہندوستانی معیشت اب بھی غیر ترقی یافتہ ہے۔ لیکن یہ ہندوستانی معیشت کی نوعیت کی مناسب وضاحت نہیں ہے۔ برطانوی راج کے تحت ہندوستان کی معیشت کو طویل عرصے تک جمود کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ آزادی کے بعد جمود کا یہ طویل دور ختم ہو گیا۔ معاشی منصوبہ بندی کے آغاز کے ساتھ ہی معاشی ترقی کے دور کا آغاز ہوا۔ ہندوستان میں معاشی ترقی کے بڑے پیمانے پر دو پہلو ہیں: (1) مقداری، اور (2) ساختی. اس ملک میں ترقیاتی عمل کا مقداری لحاظ سے جائزہ لینے کے لیے، معاشی منصوبہ بندی کی چھ دہائیوں سے زیادہ کے دوران قومی آمدنی کے رجحانات کا جائزہ لیا جانا چاہیے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ ضروری یہ ہے کہ اس عرصے میں معیشت میں ہونے والی ساختی تبدیلیوں کا جائزہ لیا جائے۔

3.3.1 قومی آمدنی کے رجحانات (Trends in National Income)

آزادی کے فوراً بعد ہندوستان تقسیم ہند سے پیدا ہونے والے مسائل میں پھنس گیا۔ دوسری جنگ عظیم نے افراط زر اور خوراک کی قلت جیسے کچھ مسائل کو بھی پیدا کیا۔ ان تمام مسائل کے فوری حل کی ضرورت تھی ورنہ ترقی کا عمل شروع نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا ایک یا دو سال تک معاشی ترقی ملک کے ایجنڈے میں شامل نہیں تھی۔

1. خالص قومی پیداوار میں اضافہ

بنیادی سال (Base Year) 05-2004 کی سیریز کے مطابق، 51-1950 میں ہندوستان کی خالص قومی آمدنی 2,69,724 کروڑ تھی۔ سال 12-2011 میں یہ بڑھ کر 49,58,849 کروڑ ہو گئی۔ اس طرح 62 سال کے عرصے میں قومی آمدنی میں اضافے کا رجحان تقریباً 5.7 فیصد سالانہ رہا۔ دسویں اور گیارہویں منصوبوں میں قومی آمدنی میں اضافے کی شرح خاص طور پر نمایاں تھی۔ ان منصوبوں میں، قومی آمدنی میں بالترتیب 7.6 فیصد سالانہ اور 7.5 فیصد سالانہ کی شرح سے اضافہ ہوا۔ بارہویں منصوبے میں قومی آمدنی میں اضافے کی شرح کا تخمینہ 6.7 فیصد سالانہ لگایا گیا ہے۔ CSO نے جنوری 2015 میں قومی کھاتوں کی ایک نئی سیریز جاری کی جس میں 12-2011 کو بنیادی سال بنایا گیا۔ اس سیریز کے مطابق، خالص قومی پیداوار (Net National Product-NNI) بنیادی قیمتوں پر 12-2011 میں 77,42,330 کروڑ تھی جو 22-2021 میں بڑھ کر 1,25,19,976 کروڑ ہو گئی۔ مستقل قیمتوں پر جی ڈی پی کی نمو (بنیادی سال 12-2011) 20-2019 میں صرف 3.7 فیصد تھی اور 21-2020 میں منفی (-6.6%) تھی۔ لیکن سال 22-2021 میں، معیشت نے 8.7 فیصد کی شرح نمو حاصل کی۔ 23-2022 کے دوران، شرح نمو 7.2 فیصد رہی جب کہ معاشی سروے، 23-2022 میں 7.0 فیصد کا تخمینہ لگایا گیا۔ درحقیقت، حالیہ برسوں میں سے کچھ کے دوران، ہندوستان دنیا کی سب سے تیزی سے ترقی کرنے والی بڑی معیشت رہی ہے۔

2. فی کس آمدنی میں اضافہ

خالص قومی پیداوار میں اضافے کے مقابلے میں فی کس آمدنی میں اضافے کو ترقی کا ایک بہتر اشاریہ مانا جاتا ہے۔ 51-1950 میں، 05-2004 کی قیمتوں پر ہندوستان کی فی کس آمدنی 7,513 روپے تھی۔ اس کے بعد 62 سال کی مدت میں یہ 12-2011 میں بڑھ کر 41,255 روپے ہو گئی۔ 12-2011 کی قیمتوں پر، فی کس آمدنی 12-2011 میں 63,462 اور 22-2021 میں 91,481 تھی۔ پلاننگ کمیشن نے امید ظاہر کی تھی کہ 20 سال کے عرصے میں ملک کی فی کس آمدنی دوگنی ہو جائے گی۔ تاہم یہ رجائیت بے بنیاد ثابت ہوئی۔ 51-1950 سے شروع ہونے والے بیس سالوں میں فی کس آمدنی میں صرف 40.8 فیصد اضافہ ہوا۔ اس کے بعد بھی معیشت کی کارکردگی میں زیادہ بہتری نہیں آئی اور فی کس آمدنی میں اضافے کی شرح معاشی منصوبہ بندی کی پہلی دو دہائیوں کے مقابلے میں صرف معمولی حد تک زیادہ رہی۔ تاہم، معاشی اصلاحات کی مدت (1991 کے بعد کی مدت) نے فی کس آمدنی میں متاثر کن اضافہ درج کیا۔ دسویں منصوبے میں فی کس آمدنی میں 5.9 فیصد سالانہ، گیارہویں منصوبے میں 6.0 فیصد سالانہ اور بارہویں منصوبے میں 5.3 فیصد سالانہ کی شرح سے اضافہ ہوا۔

3.3.2 ساختی تبدیلیاں (Structural Changes)

مقداری لحاظ سے ترقی کے علاوہ، آزادی کے بعد سے ہندوستان کے معاشی ڈھانچے میں اہم تبدیلیاں آئی ہیں جیسا کہ ذیل میں بحث سے واضح ہے۔ تاہم، کچھ شعبوں میں تبدیلی کی رفتار بہت سست رہی ہے اور کوئی بھی اعتماد کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ آیا ان شعبوں میں واقعی تبدیلی آئی ہے یا نہیں۔

1. ملکی مصنوعات کی شعبہ جاتی تقسیم میں تبدیلی

ترقی کا ایک اہم اشاریہ خام ملکی پیداوار میں ان کی شراکت کے لحاظ سے معیشت میں زراعت اور اس سے منسلک سرگرمیوں کی اہمیت میں مسلسل کمی ہے۔ معاشی منصوبہ بندی کی مدت کے دوران ہندوستانی معیشت میں زراعت اور اس سے منسلک سرگرمیوں کی اہمیت میں کمی آئی ہے۔ 51-1950 میں، عالمی لاگت پر خام ملکی پیداوار (Gross Domestic Product at Factor Cost) میں زراعت اور اس سے منسلک سرگرمیوں کا حصہ 53.1 فیصد تھا (بنیادی سال 05-2004 کی سیریز کے مطابق)۔ منصوبہ بندی کی مدت کی پہلی دو دہائیوں کے دوران، کوئی مضبوط رجحان نہیں دیکھا گیا اور خام ملکی پیداوار میں زراعت اور اس سے منسلک سرگرمیوں کا حصہ 53.1 اور 42.3 فیصد کے درمیان رہا۔ تاہم، 71-1970 کے بعد سے مجموعی ملکی پیداوار میں زراعت اور اس سے منسلک سرگرمیوں کے حصے میں مسلسل کمی واقع ہوئی۔ 91-1990 میں یہ 29.6 فیصد تھی اور 14-2013 میں صرف 13.9 فیصد تھی۔ بنیادی سال 12-2011 کے ساتھ نئی سیریز نے عالمی لاگت پر جی ڈی پی کا حساب لگانے کی مشق کو ترک کر دیا ہے۔ اس کی جگہ، CSO اب بنیادی قیمتوں پر خام قدر افزودہ (Gross Value Added at Basic Price) کا حساب لگاتا ہے۔ اس کے مطابق، بنیادی قیمتوں (12-2011 کی قیمتوں) پر GVA میں زراعت اور اس سے منسلک سرگرمیوں کا حصہ 21-2020 میں 16.3 فیصد اور 22-2021 میں 15.5 فیصد تھا۔

51-1950 میں خام ملکی پیداوار میں صنعتوں کا حصہ 16.6 فیصد تھا۔ یہ 91-1990 میں مسلسل بڑھ کر 27.7 فیصد ہو گیا اور 14-2013 میں (05-2004 کی قیمتوں پر) جی ڈی پی کا 26.2 فیصد رہا۔ بنیادی قیمتوں (12-2011) میں جی وی اے میں صنعت کا حصہ 21-2020 میں 30.1 فیصد اور 22-2021 میں 30.7 فیصد تھا۔

خدمات کا شعبہ ایک ایسا زمرہ ہے جس میں تجارت، ٹرانسپورٹ، مواصلات، مالیات، انشورنس اور رئیل اسٹیٹ، کاروبار، کمیونٹی اور سماجی خدمات وغیرہ شامل ہیں۔ معاشی منصوبہ بندی کے دوران خام ملکی پیداوار میں اس شعبے کا حصہ بڑھ گیا۔ خدمات کے شعبے کا حصہ 05-2004 کی قیمتوں پر 51-1950 میں 30.3 فیصد سے 91-1990 میں بڑھ کر 42.7 فیصد اور 14-2013 میں مزید بڑھ کر 59.9 فیصد ہو گیا۔ بنیادی قیمتوں (12-2011) پر جی وی اے میں خدمات کا حصہ 21-2020 میں 53.5 فیصد اور 22-2021 میں 53.8 فیصد تھا۔ اس طرح، خام ملکی پیداوار کی شعبہ جاتی تقسیم میں یقینی طور پر نمایاں تبدیلی آئی ہے۔

2. روزگار کے ڈھانچے میں سست تبدیلیاں

ترقی پذیر معیشت میں، آبادی کی پیشہ ورانہ تقسیم صنعتی شعبے اور خدمات کے حق میں بتدریج تبدیل ہوتی ہے۔ یہ زراعت کی اہمیت میں کمی کے نتیجے میں ہوتا ہے جہاں سے روزگار کی دوسرے شعبوں میں منتقلی ہوتی ہے۔ زراعت اور اس سے منسلک سرگرمیوں میں روزگار کا حصہ 1951 میں 72.1 فیصد سے کم ہو کر 94-1993 میں 64.8 فیصد اور 12-2011 میں 48.9 فیصد رہ گیا ہے۔ تاہم، اس حقیقت پر زور دینا ضروری ہے کہ فیصد کے لحاظ سے زراعت میں روزگار میں نمایاں کمی 1991 کے بعد ہی آئی ہے۔ درحقیقت، 1951 اور 1971 دونوں میں زراعت اور اس سے منسلک شعبوں میں روزگار کا حصہ 72.1 فیصد تھا۔ یہ 94-1993 میں 68.6 فیصد تھا۔ اس طرح، چار دہائیوں سے زائد

عرصے تک، پیشہ ورانہ ڈھانچے میں کوئی قابل ادراک تبدیلی نظر نہیں آئی۔

پیشہ ورانہ ڈھانچے میں سست تبدیلیاں تشویش کا باعث ہیں خاص طور پر جب انہیں قومی جی ڈی پی کے ڈھانچے میں تبدیلی کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، روزگار میں زراعت اور اس سے منسلک سرگرمیوں کا حصہ 1951 میں 72.1 فیصد سے کم ہو کر 12-2011 میں 48.9 فیصد ہوا ہے۔ لیکن اس عرصے کے دوران جی ڈی پی میں اس کا حصہ 53.1 فیصد سے کم ہو کر 14.0 فیصد رہ گیا۔ دوسری طرف، کل روزگار میں خدمات کا حصہ 1951 میں 17.3 فیصد سے بڑھ کر 12-2011 میں صرف 26.7 فیصد ہوا۔

3. بنیادی سرمائے کی اشیا کی صنعتوں کی ترقی

آزادی کے وقت نہ صرف ہندوستان کا صنعتی ڈھانچہ عام پسماندہ تھا بلکہ اس کی پسماندگی بنیادی اشیائے سرمایہ کی صنعتوں میں زیادہ واضح طور پر ظاہر ہوئی تھی۔ برطانوی دور میں بہت کم بنیادی صنعتیں قائم ہوئیں۔ نتیجتاً، جب ملک کو آزادی ملی، تو کل صنعتی پیداوار میں بنیادی اور کیپٹل گڈز کی صنعتوں کا حصہ تقریباً ایک چوتھائی تھا۔ روزگار کے نقطہ نظر سے بڑے پیمانے کی صنعتوں کی اہمیت زیادہ نہیں تھی۔ پورے صنعتی شعبے میں کام کرنے والے کل 1.5 کروڑ مزدوروں میں سے بڑے پیمانے کی صنعتوں میں اس کا صرف ایک چوتھائی حصہ کام کرتے تھے۔ آزادی کے بعد صنعت کاری کا طریقہ ریاستی پالیسیوں کے ذریعے طے کیا گیا۔ دوسرے منصوبے کے تحت کیپٹل گڈز کی صنعتوں کو اعلیٰ ترجیح دی گئی کیونکہ ان کی ترقی کو معیشت کی مجموعی نمو کے لیے لازمی جز مانا گیا۔ ترقی کی یہ حکمت عملی 1956 سے شروع ہونے والی تقریباً ڈھائی دہائیوں کی مدت کے لیے ہندوستان کی معاشی منصوبہ بندی میں مرکزی حیثیت کی حامل رہی۔ نتیجتاً بڑی تعداد میں بنیادی صنعتیں قائم کی گئی ہیں جو لوازمات سرمایہ اور مفید خام مال تیار کرتی ہیں جس سے ملک کا صنعتی ڈھانچہ کافی مضبوط ہوا۔ منصوبہ بندی کی مدت کے دوران بڑے پیمانے پر قائم کی جانے والی صنعتوں میں لوہے اور اسٹیل، بھاری کیمیکلز، نائٹروجن کھاد، بھاری انجینئرنگ، مشین ٹولز، انجن، ہیوی الیکٹریکل لوازمات، ایلومینیم اور پٹرولیم مصنوعات کلیدی اہمیت کی حامل ہیں۔

4. سوشل اوورہیڈ کیپیٹل میں توسیع

سوشل اوورہیڈ کیپیٹل میں وسیع پیمانے پر نقل و حمل کی سہولیات، آبپاشی کا نظام، توانائی کی پیداوار کی اکائیاں، تعلیمی نظام اور تنظیم اور صحت کی سہولیات شامل ہیں۔ ان کی ترقی اور بہتر انسانی زندگی کے لیے سازگار حالات پیدا کرتی ہے۔ لہٰذا جب کسی ملک میں یہ سہولیات پھیلتی ہیں تو یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ملک بہتری کے لیے تبدیلی سے گزر رہا ہے۔ پچھلی دہائیوں میں ہندوستان میں نقل و حمل کا نظام صلاحیت اور جدیدیت دونوں لحاظ سے بڑھا ہے۔ ریلوے کے روٹ کی لمبائی میں 9 ہزار کلومیٹر سے زیادہ کا اضافہ ہوا ہے۔ اور آپریشن فلیٹ (Operation Fleet) میں عملی طور پر دوگنا اضافہ ہوا ہے۔ مزید برآں، بھاپ کے انجنوں کی جگہ ڈیزل اور برقی انجنوں نے لے لی ہے جس سے ریلوے کی کارکردگی میں بہتری آئی ہے۔ مختلف منصوبوں کے تحت سڑکوں کی شاندار ترقی کے نتیجے میں ہندوستانی سڑک نیٹ ورک اب دنیا میں سب سے بڑا ہے۔ قومی شاہراہوں، ریاستی شاہراہوں اور دیگر سڑکوں پر مشتمل سڑک کی کل لمبائی تقریباً 58.98 لاکھ کلومیٹر ہے۔ شپنگ اور سول ایوی ایشن (Shipping and Civil Aviation) کی ترقی یکساں طور پر متاثر کن رہی ہے۔ گزشتہ چھ

دہائیوں میں ملک میں بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت میں بھی بڑے پیمانے پر اضافہ ہوا ہے۔ 31 اکتوبر 2012 تک بجلی کی پیداواری صلاحیت 2,09,276 میگاواٹ تھی جو 1951 میں 2,300 میگاواٹ اور 1981 میں 33,300 میگاواٹ تھی۔ اسی طرح بڑے، درمیانے اور چھوٹے آبپاشی پروجیکٹوں کے ذریعے آبپاشی کی صلاحیت 1951 میں 22.6 ملین ہیکٹر سے بڑھ کر دسویں منصوبے کے اختتام پر تقریبا 102.77 ملین ہیکٹر تک پہنچ گئی ہے۔

آزادی کے بعد سے، تعلیم مطلوبہ شرح سے نہیں بڑھی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب بھی اس ملک میں تقریبا 26 فیصد لوگ ناخواندہ ہیں۔ یقینا یہ پسماندگی کی علامت ہے۔ تاہم، منصوبہ بندی کی مدت کے دوران، تعلیمی اداروں کی تعداد اور اساتذہ اور طلبا کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ تعلیمی سہولیات میں اضافے کے نتیجے میں شرح خواندگی 1951 میں 18.33 فیصد سے بڑھ کر 1981 میں 43.57 فیصد اور 2011 میں 74.04 فیصد ہو گئی۔

5. بینکاری اور مالیاتی شعبے میں پیش رفت

آزادی کے بعد سے ہندوستان کے بینکاری اور مالیاتی ڈھانچے میں اہم ترقی پسند تبدیلیاں آئی ہیں۔ اس عرصے میں زر بازار اور سرمایہ بازار (Money Market and Capital Market) کی تنظیم میں بہتری آئی ہے، خصوصی صنعتی مالیاتی ادارے قائم کیے گئے ہیں، بینکنگ خدمات میں اضافہ ہوا ہے اور جدید بینک چھوٹے قصبوں اور دیہاتوں تک پہنچے ہیں۔ کمرشل بینکوں اور کوآپریٹو کریڈٹ سوسائٹیوں کی ترقی واقعی شاندار رہی ہے اور اس کے نتیجے میں دیسی بینکروں اور ساہوکاروں کی اہمیت میں کمی آئی ہے۔ برطانوی دور میں بینکنگ کی پوری ترقی نجی شعبے میں ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ ریزرو بینک آف انڈیا بھی شیئر ہولڈرز کا بینک تھا۔ آزادی کے بعد نیشنلائزیشن کا عمل شروع کیا گیا۔ سب سے پہلے، ریزرو بینک کو 1949 میں قومی ملکیت میں لیا گیا۔ اس کے بعد 1955 میں امپیریل بینک آف انڈیا، جو اس وقت کا ایک معروف تجارتی بینک تھا، کو نیشنلائز کیا گیا اور اسے اسٹیٹ بینک آف انڈیا میں تبدیل کر دیا گیا۔ چونکہ تجارتی بینک دیہی علاقوں میں شاخیں کھولنے سے ہچکچاتے تھے، لہذا اسٹیٹ بینک آف انڈیا کو چھوٹے قصبوں اور گاؤوں میں بڑی تعداد میں شاخیں کھولنے کا کام سونپا گیا تھا۔ 1969 میں چودہ بڑے کمرشل بینکوں کو نیشنلائز کیا گیا۔ حکومت کے اس اقدام نے مالیاتی سرمائے پر بڑے سرمایہ داروں کے کنٹرول کو کمزور کر دیا۔ بینکوں کی کریڈٹ پالیسی میں بنیادی تبدیلی دیکھی گئی اور ترجیحی شعبوں (زراعت، چھوٹے پیمانے کی صنعتوں، خوردہ تجارت، مائیکرو کریڈٹ، تعلیم اور ہاؤسنگ) کو زیادہ فنڈز دستیاب کرائے گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ ہندوستانی معیشت اب بھی ایک غیر ترقی یافتہ معیشت کی کچھ خصوصیات کو ظاہر کرتی ہے، لیکن معاشی منصوبہ بندی کے دوران اس نے قومی آمدنی اور فی کس آمدنی میں بہت چھوٹا اضافہ درج نہیں کیا ہے۔ درحقیقت، یہ حالیہ برسوں میں چین کے بعد دوسری سب سے تیزی سے بڑھتی ہوئی معیشت کے طور پر ابھری ہے۔ ساختی طور پر بھی معیشت نے ترقی کی ہے جس کا ثبوت کیپٹل گڈز انڈسٹریز کی ترقی، انفراسٹرکچر کی توسیع، پبلک سیکٹر کی کارکردگی، مالیاتی تنظیم میں تبدیلیاں، خدمات کے شعبے (خاص طور پر انفارمیشن ٹیکنالوجی کے شعبے) میں پیش رفت وغیرہ ہیں۔ ان عوامل نے ملکی معیشت میں حرکت پیدا کی ہے اور اب امید کی جاسکتی ہے کہ یہ مستقبل میں

ترقی کو برقرار رکھے گی۔ تاہم، زرعی شعبے میں سست ترقی اب بھی تشویش کا باعث بنی ہوئی ہے کیونکہ یہ اب بھی کام کرنے والی آبادی کے تقریباً 50 فیصد حصے کو روزگار فراہم کرتا ہے۔ مزید بر آں، لوگوں کی کافی تعداد خط غربت سے نیچے ہے اور غذائی قلت اور غذائیت کی کمی کا شکار ہے۔

3.4 ہندوستان: ایک مخلوط معیشت (India: A Mixed Economy)

مخلوط معیشت کی اصطلاح کا مطلب ہے ایسا معاشی نظام جس میں عوامی اور نجی اور مشترکہ شعبے پائے جاتے ہوں۔ مخلوط معیشت میں یہ شعبے معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس طرح عام طور پر، یہ اصطلاح کسی بھی معیشت کے لیے استعمال ہوتی ہے جس میں ملکیت، کنٹرول اور فیصلہ سازی کے ایک سے زیادہ طریقوں کی بقائے باہمی کو دیکھا جا سکتا ہو۔ حکومت کے فرائض میں تبدیلی، فلاحی سرگرمیوں کی وسعت، نجی شعبے کی کامیابی، لوگوں کی طلب میں اضافے اور اشیا کی تیاری اور فروخت میں مسابقت کے نتیجے میں مخلوط معیشت کا ماڈل بہت اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ مخلوط معیشت کے نظام میں، پیداوار کے سرکاری ذرائع کو سماجی بہبود کو فروغ دینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسے نظام میں پیداوار کے نجی ملکیتی ذرائع حکومت کے طے کردہ اصولوں کے اندر نجی مفادات کی تکمیل کرتے ہیں۔ مخلوط معیشت کا بنیادی مقصد تیز رفتار معاشی نمو حاصل کرنا ہے اور اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ معیشت میں استحصالی اور پابندیوں کے رجحانات سامنے نہ آئیں۔ ایسے نظام میں، ریاست معاشی نمو کے عمل میں نجی ادارے کے ساتھ ایک فعال شراکت دار کے طور پر حصہ لیتی ہے۔ اس طرح، ہم کہہ سکتے ہیں کہ مخلوط معیشت کے تحت، ایک ملک میں پورا معاشی نظام تین حصوں میں تقسیم ہوتا ہے:

i. وہ شعبے جن میں پیداوار اور تقسیم دونوں مکمل طور پر ریاست کے زیر انتظام اور کنٹرول میں ہوتے ہیں۔

ii. وہ شعبے جن میں ریاست اور پرائیویٹ انٹرپرائز مشترکہ طور پر پیداوار اور تقسیم میں حصہ لیتے ہیں، اور

iii. وہ شعبے جو پرائیویٹ انٹرپرائز کے خصوصی اور مکمل کنٹرول میں ہوتے ہیں۔ لیکن یہ شعبے بھی ریاست کے عمومی کنٹرول اور ضابطے کے تابع ہوتے ہیں۔

مخلوط معیشت کی درج بالا تعریف ہندوستان پر بھی صادق آتی ہے۔ ہندوستان کے معاشی نظام کو مخلوط معیشت کے طور پر درجہ بند کیا جا سکتا ہے جس میں عوامی شعبہ، نجی شعبہ اور مشترکہ شعبہ تینوں پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان کا یہ ڈھانچہ کئی دہائیوں میں تاریخی، سماجی اور سیاسی عوامل سے متاثر ہوا ہے۔ ہندوستان میں مخلوط معیشت کا مطلب ہے کہ حکومت اور نجی شعبے ایک ساتھ پائے جاتے ہیں اور معیشت کی ترقی میں باہمی طور پر حصہ ڈالتے ہیں۔

1947 میں آزادی کے بعد، ہندوستان نے سوویت ماڈل (Soviet Model) سے متاثر ہو کر معیشت پر اہم ریاستی کنٹرول کے ساتھ اشتراکیت سے متاثر انداز اپنایا۔ حکومت نے اہم شعبوں جیسے ریلوے، بینکنگ، انشورنس، اور کلیدی اشیا کی تیاری کا ذمہ اٹھایا۔ اس کا مقصد تیز رفتار صنعت کاری، غیر ملکی مسابقت سے تحفظ، روزگار کی تخلیق کو یقینی بنانا اور قومی سلامتی کے لیے اہم کلیدی شعبوں کا انتظام کرنا

تھا۔

آزادی کے بعد ابتدائی دہائیوں میں، عوامی شعبے کو معاشی نمو کے بنیادی انجن کے طور پر دیکھا گیا۔ اس عرصے کے دوران حکومت نے کئی نئے سرکاری ادارے قائم کیے۔ 1956 کی صنعتی پالیسی کی قرارداد، اور اس کے نتیجے میں 1969 میں بینکوں سمیت متعدد صنعتوں کے قومیانے نے معاشی سرگرمیوں میں حکومت کے غالب کردار کو مزید وسعت دی۔

یہ صورت حال 1991 میں بدلنا شروع ہوئی جب ہندوستان کو شدید معاشی بحران کا سامنا کرنا پڑا، جس کے نتیجے میں آزاد کاری، نجکاری اور عالمگیریت (Liberalization Privatization and Globalization-LPG) کی پالیسیاں اپنائی گئیں۔ ان اصلاحات کا مقصد مالیاتی خسارے کو کم کرنا، کارکردگی میں اضافہ کرنا اور ہندوستانی معیشت کو عالمی بازار کے ساتھ مربوط کرنا تھا۔ ان اصلاحات کے بعد نجی شعبے کے کردار میں نمایاں اضافہ ہوا۔

آج، ہندوستان کی معیشت میں سرکاری اور نجی دونوں شعبوں کی نمایاں موجودگی ہے۔ 22-2021 تک، ہندوستان میں سینٹرل پبلک سیکٹر انٹرپرائزز (CPSEs) کی تعداد تقریباً 348 تھی۔ یہ انٹرپرائزز ٹیلی مواصلات، پاور اور دفاع جیسے بنیادی ڈھانچے کے شعبوں میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اصلاحات کے باوجود، حکومت اب بھی قومی سلامتی اور عوامی بہبود کے لیے بعض کلیدی شعبوں پر کنٹرول رکھتی ہے۔ آزاد کاری کے بعد، ہندوستان میں پرائیویٹ سیکٹر نے ترقی کی ہے۔ آئی ٹی اور بینکنگ، مینوفیکچرنگ سیکٹر جیسے آٹوموبائل اور ٹیلی کمیونیکیشن جیسی خدمات میں اس شعبے کی ترقی قابل ذکر ہے۔

3.5 ہندوستان: ایک منصوبہ بند معیشت (India: A Planned Economy)

مخلوط معیشت لازمی طور پر ایک منصوبہ بند معیشت ہے۔ چونکہ مخلوط معیشت مختلف اور متعدد حالات میں متضاد محرکات کے تحت چلتی ہے، اس لیے مخلوط معیشت میں منصوبہ بندی کا عمل انتہائی پیچیدہ ہوتا ہے۔ متضاد محرکات ایک طرف خود کا مفاد اور دوسری طرف سماجی فائدے ہیں۔ اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ہندوستانی معیشت منصوبہ بند معشیت بھی ہے۔

ہندوستان میں منصوبہ بندی کا عمل 1947 میں اس کی آزادی کے فوراً بعد شروع ہوا۔ منصوبہ بندی کمیشن، جو 1950 میں سابق وزیر اعظم جواہر لال نہرو کی صدارت میں قائم ہوا تھا، کو ہندوستان کے پانچ سالہ منصوبے بنانے کا کام سونپا گیا تھا۔ ان منصوبوں کا مقصد ترجیحات کا خاکہ بنانا اور مختلف شعبوں جیسے صنعت، زراعت، آبی وسائل اور تعلیم کے لیے وسائل مختص کرنا تھا۔ پہلے چند پانچ سالہ منصوبوں میں بھاری صنعتوں اور بنیادی ڈھانچے پر توجہ مرکوز کی گئی، اس یقین کے ساتھ کہ مضبوط صنعتی بنیاد معاشی آزادی اور ترقی کے لیے ضروری ہے۔ خوراک کی قلت اور خوراک کی امداد پر انحصار کے درمیان، تیسرے پانچ سالہ منصوبے اور اس کے بعد کے منصوبوں کے دوران توجہ زراعت کی طرف مبذول کی گئی۔ 1991 میں شدید معاشی بحران کا سامنا کرتے ہوئے، ہندوستان نے معاشی اصلاحات شروع کیں اور سخت منصوبہ بند معیشت سے زیادہ آزاد اور بازار پر مبنی معیشت کے ماڈل کو اپنانا۔

حالانکہ ہندوستان نے 1991 سے بازار پر مبنی معیشت کی طرف منتقلی کی لیکن پانچ سالہ منصوبہ بندی کا عمل 2017 تک جاری رہا جب پلاننگ کمیشن کی جگہ نیتی آیوگ نے لے لی تھی۔ نیتی آیوگ کا مقصد تفصیلی مرکزی منصوبہ بندی کے بجائے اسٹریٹجک اور طویل مدتی پالیسی فریم ورک پر توجہ مرکوز کرکے ہندوستان کی موجودہ معاشی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔

3.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا اس قابل ہیں کہ:

- ان خصوصیات کی وضاحت کر سکیں جو ہندوستان کو غیر ترقی یافتہ معیشت بناتی ہیں۔
- ان خصوصیات کا تجزیہ کر سکیں جو ہندوستان کو ترقی پذیر معیشت بناتی ہیں۔
- اس کی وضاحت کر سکیں کہ ہندوستان ایک مخلوط اور منصوبہ بند معیشت ہے۔

3.7 فرہنگ (Glossary)

خام قدر افزودہ Gross Value Added (GVA): کسی علاقے، شعبے، یا صنعت کی تیار کردہ پیداوار مائنس خام مال۔

سوشل اوورہیڈ کیپٹل Social Overhead Capital: بنیادی خدمات جیسے نقل و حمل، بجلی اور تعلیم کے لیے استعمال ہونے والا سرمایہ جو معیشت کے تمام شعبوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

کثیر جہتی غربت اشاریہ Multidimensional Poverty Index (MPI): اشاریہ جو صحت، تعلیم اور معیار زندگی کے حوالے سے ہر فرد کو درپیش متعدد محرومیوں پر غور کرکے غربت کی شدت کو بیان کرتا ہے۔

مخلوط معیشت Mixed Economy: معاشی نظام جو سرمایہ داری اور اشتراکیت کے عناصر کو یکجا کرتا ہے، جس میں حکومتی مداخلت اور نجی انٹرپرائز شامل ہیں۔

منصوبہ بند معیشت Planned Economy: معاشی نظام جس میں حکومت پیداوار، تقسیم، قیمتوں وغیرہ کو کنٹرول کرتی ہے۔

3.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

3.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. غیر ترقی یافتہ معیشت کی ایک اہم خصوصیت کیا ہے؟

(a) اعلیٰ فی کس آمدنی　　(b) جدید تکنیکی انفراسٹرکچر

(c) زراعت کا غلبہ　　(d) بے روزگاری کی کم سطح

2. ہندوستان جیسی غیر ترقی یافتہ معیشت میں، زرعی شعبے سے متعلق ایک بڑا مسئلہ ہے:

(a) ضرورت سے زیادہ میکانائزیشن (b) اعلی برآمد کی شرح

(c) کم پیداوریت (d) ضرورت سے زیادہ کارپوریٹ فارمنگ

3. ہندوستان جیسی ترقی پذیر معیشت میں روایتی شعبوں سے زیادہ جدید معیشتوں کی طرف تبدیلی کا کیا اشاریہ ہے؟

(a) زرعی روزگار میں کمی (b) دستی مشقت میں اضافہ

(c) ٹیکنالوجی کے استعمال میں کمی (d) کھیتی باڑی میں ترقی

4. معاشی منصوبہ بندی کے ابتدائی سالوں میں ہندوستان میں پسماندگی کے مسئلے کو کیسے حل کیا گیا؟

(a) مکمل طور پر غیر ملکی سرمایہ کاری پر توجہ مرکوز کرکے

(b) چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کرکے

(c) بھاری صنعتوں اور انفراسٹرکچر کو فروغ دے کر

(d) زرعی پیداوار کو کم کرکے

5. ہندوستان میں کثیر جہتی غربت کی پیمائش کے لیے کون سا بین الاقوامی انڈیکس استعمال کیا جاسکتا ہے؟

(a) انسانی ترقیاتی اشاریہ (b) کثیر جہتی غربت اشاریہ

(c) مجموعی قومی خوشی کا اشاریہ (d) گلوبل پیس انڈیکس

6. ترقی پذیر معیشت کے تناظر میں، ساختی تبدیلی میں اکثر کیا شامل ہوتا ہے؟

(a) زرعی سے مزید متنوع صنعتی اور خدماتی معیشتوں کی طرف بڑھنا

(b) بھاری صنعتوں سے زرعی شعبے کی طرف منتقلی

(c) پرائیویٹ سے پبلک سیکٹر کے غلبے کی طرف منتقلی

(d) شہری معیشتوں سے دیہی معیشتوں کی طرف منتقلی

7. ہندوستان میں معاشی منصوبہ بندی کی شروعات کب ہوئی؟

(a) 1947 (b) 1950

(c) 1951 (d) 1960

8. مخلوط معیشت کی بنیادی خصوصیت کیا ہے؟

(a) مکمل طور پر نجی شعبے کا کنٹرول (b) سرکاری اور نجی شعبوں کا امتزاج

(c) صرف پبلک سیکٹر کنٹرول (d) حکومت کی عدم مداخلات

9. 1991 میں ہندوستان میں معاشی پالیسی میں کون سی بڑی تبدیلی آئی؟

(a) سبز انقلاب (b) معاشی آزادکاری

(c) صنعتی نیشنلائزیشن (d) درآمدات متبادل

10. جی ڈی پی میں اس کے کم حصے کے باوجود کون سا شعبہ ہندوستان میں سب سے زیادہ روزگار فراہم کرتا ہے؟

(a) خدمات (b) صنعت

(c) زراعت (d) تعمیر

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	a	a	b	b	c	b	c	a	d	c

3.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ہندوستان میں آمدنی کی عدم مساوات کی صورت حال پر روشنی ڈالیں۔
2. ہندوستان میں زراعت کا روزگار اور آمدنی میں کیا کردار ہے؟
3. ہندوستان میں بے روزگاری کے مسئلے کو بیان کریں۔
4. کاروباری افراد (Entrepreneur) معاشی نمو میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟
5. مخلوط معشیت کسے کہتے ہیں؟

3.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

6. ہندوستان ایک غیر ترقی یافتہ معیشت ہے۔ اس کی کوئی 5 وجوہات بیان کریں۔
7. ہندوستان کو ترقی پذیر معیشت کہا جاسکتا ہے۔ تبصرہ کریں۔
8. ہندوستان ایک مخلوط معیشت ہے۔ تبصرہ کریں۔

3.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Gupta, R. (2023). *Indian Economic Development: A Textbook for Class XII*. Geeta Publishing House.
2. Puri, V. K., & Mishra, S. K. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.
3. Rai, D. (2017). *Indian Economic Development*. Educational.

اکائی 4: خواتین، ماحول اور معاشی ترقی

(Women, Environment and Economic Development)

اکائی کے اجزا:

4.0 تمہید (Introduction)

4.1 مقاصد (Objectives)

4.2 خواتین اور معاشی ترقی (Women and Economic Development)

4.2.1 خواتین کی معاشی شرکت میں رکاوٹیں (Barriers to Women's Economic Participation)

4.2.2 خواتین کو معاشی طور پر بااختیار بنانے کے اثرات (Effects of Empowering Women Economically)

4.2.3 بااختیار بنانے کے طریقے (Methods of Empowerment)

4.3 ماحول اور معاشی ترقی (Environment and Economic Development)

4.4 مستدام ترقی (Sustainable Development)

4.4.1 ماحول اور مستدام ترقی (Environment and Sustainable Development)

4.5 جامع نمو (Inclusive Growth)

4.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

4.7 فرہنگ (Glossary)

4.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

4.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

4.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

4.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

4.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

4.0 تمہید (Introduction)

سابق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ معاشی ترقی کا مقصد بڑھتی ہوئی خوش حالی، بہتر صحت، اور اعلیٰ معیار زندگی کے ذریعے آبادی کی فلاح و بہبود کو بہتر بنانا ہے۔ تاہم، معاشی ترقی سے مرد اور عورت یکساں طور پر مستفید نہیں ہوتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں نمایاں صنفی تفاوت پیدا ہوتا ہے۔ اس اکائی میں پہلے ہم خواتین اور معاشی ترقی کے درمیان کثیر جہتی تعلقات کو بیان کریں گے اور دیکھیں گے کہ صنفی مساوات میں کیا رکاوٹیں حائل ہیں، خواتین کی بااختیاریت کیوں ضروری ہے اور ترقی کے عمل میں خواتین کو شامل کرنے کے کیا فوائد ہیں۔

اس کے بعد ہم ماحول اور معاشی ترقی کے مابین تعلق کی وضاحت کریں گے اور دیکھیں گے کہ کس طرح ماحول اور معیشت ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی ہم دیکھیں گے کہ معاشی نمو و ترقی کے ماحول پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہ دیکھیں گے کہ مستدام معاشی ترقی کیا ہے اور وہ کیوں ضروری ہے۔ اس کے بعد جامع نمو پر مختصر تبصرہ کیا جائے گا۔

4.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے اہم مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

- معاشی ترقی میں خواتین کے کردار کی وضاحت کرنا۔
- خواتین کی بااختیاریت کی اہمیت کی وضاحت کرنا۔
- ماحول اور معیشت کے مابین تعلق کی وضاحت کرنا۔
- مستدام ترقی اور جامع نمو کی وضاحت کرنا۔

4.2 خواتین اور معاشی ترقی (Women and Economic Development)

گزشتہ صدی کے دوران دنیا بھر میں سماجی، سیاسی اور معاشی تبدیلیوں کی وجہ سے خواتین کی معاشی شرکت میں نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ تاریخی طور پر، خواتین کا کردار زیادہ تر گھر تک محدود تھا اور انہیں رسمی تعلیم اور روزگار کے محدود مواقع حاصل تھے۔ دو عالمی جنگوں کے بعد ان کے کردار میں تب اہم موڑ آیا جب خواتین نے مردوں کے چھوڑے ہوئے خلا کو پر کرنے کے لیے بڑی تعداد میں افرادی قوت میں شمولیت اختیار کی۔ جنگوں کے بعد بھی خواتین افرادی قوت میں باقی رہیں اگرچہ کہ انہیں عموماً کم تنخواہ ملتی تھی اور وہ کم محفوظ عہدوں پر فائز تھیں۔

20ویں صدی کے آخر میں خواتین کے حقوق کے لیے وکالت میں اضافہ دیکھا گیا، جس کے نتیجے میں قانون سازی میں اصلاحات اور سماجی تحریکیں شروع ہوئیں جن کا مقصد خواتین کی معاشی شرکت کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو ختم کرنا تھا۔ ان کوششوں کے باوجود، معیشت میں خواتین کی شرکت مردوں کے مقابلے کم رہی ہے۔ مردوں اور عورتوں کے مابین روزگار کی شرح، اجرت اور قائدانہ عہدوں میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔

دنیا کے مختلف خطوں اور ممالک میں خواتین کی معاشی شرکت بہت مختلف ہے، اور بڑی حد تک ملک یا خطے کے ثقافتی اصولوں، معاشی حالات اور قانونی فریم ورک کا اس شراکت پر گہرا اثر دیکھنے کو ملتا ہے۔ عالمی سطح پر مردوں کے مقابلے میں خواتین کے افرادی قوت میں حصہ لینے کے امکانات کم ہیں۔ عالمی ادارہ محنت (International Labour Organization-ILO) کے مطابق، 2020 میں 25-45 سال کی عمر کی خواتین کی عالمی افرادی قوت میں شرکت کی شرح 63 فیصد تھی، جبکہ اسی عمر کے مردوں کی شرکت کی شرح 94 فیصد تھی۔ غیر رسمی شعبے اور جز وقتی ملازمت میں خواتین کی نمائندگی زیادہ دیکھنے کو ملتی ہے۔ غیر رسمی شعبے اور جز وقتی ملازمت میں اکثر کم اجرت، کم فوائد اور روزگار کا کم تحفظ ہوتا ہے۔

اعلیٰ کاروباری اور قائدانہ عہدوں میں بھی خواتین کی نمائندگی مردوں سے کم ہے۔ اگرچہ کاروباری خواتین کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے، لیکن انہیں اکثر فنانس، بازاروں اور نیٹ ورکس تک محدود رسائی جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کارپوریٹ سیکٹر میں، خواتین کی بورڈ رومز اور ایگزیکٹو عہدوں پر کم نمائندگی ہے، اس بات کے ثبوت کے باوجود کہ صنفی طور پر متنوع قیادت والی ٹیمیں کاروباری کارکردگی کو بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔

صنفی اجرت کا فرق ایک عالمی مسئلے کے طور پر برقرار ہے۔ جس کام کے لیے مردوں کو ایک روپیہ ملتا ہے اسی کام کے لیے خواتین کو اوسطاً 77 پیسے ملتے ہیں۔ یہ فرق بعض خطوں اور شعبوں میں بہت زیادہ ہے اور رنگدار نسل کی خواتین، دیسی خواتین اور معذور خواتین اس سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ کوویڈ 19 وبائی مرض نے معیشت میں صنفی عدم مساوات میں مزید اضافہ کیا۔ خواتین ملازمتوں کے نقصان سے غیر متناسب طور پر متاثر ہوئی ہیں، خاص طور پر مہمان نوازی، خوردہ اور طبی نگہداشت جیسے شعبوں میں، جہاں بڑی تعداد میں خواتین کارکن کام کرتی ہیں۔ مزید برآں، اسکولوں اور بچوں کی دیکھ بھال کی سہولیات کی بندش نے خواتین پر بلا معاوضہ دیکھ بھال کے کام کا بوجھ بڑھا دیا، جس سے ان کے معاشی مواقع مزید محدود ہو گئے۔

4.2.1 خواتین کی معاشی شرکت میں رکاوٹیں (Barriers to Women's Economic Participation)

معیشت میں خواتین کی مکمل شرکت میں رکاوٹ اکثر تعلیمی خلا سے لے کر قانونی رکاوٹوں کے پیچیدہ باہمی تعامل کی وجہ سے ہوتی ہے۔ صنفی مساوات کو فروغ دینے اور خواتین کو معاشی طور پر بااختیار بنانے کے لیے موثر حکمت عملی تیار کرنے کے لیے ان رکاوٹوں کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

1. تعلیم اور ہنر مندی کی ترقی

تعلیم معاشی شراکت داری کے لیے ایک سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ تاہم، لڑکیوں اور خواتین کو اکثر معیاری تعلیم اور مہارت کے حصول میں اہم رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، خاص طور پر سائنس، ٹکنالوجی، انجینئرنگ، اور ریاضی (Science, Technology, Engineering and Mathematics-STEM) کے شعبوں میں۔ سماجی اصول اور معاشی رکاوٹیں اسکولوں میں لڑکیوں کے داخلے کو محدود کرتی ہیں، جبکہ تعلیمی مواد اور تدریسی طریقوں میں صنفی تعصب انہیں زیادہ طلب والے شعبوں میں کیریئر بنانے سے روکتا

ہے۔ یہ تعلیمی خلانہ صرف خواتین کے روزگار کے مواقع کو محدود کرتا ہے بلکہ معیشت میں جدت طرازی اور قیادت کے لیے ان کی صلاحیت کو بھی محدود کرتا ہے۔

2. وسائل اور سرمائے تک رسائی

معاشی خود مختاری کا وسائل اور سرمائے تک رسائی سے گہرا تعلق ہے۔ خواتین کو اس میں اکثر عدم مساوات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بہت سے معاشروں میں، قانونی اور ثقافتی وجوہات کی بنا پر خواتین کی زمین اور جائیداد کی ملکیت محدود ہوتی ہے، جس سے کاروبار شروع کرنے یا قرض حاصل کرنے کی ان کی صلاحیت نمایاں طور پر محدود ہو جاتی ہے۔ مالیاتی ادارے اکثر خواتین کو ہائی رسک قرض دار کے طور پر دیکھتے ہیں، انہیں کم سازگار شرائط پر قرض دیتے ہیں یا ان کی قرض کی درخواستوں کو مکمل طور پر مسترد کر دیتے ہیں۔ مالی وسائل تک رسائی کا یہ فقدان خواتین کی کاروباری سرگرمیوں اور معاشی ترقی میں حصہ ڈالنے کی ان کی صلاحیت کو محدود کرتا ہے۔

3. معاشرتی اور ثقافتی اصول

سماجی اور ثقافتی اقدار خواتین کے معاشی مواقع کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ بہت سی ثقافتوں میں صنفی کردار کے بارے میں روایتی خیالات خواتین کو گھریلو فرائض تک محدود رکھتے ہیں اور رسمی معیشت میں ان کے کردار کو کم اہمیت دیتے ہیں۔ اس طرح کے اصول خواتین کی اعلیٰ تعلیم اور روزگار حاصل کرنے کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں، خاص طور پر مردوں کے غلبے والے شعبوں میں۔ مزید برآں، سماجی توقعات ملازمت کے طریقوں اور کام کی جگہ کے حالات کو متاثر کرتی ہیں، جس سے خواتین کے لیے کچھ صنعتوں میں داخل ہونا یا آگے بڑھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

4. قانونی اور پالیسی فریم ورک

اگرچہ صنفی مساوات کو فروغ دینے کے لیے قانونی اصلاحات میں نمایاں پیش رفت ہوئی ہے، لیکن خواتین کو اب بھی بہت سے ممالک میں قانونی اور پالیسی سے متعلق رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ امتیازی قوانین خواتین کی معاشی شرکت کو محدود کرتے ہیں اور ان کی مخصوص شعبوں میں کام کرنے، کاروبار کرنے یا وراثت میں جائیداد حاصل کرنے کی صلاحیت کو محدود کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جہاں قوانین صنفی طور پر غیر جانبدار ہیں، نفاذ اور عمل کے مسائل خواتین کے معاشی حقوق کو کمزور کرتے ہیں۔ مزید برآں، کام اور زندگی کے توازن کو سہارا دینے کے لیے پالیسیوں کی کمی، جیسے زچگی کی ناکافی چھٹی اور بچوں کی دیکھ بھال کی خدمات، افرادی قوت میں خواتین کی شرکت میں رکاوٹ بنتی ہیں۔

4.2.2 خواتین کو معاشی طور پر بااختیار بنانے کے اثرات

(Effects of Empowering Women Economically)

خواتین کو معاشی طور پر بااختیار بنانا صرف صنفی مساوات کو فروغ دینے کا معاملہ نہیں ہے۔ اس کے معیشت پر، سماجی فلاح و بہبود پر اور مستدام ترقی پر گہرے اور دوررس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

1. معاشی ترقی

افرادی قوت میں زیادہ سے زیادہ خواتین کو شامل کرنے سے مجموعی پیداواری صلاحیت میں نمایاں اضافہ ہو سکتا ہے۔ تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ صنفی طور پر متنوع ٹیمیں زیادہ تخلیقی صلاحیت کی حامل، جدت طراز اور مسائل کو حل کرنے میں بہتر ہوتی ہیں۔ مزید برآں، خواتین کی افرادی قوت میں شرکت سے ہنر مند افراد کا اضافہ ہوتا ہے، جو معاشی ترقی کے لیے ضروری ہے۔

اس کے علاوہ خواتین کو معاشی طور پر بااختیار بنانے سے کاروباری سرگرمیوں میں اضافہ ہوتا ہے، نئے کاروبار پیدا ہوتے ہیں اور بازار کی توسیع ہوتی ہے۔ خواتین کاروباری افراد نہ صرف مختلف شعبوں میں قدم رکھ کر معاشی تنوع میں اپنا حصہ ڈالتی ہیں بلکہ منفرد نقطہ نظر بھی لاتی ہیں۔

2. غربت میں کمی اور بہتر خاندانی بہبود

خواتین صحت، غذائیت اور تعلیم کو ترجیح دیتے ہوئے مردوں کے مقابلے میں اپنی کمائی کا زیادہ حصہ اپنے خاندان پر خرچ کرتی ہیں۔ اس سرمایہ کاری سے معاشرے کو اہم فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ان میں بہتر صحت، بچوں کے لیے بہتر تعلیم کا حصول، اور بچوں کی شرح اموات میں کمی شامل ہے۔ یہ عوامل غربت میں کمی اور معاشی نمو کے اضافے میں کردار ادا کرتے ہیں۔ معاشی طور پر بااختیار خواتین اپنے خاندانوں اور برادریوں کی مشکلات سے نپٹنے کی صلاحیت بھی بڑھاتی ہیں، خاص طور پر معاشی یا ماحولیاتی بحران کے وقت۔

3. متدام ترقی اور جدت طرازی

خواتین عموماً متدام معاشی طریقوں اور ماحولیاتی دیکھ بھال کو لے کر ذمہ داری کا زیادہ احساس رکھتی ہیں۔ معاشی شعبوں بالخصوص زراعت اور توانائی میں خواتین کو بااختیار بنانے سے وسائل کے زیادہ متدام استعمال اور موسمیاتی تبدیلیوں کو کم کرنے کے جدید طریقوں کو فروغ مل سکتا ہے۔ مزید براں، خواتین کو معاشی طور پر بااختیار بنانے سے معاشرے میں طبی نگہداشت، تعلیم اور سماجی خدمات جیسی ضروریات کو پورا کرکے معاشرتی جدت طرازی کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے۔ کاروباری خواتین اکثر سماجی کاروباری اداروں میں سب سے آگے ہوتی ہیں، معاشی اہداف کو سماجی مقاصد کے ساتھ ملا کر جامع حل تخلیق کرتی ہیں جو مجموعی طور پر معاشرے کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

مختصراً، خواتین کی بااختیاریت معاشی ترقی کا ایک طاقتور محرک ہے، جس میں معیشتوں، معاشروں اور سیارے کو بہتری کے لیے تبدیل کرنے کی طاقت ہے۔ خواتین کی معاشی شرکت کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو ختم کرکے اور خواتین کو پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کرکے معاشرے ترقی، جدت طرازی اور استدام کے وسیع امکانات پیدا کر سکتے ہیں۔ خواتین کو معاشی طور پر بااختیار بنانے کے اثرات انفرادی کامیابیوں سے کہیں بڑھ کر ایک زیادہ مساوی اور خوش حال دنیا کو فروغ دیتے ہیں۔ جامع اور متدام معاشی ترقی کے اہداف کے حصول کے لیے خواتین کی معاشی بااختیاری کو ترجیح دینا ضروری ہوگا۔

4.2.3 بااختیار بنانے کے طریقے (Methods of Empowerment)

متدام اور جامع معاشی ترقی کے حصول کے لیے خواتین کو معاشی طور پر بااختیار بنانا اہم ہے۔ اس کے لیے موثر اقدامات میں سے

بعض کو ذیل میں پیش کیا گیا ہے۔

1. تعلیم و تربیت

صنفی اور مساوی تعلیم کو ترجیح دینا: اس بات کو یقینی بنانا کہ لڑکیوں کو بچپن سے ہی معیاری تعلیم تک مساوی رسائی حاصل ہو۔ اس میں نہ صرف اندراج کی شرح میں اضافہ شامل ہے بلکہ نصاب میں صنفی تعصبات کو دور کرنا، لڑکیوں کے لیے ایس ٹی ای ایم (STEM) تعلیم کو فروغ دینا، اور محفوظ اور معاون تعلیمی ماحول پیدا کرنا بھی شامل ہے۔

پیشہ ورانہ تربیت اور تاحیات تعلیم: پیشہ ورانہ تربیت اور تعلیم بالغان کے پروگراموں کی پیش کش خواتین کو ابھرتے ہوئے شعبوں کے لیے ضروری مہارت حاصل کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ زندگی بھر تعلیم کے مواقع خواتین کو بدلتے روزگار بازار کے مطابق ڈھلنے کے قابل بناتے ہیں، اور اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ وہ مسابقتی رہیں اور اعلی تنخواہ والے روزگار حاصل کرسکیں۔

2. معاشی پالیسیاں اور ترغیبات

خواتین کاروباری اداروں کی مدد کرنا: ایسی پالیسیوں پر عمل درآمد جو کاروباری خواتین کو قرض، کاروباری تربیت اور بازار تک رسائی فراہم کرتی ہیں ضروری ہے۔ اس میں پر خواتین کی ملکیت والے کاروباروں کے لیے مائیکرو فنانس (Microfinance) اسکیمیں، گرانٹ پروگرام (Grant Programmes) اور مینٹورشپ نیٹ ورک (Mentorship Network) شامل ہیں۔

جامع کام کی جگہیں بنانا: حکومتوں اور کارپوریشنوں کو ایسی پالیسیوں کو اپنانا چاہیے جو کام اور زندگی کے توازن کو فروغ دیں۔ ان پالیسیوں میں کام کے لچک دار گھنٹے، گھر سے کام کے اختیارات، اور مناسب زچگی کی رخصت وغیرہ شامل ہیں۔ مساوی کام کے لیے مساوی تنخواہ کا نفاذ اور کارپوریٹ اور عوامی شعبوں میں خواتین کی ترقی کے لیے راہیں پیدا کرنے سے بھی کام کی جگہ میں صنفی تفاوت کو کم کیا جاسکتا ہے۔

3. قانونی اور سماجی اصلاحات

امتیازی قوانین میں اصلاحات: قانونی رکاوٹوں کو دور کرنے میں ان قوانین میں اصلاحات یا ان کی منسوخی شامل ہے جو خواتین کی معاشی شرکت کو محدود کرتے ہیں۔ اس میں جائیداد کے حقوق، وراثت اور روزگار سے متعلق قوانین شامل ہیں۔ قانونی اصلاحات میں بعض ہیں: خواتین کو جائیداد کی ملکیت اور وراثت، مالی خدمات تک رسائی اور تمام صنعتوں میں کام کرنے کے مساوی حقوق کو یقینی بنانا وغیرہ۔

معاشرتی اصولوں میں تبدیلی: متدام تبدیلی کے لیے خواتین کی معاشی شرکت کے بارے میں معاشرتی اصولوں اور رویوں کو تبدیل کرنے کی کوششیں ضروری ہیں۔ عوامی آگاہی کی مہمات، تعلیمی پروگرام، اور کمیونٹی کی شمولیت کے اقدامات سماج کے خیالات و تصورات کو تبدیل کرنے اور مردوں اور خواتین کے درمیان گھریلو ذمہ داریوں کی زیادہ منصفانہ تقسیم کی حوصلہ افزائی کرنے میں مدد کرسکتے ہیں۔

4. بااختیار بنانے کے لیے ٹکنالوجی کا فائدہ اٹھانا

ڈیجیٹل خواندگی کو فروغ دینا اور خواتین کے لیے ٹکنالوجی تک رسائی تعلیم، انٹرپرینیورشپ اور روزگار کے نئے مواقع کھول سکتی ہے۔ ڈیجیٹل ٹیکنالوجی میں مہارت رکھنے والی خواتین ای لرننگ وسائل تک رسائی حاصل کرسکتی ہیں، اور اپنے کاروبار کو بڑھانے کے لیے ای

کامرس پلیٹ فارمز کا فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

اس کے علاوہ ٹیکنالوجی خواتین کو درپیش مخصوص رکاوٹوں کو دور کرنے کا ایک ذریعہ بھی ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، موبائل بینکنگ اور مالیاتی ٹیکنالوجی (Fintech) خواتین کو مالیاتی خدمات تک آسان رسائی فراہم کرسکتے ہیں۔ دریں اثنا، آن لائن پلیٹ فارم کاروباری خواتین کے لیے نیٹ ورکنگ کے مواقع، رہنمائی اور عالمی بازاروں تک رسائی فراہم کرسکتے ہیں۔

4.3 ماحول اور معاشی ترقی (Environment and Economic Development)

ماحول سے مراد وہ بیرونی حالات ہیں جن میں انسان، جانور اور پودے رہتے ہیں۔ سادہ لفظوں میں، ماحول کا مطلب کسی علاقے کی زندگی اور ترقی کو متاثر کرنے والے اردگرد کے اور بیرونی حالات ہیں۔ ماحول کو ان تمام قدرتی عوامل کے مجموعے کے طور پر بیان کیا جاسکتا ہے جو جانداروں (پودوں، جانوروں، انسانوں) کے زندہ رہنے اور افزائش نسل کے امکانات پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس میں وہ تمام حیاتیاتی اور غیر حیاتیاتی عوامل شامل ہیں جو ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ تمام زندہ عناصر - پرندے، جانور اور پودے، جنگلات، ماہی گیری وغیرہ - حیاتیاتی عناصر ہیں۔ ہوا، پانی، زمین، چٹانیں اور سورج کی روشنی ماحول کے حیاتیاتی عناصر کی مثالیں ہیں۔

عہد حاضر میں معاشی ترقی اور ماحولیات کے درمیان تنازعہ پہلے سے کہیں زیادہ ہے، خاص طور پر ہندوستان جیسے ترقی پذیر ممالک میں جہاں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی اور بڑے پیمانے پر غربت ہے۔ ترقی پذیر ممالک ماحولیاتی مسائل کے ساتھ تیز رفتار معاشی ترقی کی ضرورت کو متوازن کرنے کے لیے سخت جدوجہد کر رہے ہیں۔ دیگر ترقی پذیر ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی بڑے پیمانے پر صنعتکاری، توانائی پر مبنی ٹیکنالوجیز اور حیاتیاتی کیمیاوی زرعی ٹکنالوجی پر مبنی ترقیاتی حکمت عملی کو اپنانے سے ماحولیاتی انحطاط میں اضافہ ہوا ہے۔

سابق وزیر اعظم ہند منموہن سنگھ نے کہا تھا کہ ملک کو درپیش ماحولیاتی بحران نے خطرناک صورت حال پیدا کردی ہے۔ انہوں نے ریاستی حکومتوں پر زور دیا کہ وہ ماحولیاتی آلودگی کو کنٹرول کریں، ندیوں کو صاف کریں اور آب و ہوا کی تبدیلی سے لڑیں۔ یہ بیان اس حقیقت پر روشنی ڈالتا ہے کہ ہندوستان کی ترقی اس کے ماحول کے نقصان پر ہو رہی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم متدام ترقی کو یقینی بنانے کے لیے مناسب اقدامات نہیں کر رہے ہیں۔

ہمارے قدرتی وسائل میں مزید گراوٹ کو روکنے اور ماحول کو آلودگی سے بچانے کے لیے سخت قواعد وضوابط اور ترغیبات کی ضرورت ہے۔ لیکن، جیسا کہ وزیر اعظم نے کہا ہے، بیوروکریسی میں پھیلی ہوئی بدعنوانی کی وجہ سے ہمارے قدرتی وسائل کے استعمال اور ماحولیات کے تحفظ سے متعلق قوانین کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی گئی ہے۔ ایسی کئی مثالیں ہیں جب وزارت ماحولیات اور جنگلات نے ماحولیات اور اس پر منحصر برادریوں کے نقصان پر مشکوک منصوبوں کو منظوری دینے کے لیے تمام اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے۔

معیشت اور ماحولیات کے درمیان تعلق

جدید معاشیات کا تعلق نہ صرف مالی معاملات سے ہے بلکہ قدرتی ماحول سے بھی ہے جو ہمیں بیش قیمت خدمات اور وسائل فراہم

کرتا ہے۔ یہ وضاحت کرنا بہت اہمیت کا حامل ہے کہ معیشت اور ماحولیات کس طرح ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔

معیشت ایک ایسا نظام ہے جو پیداواری فرموں، صارفین اور بازار کے نظام پر مشتمل ہے جہاں پیداکار اور صارفین کے مابین تعامل ہوتا ہے۔ معیشت کا مقصد صارفین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اشیا اور خدمات پیدا کرنا ہے۔ اشیا اور خدمات کی پیداوار کے لیے، معیشت ماحول کے بنائے گئے سرمائے، محنت اور قدرتی وسائل جیسے کوئلہ، تیل (پیٹرولیم اور ڈیزل)، سی این جی گیس، معدنیات اور دھاتوں وغیرہ کا استعمال کرتی ہے۔

ماحول چار طریقوں سے انسان کی معاشی سرگرمی کی حمایت کرتا ہے۔ یہ حفظ حیات کا نظام فراہم کرتا ہے، پیداوار اور صرف کے لیے قدرتی وسائل فراہم کرتا ہے، فضلے کو جذب کرتا ہے اور دیگر سہولتیں فراہم کرتا ہے۔ ماحول کے یہ چار طریقے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں:

1. **حفظ حیات کا نظام** (Life Support System)

ماحول حیاتیاتی، کیمیائی اور مادی نظاموں کا ایک ایسا مجموعہ فراہم کرتا ہے جو انسانی وجود کے لیے ضروری ہیں۔ یہ پیچیدہ نظام، جس میں ہوا اور ماحول، دریا اور پانی کے اجسام، زمین کی زرخیزی، اور پودوں اور حیوانی زندگی کا وسیع تنوع (حیاتیاتی تنوع) شامل ہے، وہ بنیاد بناتا ہے جس پر گھرانوں اور برادریوں کی زندگی استوار ہوتی ہے۔ یہ عناصر زندگی کی بقا کے لیے ضروری اجزا ہیں۔ یہ ہمیں سانس لینے کے لیے صاف ہوا، پینے کے لیے پانی، زراعت کے لیے زرخیز زمین، اور بھرپور حیاتیاتی تنوع فراہم کرتے ہیں اور ان گنت طریقوں سے انسانی فلاح و بہبود میں حصہ ڈالتے ہیں۔

اگر ان ماحولیاتی نظاموں کے ذریعے فراہم کردہ حالات میں نمایاں کمی واقع ہوتی ہے، تو انسانی زندگی اور فلاح و بہبود کے لیے اس کے نتائج تباہ کن ہوسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ہوا کے معیار کی تنزلی سانس کی بیماریوں کا باعث بن سکتی ہے، دریاؤں کی آلودگی پینے کے پانی کی فراہمی میں کمی کرسکتی ہے، مٹی کے کٹاؤ سے خوراک کی پیداوار کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے، اور حیاتیاتی تنوع کا نقصان ماحولیاتی نظام کے خاتمے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس طرح کی ماحولیاتی تبدیلیاں نہ صرف انسانی صحت پر براہ راست اثرات مرتب کرتی ہیں بلکہ معاشی سرگرمیوں، سماجی استحکام اور معاشروں کی ترقی کی صلاحیت کو بھی متاثر کرتی ہیں۔

2. **خام مال کا ذریعہ**

ماحول خام مال اور توانائی کے وسائل کے ایک اہم سپلائر کے طور پر کام کرتا ہے، اور عالمی معیشتوں کے انجنوں کو ایندھن فراہم کرتا ہے۔ ان وسائل میں، معدنیات اور دھاتوں سے لے کر خوراک، لکڑی اور کپاس تک، فرموں اور گھرانوں کی طرف سے استعمال ہونے والے پیداواری عمل کے لیے ضروری مادا خلات شامل ہیں۔ ان کی دستیابی معاشی سرگرمیوں، صنعتوں کی تشکیل اور ذریعہ معاش کو نمایاں طور پر متاثر کرتی ہے۔ قدرتی وسائل دو طرح کے ہوتے ہیں: قابل تجدید وسائل اور غیر قابل تجدید وسائل۔

غیر قابل تجدید وسائل وہ ہیں جن کے استعمال کے نتیجے میں ان کی کمی کو پورا نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کوئلہ، لوہا، خام تیل غیر قابل

تجدید وسائل کی مثالیں ہیں کیونکہ وہ انسان کے ذریعے پیدا نہیں کیے جاسکتے ہیں۔ انہیں ختم ہونے والے وسائل بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وسائل ایسے ہیں کہ ایک بار نکالنے اور استعمال کرنے کے بعد، انسانی عمر میں ان کی بھرپائی نہیں کی جاسکتی۔ ان وسائل کو نکالنے اور استعمال کرنے سے نہ صرف آنے والی نسلوں کے لیے ان کی دستیابی ختم ہو جاتی ہے بلکہ ماحولیاتی مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں، جن میں آلودگی اور مسکن کی تباہی شامل ہے۔

اس کے برعکس، قابل تجدید وسائل، جیسے سورج کی روشنی، ہوا، اور بایوماس، مختصر مدت میں قدرتی طور پر دوبارہ بھرپائی کی ان کی صلاحیت کی خصوصیت رکھتے ہیں۔ یعنی قابل تجدید وسائل وہ ہیں جن کی مقدار کم ہونے پر بڑھائی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر، جب درختوں کو کاٹ کر جنگلات کی کٹائی ہوتی ہے، تو کمی کو پورا کرنے کے لیے نئے درخت لگائے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح نئی ماہی گیری کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ تاہم، یہ ان کے مستدام استعمال کی خود بخود ضمانت نہیں ہے۔ قابل تجدید وسائل کے ضرورت سے زیادہ استعمال کو روکنے اور ان کی طویل مدتی دستیابی کو یقینی بنانے کے لیے احتیاط سے انتظام کیا جانا چاہیے۔ مثال کے طور پر، جنگلات کی کٹائی سے ریگستان بننے سے روکنے کے لیے لکڑی کی کٹائی میں توازن رکھنا چاہیے۔

3. فضلہ اور آلودگی کا سنک

معیشت کے سلسلے میں ماحولیات کا تیسرا اہم کام فضلہ کے لیے ایک سنک کے طور پر اس کا کردار ہے۔ اس میں فضلہ کی ایک وسیع رینج شامل ہے، بشمول صنعتی عمل سے کاربن ڈائی آکسائیڈ (CO_2) کا اخراج، بجلی کی پیداوار، اور گھریلو صرف کی سرگرمیاں جو کوڑا کرکٹ کی مختلف شکلیں پیدا کرتی ہیں جن کو جمع کرنے اور ٹھکانے لگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ فضلے کے سنک کے طور پر کام کرنے کی ماحول کی صلاحیت آلودگیوں کو جذب کرنے، بے اثر کرنے اور محفوظ طریقے سے ٹھکانے لگانے کے قابل بناتی ہے۔ تاہم، ماحول کی ان فضلات کو ضم کرنے کی صلاحیت محدود ہے۔ جنگلات، مثال کے طور پر، CO_2 کو جذب کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، اس طرح ضیائی تالیف کے ذریعے عالمی حرارت کو کم کرتے ہیں، جبکہ سمندر ماحول سے CO_2 جذب کر کے کاربن کے اہم سنک کے طور پر کام کرتے ہیں۔ تاہم، وسیع پیمانے پر جنگلات کی کٹائی اور سیچوریشن (Saturation) کی وجہ سے سمندروں کی جذب کرنے کی صلاحیت میں کمی ماحول کی ہم آہنگی کی صلاحیتوں سے تجاوز کرنے کے اہم چیلنج کو اجاگر کرتی ہے۔

عالمی حرارت کے اثرات، جو کہ ماحول کے فضلے کے سنک فنکشن کے سیچوریشن کی وجہ سے ہیں، بہت گہرے ہیں، خاص طور پر عالمی موسمیاتی نظام کے خلل میں یہ اثرات نمایاں نظر آتے۔ مثال کے طور پر بحر ہند کی گرمی نے برصغیر پاک وہند میں موسم کے نمونوں کو نمایاں طور پر تبدیل کر دیا ہے، جس نے مون سون کی بارش جو زراعت کے لیے اہم ہے میں خلل پیدا کیا ہے۔ اس تبدیلی نے ہندوستان میں غذائی تحفظ اور ان کسانوں کی روزی روٹی کے لیے براہ راست خطرہ پیدا کیا ہے، جو آبپاشی کے لیے موسمی بارشوں پر انحصار کرتے ہیں۔

4. ایکو سسٹم سروسز/سہولتیں فراہم کرنے والا

چوتھا اہم کردار جو ماحولیات معیشت کے ساتھ تعلقات میں ادا کرتا ہے وہ سہولیاتی خدمات فراہم کرنے والے کے طور پر ہے، جو

کہ زندگی کی بقا کے لیے ضروری نہیں ہے، لیکن انسانی وجود کے معیار کو نمایاں طور پر بڑھاتی ہیں۔ قدرتی ماحول سے براہ راست حاصل کی جانے والی ان خدمات میں قدرتی دل کش حسن، صاف ساحل، پرسکون جنگلات اور متحرک جنگلی حیات کا لطف شامل ہے، یہ سب افراد کو بے پناہ خوشی اور مسرت فراہم کرتے ہیں۔ اس طرح کے قدرتی مناظر اور ماحولیاتی نظام صرف بصری مناظر نہیں ہیں بلکہ انسانی فلاح و بہبود کے اہم اجزا کے طور پر بھی کام کرتے ہیں، جو راحت و آرام اور روحانی تجدید کے مواقع پیش کرتے ہیں۔

وادی کشمیر اور کیرالہ کے کچھ حصوں جیسے علاقوں کی دلکشی اُن سہولیاتی خدمات کی نمایاں قدر کی مثالیں ہیں۔ اپنے دلکش مناظر کے لیے مشہور یہ علاقے نہ صرف مقامی فخر کا باعث ہیں بلکہ دنیا بھر سے آنے والے سیاحوں کے لیے بھی کشش رکھتے ہیں۔ کشمیر کی پُرسکون جھیلوں اور شاندار پہاڑوں سے لے کر کیرالہ کے سرسبز و شاداب اور منفرد بیک واٹر کی خوبصورتی ایسی راحت اور خوشی کا احساس فراہم کرتی ہے جس کی آج کی تیز رفتار دنیا میں طلب بڑھتی جا رہی ہے۔

سیاحت، جو اس طرح کی قدرتی سہولیات کا تجربہ کرنے کی خواہش پر مبنی ہے، ان خطوں کی معیشتوں میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے جو قدرتی مناظر سے مالا مال ہیں۔ یہ نمایاں آمدنی پیدا کرتی ہیں، روزگار پیدا کرتی ہیں، اور مقامی معیشتوں کو متحرک کرتی ہیں، اور ساتھ ہی ان قدرتی عجائبات کو محفوظ رکھنے کی اہمیت کے متعلق زائرین میں گہری سمجھ اور بیداری کو فروغ دیتی ہے۔

مزید بر آں، ماحول کی طرف سے فراہم کی جانے والی یہ سہولیات، ذہنی صحت اور مجموعی بہبود کے لیے ضروری سمجھی جاتی ہیں۔ آج کے ایسے دور میں جہاں شہری کاری اور ڈیجیٹل رابطے نے بہت سے لوگوں کو قدرتی دنیا سے دور کر دیا ہے، فطرت سے جڑنے کا موقع پہلے سے کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہو گیا ہے۔

یہاں اس کی وضاحت ضروری ہے کہ ماحولیاتی نظام کے مختلف حصے ایک سے زیادہ کام انجام دے سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر سمندر عالمی اور مقامی دونوں آب و ہوا کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، جو زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ مزید بر آں، یہ بے شمار معدنیات اور وسائل کے ذخائر بھی ہیں، اور مختلف فضلات کے لیے سنک کے طور پر کام کرتے ہیں، اور تفریحی سمندری سرگرمیوں کے لیے جگہیں بھی پیش کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، ماحول کے افعال مسابقتی یا تکمیلی دونوں ہو سکتے ہیں۔ ماحولیاتی افعال مسابقتی تب ہوتے ہیں جب ایک فعل دوسرے پر منفی اثر ڈالتا ہے۔ مثال کے طور پر، سمندروں میں فضلے کا زیادہ ذخیرہ مچھلیوں کے لیے مسکن فراہم کرنے کی ان کی صلاحیت کو کم کر دیتا ہے۔ جب ماحولیاتی افعال تکمیلی ہوتے ہیں، تو وہ ایک دوسرے کی تاثیر کو سہارا دیتے ہیں یا بڑھاتے ہیں جیسے شجر کاری کی پالیسی مٹی کے کٹاؤ کو کم کرتی ہے (حفظ حیات کو فروغ)، لکڑی پیدا کرتی ہے (قدرتی وسائل کی فراہمی) اور ماحول سے کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرتی ہے (یعنی فضلہ جذب کرنے کا کام)۔

4.4 مستدام ترقی (Sustainable Development)

آسان لفظوں میں مستدام ترقی کا مطلب وہ ترقی ہے جو جاری رہے، جس میں استدام ہو۔ عام طور پر، یہ ایک ایسی صورت حال ہے جس میں معاشی ترقی وقت کے ساتھ کم نہیں ہوتی ہے، مستدام ترقی وہ ترقی ہے جو ابدی ہو۔ مستدام ترقی ایسا عمل ہے جس میں قدرتی وسائل کی بنیاد کو خراب نہیں ہونے دیا جاتا ہے۔

مستدام ترقی ایسی ترقی ہے جو مستقبل کی نسلوں کی ضروریات پر سمجھوتہ کیے بغیر موجودہ نسل کی ضروریات کو پورا کرتی ہو۔ یہ ایسا عمل ہے جس کے ذریعے ترقی کو نسل در نسل برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ یہ آنے والی نسلوں کو موجودہ نسل کی طرح خوش حال ہونے کی صلاحیت فراہم کرتا ہے۔ مستدام ترقی کثیر جہتی تصور ہے۔ اس میں درج ذیل جہتیں شامل ہیں:

1. ماحولیاتی استدام (Environmental Sustainability)

بنیادی طور پر، مستدام ترقی قدرتی وسائل اور ماحولیاتی نظام کے تحفظ کی ضرورت پر زور دیتی ہے، اور اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ زمین پر زندگی جاری رہ سکے۔ اس میں حیاتیاتی تنوع کا تحفظ، قدرتی وسائل کا ذمہ داری سے انتظام، اور آلودگی اور فضلہ کو کم کرنا شامل ہے۔ ماحولیاتی استدام کے لیے قابل تجدید توانائی کے ذرائع، مستدام زراعت اور جنگلات کے طریقوں اور آبی وسائل کے تحفظ کی طرف تبدیلی کی ضرورت ہے۔ کرہ ارض کے ماحولیاتی نظام کی صحت کو برقرار رکھ کر ہم اس بات کو یقینی بناسکتے ہیں کہ یہ صاف ہوا اور پانی، زرخیز مٹی جیسی ضروری خدمات فراہم کرتا رہے۔

2. سماجی استدام

سماجی استحکام سب کے لیے معیار زندگی کو بہتر بنانے پر توجہ مرکوز کرتا ہے، اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ لوگوں کو طبی نگہداشت، تعلیم، اور رہائش جیسی ضروری خدمات تک رسائی حاصل ہو، اور وہ معاشرے میں پوری طرح سے حصہ لے سکیں۔ اس میں عدم مساوات کے مسائل کو حل کرنا، سماجی شمولیت کو فروغ دینا، اور ترقیاتی فوائد کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنانا شامل ہے۔ سماجی استدام ثقافتی تنوع، کمیونٹی کی ترقی، اور انسانی حقوق کے تحفظ کی اہمیت پر بھی زور دیتا ہے۔ سماجی ہم آہنگی اور لچک کو فروغ دے کر، معاشرے درپیش مسائل کا بہتر طور پر مقابلہ کرسکتے ہیں اور اپنے اراکین کی فلاح و بہبود کو یقینی بناسکتے ہیں۔

3. معاشی استدام

معاشی استدام میں ایسی مستحکم، جامع اور مستدام معاشی ترقی کو فروغ دینا شامل ہے جس سے سب کو فائدہ ہو۔ اس کے لیے کام کے بہتر مواقع پیدا کرنے، جدت طرازی اور کاروبار کو سپورٹ کرنے اور مالی استحکام کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے۔ معاشی استدام کا مطلب ایسے زیادہ مستدام صرف اور پیداوار کے نمونوں کی طرف منتقلی بھی ہے، جو ماحولیاتی اثرات اور وسائل کی قلت کو کم سے کم کرتا ہے۔ قلیل مدتی فوائد کے بجائے طویل المدتی معاشی صحت پر توجہ مرکوز کرکے، ہم ایسی معیشتیں تشکیل دے سکتے ہیں جو مضبوط، متحرک اور کرہ ارض کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کے ساتھ انسانی فلاح و بہبود کی حمایت کرنے کے قابل ہوں۔

4.4.1 ماحول اور متدام ترقی (Environment and Sustainable Development)

ماحولیات اور متدام ترقی کے درمیان تعلق انتہائی پیچیدہ اور اہم ہے، جو ایک ایسا مستقبل بنانے کی کوششوں کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے جو معاشی طور پر قابل عمل، سماجی طور پر مساوی اور ماحولیاتی طور پر متدام ہو۔ یہ تعلق اس خیال پر مبنی ہے کہ قدرتی دنیا صرف وسائل کا ذخیرہ نہیں ہے جس سے فائدہ اٹھایا جائے بلکہ ایک پیچیدہ نظام ہے جو زمین پر زندگی کو برقرار رکھتا ہے۔ اس لیے متدام ترقی کی تعریف ایسے اصول پر کی جاتی ہے جس میں موجودہ ضروریات کو مستقبل کی نسلوں کی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت پر سمجھوتہ کیے بغیر پورا کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا مقصد ہے جو ماحول کی صحت اور زندگی سے جڑا ہوا ہے۔

معاشی نمو انسانوں کے لیے بجائے خود نعمت نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اشیا اور خدمات کی قومی پیداوار میں اضافہ کر کے اعلیٰ مادی فلاح و بہبود لاتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ قدرتی وسائل کے بے جا اور ضرورت سے زائد استعمال سے ماحول بری طرح آلودہ ہوتا ہے۔ معاشی نمو کے دوران، جنگلات کی کٹائی، زمین کی تنزلی، مٹی کے کٹاؤ اور ہوا اور پانی کی آلودگی وغیرہ کی شکل میں ماحولیاتی نقصان کی لاگت اشیا اور خدمات کی زیادہ پیداوار کے فوائد سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ معاشی ترقی ایسی ہو جو ماحولیاتی تحفظ کو مد نظر رکھتی ہو۔ ایسی ترقی نہ ہو جو ماحولیاتی انحطاط کا سبب بنے۔ اس سلسلے میں درج ذیل نقاط قابل غور ہیں۔

1. متدام ترقی کی بنیاد

ماحول ایسے ضروری وسائل جیسے پانی، ہوا، خوراک اور توانائی فراہم کرتا ہے جن پر انسانی معاشروں کا انحصار ہے۔ ان ٹھوس وسائل سے ہٹ کر، یہ ماحولیاتی نظام کی خدمات جیسے آب و ہوا کی تعدیل، زیرگی (Pollination) اور پانی کی صفائی وغیرہ فراہم کرتا ہے جو انسانوں اور دیگر انواع کی بقا کے لیے اہم ہیں۔ متدام ترقی ان خدمات کی قدر اور انہیں محفوظ رکھنے کی ضرورت کو تسلیم کرتی ہے۔ یہ ایسے بقائے باہمی کے تعلقات کو فروغ دینے کی کوشش کرتی ہے جہاں معاشی ترقی ماحولیاتی انحطاط کے نقصان پر نہیں آتی ہے۔

2. استدام کا ماحولیاتی ستون

سماجی اور معاشی استحکام کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی استدام متدام ترقی کے تین ستونوں میں سے ایک ہے۔ یہ قدرتی وسائل کے تحفظ اور ماحولیاتی توازن کو برقرار رکھنے کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔ اس ستون کے تحت ہونے والے اقدامات میں حیاتیاتی تنوع کا تحفظ، آلودگی کو کم کرنا، قدرتی وسائل کا ذمہ داری سے انتظام کرنا، اور قابل تجدید توانائی کے ذرائع کی طرف منتقلی شامل ہیں۔ ماحول کی حفاظت کرتے ہوئے، ہم اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ یہ نہ صرف موجودہ معاشی اور سماجی نظاموں بلکہ آنے والی نسلوں کی بھی حمایت کرتا رہے۔

3. ماحولیات پر ترقی کے اثرات

ترقی کے روایتی طریقے اکثر ماحولیاتی صحت پر قلیل مدتی معاشی فوائد کو ترجیح دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں جنگلات کی کٹائی، آلودگی، حد سے زیادہ ماہی گیری اور قدرتی وسائل کی کمی پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح کے طرز عمل سے متدام ترقی کی بنیاد کو خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کو تسلیم کرتے ہوئے، ماحولیات اور متدام ترقی کے درمیان تعلق ترقیاتی طریقوں کی طرف ایسی مثالی تبدیلی کا مطالبہ کرتا ہے جو ماحولیاتی طور

پر درست، معاشی طور پر قابل عمل اور سماجی طور پر منصفانہ ہوں۔

4. متدام ترقی کو فروغ دینے میں ماحولیاتی تحفظ کا کردار

ماحولیات کا تحفظ محض ایک اخلاقی ضرورت نہیں ہے بلکہ متدام ترقی کے لیے ایک عملی حکمت عملی ہے۔ صحت مند ماحولیاتی نظام زیادہ لچک دار ہوتے ہیں اور معاشی سرگرمیوں اور انسانی فلاح و بہبود کی بہتر مدد کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، جنگلات اور آبستان کی حفاظت نہ صرف حیاتیاتی تنوع کا تحفظ کرتی ہے بلکہ سیاحت، زراعت اور ماہی گیری کو بھی سپورٹ کرتی ہے، جس سے معاشی ترقی اور غذائی تحفظ میں مدد ملتی ہے۔

5. تعلقات کو ہم آہنگ کرنے کی حکمت عملی

ماحولیات اور متدام ترقی کے درمیان تعلق کو ہم آہنگ کرنے کے لیے، سرکلر اکانومی (Circular Economy) ماڈل، گرین ٹیکنالوجی (Green Technology)، اور متدام زراعت (Sustainable Agriculture) جیسی حکمت عملیوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ ان حکمت عملیوں کا مقصد فضلہ کو کم کرنا، ماحولیاتی اثرات کو کم کرنا، اور وسائل کے موثر استعمال کو فروغ دینا ہے۔ پالیسی فریم ورک، بین الاقوامی معاہدے، اور نچلی سطح کے اقدامات ان حکمت عملیوں کو نافذ کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، جو متدام ترقی کے حصول کے لیے درکار اجتماعی کوششوں کو ظاہر کرتے ہیں۔

6. عالمی تعاون اور متدام ترقی کے اہداف

اقوام متحدہ کے متدام ترقی کے اہداف (Sustainable Development Goals-SDGs) معاشی اور سماجی ترقی کے ساتھ ماحولیاتی استدام کو ہم آہنگ کرنے کی اہمیت پر عالمی اتفاق رائے کا مظہر ہیں۔ SDGs ماحولیاتی صحت اور انسانی خوش حالی کے باہم مربوط ہونے پر زور دیتے ہوئے ماحولیاتی تبدیلی، غربت اور عدم مساوات جیسے عالمی مسائل سے نمٹنے کے لیے ایک جامع فریم ورک فراہم کرتے ہیں۔

ماحولیات اور متدام ترقی کے درمیان تعلق ایک ایسے مستقبل کے حصول کی بنیاد ہے جہاں معاشی ترقی، سماجی شمولیت، اور ماحولیاتی تحفظ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اس تعلق کو پہچان کر اور اس کو فروغ دے کر کے، معاشرے استدام کے ایک ایسے راستے پر گامزن ہو سکتے ہیں جو کرہ ارض کی ماحولیاتی حدود کا احترام کرتا ہے اور انسانی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

4.5 جامع نمو (Inclusive Growth)

ترقیاتی معاشیات میں جامع نمو کا تصور نسبتاً نیا ہے۔ جامع نمو کا مقصد اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ معاشی نمو کے فوائد معاشرے کے تمام طبقات میں مساوی طور پر تقسیم ہوں۔ یہ نقطہ نظر نہ صرف نمو پر زور دیتا ہے بلکہ اس بات پر بھی اصرار کرتا ہے کہ نمو تمام شعبوں میں ہونی چاہیے اور ہر فرد کو اس کا فائدہ ملنا چاہیے۔

1. جامع نمو کی تعریف

جامع نمو کی تعریف معاشی شرکا کو ان کی آمدنی، علاقے یا سماجی حیثیت سے قطع نظر، تعلیم، طبی نگہداشت اور ٹیکنالوجی جیسے اہم وسائل تک منصفانہ رسائی کو یقینی بناتے ہوئے، ان کے لیے مساوی مواقع فراہم کرنے کی صلاحیت سے ہوتی ہے۔ نمو کی روایتی پیمائشوں کے برعکس جو بنیادی طور پر خام ملکی پیداوار میں اضافے پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جامع نمو اس بات کو دیکھتی ہے کہ معاشی سرگرمیوں کے فوائد معاشرے میں کتنے بہتر طریقے سے تقسیم ہوتے ہیں۔

2. جامع نمو کی اہمیت

جامع نمو کی اہمیت طویل مدتی معاشی استحکام اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے کی صلاحیت سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ معیشتیں جو شمولیت (Inclusiveness) کو ترجیح دیتی ہیں وہ مضبوط اور متدام نمو حاصل کرتی ہیں کیونکہ وہ اپنی پوری افرادی قوت کی صلاحیت کو بروئے کار لاتی ہیں۔ مزید برآں، جامع نمو غربت اور عدم مساوات کو کم کرنے میں مدد کرتی ہے، جنہیں اکثر امن اور خوشحالی کی راہ میں اہم رکاوٹوں کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

غربت اور عدم مساوات میں کمی: جامع نمو غربت میں کمی کو براہ راست ہدف بناتی ہے اور اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو روزگار کے مواقع اور بنیادی خدمات تک رسائی حاصل ہو۔ اس کے نتیجے میں معیار زندگی بلند ہوتا ہے اور آمدنی میں تفاوت کم ہوتا ہے۔

بہتر سماجی استحکام: معاشی عدم مساوات کو کم کر کے، جامع نمو سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتی ہے اور پسماندہ گروہوں سے پیدا ہونے والے تنازعات کے امکانات کو کم کرتی ہے۔

متدام ترقی: جامع معاشی پالیسیاں وسیع البنیاد نمو پر توجہ مرکوز کر کے متدام ترقی کی حمایت کرتی ہیں اور وسائل کے موثر استعمال کو فروغ دیتی ہیں۔

3. جامع نمو کے کلیدی اجزا

معاشی شمولیت: اس میں اس بات کو یقینی بنانا شامل ہے کہ معاشرے کے تمام افراد کو معاشی نمو میں حصہ ڈالنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے مواقع میسر ہوں۔ اس میں ایسی پالیسیاں شامل ہیں جن کا مقصد روزگار پیدا کرنا، مہارتوں کو بڑھانا اور مالیاتی خدمات تک رسائی کو بڑھانا ہے۔

سماجی شمولیت: تعلیم اور طبی نگہداشت تک مساوی رسائی اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ تمام شہری اپنی صلاحیتوں کو حاصل کر سکیں اور معاشی نمو میں اپنا حصہ ڈال سکیں۔ سماجی شمولیت میں کمزوروں کے لیے حفاظتی جال بنانا اور اس بات کو یقینی بنانا بھی شامل ہے کہ معاشی فیصلہ سازی کے عمل میں اقلیتوں اور خواتین سمیت تمام گروہوں کی نمائندگی ہو۔

سیاسی شمولیت: یہ پہلو گورننس اور قانون کی حکمرانی پر مرکوز ہے، اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ سیاسی عمل میں تمام افراد کی آواز ہو اور ان کے حقوق کا تحفظ ہو۔ اس میں سرکاری اداروں میں شفافیت اور جوابدہی بھی شامل ہے۔

4. جامع نمو کے حصول کے لیے حکمت عملی

انٹرپرینیور شپ اور اختراع کو فروغ دینا: چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاروباری اداروں اور اسٹارٹ اپس (Start-ups) کو فروغ دینا روزگار کی تخلیق اور اختراع کو آگے بڑھا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں کریڈٹ، ٹریننگ اور بازاروں تک رسائی کی فراہمی بہت ضروری ہے۔

تعلیم اور صحت میں سرمایہ کاری: حکومتوں کو معیاری تعلیم اور طبی نگہداشت میں سرمایہ کاری کرنی چاہیے کیونکہ یہ پیداواری اور معاشی بااختیاریت کے اہم عوامل ہیں۔

بنیادی ڈھانچے کی ترقی: سڑکوں، پلوں، اور انٹرنیٹ کنکٹیویٹی (Internet Connectivity) جیسے بنیادی ڈھانچے کی تعمیر سے بازاروں تک رسائی آسان ہوتی ہے، کاروباری لاگت کم ہوتی ہے، اور ہر ایک کے لیے معیار زندگی بہتر ہوتا ہے۔

محنت بازار اصلاحات: ایسی پالیسیاں جو متحرک لیبر محنت بازار کی تشکیل کرتی ہیں، کارکنوں کے حقوق کا تحفظ کرتی ہیں، اور منصفانہ اجرت کو فروغ دیتی ہیں، جامع ترقی کے لیے ضروری ہیں۔

سماجی تحفظ: سماجی تحفظ کی اسکیموں کو نافذ کرنا جیسے پنشن، بے روزگاری کے فوائد، اور انکم سپورٹ معاشی تبدیلیوں اور بازار کے اتار چڑھاؤ سے وابستہ خطرات کو کم کرنے میں مدد کر سکتے ہیں۔

مستہدف امداد: پسماندہ کمیونٹیز، دیہی علاقوں اور پسماندہ گروپوں کی مدد کے لیے خصوصی پروگرام اس بات کو یقینی بنا سکتے ہیں کہ ترقی کے فوائد وسیع پیمانے پر تقسیم ہوں۔

4.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا اس قابل ہیں کہ:

- خواتین کے معاشی ترقی میں کردار کی وضاحت کر سکیں۔
- صنفی امتیاز کی وضاحت کر سکیں۔
- خواتین کو بااختیار بنانے کی اہمیت کی وضاحت کر سکیں۔
- ماحول اور معیشت کے مابین تعلق کی وضاحت کر سکیں۔
- مستدام ترقی کی وضاحت کر سکیں۔
- جامع نمو کی وضاحت کر سکیں۔

4.7 فرہنگ (Glossary)

بااختیار بنانا :Empowerment- انتخاب کرنے اور ان انتخاب کو مطلوبہ اعمال اور نتائج میں تبدیل کرنے کے لیے افراد یا گروہوں کی صلاحیت کو بڑھانے کا عمل۔

متدام ترقی Sustainable Development: -ترقی جو آنے والی نسلوں کی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت پر سمجھوتہ کیے بغیر موجودہ نسل کی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔

4.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

4.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. متدام ترقی کس میں توازن قائم کرتی ہے؟

(a) ماحولیاتی تحفظ (b) سماجی مساوات

(c) معاشی ترقی (d) درج بالا سبھی

2. متدام ترقی کے لیے کس شعبے کی آلودگی ایک بڑا مسئلہ ہے؟

(a) ٹیکنالوجی (b) صنعت

(c) تعلیم (d) طبی نگہداشت

3. قابل تجدید وسائل کی مثال ہے:

(a) کوئلہ (b) تیل

(c) پانی (d) معدنیات

4. متدام ترقی کا کلیدی اصول ہے:

(a) قدرتی وسائل کا استعمال

(b) آنے والی نسلوں کی ضروریات سے سمجھوتہ کیے بغیر موجودہ ضروریات کو پورا کرنا

(c) صرف معاشی ترقی پر توجہ مرکوز کرنا

(d) قلیل مدتی فوائد کو ترجیح دینا

5. پائیدار یا متدام ترقی میں جنگلات کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

(a) آلودگی میں اضافہ (b) حیاتیاتی تنوع میں کمی

(c) CO_2 میں کمی (d) مذکورہ بالا سبھی

6. بااختیار بنانے میں افراد کی صلاحیت کو بڑھانا شامل ہے جس میں وہ؟

(a) ہدایات پر عمل کریں (b) انتخاب کریں اور ان انتخاب کو اعمال میں تبدیل کریں

(c) دوسروں پر انحصار کریں (d) فیصلے کرنے سے گریز کریں

7. درج ذیل میں صنفی عدم مساوات میں کیا شامل ہے؟

(a) معاشی ترقی

(b) حیاتیاتی تنوع

(c) تکنیکی پیش رفت

(d) صحت، بااختیاریت اور معاشی حیثیت میں بین جنس تفاوت

8. مندرجہ ذیل میں سے کون سا قدرتی خوبصورتی کی حفاظت کا فائدہ ہے؟

(a) سیاحت میں کمی
(b) خوشی اور سیاحت میں اضافہ
(c) وسائل کا ضرورت سے زائد استعمال
(d) معاشی سرگرمیوں میں کمی

9. خواتین کی معاشی شرکت میں رکاوٹوں میں سے ایک کیا ہے؟

(a) فیصلہ سازی کے عہدوں پر خواتین کی زیادہ نمائندگی

(b) تمام شعبوں میں یکساں کام کے لیے یکساں تنخواہ

(c) رسمی تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت تک رسائی کا فقدان

(d) خواتین کاروباریوں کے لیے ضرورت سے زیادہ تعاون

10. خواتین کو بااختیار بنا کر متدام ترقی کو کیسے فروغ دیا جاسکتا ہے؟

(a) خواتین کو رسمی محنت بازار سے خارج کرکے

(b) تعلیم اور ملازمت میں صنفی تفاوت کو نظر انداز کرنے والی پالیسیوں کے ذریعے

(c) ترقی کی حکمت عملیوں میں خواتین کے کردار اور ماحولیاتی مسائل کو ضم کرکے

(d) طبی نگہداشت اور سیاسی شرکت تک خواتین کی رسائی کو محدود کرکے

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	d	b	c	b	c	b	d	b	c	c

4.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. متدام ترقی کیا ہے؟

2. ایک پالیسی بتائیں جس کا مقصد ماحولیاتی تحفظ کو فروغ دینا ہے۔

3. جنگلات کی کٹائی موسمیاتی تبدیلی پر براہ راست کیسے اثر انداز ہوتی ہے؟

4. خواتین کو معاشی طور پر با اختیار بنانا متدام ترقی میں کس طرح حصہ ڈالتا ہے؟

5. خواتین کی معاشی شراکت میں حائل دور کاوٹیں بیان کریں۔

4.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. خواتین اور معاشی ترقی پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔

2. معیشت میں ماحول کے افعال تحریر کریں۔

3. متدام ترقی پر تفصیلی مضمون لکھیں۔

4.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Gupta, R. (2023). *Indian Economic Development: A Textbook for Class XII*. Geeta Publishing House.
2. Puri, V. K., & Mishra, S. K. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.
3. Rai, D. (2017). *Indian Economic Development*. Educational.

بلاک II: آبادی اور معاشیاتی ترقی

اکائی 5: آبادی کا سائز اور اس کی نمو کے رجحانات

(Population size and Growth Trends)

اکائی کے اجزا:

5.0 تمہید (Introduction)

5.1 مقاصد (Objectives)

5.2 آبادی کی جسامت (Population Size)

5.3 آبادی کی نمو (Population Growth)

5.4 آبادی کی ساخت (Population Composition)

5.5 آبادی میں سریع نمو کے اسباب (Causes of Rapid Growth of Population)

5.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

5.7 فرہنگ (Glossary)

5.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

5.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

5.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

5.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

5.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

5.0 تمہید (Introduction)

آبادی اور معاشی ترقی کے بارے میں پڑھنے اور اس کو سمجھنے کے لیے آبادی کی جسامت (Size)، نمو (Growth) اور اس کی ساخت (Composition) کا مشاہدہ کرنا ضروری ہے۔ آبادی کی جسامت اور اس کی ساخت میں وقت بروقت مختلف قسم کی تبدیلیاں آتی ہیں۔ ان تبدیلیوں کی وجہ شادی، پیدائش اور موت بھی ہو سکتی ہے اور عوام کا بین ملک و غیر ممالک ہجرت بھی ہو سکتی ہے۔ معاش و دیگر مواقع اور سہولیات کے حصول کے لیے لوگ ہجرت کرتے ہیں جس سے سماجی درجہ بندی (Social Stratification) میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں یعنی سماج کے کچھ لوگ تعلیمی و معاشی لحاظ سے آگے بڑھ جاتے ہیں اور کچھ لوگ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ آبادی کی جسامت اور اس کی ساخت معاشیاتی وماحولیاتی عوامل کے ذریعے سماج اور سماجیاتی اداروں (Social Institutions) کو براہِ راست متاثر کرتے ہیں۔ جسامت (Size) کی اصلاح کا مطلب ہے ایک مخصوص علاقے میں رہائش پذیر آبادی کی کل تعداد۔ وہیں ساخت (Composition) کی اصطلاح کا مطلب ہے آبادی کی عمر، جنس و شادی جیسی خصوصیات پر مبنی آبادی کی درجہ بندی۔ اس کے علاوہ آبادی کی کچھ اور خصوصیات ہیں مثلاً آبادی کی جغرافیائی تقسیم جس کا ہم آبادی کی تقسیم (Population Distribution) کے ضمن میں مطالعہ کرتے ہیں۔

آبادی کی جسامت، اس کی نمو، اس کی ساخت اور اس کی تقسیم یہ سارے تصورات آپس میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ مزید یہ کہ آبادی (Population) اور معاشی ترقی آپس میں لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں اور آبادی کی تحقیق سے یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ آبادی کی جسامت، اس کی شرح نمو، اس کی ساخت اور اس کی جغرافیائی تقسیم ہیکلِ اساسی (Infrastructure) مثلاً تعلیم، رہائش، صحت، غذا اور خدمات کی رسد میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے موجودہ زمانے کے ساتھ ساتھ مستقبل کے ترقیاتی منصوبے بنانے کے لیے آبادی کے بنیادی ڈھانچے سے واقف ہونا ضروری ہے۔

5.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں:

- آبادی حرکیات سے متعلق اصطلاحات کو واضح کرنا۔
- آبادی کی جسامت اور اس کی شرح نمو کا مشاہدہ کرنا۔
- آبادی میں سریع نمو کے اسباب سے واقفیت حاصل کرنا۔

5.2 آبادی کی جسامت (Population Size)

مندرجہ بالا سطور میں ہم یہ پڑھ چکے ہیں کہ اصطلاح جسامت کا مطلب ہوتا ہے کسی مخصوص علاقے میں کل آبادی کا رہائش پذیر ہونا۔ یہ مخصوص علاقہ پوری دنیا بھی ہو سکتی ہے، کوئی ملک و ریاست بھی، یا کوئی قصبہ یا محلہ بھی ہو سکتا ہے۔ آبادی کی جسامت میں مرد و عورت کی اپنی ایک الگ درجہ بندی ہوتی ہے جس کا مشاہدہ کر کے مطلوبہ نتائج حاصل کیے جاتے ہیں۔ آبادی کے ضمن میں جسامت کا مطلب

یہ ہے کہ آبادی غیر معین طور پر نہیں بڑھ سکتی۔ اس لیے ہم آنے والے صفحات میں پڑھیں گے کہ آبادی کی جسامت (Size) ہی مستقبل میں آبادی کی نمو (Population Growth) کی شرح کا تعین کرتی ہے۔

آبادی کی ساخت اور اس کی شرح نمو ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں۔ مزید یہ کی آبادی کی شرح نمو بھی آبادی کی ساخت کو متاثر کرتی ہے۔ تیز رفتار سے بڑھنے والی آبادی کی اکثریت دھیرے بڑھنے والی آبادی کے مقابلے زیادہ جوان ہوتی ہے۔ نمو کی شرح بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ آبادی کی تقسیم کو متاثر کرتی ہے۔ اور اس کے نتیجے میں ایک ملک کی آبادی یکساں شرح کے ساتھ نہیں بڑھتی بلکہ اس کے کچھ علاقے کی آبادی تیز رفتار سے بڑھتی ہے، کچھ کی دھیرے اور کچھ علاقے کی آبادی کی نمو میں کمی بھی آتی ہے جس سے آبادی کی شرح نمو میں تفریق پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے بیشتر ممالک نہ صرف آبادی کی شرحِ نمو کے بارے میں سوچتے ہیں بلکہ اس کی جسامت، ساخت، اور اس کی تقسیم کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔ آبادی کی جسامت کی جب بات کی جاتی ہے تو اس کی کثافت (Density) یعنی اس کے گھنے پن کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ آبادی کی کثافت کو فی مربع کیلو میٹر میں بیان کیا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل جدول 5.1 میں ہندوستان اور اس کی مختلف ریاستوں کی آبادی کو بیان کیا جارہا ہے۔ یہ نمبرات معاشی سروے 23-2022 سے ماخوذ ہیں۔

جدول 5.1: جدول ہندوستان اور اس کی ریاستوں میں آبادی کی جسامت اور اس کی کثافت

دہائی	آبادی (ہزار میں)	دس سالہ نمو (ہزار میں)	دس سالہ شرح نمو	سالانہ شرح نمو
1941-1951	361088 (1951)	-	-	-
1951-1961	439235 (1961)	78147	21.64%	1.98%
1961-1971	5481601 (1971)	108925	24.80%	2.24%
1971-1981	683329 (1981)	135169	24.66%	2.23%
1981-1991	846421 (1981)	163092	23.87%	2.16%
1991-2001	1028737 (2001)	182316	21.54%	1.97%
2001-2011	1210855 (2011)	182118	17.70%	1.64%

ماخذ: معاشی سروے 23-2022

5.3 آبادی کی نمو (Population Growth)

آبادی کی نمو کا مطلب ہے انسانی آبادی کا بڑھنا۔ اور آبادی کی شرحِ نمو ہمیں سالانہ بنیاد پر آبادی میں فیصد تبدیلی بتاتی ہے۔ آبادی کی نمو کا پانچ سالہ اور دس سالہ مردم شماری کی بنیاد پر مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ مثال کی طور پر ایک ملک کی آبادی 1991 میں 100345 ہو اور وہ 2001 میں بڑھ کر 120619 ہوگئی ہو تو دس سال کی شرحِ نمو ہوگی:

$$\frac{120619 - 100345}{100345} \times 100 = 20.20\%$$

اور اس کی سالانہ شرح نمو (Annual Rate of Growth) دیکھی جائے تو یہ 2.02 آتی ہے۔ آبادی کی شرح نمو کا اندازہ لگانے کے لیے قوتِ نمایانہ شرح (Exponential Growth Rate) کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا فارمولا مندرجہ ذیل سطور میں بیان کیا جارہا ہے۔

$$P_t = P_0 e^{rt} \tag{5.1}$$

اس فارمولے میں P_t کا مطلب ہے کسی مخصوص وقت کی آبادی، P_0 کا مطلب ہے صفر وقت پر آبادی، r کا مطلب شرح نمو اور t کا مطلب ہے وقت۔ مختصر وقت کے لیے یہ فرق نہیں پڑتا کہ آپ دس سالہ شرح نمو(Decadal Growth Rate) کا استعمال کرتے ہیں یا قوتِ نمایانہ شرح(Exponential Growth Rate) کا کیونکہ پہلا قاعدہ آبادی کی جسامت میں جداگانہ تبدیلی (Discrete Change) کا مشاہدہ کرتا ہے اور دوسرا قاعدہ مسلسل تبدیلی(Continuous Change) کا مشاہدہ کرتا ہے۔

تصویر5.1 میں ہندوستان کی دس سالہ شرح نمو(Growth Rate) کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

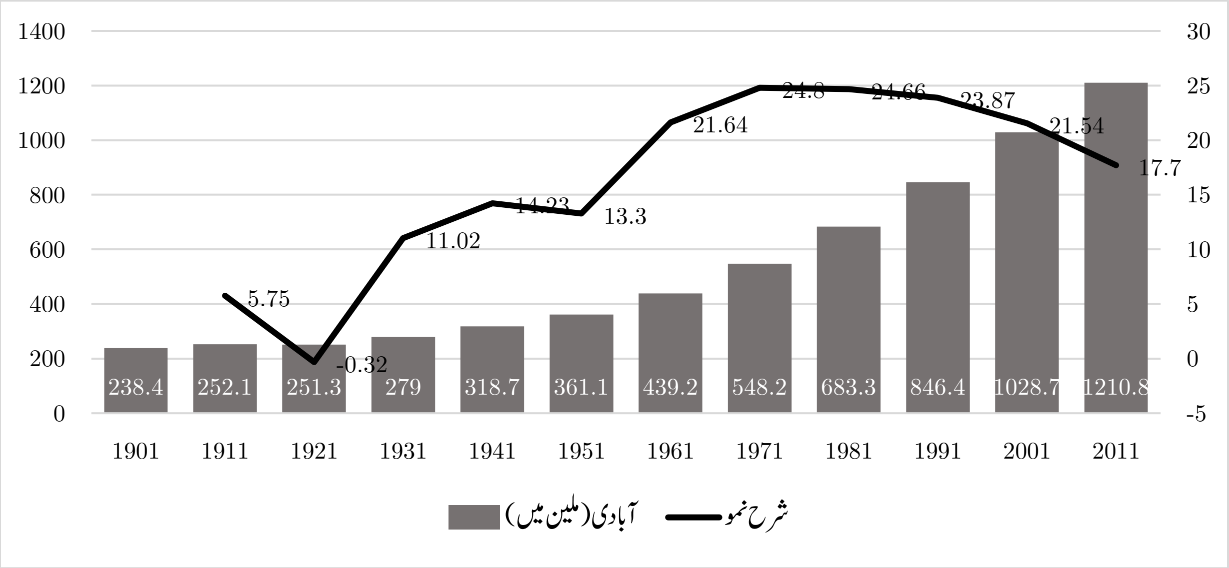

تصویر5.1: ہندوستان کی دس سالہ شرح نمو

مندرجہ بالہ تصویر میں آبادی کو کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

پہلا مرحلہ: پہلے مرحلے میں کم ترقی یافتہ ممالک کی شرح پیدائش اور شرح اموات زیادہ ہوتی ہے، اس لیے اس وقفے کی آبادی مستقل رہی۔

دوسرا مرحلہ: دوسرے مرحلے میں ترقی ہونے کی وجہ سے اور عوام کی صحت بہتر ہونے کی وجہ سے شرح اموت میں کمی آئی لیکن زرخیزی کے زیادہ ہونے کی وجہ سے اور عوام کو محدود مقدار میں مانع حمل کی فراہمی کی وجہ سے تکثیرِ آبادی کا سلسلہ جاری رہا۔

تیسرا مرحلہ: اس مرحلے میں شرح پیدائش میں کمی تو آتی ہے، چونکہ اس مرحلے میں آبادی کا بڑا حصہ تولیدی عمر (Reproductive Age) میں ہوتا ہے اس لیے آبادی کے بڑھنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

چوتھا مرحلہ: اس مرحلے میں آبادی میں ٹھہراؤ آتا ہے اور شرح پیدائش و شرح اموات میں کمی آتی ہے اور سماجی و معاشی ترقی میں اضافہ ہوتا ہے۔

5.4 آبادی کی ساخت (Population Composition)

آبادی کی بہت سارے خدوخال میں عمر کی ساخت (Age Composition) اور جنسی ساخت (Sex Composition) قابلِ ذکر ہیں جس کو آبادی کے ذکر میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

1. صنفی تناسب (Sex Ratio)

عام طور سے آبادی کی جنسی ساخت کا مطالعہ آبادی کے صنفی تناسب (Sex Ratio) سے کیا جاتا ہے جس کو ہندوستان کے تناظر میں فی ہزار مردوں میں عورتوں کی تعداد سے بیان کیا جاتا ہے۔ لہٰذا صنفی تناسب میں بہتری کو عورتوں کی ترقی کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ صنفی تناسب کو مندرجہ ذیل فارمولا کی مدد سے شمار کیا جاتا ہے۔

$$Sex\ Ratio = \frac{Number\ of\ Males}{Number\ of\ Females} \times 1000 \qquad (5.2)$$

جدول 5.2: ہندوستان اور اس کے ریاستوں کے صنفی تناسب

ہندوستان/ریاست/متحدہ علاقہ India/State/UTs	صنفی تناسب Sex Ratio	ہندوستان/ریاست/متحدہ علاقہ India/State/UTs	صنفی تناسب Sex Ratio
ہندوستان	940	مغربی بنگال	947
جموو کشمیر	883	جھارکھنڈ	947
پنجاب	893	اوڈیشہ	978
چنڈی گڈھ	818	چھتیس گڈھ	991
اتراکھنڈ	963	مدھیہ پردیش	930
ہریانہ	877	گجرات	918
دہلی	866	دامن اور دیو	618
راجستھان	926	دادرااور نگر حویلی	775
اترپردیش	908	مہاراشٹر	925
بہار	916	آندھرا پردیش	992
سکم	889	کرناٹک	968
اروناچل پردیش	920	گوا	968
ناگالینڈ	931	لکش دویپ	946
منی پور	987	کیرالہ	1084
مزورم	975	تمل ناڈو	995
تری پرا	961	پڈوچیری	1038
میگھالہ	986	انڈمان اور نیکوبار	878
اسام	954	ہماچل پردیش	974

ماخذ: مردم شماری 2011

2. اطفال کا صنفی تناسب (Child Sex Ratio)

ہندوستان میں علمِ آبادی کے ماہرین صنفی تناسب کا حساب 6-0 عمر کے لیے بھی کرتے ہیں جس کو اطفال کا صنفی تناسب کہا جاتا ہے۔ ہندوستان کے تناظر میں اطفال کے صنفی تناسب (Child Sex Ratio) کا فی ہزار بچوں (Boys) میں بچیوں (Girls) کی تعداد سے حساب لگایا جاتا ہے۔ اس اصطلاح کی بہت اہمیت ہے۔ کیونکہ یہ اصطلاح بتاتی ہے کی اطفال کا صنفی تناسب کم ہونے کا مطلب بچیوں کو مارنے کا عمل ہو رہا ہے یا پھر بچیوں کے متعلق کوتاہی برتی جارہی جس کی وجہ سے مردوں کے مقابلے ان کی اموات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ علمِ آبادی کے ماہرین 15 یا اس سے زیادہ یا 65 اور اس سے زیادہ کی آبادی کو اپنی تحقیق کا موضوع بناتے ہیں اور اس عمر کی آبادی کا دلچسپی سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ اگر 65 یا اس سے زیادہ کی عمر کی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے تو اس کا مطلب آبادی ضعف کی طرف بڑھ رہی ہے اور یہ مظہر زرخیزی (Fertility) میں کمی ہونے کی وجہ سے رونما ہوتا ہے۔ ضعیف اور جوان لوگوں کے تناسب کو 100 یا 1000 سے ضرب دینے سے ہمارے پاس تناسبِ انحصار (Dependency Ratio) سامنے آتا ہے۔ یہ تناسب ہمیں کام نا کرنے (Non-Working) والی آبادی کے بارے میں بتاتا ہے جس کی عمر صفر سے 14 برس اور 65 سے زیادہ ہوتی ہے۔ 80 اور 65 سے زیادہ سے عمر کی آبادی کا تناسب ہمیں ضعیف لوگوں کے مزید ضعف کو بتاتا ہے۔

جدول 5.3: جدول ہندوستان اور اس کی ریاستوں میں اطفال کا صنفی تناسب

ہندوستان/ریاست/متحدہ علاقہ India/State/UTs	اطفال کا صنفی تناسب Child Sex Ratio	ہندوستان/ریاست/متحدہ علاقہ India/State/UTs	اطفال کا صنفی تناسب Child Sex Ratio
ہندوستان	914	مغربی بنگال	950
جموں کشمیر	859	جھارکھنڈ	943
پنجاب	846	اوڈیشہ	934
چنڈی گڈھ	867	چھتیس گڈھ	964
اتراکھنڈ	886	مدھیہ پردیش	912
ہریانہ	830	گجرات	886
دہلی	866	دامن اور دیو	909
راجستھان	883	دادرا اور نگر حویلی	924
اترپردیش	899	مہاراشٹر	883
بہار	933	آندھرا پردیش	943
سکم	944	کرناٹک	943
اروناچل پردیش	960	گوا	920
ناگالینڈ	944	لکش دویپ	908
منی پور	934	کیرالہ	959

مزورم	971	تمل ناڈو	946
تری پرا	953	پڈوچیری	965
میگھالہ	970	انڈمان اور نیکوبار	966
اسام	957	ہماچل پردیش	906

ماخذ: مردم شماری 2011

5.5 آبادی میں سریع نمو کے اسباب (Causes of Rapid Growth of Population)

آبادی میں سریع نمو (Rapid Growth) کے اسباب کا مشاہدہ کیا جائے تو وہ اسباب سماجی و معاشی بھی ہیں اور جدید ٹیکنالوجی اور ثقافت کی وجہ سے بھی ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور میں ان سارے اسباب کو تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے۔

1. شرح اموات میں کمی (Decline in Mortality Rate)

آبادی میں سریع نمو کے اسباب میں بنیادی سبب شرح اموات (Mortality rate) میں کمی ہونا ہے۔ خاص طور سے ترقی یافتہ ممالک میں نظامِ صحت، صفائی، اور طبی ٹیکنالوجی میں ترقی کے باعث ان ممالک کی شرح اموات میں کمی ہوئی اور اس کے نتیجے میں ان ممالک کی آبادی میں سریع نمو ہوئی۔ شرح اموات میں کمی آنے کی ایک اور اہم وجہ عوام کو صاف پانی اور مہاماری کی ویکسین میسر ہونا ہے۔ ان ساری سہولیات ملنے کی وجہ سے ہی شرح اموات میں کمی آئی اور جس سے آبادی میں سریع نمو دیکھنے کو ملی۔

2. شرح پیدائش میں اضافہ (Increase in Birth Rate)

آبادی میں سریع نمو کی وجہ شرح اموات (Mortality Rate) میں کمی ہونا تو ہے ہی اور مرورِ ایام کے ساتھ اس میں کمی پائی گئی لیکن زیادہ تر ممالک خصوصا ترقیاتی ممالک میں شرح پیدائش (Birth Rate) زیادہ ہی رہی اور ان وجوہات میں خاندانی منصوبہ بندی کا نا ہونا، محدود تعلیم، اور ایسے مذہبی عقائد جو انہیں وسیع خاندان کی ترغیب دیتے ہیں وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ جدول 5.4 میں ہندوستان کی شرح پیدائش اور شرح اموات کو دکھایا گیا ہے۔

جدول 5.4: ہندوستان میں شرح پیدائش اور شرح اموات

سال	شرح پیدائش	شرح اموات	شرح نمو
1901-1910	9.24	42.6	6.6
1911-1920	48.1	47.2	0.9
1921-1930	46.3	36.3	10.0
1931-1940	45.2	31.2	14.0
1941-1950	39.9	27.4	12.5
1951-1960	41.7	22.8	18.9
1961-1970	41.2	19.0	22.2
1971-1980	37.2	15.0	22.2
1981-1990	32.5	15.0	21.2
1991-1991	29.5	9.8	19.7
1995-1996	28.3	9.0	19.3

17.1	8.0	25.8	1991-2001

3. **متوقع عمر میں اضافہ** (Increase in Life Expectancy)

آبادی میں سریع نمو کی دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ جیسے جیسے طبی سائنس میں ترقی آتی گئی لوگوں کی متوقع عمر میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ عمر میں اضافے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کا بڑھاپے کی عمر میں جدید طبی ٹیکنالوجی میں ترقی ہونے کی وجہ سے بیماری کے بعد صحت مند ہو جاتے ہیں جس کے امکانات ماضی بعید میں کم ہوتے تھے۔ مزید یہ کہ غذا میں ترقی ہونے کی وجہ سے بھی متوقع عمر میں اضافہ ہوا ہے جس کے نتیجے میں کل آبادی میں نمو درج ہوئی ہے۔

4. **وسیع خاندان کی خواہش** (Desire for a Big Family)

ماضی میں سماج کے بہت سارے طبقات میں وسیع خاندان کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور اس کو عوام میں بڑی فوقیت دی جاتی تھی۔ اس فوقیت کی وجہ سماجی طور سے خود کو بڑی تعداد والا دکھانا ہوتا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ چونکہ ماضی میں سارے کام انسان کو بذاتِ خود کرنے پڑتے تھے اس لیے وسیع خاندان کا مطلب یہ ہوتا کہ کام کے لیے زیادہ افراد میسر ہوتے۔

5. **مانع حمل کی محدود فراہمی** (Limited Access to Contraceptives)

آبادی میں سریع نمو کی پانچویں اہم وجہ یہ ہے کہ لوگوں تک مانع حمل کی سہولیات اس طرح سے نہ ہوئی جیسی ہونی چاہیے تھی، جس کے نتیجے میں کثیر تعداد میں غیر مطلوبہ پیدائش ہوئیں۔ مانع حمل کی سہولیات کا عوام الناس کو میسر نا ہونے کی وجہ معاشی تنگی اور ان سہولیات کے متعلق کم علمی اور بدگمانی ہے۔

6. **غربت** (Poverty)

آبادی میں سریع نمو کی ایک اہم وجہ غربت ہے۔ بہت سے ترقی پذیر ممالک میں غربت کی وجہ سے لوگوں میں یہ رجحان پیدا ہوا کی زیادہ اولاد ہوگی تو وہ معاشی لحاظ سے خاندان کی آمدنی میں تعاون کر سکیں گے۔

مزید یہ کہ غربت کی وجہ سے ہی عوام کو بہتر تعلیم میسر نہیں ہو پاتی خصوصا عورتوں کو جس سے انہیں خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں آگاہی نہیں ہو پاتی اور اپنی تولیدی صحت (Reproductive Health) کا خیال نہیں رکھ پاتیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ غربت کی وجہ سے عوام کو اچھی غذا اور علاج میسر نہیں ہو پاتا۔ لہذا لوگ اس امید سے بھی زیادہ اولاد پیدا کرتے تھے کہ اس میں سے اگر کچھ مر بھی گئے تو کچھ بچ جائیں گے۔

7. **سیاسی و مذہبی عوامل** (Political and Religious Reasons)

بہت سے مذہبی عقائد اپنے ماننے والوں کو بڑے خاندان کی ترغیب دیتے ہیں اور زیادہ اولاد پیدا کرنے کو ایک مذہبی فریضے کے طور پر دیکھتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ کثرتِ اولاد سے ان کے عقائد کو دوام اور تقویت ملتی رہے گی۔ مزید یہ کہ سیاسی و مذہبی نظریات اور ان کے قائدین کے مانع حمل جیسی سہولیات کی مخالفت کرنے اور عوام کو زیادہ اولاد اور بڑے خاندان کی ترغیب کے نتیجے میں آبادی اور اس کی شرح

نمو میں اضافہ ہوا۔

5.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

- کسی بھی ملک کی آبادی اس کا بہت بڑا سرمایہ ہوتا ہے۔ اگر وہ ملک اپنے اس عظیم سرمائے کو بحسن خوبی اور منصوبہ بند طریقے کے ساتھ چلائے تو یہ ریاست کے لیے بہت ہی نفع بخش ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر اس سرمایہ عظیم کو منصوبہ بند طریقے سے نہ استعمال کیا جائے تو یہ آبادی اپنے ملک اور ریاست پر بوجھ بن سکتی ہے۔
- ریاست کی آبادی میں اس کے سیاسی، سماجی اور معاشی عوامل اس کی آبادی میں کمی اور اضافہ کا سبب بن سکتے ہیں۔ اس لیے کسی بھی ریاست کو اگر ترقی کرنی ہے تو اپنی آبادی کے خدوخال اور اس کی جسامت، اس کی نمو کو جاننا اور اس کا گہرائی سے مطالعہ کرنا بے حد ضروری ہے۔
- آبادی میں جسامت کا مطلب ہے کسی مخصوص علاقے میں کل رہائش پذیر آبادی۔ اور یہ مخصوص علاقہ پوری دنیا، کوئی ملک و ریاست، یا کسی قصبے یا محلے پر بھی محیط ہو سکتا ہے۔
- آبادی میں نمو کا مطلب ایک مخصوص علاقے میں رہائش پذیر افراد کی تعداد میں اضافہ ہونا ہے۔ آبادی کے چند محرکات ہوتے ہیں جس پر آبادی کی نمو کا انحصار ہوتا ہے مثلاً آبادی کی کثافت، آبادی کی تقسیم وغیرہ۔
- مزید یہ کہ آبادی کا علم جدید دور میں ایک بہت اہم علم بن گیا ہے جس کو نہ ہی حکومت کے کارکنان و پالیسی ساز ہی نذرانداز کر سکتے ہیں اور نا ہی پالیسی بنانے اور اس کا نفاذ کرنے والے۔

5.7 فرہنگ (Glossary)

آبادی کی جسامت :Population Size- کسی مخصوص علاقے میں اس کی کل رہائش پذیر آبادی۔

5.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

5.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. آبادی کی کثافت (Density) کو کیسے بیان کیا جاتا ہے؟

(a) فی کلومیٹر میں　(b) فی مربع کلومیٹر میں

(c) فی سینٹی میٹر میں　(d) کوئی نہیں

2. آخر بار ہندوستان میں مردم شماری کب ہوئی؟

(a) 2023　(b) 2018

(c) 2011　(d) 1999

3. مردم شماری 2011 کے مطابق ہندوستان کی کثافت کیا ہے؟

(a) 382 (b) 385

(c) 268 (d) 689

4. مردم شماری 2011 کے مطابق ریاست دہلی میں آبادی کتنی ہے؟

(a) 9089798 (b) 7846987

(c) 6890877 (d) 8976410

5. مردم شماری 2011 کے مطابق ہندوستان کی کس ریاست کی آبادی سب سے کم ہے؟

(a) کیرالا (b) آسام

(c) لکشدیپ (d) میگھالیہ

6. اطفال کے صنفی تناسب (Child Sex Ratio) کم ہونے کا مطلب:

(a) بچوں (Boys) کو مارنے کا عمل ہو رہا ہے۔ (b) بچیوں (Girls) کو مارنے کا عمل ہو رہا ہے۔

(c) دونوں (d) کوئی نہیں

7. تناسبِ انحصار (Dependency Ratio) بتاتا ہے:

(a) کام نا کرنے والی آبادی کے بارے میں (b) کام کرنے والی آبادی کے بارے میں

(c) صرف بچوں کی آبادی کے بارے میں (d) صرف بوڑھوں کی آبادی کے بارے میں

8. اطفال کے صنفی تناسب (Child Sex Ratio) کا حساب لگانے کی کیا عمر ہے؟

(a) 0-9 (b) 0-8

(c) 0-10 (d) 0-6

9. آزادی کے وقت ہندوستان کی شرح پیدائش کیا تھی؟

(a) 39.6 (b) 39.9

(c) 38 (d) 45

10. ہندوستان میں اطفال کا صنفی تناسب کیا ہے؟

(a) 912 (b) 910

(c) 908 (d) 914

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	(b)	(c)	(a)	(d)	(c)	(b)	(a)	(d)	(b)	(d)

5.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. آبادی کی جسامت کو مختصر انداز میں بیان کریں۔

.2 آبادی کی نمو کو مختصر بیان کریں۔

.3 آبادی کی نمو میں شرح اموات کا کردار بیان کریں۔

.4 صنفی تناسب (Sex Ratio) کسے کہتے ہیں؟

.5 اطفال کا صنفی تناسب (Child Sex Ratio) کسے کہتے ہیں؟

5.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

.1 آبادی کی جسامت کی وضاحت کریں۔ ہندوستان اور اس کی ریاستوں میں آبادی کی کثافت (Population Density) کے نمبرات درج کریں۔

.2 آبادی کی نمو کی وضاحت کریں۔ ہندوستان اور اس کی ریاستوں کے صنفی تناسب (Sex Ratio) کے نمبرات درج کریں۔

.3 آبادی میں سریع نمو کے اسباب کو تفصیل سے بیان کریں۔

5.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Bhende, A. A., & Kanitkar, T. (n.d.). *Principles of Population Studies* (19th ed.). Himalaya Publishing House.
2. Misra, B. D. (1982). *An Introduction to the Study of Population.* South Asian Publishers.
3. Premi, M. K., Ramanamma, A., & Bambawale, U. (1983). *An Introduction to Social Demography.* Vikas Publishing House.
4. Srivastava, O. S. (1983). *Textbook of Demography.* Vikas Publishing House Private, Limited.

اکائی 6: آبادیاتی منافع، شہری کاری اور ترقی کا عمل

(Demographic Dividend, Urbanization, and the Development Process)

اکائی کے اجزا:

6.0 تمہید(Introduction)

6.1 مقاصد(Objectives)

6.2 آبادیاتی منافع(Demographic Dividend)

6.2.1 ہندوستان کی آبادی کی ترکیب عمری(Age Structure of India's Population)

6.2.2 آبادیاتی منافع اور مہارت کی کمی(Demographic Dividend and Skill Deficit)

6.2.3 بڑھتی بے روزگاری اور آبادیاتی منافع کا خاتمہ
(Increasing Unemployment and Collapsing Dividend)

6.2.4 عمر رسیدہ آبادی کے چیلنجز(Challenges of an Ageing Population)

6.3 شہری کاری اور ترقی کا عمل(Urbanization and Economic Development)

6.4 ہندوستان میں شہری کاری کے رجحانات(Urbanization Trends in India)

6.5 شہری کاری کا علاقائی رجحان(Regional Pattern of Urbanization)

6.6 شہروں اور شہری جھرمٹوں کی نمو(Growth of Cities and Urban Agglomerations)

6.7 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

6.8 فرہنگ(Glossary)

6.9 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

6.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

6.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

6.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

6.10 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Resources)

6.0 تمہید (Introduction)

سابقہ اکائی میں آپ نے آبادی سے متعلق بعض تصورات کا مطالعہ کیا تھا۔ درج ذیل میں اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے آبادی سے متعلق ایک تصور آبادیاتی منافع (Demographic Dividend) کا مطالعہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد ہم شہری کاری کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ کریں گے۔

6.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے درج ذیل مقاصد ہیں:

- آبادیاتی منافع کی وضاحت کرنا اور معاشی نمو سے اس کے تعلق کی وضاحت کرنا۔
- ان حالات کو بیان کرنا جو آبادیاتی منافع سے فائدہ اٹھانے کے لیے ملک کے لیے ضروری ہیں۔
- شہری کاری کے عمل اور ہندوستان میں شہری کاری کا جائزہ لینا۔

6.2 آبادیاتی منافع (Demographic Dividend)

آبادیاتی منافع سے مراد معاشی نمو کی صلاحیت ہے جو آبادی کی عمر کے ڈھانچے میں تبدیلیوں سے پیدا ہو سکتی ہے، عام طور پر جب کل آبادی میں کام کرنے والوں کی آبادی (15 سے 64 سال کی عمر کی آبادی) کام نہ کرنے والوں کی آبادی (15 سال سے کم عمر اور 64 سال سے زیادہ عمر کی آبادی) سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہ صورت حال بنیادی طور پر ملک کی اعلی شرح پیدائش اور شرح اموات سے کم شرح پیدائش اور شرح اموات کی طرف منتقلی کے دوران ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں انحصار کا تناسب کم ہوتا ہے۔

آبادیاتی منافع کا تصور اس بات پر زور دیتا ہے کہ کس طرح ایسا ملک جس میں انحصار کرنے والے افراد کم اور کام کرنے کی عمر والے افراد زیادہ ہوتے ہیں، ممکنہ طور پر اہم معاشی فوائد حاصل کر سکتا ہے، کیونکہ وہاں زیادہ افراد ایسے ہوتے ہیں جو معیشت میں نتیجہ خیز حصہ ڈال سکتے ہیں۔ یہ مدت تیز رفتار معاشی نمو کا موقع فراہم کرتی ہے اگر اسے تعلیم، طبی نگہداشت اور روزگار جیسے شعبوں میں مناسب پالیسیوں سے تعاون حاصل ہو۔

معاشی نمو پر اثرات (Impact on Economic Growth)

معاشی نمو پر آبادیاتی منافع کے اثرات گہرے اور کثیر جہتی ہو سکتے ہیں، خاص طور پر اگر ممالک اپنی بدلتی ہوئی آبادی کے ڈھانچے کو مؤثر طریقے سے استعمال کریں۔ ذیل میں کچھ اہم اثرات بیان کیے گئے ہیں:

1. **محنت کی رسد میں اضافہ** (Increase in Labor Supply)

کام کرنے کی عمر والے افراد کا ایک بڑا حصہ معیشت کی پیداواری صلاحیت کو نمایاں طور پر بڑھا سکتا ہے۔ اس سے مجموعی پیداوار اور پیداواری صلاحیت میں اضافہ ہو سکتا ہے، اگر افرادی قوت کو مؤثر طریقے سے استعمال کیا جائے۔ تاہم، بڑی افرادی قوت ملک کو چیلنج

بھی پیش کرتی ہے۔ مزدوروں کی بڑھتی رسد کو جذب کرنے کے لیے کافی روزگار کی تخلیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر مناسب طریقے سے اس کا انتظام نہ کیا جائے تو اس سے بے روزگاری کی بلند شرح اور ناقص روزگار کے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں جس سے آبادیاتی منافع کے ممکنہ فوائد کم ہو سکتے ہیں۔

2. **بچت اور سرمایہ کاری میں اضافہ** (Increase in Savings and Investment)

کام کرنے والے بالغوں کے اعلی تناسب کے ساتھ، معیشتوں میں اکثر بچت کی مجموعی شرح میں اضافہ دیکھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کام کرنے والے بالغ افراد میں عام طور پر انحصار کرنے والوں کے مقابلے میں بچت کرنے کا رجحان زیادہ ہوتا ہے۔ بچت میں اضافہ مادی اور انسانی سرمائے دونوں میں اعلیٰ سطح کی سرمایہ کاری کا باعث بن سکتا ہے۔ انفراسٹرکچر، ٹیکنالوجی اور کاروبار میں سرمایہ کاری پیداواری ترقی اور معاشی توسیع کو فروغ دے سکتی ہے۔

3. **انسانی سرمائے کی ترقی** (Human Capital Development)

آبادیاتی منافع کے ممکنہ فوائد کو تعلیم اور طبی نگہداشت میں قابل قدر سرمایہ کاری کے ذریعے زیادہ سے زیادہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ سرمایہ کاری افرادی قوت کے معیار کو بڑھاتی ہے، جس سے کارکنان زیادہ موثر اور قابل ہوتے ہیں۔ بہتر تعلیم یافتہ اور صحت مند کارکنان تکنیکی پیش رفت کو بہتر طریقے سے اختیار کر سکتے ہیں، زیادہ اختراعی ہو سکتے ہیں اور اس طرح معاشی نمو کی اعلیٰ سطح میں حصہ ڈال سکتے ہیں۔

4. **معاشی جدیدیت اور شہری کاری** (Economic Modernization and Urbanization)

آبادیاتی تبدیلیاں اکثر دیہی سے شہری علاقوں کی طرف ہجرت کے ساتھ آتی ہیں۔ شہری کاری زیادہ متحرک معاشی ماحول کا باعث بن سکتی ہے جہاں بہتر انفراسٹرکچر اور بازار سے قربت کی وجہ سے صنعتیں پروان چڑھ سکتی ہیں۔

تاہم، جھونپڑپٹی یا کچی آبادیوں (Slum) کے فروغ اور زیادہ بوجھ والے شہری انفراسٹرکچر کو روکنے کے لیے شہری کاری کا مناسب انتظام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے موثر شہری منصوبہ بندی اور سرمایہ کاری بہت ضروری ہے۔

5. **صرف کے پیٹرن میں تبدیلیاں** (Changes in Consumption Patterns)

جیسے جیسے آبادیاتی ڈھانچہ بدلتا ہے، ساتھ ہی ساتھ صرف کے نمونے میں بھی تبدیلی آتی ہے۔ جوان، باروزگار آبادی زیادہ صرف کرتی ہے، جو مختلف شعبوں جیسے کہ رئیل اسٹیٹ، اشیائے صرف اور خدمات میں ترقی کا باعث بن سکتی ہے۔ یہ تبدیلی گھریلو طلب میں اضافہ کر کے معاشی نمو کو تیز کر سکتی ہے۔

6. **افرادی قوت میں خواتین کی شرکت** (Women's Participation in the Workforce)

معاشی و سماجی رویوں میں تبدیلی کی وجہ سے آبادیاتی منافع میں اکثر خواتین کی محنت بازار میں شمولیت بڑھتی ہے۔ یہ دوہری آمدنی والے گھرانوں کے وجود کا باعث بن سکتا ہے، جس سے مجموعی معاشی پیداوار اور صارفین کے اخراجات میں اضافہ ہوتا ہے۔ خواتین کی افرادی قوت میں اضافہ شرح پیدائش میں بھی کمی کا باعث بنتا ہے، جو آبادی کے ڈھانچے اور معاشی حالات کو مزید متاثر کرتا ہے۔

7. اختراع کے امکانات (Potential for Innovation)

نوجوان آبادی عموماً نئی ٹکنالوجی کو اپنانے اور تیار کرنے کا زیادہ رجحان رکھتی ہے۔ اس سے تمام شعبوں میں جدت کو فروغ مل سکتا ہے۔ جدت طرازی نئی صنعتوں کی تخلیق اور موجودہ صنعتوں کی تبدیلی کا باعث بن سکتی ہے، اور زیادہ مسابقتی اور مضبوط معاشی ماحول کو فروغ دے سکتی ہے۔

8. عوامی بجٹ اور پالیسیاں (Government Budgets and Policies)

کم انحصار کا تناسب نوجوانوں کے لیے تعلیم، خاندانی فوائد اور طبی نگہداشت جیسے شعبوں میں سرکاری اخراجات پر دباؤ کو کم کر سکتا ہے اور ممکنہ طور پر انفراسٹرکچر یا ٹیکنالوجی میں زیادہ سرمایہ کاری کی اجازت دیتا ہے۔ یہ حکومت کو ٹیکس مراعات، سبسڈیز اور دیگر پالیسیوں کو نافذ کرنے کے قابل بھی بنا سکتی ہے تاکہ معاشی سرگرمیوں کو تیز کیا جا سکے۔

بعض مطالعات ایسے ہیں جو آبادیاتی عوامل اور معاشی کارکردگی کے درمیان مضبوط مثبت ربط کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، بلوم اور ولیمسن (1998) کی تحقیق، جس میں ایشیا اور اس سے باہر کے 78 ممالک کا تجزیہ کیا گیا، نے کام کرنے والی عمر کی آبادی کی نمو کا معاشی نمو پر مثبت اثر کو دکھایا۔ اس تحقیق کے مطابق مشرقی ایشیا کی معاشی ترقی کا تقریباً ایک تہائی حصہ آبادیاتی منافع کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح، بہرمن وغیرہ (1999) نے 1950 کے بعد سے مختلف ممالک میں عمر کی تقسیم اور معاشی نتائج کے درمیان ایک مضبوط مثبت تعلق پایا۔ اینڈرسن (2001) نے اسکینڈے نیویائی ممالک کے تجزیے میں، 1980 کے اعداد و شمار کا استعمال کرتے ہوئے، معاشی نمو اور کام کرنے والے افراد کے تناسب کے درمیان مثبت تعلق پایا۔ بلوم وغیرہ (2003 and 2006) نے 1996 سے 2000 تک کے پینل ڈیٹا کا استعمال کرتے ہوئے، ہندوستان اور چین میں عمر کے ڈھانچے کی تبدیلی اور معاشی نمو کے درمیان مثبت تعلق کی تصدیق کی۔

تاہم، تمام مطالعات معاشی نمو پر عمر کے ڈھانچے میں تبدیلی کے ناگزیر مثبت اثرات کی تصدیق نہیں کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ناوانیتھم (2002) نے جنوب مشرقی ایشیا میں عمر کے ڈھانچے کی وجہ سے معاشی نمو پر مثبت اثر دیکھا، لیکن جنوبی ایشیائی ممالک میں اس جیسا تعلق نہیں پایا۔ مزید برآں، بلوم وغیرہ (2003) کی تحقیق نے اشارہ کیا کہ عمر کے ڈھانچے میں تبدیلی نے لاطینی امریکہ میں معاشی نمو میں اضافہ نہیں کیا۔

6.2.1 ہندوستان کی آبادی کی ترکیب عمری (Age Structure of India's Population)

حکومت ہند ہر دس سال بعد مردم شماری کے اعداد و شمار پیش کرتی ہے۔ لیکن آخری مردم شماری 2011 میں ہوئی۔ جدول 6.1 میں اسی کے اعداد و شمار پیش کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ اس جدول سے واضح ہے، 2011-1961 کی پانچ دہائیوں کے دوران کئی ہندوستانی ریاستوں میں 14-0 اور 59-15 عمر کے گروپوں میں آبادی کی عمر کے ڈھانچے میں زبردست تبدیلی آئی ہے۔ اہم رجحانات درج ذیل ہیں:

جدول 6.1:ہندوستان کی آبادی کی ترکیب عمری

صوبہ	0-14			15-59			60+		
	1961	**2001**	**2011**	**1961**	**2001**	**2011**	**1961**	**2001**	**2011**
آندھرا پردیش	39.54	32.07	25.76	54.23	60.32	63.54	6.23	7.61	9.79
بہار	42.32	41.54	40.08	52.07	52.01	52.13	5.62	6.45	7.40
گجرات	42.89	32.84	28.86	52.17	60.25	62.82	4.94	6.91	7.92
ہریانہ	N.A.	35.99	29.70	N.A.	56.49	61.52	N.A.	7.52	8.65
کرناٹک	42.16	31.91	26.23	52.11	60.40	64.22	5.73	7.69	9.48
کیرالا	42.64	26.08	23.44	51.53	63.44	63.90	5.84	10.48	12.55
مدھیہ پردیش	40.82	38.21	33.46	54.02	544.66	63.08	5.16	7.14	7.87
مہاراشٹریہ	40.67	32.14	26.62	54.07	59.12	58.56	5.27	8.74	9.88
اوڈیشہ	39.10	32.23	28.77	55.23	59.50	63.13	5.67	8.27	9.49
پنجاب	43.57	31.39	25.54	49.87	59.57	61.45	6.56	9.03	10.32
راجستھان	42.66	40.10	34.61	52.19	53.12	63.98	5.14	6.78	7.46
تامل ناڈو	37.61	26.96	23.57	56.79	64.15	57.54	5.60	8.87	10.41
اترپردیش	40.50	40.83	35.69	53.22	52.10	65.92	6.29	7.07	7.73
مغربی بنگال	40.93	33.28	27.10	54.06	59.60	55.77	5.01	7.12	8.48
ہندوستان	**41**	**35.4**	**30.8**	**53.3**	**57.1**	**64.29**	**5.6**	**7.5**	**8.6**

1961 سے 2011 تک، گجرات، کرناٹک، کیرالہ، تمل ناڈو، مہاراشٹر، اور پنجاب جیسی ریاستوں میں 0-14 سال کی عمر کے بچوں کی فیصد میں 14 نقاط سے زیادہ کی کمی واقع ہوئی۔ اس کے برعکس، بہار اور اترپردیش میں اسی عمر کے گروپ میں 5 نقاط سے کم کی کمی دیکھی گئی۔ راجستھان میں 8 نقاط کی کمی ریکارڈ کی گئی، اور مدھیہ پردیش میں 7.4 نقاط کی کمی واقع ہوئی۔

1961 سے 2011 تک کے پچاس سالوں کے دوران، کیرالہ اور کرناٹک میں 15-59 سال کی عمر کے گروہ میں 12 پوائنٹس سے زیادہ کا اضافہ ہوا۔ دیگر ریاستیں میں جن میں کام کرنے والی عمر کی آبادی کے فیصد میں قابل ذکر اضافہ دیکھا گیا ان میں گجرات، آندھرا پردیش، پنجاب، مہاراشٹر، مغربی بنگال، اور تمل ناڈو شامل ہیں۔ ان تمام ریاستوں میں 15-59 عمر کی آبادی کا فیصد 60 سے اوپر ہے۔ اس کے برعکس، گنجان آباد شمالی ریاستوں جیسے اترپردیش، بہار، اور مدھیہ پردیش نے اس عرصے کے دوران اپنی کام کرنے کی عمر والوں کی آبادی میں معمولی اضافہ دیکھا۔ 2011 تک، راجستھان اور مدھیہ پردیش میں کام کرنے کی عمر کے زمرے میں ان کی آبادی کا صرف 58 فیصد تھا، جب کہ اترپردیش اور بہار میں بالترتیب 56 فیصد اور 52 فیصد کا تناسب تھا۔

یہ اعداد و شمار مختلف ہندوستانی ریاستوں میں زرخیزی کی شرح میں نمایاں تفاوت ظاہر کرتے ہیں۔ توقع یہ ہے کہ ریاستوں میں زرخیزی کے اس فرق کی بناپر ہندوستان مزید کچھ دہوں تک آبادیاتی منافع حاصل کرسکتا ہے۔ شمالی ریاستوں کا، جو پہلے آبادیاتی تبدیلیوں میں پیچھے رہی ہیں، مستقبل میں اس منافع میں ان کا سب سے زیادہ حصہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جنوبی اور مغربی علاقوں کی ریاستوں نے

بڑی حد تک اپنی آبادیاتی تحویل (Demographic Transition) مکمل کرلی ہے، جب کہ شمال کی ریاستوں نے ایسا نہیں کیا۔ مثال کے طور پر، جیسا کہ جدول 6.1 میں دکھایا گیا ہے، 2011 میں، بہار، مدھیہ پردیش، راجستھان، اور اتر پردیش جیسی ریاستوں میں 0-14 کے درمیان آبادی کا تناسب کافی زیادہ تھا، جبکہ کیرالہ تمل ناڈو جیسی جنوبی ریاستوں اور کرناٹک، مہاراشٹر، اور گجرات جیسی مغربی ریاستوں میں نمایاں طور پر کم تھا۔ نتیجتاً، شمالی ریاستوں سے توقع کی جاتی ہے کہ ان کے جنوبی اور مغربی ہم منصبوں کے مقابلے زیادہ افراد کام کرنے کی عمر کے زمرے میں داخل ہوں گے، جو تجویز کرتے ہیں کہ ہندوستان کی کم ترقی یافتہ ریاستوں میں معاشی ترقی میں مسلسل اضافہ ممکن ہے۔

آبادیاتی منافع کا ایک اہم عامل گرتا انحصار کا تناسب ہے۔ انحصار کا حساب کام نہ کرنے کی عمر والوں کی آبادی (0-14 اور 60 سال سے زائد عمر) کے کام کرنے کی عمر والوں کی آبادی (عمر 15-59) کے تناسب سے لگایا جاتا ہے۔ 1971 میں 0.9 سے کم ہو کر، انحصار کا تناسب 1991 میں 0.79، 2001 میں 0.75، اور 2011 تک کم ہو کر 0.65 ہو گیا۔ آبادی کے تخمینے پر تکنیکی گروپ (Technical Group on Population Projections) کے مطابق تناسبِ انحصار میں یہ کمی صنعتی ممالک اور چین کے رجحانات کے بالکل برعکس ہے جہاں انحصار کا تناسب بڑھ رہا ہے۔ ہندوستان کا کم اور گرتا ہوا انحصار کا تناسب مسابقتی برتری فراہم کرتا ہے اور ممکنہ طور پر ملک کے مسابقتی موقف کو تقویت بخشے گا۔

ہندوستان کی آبادیاتی ترکیب اس طرح آبادیاتی منافع کے لحاظ سے ایک قابل قدر موقع پیش کرتی ہے۔ 2020 میں، ہندوستان میں اوسط عمر تقریباً 29 سال تھی، جو چین، ریاستہائے متحدہ میں 45 سال، مغربی یوروپ اور جاپان میں 48 سال سے نمایاں طور پر کم تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ صدی کی دوسری دہائی کے آخر تک، ہندوستان ایک بڑی اور بڑھتی ہوئی افرادی قوت کھڑی کرنے میں کامیاب ہو جائے گا جو غیر متوقع ترقی اور خوشحالی پیدا کر سکتی ہے۔ آبادی کے تخمینے پر تکنیکی گروپ نے اندازہ لگایا ہے کہ 2001 میں، 102.9 کروڑ کی کل آبادی میں سے، 61.9 کروڑ (60.2%) کی عمریں 15-65 سال کے درمیان تھیں۔ ان اعداد و شمار کے 2021 تک بڑھ کر 90.8 کروڑ (کل آبادی کا 67.8%) اور 2026 تک بڑھ کر 95.7 کروڑ (کل آبادی کا 68.4%) ہونے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہندوستان کے پاس کام کرنے والوں کی ایک بڑی آبادی ہو گی۔

کے نونیتھم (K. Navaneetham) کے مطابق نوجوانوں کی آبادی (15-24 سال) کے تناسب میں کمی واقع ہو گی، جبکہ پختہ عمر کی افرادی قوت کا طبقہ پھیلے گا۔ اس تبدیلی سے نئے روزگاروں کی تخلیق کی کم ضرورت ہو گی، جو ممکنہ طور پر بے روزگاری میں کمی کا باعث ہو گا۔ اس کے علاوہ، اعلیٰ بچت کی شرح اور ٹیکس آمدنی میں اضافہ سرمایہ کاری کی صلاحیت کو بڑھا سکتا ہے اور سماجی اقدامات کی مالی اعانت کو بڑھا سکتا ہے۔ 50 سے 64 سال کی آبادی کے بڑھتے ہوئے تناسب سے بھی بچت کی شرح میں اضافہ متوقع ہے کیونکہ اس زندگی کے مرحلے میں عام طور پر آمدنی زیادہ اور صرف کی سطح کم ہوتی ہے۔

2016-17 کا معاشی سروے، تاہم، متنبہ کرتا ہے کہ ہندوستان تیزی سے اپنے آبادیاتی منافع کے عروج تک پہنچ رہا ہے۔ سروے میں اضافی معاشی نمو کا جائزہ لیا گیا ہے جو صرف گزشتہ دہائی کے دوران آبادیاتی عوامل سے منسوب ہے اور اس کی اگلی چار دہائیوں کے لیے پیش گوئی کرتا ہے۔ آبادیاتی عوامل کی وجہ 2011-2020 کی دہائی میں اعلیٰ ترین شرح 2.6 فیصد پوائنٹس تک پہنچنے کا حساب لگایا گیا ہے، جس

کے بعد اس کے کم ہونے کی امید ہے۔ مثال کے طور پر، 2020 کے لیے متوقع نمو میں تقریباً 1.8 فیصد پوائنٹس کے اضافے کی پیش گوئی کی گئی۔ سروے واضح کرتا ہے کہ آبادیاتی منافع میں کمی تو ہوگی لیکن یہ منفی نہیں ہوگا بلکہ نمو پر اس کے مثبت اثرات کم ہوتے جائیں گے۔

6.2.2 آبادیاتی منافع اور مہارت کی کمی (Demographic Dividend and Skill Deficit)

آبادیاتی منافع کے تصور کے ناقدین کا استدلال ہے کہ اگرچہ آبادی کی ترکیب عمری میں تبدیلیاں مزدور طاقت کی رسد میں ممکنہ اضافے کے امکانات دکھاتی ہے، لیکن ان امکانات کا منافع بخش استعمال ملک کی پالیسی فریم ورک پر منحصر ہے۔ ہندوستان کے معاملے میں، درج ذیل نکات اہم ہیں:

ایک، ہندوستان صحت اور تعلیم میں کافی پیچھے ہے، جو بڑھتی ہوئی افرادی قوت کو اعلیٰ معیار کی افرادی قوت میں تبدیل کرنے میں رکاوٹ ہے۔

دو، ہندوستان میں معاشی نجکاری کے دور میں روزگار بن نمو (Jobless Growth) کی وجہ سے بڑھتی آبادی سے آبادیاتی منافع کا حصول مشکل ہو گیا ہے بلکہ اس بڑھتی آبادی سے بے روزگاری بڑھنے کا خطرہ زیادہ ہے۔ سی پی چندر شیکھر کا دعویٰ ہے کہ آبادیاتی منافع کا مفروضہ اس حقیقت کو نظر انداز کرتا ہے کہ دستیاب کارکنوں کی محض موجودگی خود بخود نمو کا باعث نہیں بنتی۔ ہندوستان میں اس بات کے امکانات ہیں کہ آبادی میں اضافے کا زیادہ حصہ غیر ہنر مند اور روزگار کا اہل نہ ہو، اور بازار کچھ ایسا نہ کر سکے جس سے ان افراد کو ہنر اور روزگار فراہم ہو۔ ہنر کی تربیت اور روزگار میں سرمایہ کاری کے بغیر، آبادیاتی تحویل (Demographic Transition) کا ممکنہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ گیارہواں پانچ سالہ منصوبہ مہارت کی ترقی کی اہمیت پر زور دیتا ہے، یہ بتاتے ہوئے کہ اگر ہندوستان اسے صحیح طریقے سے انجام دیتا ہے، تو اس سے آبادیاتی منافع کا فائدہ ہوگا۔ اس میں ناکامی سے ملک کو آبادیاتی خوفناک خواب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

یو این پاپولیشن فنڈ (UN Population Fund) نے (State of World Population Report, 2005) میں نوٹ کیا کہ ہندوستان ایک نازک موڑ پر ہے، اس کی نوجوان آبادی کو ایک منفرد موقع پیش کیا گیا ہے۔ بہر حال، ہندوستان میں خواتین کی حالت اس آبادیاتی منافع سے فائدہ اٹھانے کی قوم کی صلاحیت میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ اس وقت، ہندوستان متاثر کن معاشی نمو حاصل کر رہا ہے جس کا مطلب ہے کہ اس ملک کے پاس اس آبادی کے لیے تعلیم اور طبی نگہداشت میں سرمایہ کاری کرنے کے لیے کافی وسائل موجود ہیں جو انھیں ہنر مند اور روزگار کے قابل بنائے گی۔ اس آبادی کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے لیے وسائل موجود ہیں۔ یہ صنفی برابری کے بغیر جاری رہے گا۔ ہندوستان میں یو این ایف پی اے (UNFPA) کے نمائندے، ہینڈرک وان ڈیرپال نے اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ روزگار کے مواقع کے بغیر، آبادیاتی مواقع ختم ہو جائیں گے، جس کے نتیجے میں ایک ایسی افرادی قوت پیدا ہوگی جو صرف نچلی سطح کی ملازمتوں کے قابل ہوگی۔

2013 میں اپنی افتتاحی انسانی سرمایہ رپورٹ (Human Capital Report) میں ورلڈ اکنامک فورم نے انسانی سرمایہ اشاریہ (Human Capital Index) کا استعمال کرتے ہوئے 122 ممالک کی درجہ بندی کی، جس میں تعلیم، صحت اور تندرستی، افرادی قوت

اور روزگار، اور ساز گار ماحول میں ان کی مزدور قوتوں کی معاشی صلاحیت کا اندازہ لگایا گیا۔ ہندوستان 78ویں نمبر پر تھا جو اس کے آبادیاتی منافع کے فوائد سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت میں کافی فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ آبادیاتی منافع سے فائدہ اٹھانے کے کلیدی شعبے، جیسے تعلیم اور صحت اور تندرستی میں ہندوستان بالترتیب 63ویں اور 112ویں نمبر پر تھا۔ رپورٹ میں ہندوستان کی صحت اور تندرستی میں نیچے ہونے کی وجہ غذائیت کی کمی، ناقص صفائی ستھرائی، اور صحت کے اشاریوں میں بڑا صنفی فرق ہے۔ درحقیقت، رپورٹ کا مطالعہ انسانی سرمائے کی ترقی سے متعلق عملی طور پر تمام پہلوؤں میں وسیع صنفی فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ تفاوت بتاتا ہے کہ ممکنہ افرادی قوت کا تقریباً نصف اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ وہ مؤثر طریقے سے اپنا حصہ ڈال سکے اور ممکنہ طور پر آبادیاتی مواقع کو ضائع کر رہا ہے۔ اس سے بہت ممکن ہے کہ ہندوستان اپنے آبادیاتی منافع کو ضائع کر دے۔

6.2.3 بڑھتی بے روزگاری اور آبادیاتی منافع کا خاتمہ

(Increasing Unemployment and Collapsing Dividend)

حالیہ برسوں میں نوجوانوں میں بے روزگاری کی شرح میں واضح اضافہ دیکھا گیا ہے۔ جنوری 2017 میں 19-15، 24-20 اور 25-29 سال کی عمر کے گروپوں کے لیے بے روزگاری بالترتیب 27.34 فیصد، 21.65 فیصد اور 8.73 فیصد تھی۔ نومبر 2019 تک، یہ اعداد و شمار 40.92 فیصد، 39.23 فیصد اور 10.03 فیصد تک بڑھ گئے تھے۔

مزید برآں، افرادی قوت کی شرکت کی شرح میں کمی واقع ہوئی ہے، جو 45.26 فیصد سے کم ہو کر 42.3 فیصد رہ گئی ہے۔ یہ میٹرک کام کرنے کی عمر کی آبادی کے حصے کی پیمائش کرتا ہے جو با روزگار ہے یا فعال طور پر روزگار کی تلاش میں ہے۔ گرتی ہوئی شرح سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کی ایک قابل ذکر تعداد نے روزگار کی تلاش بند کر دی ہے، پھر بھی بے روزگاری میں اضافہ جاری ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں روزگار کی تخلیق نہیں ہو رہی ہے۔ سوال اٹھتا ہے کہ اگر روزگار پیدا نہیں ہو رہا، تو ہر ماہ ہندوستان کی افرادی قوت میں داخل ہونے والے لاکھوں افراد (جو ہمارے آبادیاتی منافع کی بنیاد ہیں) کیا کریں گے؟

درج بالا وجوہات کو دیکھتے ہوئے ویک کول (Vivek Kaul) نے حال ہی میں کہا کہ ہندوستان آبادیاتی منافع ختم ہو رہا ہے۔ اس رجحان کا مقابلہ کرنے کے لیے، کچھ ریاستی حکومتیں مقامی باشندوں کے لیے روزگار محفوظ کر رہی ہیں، جس کا مقصد ریاست کے اندر روزگار کے لیے مسابقت کو کم کرنا ہے۔ تاہم، کول نے ان اقدامات کو ایک متضاد نقطہ نظر کے طور پر بیان کیا ہے جو متحدہ ہندوستان کے بنیادی تصور کو نقصان پہنچاتا ہے۔

6.2.4 عمر رسیدہ آبادی کے چیلنجز (Challenges of an Ageing Population)

ایک نوجوان سے عمر رسیدہ آبادی میں تبدیلی ہندوستان کے لیے نئے چیلنجوں کا ایک مجموعہ پیش کرتی ہے۔ 2011 سے UNPF کی رپورٹ کے مطابق، ہندوستان کی بزرگ آبادی کے 2026 تک 90 ملین سے بڑھ کر 173 ملین اور 2050 تک 325 ملین تک پہنچنے کا امکان ہے۔ 60 سال سے زیادہ عمر کے افراد 2050 تک کل آبادی کا 20 فیصد ہو جائیں گے۔ یہ آبادیاتی تبدیلی بڑھتے ہوئے آبادیاتی بوجھ کی نشاندہی

کرتی ہے۔ انیل پدمنابھن (Anil Padmanabhan) اسے ایک "سوشل ٹائم بم" سے تشبیہ دیتے ہیں جہاں ایک چھوٹی کام کرنے والی آبادی بہت بڑے بوڑھے گروہ کو سہارا دیتی ہے، جو اس وقت مغربی ممالک کو درپیش ایک چیلنج ہے۔ دوسری سب سے بڑی عالمی آبادی کے ساتھ ترقی پذیر ملک ہندوستان کے لیے صورت حال خاصی پریشان کن ہے۔

اس کی روشنی میں، سونلدے دیسائی (Sonalde Desai) مضبوط پالیسیوں کو لاگو کرنے کی اہمیت پر زور دیتی ہیں جو نہ صرف آج قوم کو فائدہ پہنچائیں گی بلکہ اسے مستقبل کے آبادیاتی حقائق کے لیے بھی تیار کریں گی۔ کلیدی توجہ کے شعبوں میں شامل ہیں:

1. روزگار کی پالیسی میں بڑی عمر کی آبادی کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کرنے کی ضرورت کو مد نظر رکھنا ہوگا۔ یہ ضروری ہوگا کہ پرانے کارکنوں کو ممکنہ وسائل کے طور پر دیکھا جائے اور ان کے لیے سماجی شعبوں میں مواقع پیدا کیے جائیں۔
2. طبی نگہداشت کے بڑھتے ہوئے اخراجات کا انتظام عمر رسیدہ معاشرے کا دوسرا چیلنج ہے۔ اس چیلنج سے نمٹنے کے لیے جدید صحت کی دیکھ بھال کا مالیاتی ڈھانچہ بنانے کی ضرورت ہوگی۔
3. تیسرا اہم مسئلہ ریٹائرمنٹ کے لیے بچت کرنے کی صلاحیت کو بڑھانا ہے۔ یہ تعلیم کے معیار کو بہتر بنا کر حاصل کیا جا سکتا ہے، جس سے زیادہ پیداوار، آمدنی اور بچت ہوگی۔

مزید برآں، ہندوستان کی عمر رسیدہ آبادی کو مناسب طور پر سہارا دینے کے لیے ایک مضبوط سماجی تحفظ کے نظام کا قیام بہت ضروری ہے۔ اس میں ایک ٹھوس ڈھانچہ ترتیب دینا شامل ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ بزرگ آبادی کی مستقبل کی ضروریات کو مستدام طریقے سے پورا کیا جائے۔

6.3 شہری کاری اور ترقی کا عمل (Urbanization and Economic Development)

شہری کاری کو ترقی کی پہچان سمجھا جاتا ہے۔ معاشی طور پر جمود کا شکار معاشروں میں، شہری مراکز میں روزگار کے مواقع کی کمی کی وجہ سے شہری کاری سست ہوتی ہے۔ ایسی معیشتوں میں نقل مکانی کرنے والے دیہی علاقوں سے معاشی اور سماجی دباؤ کی وجہ سے مجبور ہو کر شہر کا رخ کرتے ہیں نہ کہ اس وجہ سے کہ انہیں شہری زندگی پر کشش محسوس ہوتی ہے۔ اس کے برعکس، تیزی سے ترقی کرتی ہوئی معیشتوں میں، نئی صنعتوں اور متعلقہ خدمات سے مسلسل روزگار کی تخلیق سے شہری کاری کی رفتار تیز ہوتی ہے، جس سے شہروں کی معاشی کشش خاصی مضبوط ہوتی ہے۔ شہری کاری کا یہ رجحان عام طور پر صرف اس وقت سست ہوتا ہے جب کسی ملک کی آبادی کا ایک بڑا حصہ شہری بن جاتا ہے۔

1. شہری علاقے کی تعریف (Definition of Urban Area)

ہندوستان میں، 1971 کی مردم شماری کے بعد سے، شہری علاقے کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

1) میونسپلٹی، کارپوریشن، کنٹونمنٹ بورڈ، یا مطلع شدہ ٹاؤن ایریا کمیٹی وغیرہ کے ساتھ کوئی بھی جگہ۔
2) وہ تمام دیگر جگہیں جو ان معیارات پر پورا اترتی ہیں:

(i) کم از کم آبادی 5,000؛ (ii) کم از کم 75% کام کرنے والی مرد آبادی غیر زرعی شعبے ہو اور (iii) آبادی کی کثافت کم از کم 400 افراد فی مربع کلو میٹر ہو۔

پہلی قسم کے تحت شہری علاقوں کو قانونی قصبوں (Legal Towns) کے نام سے جانا جاتا ہے، جب کہ دوسرے زمرے کے تحت مردم شماری والے قصبے (Census Towns) ہیں۔

درجہ	آبادی
I	100000
II	50,000 - 99,999
III	20,000 - 49,999
IV	20,000 - 49,999
V	5,000 - 9,999
VI	5,000 سے کم

2. شہر اور شہری جھرمٹ (Cities and Urban Agglomerations)

ہندوستانی مردم شماری نے شہروں اور شہری جھرمٹ کو آبادی کی بنیاد پر چھ سائز کی کلاسوں میں مزید درجہ بند کیا ہے جس میں 1,00,000 اور اس سے اوپر کی آبادی کی بستیوں کو شہر اور اس سے نیچے والوں کو قصبے (Towns) کہا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے سائز کے قصبوں (یعنی جن کی آبادی 20,000 اور 99,999 کے درمیان ہو) کو درمیانے قصبے کہا جاتا ہے، جبکہ باقیوں کو چھوٹے قصبے کہا جاتا ہے۔ اکثر، بہت سے درمیانے قصبے خاص طور پر دوسرے درجے کے قصبے (جن کی آبادی 50,000 سے 99,9999 کے بیچ ہو) آبادی میں قدرتی اضافے اور نقل مکانی کی وجہ سے ہر مردم شماری کے ساتھ پہلے درجے کے زمرے (یعنی شہروں کے زمرے) میں آجاتے ہیں۔

ٹاؤن گروپس (Town Groups) کا تصور 1951 کی مردم شماری میں قریب قریب واقع شہروں کے گروہ کی نشاندہی کرنے کے لیے متعارف کرایا گیا تھا۔ ٹاؤن گروپ قصبوں کا ایسا گروہ ہے جو ایک دوسرے کے اتنے قریب ہوں کہ وہ واحد شہری آبادی یا علاقہ بن جائے۔ 1971 میں شہری جھرمٹ (Urban Agglomeration-UA) کا تصور متعارف کرایا گیا تھا۔ شہری جھرمٹ درج ذیل صورتوں میں بنتا ہے:

a. ایسا شہر جو اپنے نواحی علاقوں تک پھیل جاتا ہے (اس طرح کہ یہ پھیلاؤ شہر کی قانونی حدود سے باہر چلا جاتا ہے لیکن ملحقہ گاؤں یا دیہات کی حدود میں آتا ہے)؛

b. درج بالا ہی کی طرح کوئی قصبہ یا دو یا دو سے زائد ملحقہ قصبے پھیل جاتے ہیں۔

c. ایک شہر اور ایک یا ایک سے زائد ملحقہ قصبے اس طرح پھیل جاتے ہیں کہ وہ ایک مسلسل آبادی بناتے ہیں۔

6.4 ہندوستان میں شہری کاری کے رجحانات (Urbanization Trends in India)

آیئے پہلے شہری نمو (Urban Growth) اور شہری کاری (Urbanization) کے درمیان فرق سمجھ لیں۔ شہری نمو سے مراد شہری علاقوں میں آبادی میں خالص اضافہ ہے، جب کہ شہری کاری کل آبادی کے نسبت شہری آبادی میں متناسب اضافے کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ آبادی میں قدرتی اضافے کی وجہ سے شہری آبادی میں خاطر خواہ اضافہ ہو۔ اگر، تاہم، شہری آبادی کی نمو کی شرح دیہی آبادی کی نمو کی شرح کے برابر ہے اس طرح شہری آبادی کے اصل فیصد میں تبدیلی نہ ہو تو اس صورت میں شہری نمو تو ہوئی لیکن یہ شہری

کاری نہیں ہوگی۔ مثال کے طور پر اگر شہری آبادی میں 10 فیصد کا اضافہ ہوتا ہے لیکن دیہاتی آبادی میں بھی 10 فیصد کا اضافہ ہوتا ہے تو اس صورت میں شہری آبادی اور کل آبادی کے تناسب میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ اسے شہری نمو کہیں گے شہری کاری نہیں۔ اگر دوسری طرف، دیہی آبادی کے مقابلے شہری آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوتا ہے اس طرح کہ ملک کی کل آبادی میں شہری آبادی کا فیصد مسلسل بڑھتا جاتا ہے تو یہ اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ شہری کاری ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر شہری آبادی میں 10 فیصد کے اضافے کے ساتھ دیہاتی آبادی میں صرف 5 فیصد کا اضافہ ہوتا ہے تو یہ شہری کاری ہوگی۔

ہندوستان میں، شہری نمو نے 1911 کے بعد سے مسلسل دیہی نمو کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، جو کہ ایک صدی سے زیادہ عرصے سے شہری کاری کے جاری رجحان کی نشاندہی کرتا ہے۔ پچھلے 110 سالوں میں شہری کاری کے رجحانات کا تجزیہ کرتے ہوئے، مدت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: 1901-1951 اور 1961-2011۔ یہ تقسیم 1961 میں شہری بستیوں کی تعریف میں تبدیلی کی وجہ سے ضروری ہے، جو زیادہ محدود تھی اور 1951 کی مردم شماری میں کئی قصبے اس وجہ سے قصبوں کی فہرست سے خارج ہو گئے۔

1. 1901-51 میں شہری کاری کے رجحانات

1901 میں ہندوستان کی شہری آبادی 25.9 ملین تھی جو 238.4 ملین کی کل آبادی کا 10.9 فیصد تھی۔ 1931 میں شہری آبادی بڑھ کر 33.5 ملین ہو گئی جو ملک کی کل آبادی یعنی 279.0 ملین کی کل آبادی کا 12.0 فیصد تھی۔ 1951 تک ہندوستان کی شہری آبادی بڑھ کر 62.4 ملین ہو گئی اور کل آبادی کی 17.3 فیصد تھی۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ 1951 میں ہندوستان میں ہر چھ میں سے تقریباً ایک شخص شہری علاقے میں مقیم تھا۔ جہاں تک شہری آبادی کی شرح نمو کا تعلق ہے، یہ بیسویں صدی کی پہلی دہائی (1900-11) میں دیہی آبادی کی شرح نمو سے کم تھی لیکن دیگر تمام دہائیوں میں دیہی آبادی کی شرح نمو سے کافی زیادہ رہی۔ مثال کے طور پر، 1911-21 میں شہری آبادی کی دس سالہ شرح نمو 8.5 فیصد تھی جبکہ دیہی آبادی کی شرح نمو 1.3 فیصد تھی۔ اگلی تین دہائیوں کے دوران شہری آبادی کی دس سالہ شرح نمو بالترتیب 19.2 فیصد، 31.9 اور 41.2 فیصد رہی۔ اس کے مقابلے میں، ان دہائیوں میں دیہی آبادی کی دس سالہ شرح نمو بالترتیب محض 10.0 فیصد، 11.8 فیصد اور 8.8 فیصد رہی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ 1911-51 کے عرصے میں، شہری کاری کی رفتار میں اضافہ ہوا۔ درحقیقت، 1941-51 میں شہری دیہی نمو کا فرق (Urban-Rural Growth Differential-URGD) 32.4 تھا۔

2. 1961-2011 میں شہری کاری کے رجحانات

گزشتہ 50 سالوں یعنی، 1961 سے 2011 کے بیچ، ہندوستان میں شہری کاری میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں، جن کی تفصیل جدول 6.2 میں ہے۔ جدول سے کچھ اہم مشاہدات درج ذیل ہیں:

جدول 6.2: شہری کاری رجحانات

سال	کل آبادی	دیہی آبادی	سابقہ مردم شماری کے مقابلے اضافہ	شہری آبادی	سابقہ مردم شماری کے مقابلے اضافہ	شہری آبادی کل آبادی کا فیصد	دیہی آبادی کی دس 10 سالہ شرح نمو	شہری آبادی کی دس 10 سالہ شرح نمو	شہری-دیہی نمو کا فرق
1961	439.2	360.3	--	78.9	--	18.0	--	--	--

1971	548.2	439.0	78.7	109.1	30.2	19.9	21.8	38.3	16.5
1981	683.3	523.9	84.9	159.5	50.4	23.3	19.9	46.2	26.9
1991	846.3	628.7	104.8	217.6	58.1	25.7	20.0	19.3	16.4
2001	1,028.7	742.5	113.8	286.1	68.5	27.8	18.1	36.4	13.4
2011	1,210.2	833.1	90.6	377.1	91.0	31.2	12.2	31.5	19.6

ماخذ: مردم شماری 2011

شہری آبادی میں اضافہ: 1961 میں، ہندوستان کی شہری آبادی 78.9 ملین تھی، جو کل آبادی کا 18.0 فیصد تھی۔ 2011 تک، یہ تعداد بڑھ کر 377.1 ملین تک پہنچ گئی، جو کل آبادی کا 31.2 فیصد ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں تقریباً تین میں سے ایک شخص اب شہری علاقوں میں رہتا ہے۔ 2030 کے تخمینوں کے مطابق شہری آبادی مزید بڑھ کر 600 ملین ہو جائے گی، جو کہ 1,400 ملین کی تخمینہ شدہ کل آبادی کا 42.8 فیصد ہو گی۔

10 سالہ شرح نمو: شہری آبادی کی شرح نمو مسلسل ہر دہائی کے دوران دیہی آبادی سے زیادہ رہی۔ مثال کے طور پر، 2001 سے 2011 کی دہائی کے دوران، شہری آبادی میں 31.8 فیصد اضافہ ہوا، جب کہ دیہی آبادی میں صرف 12.2 فیصد اضافہ ہوا۔

اعلی شہری نمو کی شرح: سب سے تیز شہری نمو کی شرح 81-1971 کی دہائی کے دوران ہوئی جب یہ 46.2 فیصد تھی۔ یہ شرح 1980 کی دہائی میں 36.4 فیصد، 1990 کی دہائی میں 31.5 فیصد، اور 2001 سے 2011 کی دہائی میں قدرے کم ہو کر 31.2 فیصد تھی۔

شہری-دیہی نمو کا فرق (URGD): 81-1971 کے دوران شہری آبادی کی نمو سب سے یعنی 46.2 فیصد تھی جبکہ دیہی آبادی میں 19.3 فیصد اضافہ ہوا۔ نتیجتاً، اس مدت کے دوران URGD اپنی اعلی ترین سطح یعنی 26.9 پر پہنچ گیا۔ 2011 میں یہ 19.6 تھا۔

دیہی کے مقابلے شہری آبادی میں زیادہ اضافہ: آزادی کے بعد پہلی بار شہری آبادی میں اضافہ (2001 سے 2011 تک 91.0 ملین افراد کا اضافہ) دیہی آبادی میں اضافے (90.6 ملین) سے زیادہ تھا۔

ہندوستان کی شہری آبادی میں حالیہ اضافے کو تین اہم عوامل سے منسوب کیا جا سکتا ہے: (1) شہری علاقوں میں آبادی میں قدرتی اضافہ، (2) دیہی علاقوں سے شہری علاقوں کی طرف ہجرت، اور (3) بستیوں کی دیہی سے شہری میں درجہ بندی۔ ان عوامل میں سے ہر ایک نے پچھلی دہائی میں شہری آبادی میں اضافے میں اہم کردار ادا کیا۔ جینتی گھوش کے مطابق تیسرے عامل یعنی دوبارہ درجہ بندی نے خاص طور پر قابل ذکر اثر ڈالا ہو گا کیوں کہ تازہ ترین مردم شماری میں شہری بستیوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔

2001 سے 2011 تک، شہری بستیوں کی تعداد 5,161 سے بڑھ کر 7,935 ہو گئی، جو 54 فیصد کے اضافے کو دکھاتا ہے جو شہری آبادی میں 31.8 فیصد اضافے سے کافی زیادہ ہے۔ ماضی کی شرحوں کے مقابلے میں شہری بستیوں میں یہ اضافہ اور بھی قابل ذکر ہے: جہاں پوری 20ویں صدی میں صرف 2,541 نئے قصبے شامل کیے گئے، 2011 سے 2011 کی دہائی میں 2,771 قصبوں کا اضافہ ہوا۔

قصبوں کی تعداد میں اس اضافے کی ایک اہم وجہ مردم شماری والے قصبوں میں اضافہ رہا ہے، جو ایسے علاقے ہیں جنہیں سرکاری طور پر قانونی لحاظ سے شہری تسلیم نہیں کیا گیا ہے لیکن وہ مردم شماری کے طے کردہ شہری معیار پر پورا اترتے ہیں۔ 2001 میں، 5,161

قصبوں میں سے 3,799 قانونی قصبے اور 1,362 مردم شماری والے قصبے تھے۔ 2011 تک، قصبوں کی کل تعداد بڑھ کر 7,935 ہو گئی، جس میں 4,041 قانونی قصبے اور 3,894 مردم شماری والے قصبے شامل ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ قانونی قصبوں کی تعداد میں صرف 242 کا اضافہ ہوا، جبکہ مردم شماری والے قصبوں کی تعداد میں 2,532 کا اضافہ ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نئے قصبوں میں 90% مردم شماری والے قصبے تھے۔

6.5 شہری کاری کا علاقائی رجحان (Regional Pattern of Urbanization)

2011 کی مردم شماری جنوبی ہندوستان میں شہری کاری کی طرف ایک اہم رجحان کو اجاگر کرتی ہے، جہاں آندھرا پردیش کو چھوڑ کر ان کی 35% سے زیادہ آبادی شہری علاقوں میں رہتی ہے۔ تمل ناڈو ان میں سب سے آگے ہے جس کی تقریباً نصف آبادی (48.5%) شہری علاقوں میں رہتی ہے۔ کیرالہ کی 47.5%، کرناٹک کی 38.6% اور آندھرا پردیش کی 33.5% آبادی شہری علاقوں میں رہتی ہے۔

دیگر ریاستوں میں تیزی سے شہری کاری کا مظاہرہ کرنے والی ریاستوں میں ہریانہ، پنجاب، اتراکھنڈ، مغربی بنگال اور منی پور شامل ہیں۔ گجرات اور مہاراشٹر پہلے ہی 2001 تک 35 فیصد شہری آبادی کے نشان کو عبور کر چکے تھے۔ 2011 تک یہ تعداد بالترتیب 42.6 فیصد اور 45.2 فیصد تک پہنچ گئی۔

شہری آبادیوں میں مطلق تعداد پر غور کریں تو، مہاراشٹر 50.8 ملین شہری باشندوں کے ساتھ سب سے آگے ہے، اس کے بعد 44.4 ملین کے ساتھ اتر پردیش دوسرے نمبر پر ہے اور تمل ناڈو 34.9 ملین شہری باشندوں کے ساتھ تیسرے نمبر پر ہے۔

2001 اور 2011 کے درمیان سب سے تیزی سے شہری آبادی میں اضافے والی ریاستوں میں، کیرالہ میں سب سے زیادہ ڈرامائی اضافہ ہوا، جس کی شہری آبادی 26% سے بڑھ کر 47.7% تک پہنچ گئی جو کہ 21.7 فیصد پوائنٹس کا اضافہ ہے۔ سکم اس کے بعد ہے۔ اس کا شہری تناسب 11.1 فیصد سے بڑھ کر تقریباً 25 فیصد ہو گیا، جو کہ 13.9 فیصد پوائنٹس کا اضافہ ہے۔ گوا (Goa) بھی نمایاں شہری نمو کو ظاہر کرتا ہے جس میں شہری آبادی 2011 میں 49.77 فیصد سے بڑھ کر 2011 میں 62.2 فیصد ہو گئی، جو کہ 12.4 فیصد پوائنٹس کا اضافہ ہے۔

6.6 شہروں اور شہری جھرمٹوں کی نمو (Growth of Cities and Urban Agglomerations)

جدول 6.3 کا ڈیٹا 1951 سے ہندوستان میں شہروں اور شہری جھرمٹوں (UAs) کے ارتقا کا خاکہ پیش کرتا ہے، جو بڑے شہروں میں شہری آبادی کے بڑھتے ہوئے ارتکاز کو نمایاں کرتا ہے۔ ابتدائی طور پر، 1951 میں، 72 ایسے شہر تھے جن کی آبادی 1,00,000 سے زیادہ تھی، جو شہری آبادی کا 44.4% بنتے تھے۔ اب یہ تعداد بڑھ کر 468 شہروں تک پہنچ گئی ہے، جہاں اب تقریباً 70% شہری آبادی مقیم ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر 10 میں سے 7 شہری درجہ اول کے شہروں میں رہتے ہیں۔ مزید برآں، پورے ملک کی 21.9% آبادی اب ان درجہ اول کے شہروں میں رہتی ہے، یعنی ہندوستان میں ہر پانچ میں سے ایک شخص کسی بڑے شہر یا شہری جھرمٹ میں رہتا ہے۔

جدول6.3

سال	شہر اور شہری جھرمٹ	آبادی (ملین میں)	شہری آبادی کا فیصد	کل آبادی کا فیصد	10 سالہ شرح نمو
1951	72	27.5	44.6	7.8	65.2
1961	102	39.9	51.4	9.3	45.0
1971	148	61.2	57.2	11.4	53.5
1981	216	94.5	60.4	14.3	54.4
1991	300	140.1	64.9	16.7	48.2
2001	394	193.0	67.6	18.8	37.8
2011	468	264.9	70.0	21.9	37.2

1. دس لاکھ سے زیادہ آبادی والے شہری جھرمٹ (Million Plus Urban Agglomerations)

1971 میں، نو شہری جھرمٹ تھے جن کی آبادی 10 لاکھ سے زیادہ تھی۔ یہ تھے کولکتہ، ممبئی، دہلی اور چنئی، حیدرآباد، احمد آباد، بنگلور، کانپور اور پونے۔ 1981 تک، یہ تعداد بڑھ کر 12 ہو گئی، اور 1991 تک یہ تقریباً دوگنی ہو کر 23 ہو گئی۔ 2001 تک یہ تعداد 35 ہو گئی۔ 2011 تک دس لاکھ سے زیادہ آبادی والے شہری جھرمٹوں کی تعداد 53 ہو گئی جو کہ شہری آبادی کا 43% ہے۔

2. میگا شہر یا مہانگر (Megacities)

اقوام متحدہ نے میگا شہر کو ایسے شہری علاقوں سے تعبیر کیا ہے جن کی آبادی 10 ملین سے زیادہ ہو۔ 2011 ہندوستان میں ایسے تین بڑے شہر تھے: ممبئی UA (18.4 ملین)، دہلی UA (16.3 ملین)، اور کولکتہ UA (14.1 ملین)۔

ممبئی سب سے بڑا UA ہے، اس کے بعد دہلی، جس نے 2001 اور 2011 کی مردم شماری کے درمیان کولکتہ کو پیچھے چھوڑ دیا۔ ان میگا شہروں میں آبادی کی شرح نمو میں گزشتہ دہائی کے دوران کافی کمی آئی ہے۔ ممبئی کی آبادی میں اضافے کی شرح 2001-1991 کے دوران 30.47 فیصد سے کم ہو کر 2011-2001 کے دوران 12.05 فیصد رہ گئی۔ اسی مدت میں دہلی کی شرح نمو 52.24 فیصد سے کم ہو کر 26.69 فیصد ہو گئی، اور کولکتہ کی شرح نمو 19.60 فیصد سے کم ہو کر 6.87 فیصد ہو گئی۔ 2011 تک، ان تینوں میگا شہروں کی مشترکہ آبادی تقریباً 48.8 ملین تھی۔ اکیلے ان تینوں میگا شہروں میں ہندوستان کی کل شہری آبادی کا 13.0 فیصد آباد تھا۔

6.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا اس قابل ہیں کہ:

- آبادیاتی منافع اور معاشی نمو سے اس کے تعلق کی وضاحت کرنا۔
- ان حالات کو بیان کر سکیں جو آبادیاتی منافع سے فائدہ اٹھانے کے لیے ملک کے لیے ضروری ہیں۔
- شہری کاری کے عمل اور ہندوستان میں شہری کاری کا جائزہ لے سکیں۔

6.8 فرہنگ (Glossary)

آبادیاتی منافع Demographic Dividend:-معاشی نمو کی صلاحیت جو آبادی کی عمر کے ڈھانچے میں تبدیلی سے پیدا ہوتی ہے۔

شہری کاری Urbanization:-عمل جس کے ذریعے دیہی علاقے شہری علاقوں میں تبدیل ہوتے ہیں۔

مہانگر Megacity:-شہری علاقے جن کی آبادی 10 ملین سے زیادہ ہو۔

شہری جھرمٹ Urban Agglomerations:-توسیع شدہ شہر یا قصبہ کا علاقہ جس میں تعمیر شدہ علاقہ اور کوئی بھی مضافاتی علاقہ جو مسلسل شہری علاقے سے منسلک ہو۔

مردم شماری شہر Census Town:-ایسی جگہ جسے شماریاتی طور پر شہری علاقہ نہیں سمجھا جاتا لیکن مردم شماری اتھارٹی کے مقرر کردہ کچھ معیارات پر پورا اترتا ہے، جیسے کہ کم از کم 5,000 کی آبادی، کم از کم 75% مرد کام کرنے والی آبادی غیر زرعی کاموں میں مصروف، اور آبادی کی زیادہ کثافت۔

قانونی قصبہ Statutory Town:-قصبہ جسے سرکاری طور پر حکومت کے ذریعے کچھ قانونی قوانین کے ذریعے شہری علاقے کے طور پر تسلیم کیا گیا ہو۔

یو آر جی ڈی URGD:-شہری اور دیہی ترقی کا فرق (Urban Rural Growth Differential)، شہری اور دیہی آبادی کے درمیان شرح نمو میں فرق، یہ بتاتا ہے کہ ایک دوسرے کے مقابلے میں کتنی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

6.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

6.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. آبادیاتی منافع ہے:
   - (a) بڑھتے ہوئے قومی قرض سے مالی فائدہ
   - (b) معاشی نمو کی صلاحیت جو آبادی کی عمر کے ڈھانچے میں تبدیلی کے نتیجے میں ہو سکتی ہے
   - (c) منقسمہ کی ادائیگی جو آبادیاتی سرمایہ کاری سے حاصل ہو
   - (d) درج بالا میں سے کوئی نہیں
2. درج ذیل میں سے کون سا عامل آبادیاتی منافع کا سبب ہے؟
   - (a) عمر رسیدہ افراد کی آبادی میں اضافہ
   - (b) صحت اور تعلیم میں بہتری
   - (c) بے روزگاری کی اعلی شرح
   - (d) انحصار کے تناسب میں اضافہ
3. شہری کاری کیا ہے؟

(a) شہری علاقوں کے حجم میں کمی (b) شہری سے دیہی علاقوں کو لوگوں کی نقل وحرکت

(c) عمل جس سے شہر بنتے اور بڑے ہوتے ہیں (d) دیہی علاقوں میں صنعتی سرگرمیوں کی کمی

4. اقوام متحدہ کے مطابق مہانگر کہتے ہیں ایسے شہر کو جس کی آبادی:

(a) 10لاکھ سے زیادہ ہو (b) 50لاکھ سے زیادہ ہو

(c) 10 ملین سے زیادہ ہو (d) 20 ملین سے زیادہ ہو

5. مندرجہ ذیل میں سے کون سے عوامل شہری ترقی میں معاون ہیں؟

(a) شہری علاقوں میں قدرتی اضافہ۔ (b) دیہی علاقوں سے شہری علاقوں کی طرف ہجرت۔

(c) دیہی علاقوں کی شہری کے طور پر درجہ بندی۔ (d) درج بالا تمام۔

6. عام طور پر دیہی علاقوں کو شہری میں دوبارہ درجہ بندی کرنے سے درج ذیل مسئلہ پیدا ہوتا ہے:

(a) فوری طور پر بنیادی ڈھانچہ بہتر ہوتا ہے۔

(b) آبادی کی کثافت کم ہوتی۔

(c) شہری علاقوں میں مناسب انفراسٹرکچر کی کمی ہو سکتی ہے۔

(d) شہری آبادی کم ہوتی ہے۔

7. 2011تک، ہندوستان میں کتنے مہانگر تھے؟

(a) ایک (b) دو

(c) تین (d) چار

8. ہندوستان کی عمر رسیدہ آبادی کے ساتھ کون سا بڑا چیلنج وابستہ ہے؟

(a) زائد روزگار (b) طبی نگہداشت کی طلب میں کمی

(c) انحصار کے تناسب میں اضافہ (d) شہری کاری میں کمی

9. شہری اور دیہی ترقی کا فرق (URGD) کیا ظاہر کرتا ہے؟

(a) شہری اور دیہی علاقوں کے درمیان مالیاتی فرق

(b) شہری اور دیہی علاقوں کے درمیان آبادی میں اضافے کی شرح میں فرق

(c) شہری اور دیہی علاقوں کے درمیان بنیادی ڈھانچے کی ترقی میں فرق۔

(d) مندرجہ بالا میں سے کوئی نہیں۔

10. 2001 سے 2011 تک ہندوستان کی شہری اور دیہی آبادی کی شرح نمو سے متعلق درست ہے:

(a) شہری اور دیہی شرحیں تقریباً یکساں تھیں۔

(b) دیہی شرح شہری شرح سے بہت زیادہ تھی۔

(c) شہری شرح دیہی شرح سے بہت زیادہ تھی۔

(d) کسی بھی آبادی میں قابل قدر اضافہ نہیں ہوا۔

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	b	b	c	*c*	d	*c*	*c*	c	b	c

6.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. آبادیاتی منافع کسے کہتے ہیں؟
2. عمر رسیدہ آبادی سے متعلق کیا مسائل ہیں؟
3. شہری کاری کسے کہتے ہیں؟
4. ہندوستان میں شہر کی کیا تعریف ہے؟
5. شہری کاری سے وابستہ مسائل کیا ہیں؟

6.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. آبادیاتی منافع کو تفصیل سے بیان کریں۔اس کے معاشی نمو پر اثرات بیان کریں۔
2. مہارت کی کمی کا مسئلہ کیسے آبادیاتی منافع کے فوائد کے کھونے کا سبب بن سکتا ہے؟
3. ہندوستان میں شہری کاری کے رجحانات بیان کریں۔

6.10 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Puri, V. K., Misra, S. K., & Garg, B. (2023). *Indian Economy.* Himalaya Publishing House.

اکائی 7: آبادیاتی پالیسی

(Population Policy)

اکائی کے اجزا:

7.0 تمہید(Introduction)

7.1 مقاصد(Objectives)

7.3 آبادی پالیسی(Population Policy)

7.3.1 پانچ سالہ منصوبوں میں خاندانی منصوبہ بندی

(Family Planning Under Five Year Plans)

7.4 قومی آبادی پالیسی2000(National Population Policy 2000)

7.5 آبادی کی پالیسی کا جائزہ(An Appraisal of Population Policy)

7.6 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

7.7 کلیدی الفاظ(Keywords)

7.8 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

7.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

7.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

7.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

7.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Resources)

7.0 تمہید (Introduction)

ہندوستان میں آبادی سے متعلق پالیسی کئی دہائیوں سے مختلف سماجی، معاشی اور سیاسی عوامل سے متاثر ہوئی ہے۔ آزادی کے بعد سے، ہندوستان کو اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے اہم چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، جس کے اثرات ترقی، وسائل کے انتظام اور سماجی بہبود پر پڑے ہیں۔ ہندوستان کی آبادی پالیسیاں آزادی کے بعد کے ابتدائی سالوں میں خاندانی منصوبہ بندی کے پروگراموں کے تعارف سے لے کر بعد کے سالوں میں صحت، تعلیم اور خواتین کو بااختیار بنانے کے لیے مزید جامع حکمت عملیوں کی عکاسی کرتی ہیں۔ یہ اکائی ہندوستان کی آبادی

پالیسی سے متعلق ہے جس میں آبادی پالیسی کے ارتقا، اس میں اہم تبدیلیوں اور اس کے نفاذ کے اثرات کی وضاحت کی گئی ہے۔

7.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

- آزادی کے بعد کے ابتدائی دور سے لے کر آج تک ہندوستان میں آبادی کی پالیسیوں کے ارتقا کو بیان کرنا۔
- شرح افزائش، صحت کے نتائج، اور سماجی و معاشی ترقی پر ان کے اثرات پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے، دہائیوں کے دوران نافذ کی گئی مختلف حکمت عملیوں کی تاثیر کا جائزہ لینا۔
- آبادی پر قابو پانے کے اقدامات اور سماجی و معاشی عوامل کے درمیان تعامل پر تبادلہ خیال کرنا۔

7.3 آبادی پالیسی (Population Policy)

موجودہ حالات کے پیش نظر ہندوستان کے لیے آبادی کے مثالی سائز کا تعین کرنا مشکل ہے۔ تاہم، اس بات پر عمومی اتفاق رائے ہے کہ موجودہ آبادی ملک کی مستحکم نمو و ترقی کو برقرار رکھنے کے لیے متدام سطح سے زیادہ ہے۔ مزید برآں، گزشتہ 65 سالوں میں آبادی میں تیزی سے اضافے نے بڑی حد تک معاشی نمو کے فوائد کو تقریباً ختم کر دیا ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہندوستانی حکومت نے آبادی میں اس اضافے سے پیدا ہونے والے مسائل کو حل کرنے کے لیے سابقہ اکائیوں میں مذکور معاشی اور سماجی حکمت عملیوں میں سے کسی کو لاگو نہیں کیا۔ اس کے بجائے، خاندانی منصوبہ بندی (Family Planning) پر خصوصی توجہ دی گئی۔ ایک ایسی قوم جس کی ناخواندگی کی مجموعی شرح 26 فیصد ہو، اور خواتین کی ناخواندگی کی شرح اس سے بھی زیادہ (34.5 فیصد) ہو، اس کے لیے صرف خاندانی منصوبہ بندی پر انحصار کے مکمل طور پر موثر ہونے کے امکانات بہت کم ہیں۔ مزید برآں، وسیع پیمانے پر غربت اور بیداری کی عمومی کمی کی وجہ سے ایسے پروگراموں کو نافذ کرنے میں مزید مشکلات پیش آتی ہیں۔ ان چیلنجوں کے باوجود، ہندوستان میں خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام نے آبادی میں اضافے کو اعتدال میں لانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کی ان کوششوں کے بغیر، شاید ہندوستان کی آبادی میں اضافے کی شرح میں بھی ایسی ہی تیزی کے رجحانات دیکھنے کو ملتے جیسے کئی افریقی ممالک میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔

7.3.1 پانچ سالہ منصوبوں میں خاندانی منصوبہ بندی (Family Planning Under Five Year Plans)

1. ابتدائی مراحل میں خاندانی منصوبہ بندی

معاشی منصوبہ بندی کے ابتدائی سالوں میں، خاندانی منصوبہ بندی کا پروگرام طبی نقطہ نظر (Clinical Approach) کے ساتھ چھوٹے پیمانے پر شروع کیا گیا۔ بنیادی زور آبادیات، تولیدی عضویات (Reproductive Physiology)، حوصلہ افزائی، مواصلات، اور طبی خدمات فراہم کرنے کے لیے مرکزی اور ریاستی تنظیموں کی ترقی جیسے شعبوں میں تحقیق پر تھا۔ اس حکمت عملی پر عمل کرتے ہوئے شہری اور دیہی علاقوں میں متعدد خاندانی منصوبہ بندی مراکز (Family Planning Centers) قائم کیے گئے اور

ہسپتالوں اور مراکزِ صحت میں طبی سہولیات بھی دستیاب کرائی گئیں۔ ان اقدامات سے خاندانی منصوبہ بندی کی کوششوں کا آغاز ہوا۔ تاہم، ملک کے وسیع حجم کو دیکھتے ہوئے، بہت سے آبادیاتی ماہرین کا خیال تھا کہ یہ ابتدائی چھوٹے پیمانے کی کوششیں ناکافی تھیں۔

1961 کی مردم شماری کے نتائج میں آبادی میں اضافے کی غیر متوقع طور پر بلند شرح کے انکشاف کے بعد خاندانی منصوبہ بندی کی اہمیت مزید واضح ہو گئی۔ اس کے ردعمل میں، تیسرے پانچ سالہ منصوبے نے واضح کیا کہ آبادی میں اضافے کا استحکام قومی منصوبہ بندی کا ایک اہم پہلو ہونا چاہیے، اور اس مقصد کے حصول کے لیے خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام کو بنیادی حکمت عملی کے طور پر نامزد کیا جانا چاہیے۔ موجودہ طبی نقطہ نظر کی حدود کو تسلیم کرتے ہوئے، حکومت نے توسیعی نقطہ نظر (Extension Approach) کو اپنایا۔

توسیعی نقطہ نظر سے مراد ایسی حکمت عملی ہے جس میں خدمات اور معلومات کو براہ راست کمیونٹیز اور افراد تک پہنچانا شامل ہے۔ یہ عام طور پر افراد کو ان کی صحت اور بہبود کے بارے میں باخبر فیصلے کرنے کے لیے تعلیم دینے اور بااختیار بنانے پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی اور آبادی پر قابو پانے کے تناظر میں، توسیعی نقطہ نظر میں مانع حمل، تولیدی صحت، اور خاندانی منصوبہ بندی کے طریقوں کے بارے میں معلومات کو براہ راست کمیونٹیز تک مختلف ذرائع جیسے کمیونٹی ہیلتھ ورکرز، آؤٹ ریچ پروگرامز، اور تعلیمی مہمات کے ذریعے پھیلانا شامل ہے۔ مقصد بیداری میں اضافہ، صحت مند طرز عمل کو فروغ دینا، اور مانع حمل خدمات تک معاون اور ثقافتی طور پر حساس طریقے سے رسائی فراہم کرنا ہے۔ طبی نقطہ نظر کے برعکس، توسیعی نقطہ نظر خاندانی منصوبہ بندی کی خدمات اور معلومات کو کمیونٹی کے قریب لاتا ہے، اور ان خدمات کو افراد، خاص طور پر دیہی یا کم سہولت والے علاقوں میں رہنے والوں کے لیے زیادہ قابل رسائی بناتا ہے۔ یہ نقطہ نظر تولیدی صحت کے مسائل کو حل کرنے اور رضاکارانہ خاندانی منصوبہ بندی کے طریقوں کو فروغ دینے میں کمیونٹی کی شمولیت، تعلیم، اور بااختیاریت کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی کی مالی اعانت کے لیے فنڈنگ کو 24.84 کروڑ تک بڑھایا گیا لیکن یہ مقدار خاندانی منصوبہ بندی کے لیے ناکافی تھی۔ 1966 میں، وزارت صحت، خاندانی منصوبہ بندی، اور شہری ترقی (Ministry of Health, Family Planning and Urban Development) میں خاندانی منصوبہ بندی کا ایک وقف محکمہ قائم کیا گیا۔ یہ محکمہ، ریاستی سطح کے خاندانی منصوبہ بندی کے محکموں کے ساتھ مل کر کام کر رہا تھا، اس نے ضلعی سطح تک آپریشنز کی سہولت فراہم کی۔ پروگرام نے سابق کی طرح رضاکارانہ نوعیت کو برقرار رکھا، جس سے شرکا کو مانع حمل کے مختلف انتخابات میں سے انتخاب کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس طریقے کو کیفے ٹیریا اپروچ کہا جاتا ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کے تناظر میں کیفے ٹیریا اپروچ (Cafeteria Approach) سے مراد ایسی حکمت عملی ہے جس میں افراد کو مانع حمل طریقوں کی مختلف قسمیں پیش کی جاتی ہیں، جن میں سے وہ اپنی ضروریات، ترجیحات اور صحت کے مطابق بہترین طریقہ منتخب کر سکتے ہیں۔ اس نقطہ نظر کا نام کیفے ٹیریا یا بوفے طرز کے کھانے کے نام پر رکھا گیا ہے جہاں افراد دستیاب کھانے کے اختیارات میں سے انتخاب کرتے ہیں۔ اسی طرح، خاندانی منصوبہ بندی میں کیفے ٹیریا کا طریقہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ شرکا کو متعدد مانع حمل اختیارات جیسے گولیاں، کنڈوم، انٹرا یوٹرن ڈیوائسز (Intrauterine Device-IUDs)، امپلانٹس، نس بندی اور دیگر میں سے انتخاب کرنے کی

آزادی ہو۔

اس پہل کو مزید تقویت دینے کے لیے، عوام میں خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق حوصلہ بڑھانے کے لیے ایک میڈیا مہم شروع کی گئی۔ 1966 اور 1969 کے درمیان، خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام نے فنڈز میں اضافے کے ساتھ زیادہ ہدفی انداز اپنایا۔ تاہم، ان تیز کوششوں کے باوجود، نتائج اب بھی توقعات پر پورا نہیں اتر رہے تھے۔

ہندوستان میں چوتھے پانچ سالہ منصوبے میں خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام پر بہت زیادہ زور دیا گیا، اور اس کے لیے 330 کروڑ روپے کا بجٹ مختص کیا گیا۔ بنیادی مقصد پر عزم تھا: اگلے دس بارہ سالوں میں شرح پیدائش کو 39 فی ہزار سے کم کر کے 25 فی ہزار کرنا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے، اس منصوبے میں خاص طور پر جوڑوں کے لیے ان کے تولیدی سالوں کے اندر وسیع سہولیات پیدا کرنا شامل تھا، تاکہ خاندانی منصوبہ بندی کی خدمات کو مزید قابل رسائی اور موثر بنایا جاسکے۔

پانچویں پانچ سالہ منصوبے کے دوران ایک کلیدی تبدیلی واقع ہوئی۔ حکومت نے خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام کو دیگر صحت کی خدمات، بشمول زچگی اور بچوں کی طبی نگہداشت، اور غذائیت کے پروگراموں کے ساتھ زیادہ بہتر طریقے سے مربوط کرنے کا انتخاب کیا۔ اس مربوط نقطہ نظر کا مقصد خاندانی منصوبہ بندی کی کوششوں کی مجموعی تاثیر کو بڑھاتے ہوئے ہر سطح پر صحت کی مزید جامع خدمات فراہم کرنا تھا۔

مزید، اس منصوبے میں "عمودی پروگراموں[1]" کے کارکنوں (Vertical Program Workers) کو کثیر مقصدی کارکنوں میں تبدیل کرنا شامل تھا۔ ان کارکنوں کو اب ذمہ داریوں کا ایک وسیع مجموعہ سونپا گیا تھا، جس میں خاندانی منصوبہ بندی پر خصوصی توجہ دی گئی تھی، اور خدمت کی فراہمی کے مربوط ماڈل کو سپورٹ کرنے کے لیے ان کے کردار کو وسیع کیا گیا تھا۔

مزید برآں، 1976 کی قومی آبادی کی پالیسی میں متعین جرات مندانہ مقاصد سے متاثر ہو کر، جس کا مقصد آبادی میں اضافے کو نمایاں طور پر روکنا تھا، پانچویں منصوبے نے خاندانی منصوبہ بندی کے لیے 497.36 کروڑ کا اعلی بجٹ مختص کیا۔ فنڈنگ میں یہ اضافہ وسیع تر قومی ترقی کے اہداف کے ایک حصے کے طور پر آبادی میں اضافے کو کنٹرول کو دی گئی اہم اہمیت کی عکاسی کرتا ہے۔

2. قومی آبادی پالیسی، 1976 (National Population Policy 1976)

قومی آبادی پالیسی، جس کا 16 اپریل 1976 کو اعلان کیا گیا تھا، نے آبادی پر قابو پانے کے حوالے سے ہندوستان کی سابقہ حکمت عملیوں سے جدا حکمت عملی کا آغاز کیا۔ ماضی میں، خاندانی منصوبہ بندی کے لیے خالص رضاکارانہ نقطہ نظر کے ساتھ، ترقی، تعلیم، اور آبادی

[1] عمودی پروگرام صحت سے متعلق وہ پروگرام ہیں جو مخصوص بیماریوں یا مسائل پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جیسے ملیریا، ایچ آئی وی / ایڈز، یا خاندانی منصوبہ بندی، اور صحت کے وسیع نظام سے آزادانہ طور پر کام کرتے ہیں۔ عمودی پروگراموں میں کارکن عام طور پر اس مخصوص مسئلے سے متعلق خدمات کی فراہمی میں ہی مہارت رکھتے ہیں۔ ان کارکنوں کی کثیر مقاصد کارکنوں میں تبدیلی کارکنوں کو صرف ایک عمودی پروگرام پر توجہ مرکوز کرنے کے بجائے، صحت اور ترقی کے متعدد مسائل کو بیک وقت حل کرنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ یہ نقطہ نظر صحت اور ترقی کے مختلف شعبوں میں وسائل کے زیادہ موثر استعمال اور خدمات کے بہتر تال میل کی اجازت دیتا ہے۔

میں اضافے کے باہم مربوط ہونے پر زور دیا گیا تھا۔ حکومت کا کردار بنیادی طور پر افراد کو خاندانی منصوبہ بندی میں حصہ لینے کی ترغیب دینا اور ان کو ضروری خدمات فراہم کرنا تھا جو ایسا کرنے کے خواہش مند ہوتے تھے۔

تاہم، 1976 کی پالیسی اس روش سے بالکل ہٹ کر تھی۔ حکومت نے اپنا یہ خیال تبدیل کر لیا کہ ترقی اور خاندانی منصوبہ بندی ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ حکومت کا استدلال تھا کہ آبادی میں تیز اضافہ معاشی ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ نئی پالیسی میں قدرتی طور پر شرح پیدائش میں کمی کا باعث بننے کے لیے تعلیم اور معاشی ترقی کا انتظار کرنے کے بجائے آبادی میں اضافے سے براہ راست نمٹنے کی فوری ضرورت پر زور دیا گیا۔ حکومت کے نقطہ نظر میں یہ تبدیلی حکومت کے پالیسی بیان میں واضح طور پر جھلکتی ہے جو کہتی ہے کہ: ”زرخیزی میں کمی لانے کے لیے تعلیم اور معاشی ترقی کا انتظار کرنا کوئی عملی حل نہیں ہے۔ آبادی میں بہت زیادہ اضافہ معاشی ترقی کو سست اور اس کے حصول کو مزید مشکل بنا دیتا ہے۔ وقت کا اتنا دباؤ ہے، اور آبادی میں اضافہ اتنا شدید ہے کہ ہمیں اس مسئلے پر ایک قومی عزم کے طور پر براہ راست حملے کے ذریعے شیطانی دائرے سے نکلنا ہوگا۔“

یہ تبدیلی ایک زیادہ جارحانہ اور جامع حکمت عملی کے اختیار کرنے کی وجہ بنی۔ حکومت نے سماجی اداروں کی ایک بڑی جماعت کو فعال کرنے کی کوشش کی، بشمول ضلع پریشد، پنچایت سمیتی، کوآپریٹیو، اور مختلف کارکنوں اور رضاکار تنظیموں کے، تاکہ ذمہ دارانہ تولیدی رویے کو فروغ دینے میں فعال طور پر حصہ لیا جا سکے۔ مزید متنازعہ طور پر، اس نے ریاستی مقننہ کو لازمی نس بندی سے متعلق قوانین پر غور کرنے کی اجازت دی جو ایک ایسا اقدام تھا جو خاندانی منصوبہ بندی کی پہلے کی رضاکارانہ نوعیت سے بالکل متصادم تھا۔

ہندوستان میں ایمرجنسی (Emergency) کے دوران، آبادی میں اضافے کو کنٹرول کرنے کے اس جارحانہ اقدام نے خاندانی منصوبہ بندی کی آڑ میں جبری طریقوں کو نافذ کیا، جس سے بالآخر پروگرام کی بڑی بدنامی ہوئی۔ کئی سرکاری محکموں کے جو جواب دہی سے بری الذمہ تھے کے میدان عمل میں شامل ہونے کا نتیجہ یہ نکلا کہ طاقت کا اور خاندانی منصوبہ بندی کے اقدام کا غلط استعمال کیا گیا۔ اس کے نتیجے میں حکومت کو عوامی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور بالآخر یہ تسلیم کیا گیا کہ ان اقدامات کے ذریعے شرح پیدائش کو تیزی سے کم کرنے کی کوشش ناکام رہی۔ جبری طریقوں نے نہ صرف خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام کے اہداف کو نقصان پہنچایا بلکہ حکومت کے وسیع تر ترقیاتی ایجنڈے کی ساکھ اور تاثیر کو بھی متاثر کیا۔

3. **اسی کی دہائی میں خاندانی منصوبہ بندی** (Family Planning During 1980s)

1980 کی دہائی کے دوران، ہندوستان کے خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام میں اہم تبدیلیاں آئیں، جن کا مقصد 1970 کی دہائی کے اواخر کے جبری اقدامات کی خامیوں کو دور کرنا اور اس پروگرام کو وسیع تر صحت کی اور ترقیاتی پالیسیوں کے ساتھ مربوط کرنا تھا۔ ایمرجنسی دور کے تجربات نے اس سبق کو واضح کیا کہ خاندانی منصوبہ بندی وسیع تر ترقیاتی کوششوں کا متبادل نہیں ہو سکتی۔ یہ تسلیم کیا گیا کہ جبری طریقے غریبوں کے معاشی حالات کو بہتر بنائے بغیر اور تعلیم کے ذریعے عوامی بیداری پیدا کیے بغیر بڑی حد تک غیر موثر تھے۔

ایمرجنسی کی جبری نس بندی کے خلاف عوامی رد عمل کے بعد، چھٹے پانچ سالہ منصوبے نے نقطہ نظر میں تبدیلی کی عکاسی کی۔ منصوبہ

بندی کمیشن نے تسلیم کیا کہ خاندانی منصوبہ بندی پروگرام عوامی اعتماد کو حاصل نہیں کر سکا اور اکثر اسے محض ایک اور معمول کی حکومتی سرگرمی کے طور پر دیکھا گیا۔ خاندانی منصوبہ بندی کو عوام پر مبنی پروگرام کے طور پر دوبارہ تشکیل دینے کی واضح ضرورت تھی اور رضاکارانہ شرکت پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے اسے صحت، زچگی، بچوں کی دیکھ بھال اور غذائی خدمات کے ساتھ مربوط کرنا تھا۔

منصوبہ بندی کمیشن کی جانب سے قائم کردہ آبادی کی پالیسی پر ورکنگ گروپ (Working Group on Population Policy) کی سفارش پر، ایک طویل مدتی آبادیاتی ہدف مقرر کیا گیا۔ اس کا مقصد ملک بھر میں 1966 تک اور 2001 تک تمام ریاستوں میں خالص شرحِ پیدائش کو 1.67 سے کم کر کے 1 کرنا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ان اہل جوڑوں کے تناسب کو بڑھانے کی کوشش کی گئی جو خاندانی منصوبہ بندی کرتے ہوں۔ چھٹے منصوبے کے آغاز میں، 22 فیصد اہل جوڑوں کا احاطہ کیا گیا تھا، جسے 85-1984 تک 41.2 فیصد تک بڑھانا تھا۔ اگرچہ یہ ہدف کافی پر عزم تھا اور بالآخر پورا بھی نہیں ہوا، لیکن اس نے آبادی کے لحاظ سے تبدیلیوں کو لے کر حکومت کے عزم کو ظاہر کیا۔

ساتویں منصوبے نے ان کوششوں کو جاری رکھا، جس میں تولیدی عمر کے جوڑوں میں 42 فیصد تحفظ (Protection) کی شرح حاصل کرنے اور 1990 تک خام پیدائش کی شرح کو 29.1 فی ہزار تک کم کرنے کا ہدف مقرر کیا گیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جوڑے کے تحفظ کی شرح کا ہدف حاصل کر لیا گیا، جبکہ خام شرح پیدائش ہدف سے کچھ زیادہ یعنی 29.9 فی ہزار رہی۔

1980 کی دہائی کے دوران غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) کے کردار اور پروگرام کے نفاذ کی غیر مرکزیت نے بھی اہمیت حاصل کی۔ حکومت نے خاندانی منصوبہ بندی کی خدمات کی رسائی کو بڑھانے کے لیے خاص طور پر دیہی اور پسماندہ علاقوں میں، زیادہ سے زیادہ مقامی موافقت اور خاندانی منصوبہ بندی کی خدمات تک رسائی میں علاقائی تفاوتوں کو دور کرنے کے لیے این جی اوز کے ساتھ تعاون کیا۔

مختصراً، ہندوستان میں 1980 کی دہائی خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام کے لیے تنظیم نو اور بحالی کے دور کی نشاندہی کرتی ہے۔ حکومت نے ایک زیادہ انسانیت نواز اور رضاکارانہ نقطہ نظر اختیار کیا، پروگرام کو صحت کے وسیع تر اقدامات کے ساتھ مربوط کرتے ہوئے پر عزم آبادیاتی اہداف کا تعین کیا۔

4. نوے کی دہائی میں خاندانی منصوبہ بندی (Family Planning During 1990s)

اس دہائی کی خصوصیت پالیسی میں اہم تبدیلیوں اور خاندانی منصوبہ بندی کے اقدامات پر عمل درآمد سے متعلق تھی، جس میں شرح پیدائش کو کم کرنے اور منصوبہ بندی اور عمل آوری میں مقامی شرکت کو بڑھانے پر زور دیا گیا۔

آٹھویں پانچ سالہ منصوبے (1997-1992) نے ایک اہم مقصد کے طور پر آبادی میں اضافے کو محدود کرنے کو اعلیٰ ترجیح دی۔ اس منصوبے کا مقصد شرح پیدائش کو 1990 میں 29.5 فی ہزار سے کم کر کے 1997 میں منصوبے کی مدت کے اختتام تک 26 فی ہزار تک لانا تھا۔ اس نقطہ نظر نے ہندوستان کے وسیع جغرافیہ میں متنوع آبادیاتی، ثقافتی، اور سماجی و معاشی حالات کو تسلیم کیا اور خاندانی منصوبہ بندی کے طریقوں کو مقامی ضروریات اور ترجیحات کے مطابق بنانے کے لیے لچک فراہم کی، اور اس طرح عوامی مداخلت کی تاثیر کو بڑھایا۔

نویں پانچ سالہ منصوبے (1997-2002) میں خاندانی منصوبہ بندی کی کوششوں کی غیر مرکزیت پر مزید زور دیا گیا، مرکزی حکومت نے اپنے کردار کو پالیسی پلاننگ اور تکنیکی مدد فراہم کرنے تک محدود رکھا۔ خاندانی منصوبہ بندی کو "حکومتی تعاون سے لوگوں کا آپریشن" بنانے پر توجہ مرکوز کی گئی۔ اس نعرے نے کمیونٹیز کو بااختیار بنانے کے لیے ایک اہم تبدیلی کو اجاگر کیا تاکہ وہ اپنی تولیدی صحت کے انتظام میں زیادہ فعال کردار ادا کریں۔

نویں منصوبے کے دوران ایک اہم کلیدی تبدیلی ان نوجوان جوڑوں پر توجہ مرکوز کرنا تھی، جو تولیدی طور پر سب سے زیادہ فعال تھے۔ یہ تبدیلی ساتویں پلان کے مشاہدات کے بعد ضروری سمجھی گئی، جس نے جوڑے کے تحفظ کی شرح کے لیے اپنا ہدف حاصل کر لیا لیکن شرح پیدائش میں اسی طرح کی کمی نہیں دیکھی گئی۔ اس تفاوت کی وجہ ان کم عمر جوڑوں کی ناکافی کوریج تھی، جن میں عام طور پر زرخیزی کی شرح زیادہ ہوتی ہے۔ اس آبادی کو زیادہ مؤثر طریقے سے ہدف بناتے ہوئے، اس منصوبے کا مقصد پیدائش کی مجموعی شرح کو کم کرنے سے متعلق زیادہ خاطر خواہ اثر حاصل کرنا تھا۔

7.4 قومی آبادی پالیسی 2000 (National Population Policy 2000)

ہندوستان کی آبادی 11 مئی 2000 کو 100 کروڑ کو پار کر گئی۔ یہ اندازہ لگایا گیا کہ اگر آبادی میں اضافے کا موجودہ رجحان جاری رہا تو ہندوستان 2045 تک دنیا کا سب سے زیادہ آبادی والا ملک بن جائے گا۔ 20ویں صدی کے دوران ہندوستان کی آبادی 23 کروڑ سے تقریباً چار گنا بڑھ کر 100 کروڑ ہو گئی، جبکہ اسی عرصے کے دوران دنیا کی آبادی میں 200 کروڑ سے 600 کروڑ تک کا تقریباً تین گنا کا اضافہ ہوا۔ آبادی میں موجودہ 1.55 کروڑ سالانہ اضافے کے ساتھ، ملک میں وسائل کی ودیعت اور ماحولیات کے تحفظ کا توازن برقرار رکھنا مشکل نظر آرہا تھا۔ زیادہ منصفانہ تقسیم کے ساتھ متدام ترقی کو فروغ دینے کے لیے آبادی کو مستحکم کرنے کی اشد ضرورت تھی۔ اس پس منظر میں 2000 میں قومی آبادی پالیسی 2000 کا اعلان کیا گیا۔ قومی آبادی پالیسی (NPP) ایک جامع فریم ورک تھا جسے ہندوستانی حکومت نے 2045 تک ملک کی آبادی کو مستحکم کرنے کے بنیادی مقصد کے ساتھ وضع کیا تھا۔ اس پالیسی نے تین مختلف مدتی مخصوص مقاصد کا خاکہ پیش کیا: فوری، درمیانی مدتی اور طویل مدتی۔

فوری مقاصد: فوری مقاصد آبادی کی موجودہ ضروریات کو پورا کرنے پر مرکوز تھے۔ ان میں مانع حمل ادویات تک رسائی کو یقینی بنانا، صحت کے بنیادی ڈھانچے اور اہلکاروں کی دستیابی کو بہتر بنانا، اور بنیادی تولیدی اور بچوں کی صحت کی دیکھ بھال کے لیے مربوط خدمات فراہم کرنا شامل تھا۔ اس مرحلے کو مجموعی صحت کو بہتر بنانے اور ضروری خدمات تک فوری رسائی کے ذریعے زیادہ خاطر خواہ آبادیاتی تبدیلیوں کی بنیاد ڈالنے کے لیے وضع کیا گیا تھا۔

درمیانی مدت کے مقاصد: 2010 تک، درمیانی مدت کا ہدف یہ تھا کہ زرخیزی کی کل شرح کو متبادل سطح تک کم کیا جائے، جہاں پیدائش کی تعداد اموات کی تعداد کے برابر ہو، اس طرح کہ آبادی میں اضافے کو مستحکم کیا جائے۔ یہ ہدف طویل مدتی آبادی کے استحکام کے لیے مرحلہ طے کرنے کے لیے اہم تھا اور اسے پالیسی کے وسیع مقاصد کے حصول میں ایک اہم سنگ میل کے طور پر دیکھا گیا۔

طویل مدتی مقصد: NPP 2000 کا حتمی طویل مدتی مقصد 2045 تک ایک مستحکم آبادی حاصل کرنا تھا۔ یہ ہدف کافی پر عزم تھا اور اس کا مقصد آبادی کے حجم کو دستیاب وسائل اور بنیادی ڈھانچے کے ساتھ ہم آہنگ کر کے مستدام ترقی کو یقینی بنانا تھا۔

1. کلیدی اہداف (Key Targets)

اس فریم ورک کے اندر، NPP 2000 نے کئی مخصوص اہداف مقرر کیے جن کا مقصد صحت کے نتائج کو بہتر بنانا اور مستدام خاندانی طریقوں کو فروغ دینا تھا۔ اس پالیسی کے اہداف درج ذیل ہیں:

- زچگی کی شرح اموات کو فی 100,000 زندہ پیدائشوں پر 100 سے کم کرنا، جو کہ صحت کے بنیادی ڈھانچے اور زچگی کی صحت کی خدمات تک رسائی کا ایک اہم اشاریہ ہے۔
- بچوں کی اموات کی شرح کو 30 فی 1,000 زندہ پیدائشوں سے کم کرنا، جو بچوں کی صحت کی دیکھ بھال اور بقا کی شرح میں بہتری کی عکاسی کرتا ہے۔
- ویکسین سے روکے جاسکنے والی تمام بیماریوں کے خلاف عالمی مامونیت (Immunization) کا حصول، جو بچوں کی اموات کو کم کرنے اور صحت عامہ کو بہتر بنانے کے لیے بہت ضروری ہے۔
- زرخیزی کے ضابطے اور مانع حمل سے متعلق معلومات، مشاورت، اور خدمات تک عالمی رسائی کو یقینی بنانا تاکہ افراد کو متنوع ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وسیع انتخابات فراہم کیے جاسکیں۔
- لڑکیوں کے لیے تاخیر سے شادی کو فروغ دینا، اس بات کی وکالت کرتے ہوئے کہ 18 سال کی عمر سے پہلے بلکہ مزید بہتر یہ کہ 20 سال کی عمر سے پہلے بعد شادی نہ ہو، تاکہ صحت کے نتائج کو بہتر بنایا جاسکے اور شرح پیدائش کو کم کیا جاسکے۔
- متعدی بیماریوں کو روکنا اور ان پر قابو پانا، جو کہ مجموعی صحت عامہ کو بہتر بنانے اور شرح اموات کو کم کرنے کے لیے لازمی ہے۔
- آبادی کو مستحکم کرنے کے لیے شرح پیدائش کی متبادل سطح کو حاصل کرنے میں مدد کے لیے چھوٹے خاندان کے اصول کو فروغ دینا۔
- متعلقہ سماجی شعبے کے پروگراموں کے نفاذ میں ہم آہنگی پیدا کرنا تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ خاندان کی فلاح و بہبود عوام پر مبنی پروگرام بن جائے۔

2. نفاذ اور نگرانی

NPP-2000 کے موثر نفاذ اور جاری جائزے کو یقینی بنانے کے لیے NPP-2000 کی سفارش کے مطابق، آبادی پر قومی کمیشن 11 مئی 2000 کو تشکیل دیا گیا تھا، جس دن ہندوستان کی آبادی ایک ارب تک پہنچ گئی تھی۔ اس میں ہندوستان کے وزیر اعظم اس کے چیئرمین کے طور پر، نائب چیئرمین منصوبہ بندی کمیشن کے نائب چیئرمین کے طور پر، تمام ریاستوں کے وزرائے اعلیٰ، متعلقہ مرکزی وزارتوں کے وزرا، متعلقہ محکموں کے سکریٹریز، آبادی کے نامور ماہرین اور سول سوسائٹی کے نمائندے بطور ممبر شامل ہیں۔ کمیشن کا مینڈیٹ اہداف

کے حصول کے لیے قومی آبادی کی پالیسی کے نفاذ میں رہنمائی کرنا، صحت، تعلیمی ماحولیاتی اور ترقیاتی پروگراموں کے درمیان ہم آہنگی کو فروغ دے کر آبادی کے استحکام کو تیز کرنا، منصوبہ بندی اور پروگراموں کے نفاذ میں قومی اور ریاستی سطح پر بین شعبہ جاتی ہم آہنگی کو فروغ دینا اور اس قومی کوشش کی حمایت میں ایک زبردست عوامی تحریک کی ترقی میں سہولت فراہم کرنا تھا۔ یہ ادارہ باقاعدگی سے پالیسی کی پیش رفت اور تاثیر کا جائزہ لیتا ہے۔ اسی طرح کے کمیشن ریاستی سطح پر بھی قائم کیے گئے تھے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ مقامی عمل قومی اہداف سے ہم آہنگ ہو۔

7.5 آبادی کی پالیسی کا جائزہ (An Appraisal of Population Policy)

ہندوستان کی آبادی کی پالیسی کا جائزہ جاری آبادیاتی چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے زیادہ تخلیقی اور موثر انداز فکر کی ضرورت کو ظاہر کرتا ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حکومت نے ابھی تک کوئی ایسی پالیسی تیار نہیں کی ہے جو آبادی میں اضافے کی شرح کو کم کرنے میں تعلیم اور معاشی بہتری کے لازمی کردار کو پوری طرح تسلیم کرتی ہو۔ عالمی سطح پر، کسی بھی ملک نے اپنی آبادی کی تعلیم اور ان کے معیار زندگی میں اضافہ کیے بغیر اپنی آبادی میں اضافے کو کامیابی سے روکا نہیں۔ تاہم، شرح پیدائش کو کم کرنے کی ہندوستان کی کوششوں میں ان اہم عوامل کو اکثر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے، اور اس کے بجائے خاندانی منصوبہ بندی کے پروگراموں پر بہت زیادہ انحصار کیا ہے۔ حکومت کے اس اپروچ میں تین اہم خامیاں ہیں۔

1. مانع حمل ادویات پر ضرورت سے زیادہ انحصار

بی آر سین (B.R. Sen) نے آبادی کے مسئلے کے بارے میں ہندوستان کے نقطہ نظر میں ایک بنیادی خامی کی نشاندہی کی ہے۔ تاریخی طور پر، جن پروگراموں کا مقصد آبادی میں اضافے کو کنٹرول کرنا ہے، بنیادی طور پر مانع حمل ادویات تک رسائی کو بڑھانے اور ان کے وسیع پیمانے پر استعمال کی حوصلہ افزائی کرنے پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ یہ اس مفروضے کے تحت کام کرتے ہیں کہ صرف یہ اقدامات ہی اس مسئلے کو حل کریں گے۔ تاہم، شرح پیدائش کو کم کرنے کے لیے، خاص طور پر دیہی علاقوں میں، سماجی و معاشی بہتری کی اہمیت کو نظر انداز کرنے کی بڑی غلطی ہوئی۔ بی آر سین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ دیہی آبادیوں کی غربت اکثر انہیں زیادہ بچے پیدا کرنے کی ترغیب دیتی ہے، جو اسے آبادی کے چیلنج کا بنیادی محرک بناتی ہے۔ وہ استدلال کرتے ہیں کہ دیہی غربت کے خاتمے کے لیے براہ راست اور ٹھوس کوششیں اس مسئلے سے مؤثر طریقے سے نمٹنے کے لیے ضروری ہیں، اور لہذا ان علاقوں میں ترقیاتی اقدامات کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔

کیرالہ، تمل ناڈو، اور گوا جیسی ریاستوں میں شرح پیدائش میں کامیاب کمی، جو 25 سال کے عرصے میں 35 فی ہزار سے کم ہو کر تقریباً 15 فی ہزار ہوگئی ہے، ایک مختلف نقطہ نظر کو واضح کرتی ہے۔ ان ریاستوں نے صحت اور خاندانی سائز کے حوالے سے عوامی رویوں میں نمایاں تبدیلیاں حاصل کیں، جو کہ خواتین کی وسیع پیمانے پر تعلیم اور طبی نگہداشت میں بہتری کی وجہ سے ہیں۔ یہ مثالیں ان جامع حکمت عملیوں کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں جو آبادی میں اضافے کو مؤثر طریقے سے منظم کرنے کے لیے خاندانی منصوبہ بندی کے اقدامات کے علاوہ سماجی و معاشی ترقی اور تعلیم کو شامل کرتی ہیں۔

2.   جبری طریقوں کی غیر موزونیت

ہندوستان میں آبادی میں اضافے کو روکنے کی ضرورت کو معاشرے کے مختلف شعبوں میں تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔ قومی سطح پر اس مسئلے کو حل کرنے کی اہمیت پر اتفاق رائے بھی بڑھ رہا ہے۔ تاہم، سب سے زیادہ مؤثر حکمت عملی کے بارے میں آرا مختلف ہیں۔ بہت سے ماہرین اس بات کی وکالت کرتے ہیں کہ مستدام ترقی آبادی میں اضافے کو کنٹرول کرنے کا بنیادی حل ہے۔ دوسروں کا مشورہ ہے کہ وسیع تر ترقیاتی کوششوں کے ساتھ خاندانی منصوبہ بندی کے اقدامات کو بھی آگے بڑھایا جانا چاہیے۔ ان مختلف نقاط نظر کے باوجود، آبادی کے ماہرین اور ماہرین معاشیات جبری طریقوں کے استعمال کے خلاف متفق ہیں۔ 1976 میں اختیار کیے گئے طریقہ کار، جس میں جبری نس بندی بھی شامل تھی، کو بڑے پیمانے پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ ایسے اقدامات نہ صرف افراد کے وقار کو مجروح کرتے ہیں بلکہ یہ غیر نتیجہ خیز بھی ثابت ہوتے ہیں، عوامی اعتماد کو نقصان پہنچاتے ہیں اور آبادی پر قابو پانے کے اقدامات کی مجموعی تاثیر کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

3.   پالیسی سازی میں تضادات اور اضطراریت

مختلف منصوبہ بندی کے ادوار میں خاندانی منصوبہ بندی کے پروگراموں کے تجزیے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شرح پیدائش کو مستدام سطح تک کم کرنے کا ہدف ابھی تک ناقابل حاصل رہا ہے۔ یہ جاری چیلنج بڑی حد تک حکمرانی کی اعلیٰ سطحوں پر من مانی، بے خبری اور کمزور فیصلہ سازی کی وجہ سے ہے۔ ڈی بنرجی نے پروگرام کی ناکامیوں کی وجہ فیصلہ سازی کی غلطیوں کے سلسلے کو قرار دیا ہے، جو یکے بعد دیگرے رہنماؤں کی بار بار کی غلطیوں سے بڑھ گئی تھیں۔

ابتدائی طور پر، 1950 کی دہائی کے اوائل میں، ہندوستان نے مغربی ممالک میں منصوبہ بند والدینیت(Planned Parenthood) کی تحریک سے متاثر ہو کر "کلینک اپروچ" اپنایا۔ تاہم، یہ نقطہ نظر ہندوستان میں ان مختلف سماجی، ثقافتی اور معاشی حالات کی وجہ سے غیر موثر ثابت ہوا جو یورپ اور امریکہ کے حالات سے بہت مختلف تھے۔ کلینک اپروچ کے غیر موثر ہونے کا احساس ہونے پر، پالیسی سازوں نے پھر "توسیعی نقطہ نظر" اختیار کیا، جو کہ ایک اور حکمت عملی تھی جو امریکہ سے مستعار لی گئی تھی۔ اس طریقہ کار کو بھی اکسیر اعظم سمجھا گیا لیکن یہ بھی غیر موثر ثابت ہوئی۔

جیسے جیسے یہ درآمد شدہ نقطہ نظر ناکام ہوتے رہے، انسانی وقار اور افراد کے ذاتی خاندانی منصوبہ بندی کے فیصلے کرنے کے حقوق کی پرواہ بھی کم ہوتی گئی۔ اصولوں کا یہ انحطاط خاندانی منصوبہ بندی کے فریم ورک میں مزید جبری ہتھکنڈوں کے تعارف کا سبب بنا۔ حکمت عملی میں اگلی تبدیلی "کیمپ اپروچ" کی طرف لے گئی جس میں بڑے پیمانے پر کیمپوں کا انعقاد شامل تھا جہاں لوگوں کو خاندانی منصوبہ بندی کے اقدامات میں حصہ لینے کے لیے - اکثر نقد ادائیگیوں یا دیگر معاوضوں کے ذریعے - ترغیب دی جاتی تھی۔ یہ نقطہ نظر ہندوستان میں ایمرجنسی کے دور میں اپنی سب سے متنازعہ شکل تک پہنچ گیا، جب اسے آمرانہ طریقوں سے نافذ کیا گیا۔ اس وقت کے دوران جارحانہ نفاذ تباہ کن تھا، جس سے خاندانی منصوبہ بندی کی تحریک کی ساکھ کو شدید نقصان پہنچا اور اس طرح کے پروگراموں پر عوامی اعتماد کو نقصان پہنچا۔

اپنی حدود اور خامیوں کے باوجود، ہندوستان میں خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام کے خاص طور پر شہری علاقوں میں قابل ذکر

اثرات مرتب ہوئے۔1970 کی دہائی کے اوائل سے، تمام ریاستوں میں کل زرخیزی کی شرح میں مسلسل کمی واقع ہوئی ہے۔1990 کی دہائی کے آخر تک، کیرالہ اور تمل ناڈو جیسی ریاستوں نے بالترتیب 1.8 اور 2.0 پیدائش کی نمایاں طور پر کم شرح پیدائش حاصل کی۔ تاہم، ان کامیابیوں کو ملک کے دیگر حصوں میں دوہرانا، خاص طور پر آبادی والی شمالی ریاستوں میں، ایک اہم چیلنج بنا ہوا ہے۔

ٹم ڈائیسن (Tim Dyson) نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اعلیٰ معیار کی خاندانی منصوبہ بندی اور تولیدی صحت کی دیکھ بھال کی خدمات کی فراہمی کے لیے مسلسل کوششوں سے کافی فوائد حاصل ہوں گے، خاص طور پر معاشی طور پر پسماندہ خواتین کے لیے۔ زرخیزی کی شرح میں تیزی سے کمی اعلیٰ معیار کی تعلیم کی فراہمی میں سہولت فراہم کر سکتی ہے، شہری علاقوں پر دباؤ کو کم کر سکتی ہے، مزدور قوت میں اضافے کی شرح کو کم کر سکتی ہے، اور شہری ماحول میں حالات زندگی اور روزگار کے امکانات کو بہتر بنا سکتی ہے۔ مزید برآں، یہ ماحولیاتی دباؤ کو کم کر سکتی ہے اور ممکنہ طور پر معاشی نمو میں اضافہ کر سکتی ہے۔

ملک بھر میں زرخیزی کی مختلف شرحوں کے پیش نظر، خاندانی منصوبہ بندی کے اقدامات کی تاثیر کو بڑھانے کے لیے پالیسی میں تبدیلیاں بہت اہم ہیں۔ پروین ویزریا (Pravin Visaria) نے ان نتائج کو بہتر بنانے کے لیے کئی اہم اقدامات تجویز کیے ہیں:

ہیلتھ ورکرز کی تربیت کو بڑھانا: ہیلتھ ورکرز کی مہارتوں اور تاثیر کو بڑھانے کے لیے ایک بہتر طریقے سے تشکیل کردہ پروگرام کو نافذ کرنا بہت ضروری ہے۔ یہ پروگرام ان کارکنوں کو لیس کرنے پر توجہ مرکوز کرے گا تاکہ وہ مؤثر طریقے سے اپنے گاہکوں کو صحت مند تولیدی طرز عمل اپنانے پر قائل کر سکیں۔

خاندانی منصوبہ بندی میں توجہ کو تبدیل کرنا: خاندانی منصوبہ بندی کے طریقوں کے لیے مخصوص اہداف کے تعین سے ہٹ کر وسیع تر آبادیاتی تبدیلیوں جیسا کہ پیدائش اور شرح اموات میں تغیرات کا جائزہ لینا۔ یہ تبدیلی آبادی پر پروگرام کے اثرات کے بارے میں مزید جامع نظریہ فراہم کرے گی۔

مراعات اور ترغیبات: مراعات اور ترغیبات کی ایک متوازن اسکیم متعارف کرانا جس کا مقصد شادی میں تاخیر اور فی خاندان بچوں کی تعداد کو کم کرنا ہو۔ اس سے مطلوبہ آبادیاتی نتائج حاصل کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

7.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا:

- ہندوستان میں آبادی کی پالیسیوں کی تاریخی ارتقا کی وضاحت کر سکیں گے۔
- ان پالیسیوں کے اثرات کا تنقیدی تجزیہ کر سکیں گے۔
- آبادی پر قابو پانے اور سماجی معاشی عوامل کے درمیان تعلق پر بحث کر سکیں گے

7.7 کلیدی الفاظ (Keywords)

آبادی کی پالیسی :Population Policy-پالیسی فریم ورک جس کا مقصد کسی ملک کی آبادی کے سائز، ساخت اور ترکیب کو متاثر کرنا ہے۔

آبادیاتی تحویل :Demographic Transition-اعلی پیدائش اور موت کی شرح سے کم شرح پیدائش اور موت کی طرف منتقلی جب کوئی ملک ترقی کرتا ہے۔

بچوں کی شرح اموات : Infant Mortality Rate-ہر 1,000 زندہ پیدائشوں میں ایک سال سے کم عمر کے بچوں کی اموات کی تعداد۔

توسیعی نقطہ نظر :Extension Approach-خاندانی منصوبہ بندی کی حکمت عملی جس میں خدمات کو کلینکل سیٹنگز سے آگے کمیونٹیز تک پھیلانا شامل ہے۔

جبری طریقے :Coercive Methods- آبادی پر قابو پانے کی حکمت عملی جس میں افراد کو خاندانی منصوبہ بندی کے بعض اقدامات جیسے نس بندی کی ان کی واضح رضامندی کے بغیر تعمیل کرنے پر مجبور کرنا شامل ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی :Family Planning-طرز عمل جو افراد اور جوڑوں کو اپنے بچوں کی مطلوبہ تعداد اور ان کی پیدائش کے وقفے اور وقت کا اندازہ لگانے اور حاصل کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

زبردستی نس بندی :Forced Sterilization-آبادی پر قابو پانے کا ایک متنازع طریقہ جس میں افراد کی جبراً نس بندی شامل ہے۔

زچگی کی شرح اموات : Maternal Mortality Rate-پیدائش یا حمل سے متعلق پیچیدگیوں کی وجہ سے ہر 100,000 زندہ پیدائشوں میں زچگی کی اموات کی تعداد۔

کل زرخیزی کی شرح :Total Fertility Rate-بچوں کی اوسط تعداد جو ایک عورت سے اس کی زندگی بھر میں پیدا ہوتی۔

کلینک اپروچ :Clinic Approach-خاندانی منصوبہ بندی میں ابتدائی حکمت عملی جس میں مانع حمل خدمات فراہم کرنے کے لیے کلینک قائم کرنا شامل ہے، بنیادی طور پر مغربی ممالک کے ماڈلز پر مبنی۔

کیفیٹیریا اپروچ :Cafeteria Approach-خاندانی منصوبہ بندی کے پروگراموں میں ایک طریقہ جو صارفین کو متعدد مانع حمل اختیارات پیش کرتا ہے، جس میں سے وہ اس طریقے کا انتخاب کرسکتے ہیں جو ان کی ضروریات، ترجیحات اور صحت کے مطابق ہو۔

کیمپ اپروچ :Camp Approach-خاندانی منصوبہ بندی کی خدمت کی فراہمی کا ایک طریقہ جس میں بڑے کیمپوں کا انعقاد شامل ہوتا ہے جہاں لوگوں کو بڑے پیمانے پر خاندانی منصوبہ بندی کی خدمات حاصل کرنے کے لیے اکٹھا کیا جاتا ہے۔

مانع حمل ادویات   :Contraceptives- حمل کو روکنے کے لیے استعمال ہونے والے آلات وادویات۔

متبادل سطح کی زرخیزی :Replacement Level Fertility-زرخیزی کی شرح جس پر کوئی آبادی ہجرت کے بغیر مستحکم رہتی ہے۔یہ شرح زیادہ تر ممالک میں تقریباً 2.1 بچے فی عورت ہے۔

7.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

7.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ہندوستان میں قومی آبادی پالیسی 2000 کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

(a) آبادی میں اضافے کی شرح میں اضافہ   (b) بین الاقوامی نقل مکانی کو فروغ دین

(c) معاشی ترقی کو کم کرنا   (d) 2045 تک مستحکم آبادی حاصل کرنا

2. ہندوستان میں ابتدائی خاندانی منصوبہ بندی کے پروگراموں میں اس پر زیادہ توجہ دی گئی:

(a) فوجی بھرتی میں اضافہ   (b) روزگار کی شرح کم کرنا

(c) مانع حمل ادویات کے استعمال کا فروغ   (d) شہری نمو میں اضافہ

3. آٹھویں پانچ سالہ منصوبے میں آبادی میں اضافے کو کنٹرول کرنے کے لیے اس حکمت عملی پر زور دیا گیا:

(a) زبردستی نس بند   (b) غیر مرکزی منصوبہ بندی

(c) شہری کاری   (d) صنعت کاری

4. مندرجہ ذیل میں سے کون سا قومی آبادی پالیسی 2000 کا فوکس نہیں ہے؟

(a) بچوں کی شرح اموات کو کم کرنا   (b) یونیورسل پرائمری تعلیم کا حصول

(c) خاندانی منصوبہ بندی تک عام رسائی   (d) زچگی کی شرح اموات کو کم کرنا

5. آبادیاتی تحویل (Demographic Transition) کی اصطلاح سے مراد ہے:

(a) اعلی شرح پیدائش اور شرح اموات سے کم شرح کی طرف منتقلی

(b) دیہی سے شہری معاشرے کو تبدیلی

(c) زرعی سے صنعتی معیشت میں تبدیلی

(d) درج بالا سبھی

6. ہندوستان میں ایمرجنسی کے دور میں آبادی پر قابو پانے کے لیے زبردستی کے طریقے استعمال کرنے کا کیا اہم نتیجہ نکلا؟

(a) معاشی حالات میں بہتری

(b) دیہی سے شہری معاشرے کو تبدیلی

(c) خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کی ساکھ کو نقصان

(d) آبادی میں اضافے کی شرح میں کمی

7. متبادل سطح کی زرخیزی سے مراد ہے:

(a) زرخیزی کی شرح جس پر آبادی مستحکم رہتی ہے۔

(b) آبادی کو دوگنا کرنے کے لیے درکار شرح افزائش

(c) آبادی کو نصف تک کم کرنے کے لیے ضروری شرح پیدائش

(d) مندرجہ بالا میں سے کوئی نہیں

جوابات	1	2	3	4	5	6	7
	d	c	b	b	a	c	a

7.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ہندوستان میں خاندانی منصوبہ بندی کے ابتدائی مراحل میں کس اپروچ کو اختیار کیا گیا؟

2. قومی آبادی پالیسی 2000 کے اہداف کیا ہیں؟

3. ایمرجنسی کی مدت کے دوران ہندوستان کی خاندانی منصوبہ بندی میں استعمال ہونے والے جبری طریقوں سے وابستہ کسی ایک بڑے اخلاقی مسئلے کی وضاحت کریں۔

4. ہندوستان میں آبادی پر قابو پانے کے حوالے سے نویں پانچ سالہ منصوبے کے نقطہ نظر میں کیا اہم تبدیلی آئی؟

5. آپ کے خیال میں آبادی میں اضافے کو مؤثر طریقے سے کنٹرول کرنے کے لیے آبادی کی پالیسیوں کا فوکس کیا ہونا چاہیے؟

7.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. آزادی کے بعد کے ابتدائی دور سے لے کر موجودہ دور تک ہندوستان میں خاندانی منصوبہ بندی کی حکمت عملیوں کے ارتقا پر بحث کریں۔

2. ہندوستان کی آبادی پالیسی کا جائزہ لیں۔

3. قومی آبادی پالیسی 2000 پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔

7.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Puri, V. K., Misra, S. K., & Garg, B. (2023). *Indian Economy.* Himalaya Publishing House.

اکائی 8: ہندوستان میں تعلیم اور انسانی وسائل کی ترقی

(Education and Human Resource Development in India)

اکائی کے اجزا:

8.0 تمہید(Introduction)

8.1 مقاصد(Objectives)

8.2 انسانی وسائل کی ترقی کی اہمیت(Importance of Human Resource Development)

8.3 تعلیم اور انسانی وسائل کی ترقی(Education and Human Resource Development)

8.4 ہندوستان میں تعلیم اور انسانی وسائل کی ترقی
(Education in India and Human Resource Development)

8.5 ہندوستان کی تعلیمی پالیسیاں اور اسکیم(Education Policies and Schemes in India)

8.6 ہندوستان کے تعلیمی نظام کے مسائل(Challenges in Education System in India)

8.6.1 تعلیمی نظام کو بہتر بنانے کے لیے تجاویز
(Suggestions to Improve Education System)

8.7 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

8.8 فرہنگ(Glossary)

8.9 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

8.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

8.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

8.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

8.10 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Resources)

8.0 تمہید (Introduction)

انسانی وسائل کی ترقی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ درحقیقت، مادی سرمائے کا موثر استعمال خود انسانی وسائل پر منحصر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مادی وسائل کے موثر استعمال کے لیے تکنیکی، پیشہ ورانہ اور انتظامی افراد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جدید معاشی ماہرین کے مطابق حالیہ دہائیوں میں انسانی وسائل کی کمی تیسری دنیا کے بہت سے ممالک کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ رہی ہے۔ ان ممالک میں انسانی وسائل میں بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری کی ضرورت ہے تاکہ ان کے مادی سرمائے کا زیادہ مکمل اور زیادہ موثر طریقے سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ انسانی وسائل کی ترقی کا معاشی ترقی کے عمل سے بھی گہرا تعلق ہے۔ دونوں ایک ساتھ آگے بڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔

یہ اکائی انسانی وسائل کی ترقی کی اہمیت، اور انسانی وسائل کی ترقی میں تعلیم کے کردار پر بحث کرتی ہے۔ ہندوستان کی تعلیم کے فروغ کے لیے پالیسیوں اور اسکیم پر بھی اس اکائی میں بحث کی گئی ہے۔

8.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مقاصد درج ذیل ہیں:

- معاشی نمو و ترقی میں انسانی وسائل کے کردار کی وضاحت کرنا۔
- انسانی وسائل کے فروغ میں تعلیم کے کردار کی وضاحت کرنا۔
- تعلیم کے فروغ کے لیے حکومت ہند کی پالیسیوں اور اسکیموں کو بیان کرنا۔

8.2 انسانی وسائل کی ترقی کی اہمیت (Importance of Human Resource Development)

ترقیاتی معاشیات میں، انسانی وسائل ملک کی دستیاب افرادی قوت ہے مع ان کی جسمانی اور ذہنی صلاحیتیں کے جو پیداواری عمل میں حصہ ڈالتی ہیں۔ یہ تصور تعداد کے لحاظ سے دستیاب افرادی قوت پر زور دیتا ہے، لیکن جب زیادہ اسٹریٹجک سیاق و سباق میں انسانی وسائل پر بات کرتے ہیں، تو اس میں لوگوں کا نظم ونسق بھی شامل ہوتا ہے تاکہ معیشت کے اندر ان کی پیداواری صلاحیت اور ترقی کو بہتر بنایا جاسکے۔

انسانی وسائل کی ترقی (Human Resource Development-HRD) سے مراد ایسی منظم اور منصوبہ بند سرگرمیاں ہیں جو کسی تنظیم یا ملک کے ذریعے اپنے اراکین کو موجودہ اور مستقبل کی ملازمت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ضروری مہارتیں سیکھنے کے مواقع فراہم کرنے کے لیے ڈیزائن کی گئی ہیں۔ یہ تعریف افراد کی صلاحیتوں کو بڑھانے کے لیے اسٹریٹجک سرمایہ کاری پر زور دیتی ہے تاکہ وہ معیشت میں زیادہ مؤثر طریقے سے اپنا حصہ ڈال سکیں۔

HRD میں سرمایہ کاری کا مطلب تعلیمی اصلاحات کو نافذ کرنا، پیشہ ورانہ تربیتی پروگراموں کی حمایت کرنا، اور کاروباری اداروں کو

اپنے ملازمین کو تربیت دینے کے لیے مراعات فراہم کرنا ہے۔ اس میں ایسی پالیسیاں بنانا بھی شامل ہے جو زندگی بھر سیکھنے اور مسلسل پیشہ ورانہ ترقی کی حمایت کرتی ہیں۔

اس طرح HRD اسٹریٹیجک معاشی منصوبہ بندی کا ایک اہم عنصر ہے اور متدام معاشی ترقی اور نمو کے حصول کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وسیع تر ترقیاتی اہداف کے ساتھ ہم آہنگ ہے، جیسے کہ اقوام متحدہ کے پائیدار ترقیاتی اہداف (Sustainable Development Goals-SDGs) میں بیان کیے گئے ہیں، خاص طور پر SDG 4، جس کا مقصد "جامع اور مساوی معیار کی تعلیم کو یقینی بنانا اور سب کے لیے زندگی تعلیم کے مواقع کو فروغ دینا ہے۔"

HRD درج ذیل طریقوں سے معیشت میں کردار ادا کرتی ہے۔

مہارتوں میں اضافہ: HRD افرادی قوت کی مہارت کو بہتر بنانے پر توجہ مرکوز کرتی ہے۔ اس میں نہ صرف رسمی تعلیم اور تربیت شامل ہے بلکہ تعلیم کے غیر رسمی مواقع اور ملازمت کے دوران تربیت بھی شامل ہے۔ ہنر مند کارکن زیادہ پیداواری ہوتے ہیں اور معیشت میں اعلیٰ پیداوار اور کارکردگی میں حصہ ڈال سکتے ہیں۔

صحت اور بہبود: انسانی سرمائے کی ترقی میں افرادی قوت کی صحت اور بہبود میں سرمایہ کاری شامل ہے۔ صحت مند کارکن پیداواری سطح کو برقرار رکھنے اور معیشت کی طویل مدتی ترقی کے لیے ضروری ہیں۔

روزگار کے مواقع: ایک ہنر مند افرادی قوت تیار کر کے، HRD روزگار کے مزید مواقع پیدا کرنے میں مدد کرتی ہے۔ جیسے جیسے صنعتیں اور شعبے زیادہ ترقی یافتہ ہوتے جاتے ہیں، انہیں ایسے افرادی قوت کی ضرورت ہوتی ہے جو ان نئے تقاضوں کو پورا کر سکے، اس طرح بے روزگاری اور ناقص روزگار میں کمی آتی ہے۔

تکنیکی موافقت: جیسے جیسے معیشتیں ترقی کرتی ہیں اور نئی ٹیکنالوجیز کو اپناتی ہیں، ایک اچھی طرح سے ترقی یافتہ انسانی وسائل کی بنیاد ان تبدیلیوں کے ساتھ زیادہ تیزی سے ڈھل سکتی ہے۔ HRD پروگرام جن میں نئی ٹیکنالوجیز کی تربیت شامل ہے، تکنیکی ترقی کے مختلف مراحل کے ذریعے معیشتوں کے آسانی سے منتقل ہونے میں مدد کرتے ہیں۔

معاشی تنوع: HRD مختلف صنعتوں میں داخل ہونے کے لیے افرادی قوت کو تیار کر کے معاشی تنوع کی حمایت کرتی ہے۔ یہ خاص طور پر ان ممالک کے لیے اہم ہے جو معاشی سرگرمیوں کی ایک محدود فہرست پر انحصار کرتے ہیں یا جو لوگ زراعت پر مبنی معیشتوں سے صنعتی اور خدمت پر مبنی معیشتوں کی طرف منتقلی کے خواہاں ہیں۔

بین الاقوامی مسابقت: اعلیٰ درجے کے HRD پروگرام والے ممالک بین الاقوامی سطح پر زیادہ مؤثر طریقے سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ مسابقت ایسے افرادی قوت کے ہونے سے حاصل ہوتی ہے جو اختراعی، موافقت پذیر، اور عالمی بازار میں اعلیٰ طلب کی مہارتوں میں ماہر ہو۔

8.3 تعلیم اور انسانی وسائل کی ترقی (Education and Human Resource Development)

تعلیم انسانی وسائل کی ترقی کا سنگ بنیاد ہے، جو معاشی ترقی کو فروغ دینے، آمدنی میں عدم مساوات کو کم کرنے، دیہی ترقی کو آگے بڑھانے، خاندانی منصوبہ بندی کو فروغ دینے اور دیگر مختلف سماجی فوائد کی پیشکش میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ مزید برآں، ملازمت کے دوران تربیت مسلسل پیشہ ورانہ ترقی کے ایک اہم جز کے طور پر کام کرتی ہے۔

1. تعلیم اور معاشی نمو (Education and Economic Growth)

تعلیم افرادی قوت کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ کرکے، روزگار پیدا کرکے، قیادت کو فروغ دے کر اور افراد میں جدید اقدار کو فروغ دے کر معاشی نمو کو فروغ دیتی ہے۔ اس نقطہ نظر کو کئی مطالعات سے تائید حاصل ہوتی ہے۔ یہ مطالعات ان کثیر جہتی طریقوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے تعلیم ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک دونوں میں معاشی نمو میں معاون ثابت ہوتی ہے:

پیداواری افرادی قوت کی تخلیق: افرادی قوت کو بہتر علم اور ہنر سے آراستہ کرنے کے لیے تعلیم بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سے تمام صنعتوں کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ تعلیم یافتہ کارکن زیادہ نفیس اور دقیق کاموں کو انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

روزگار اور آمدنی کے مواقع پیدا کرنا: تعلیمی شعبہ خود روزگار کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ تعلیم میں سرمایہ کاری اساتذہ، انتظامی عملے، اسکول کی عمارت کی تعمیر میں شامل تعمیراتی کارکنوں، نصابی کتابوں اور کاغذ بنانے والوں، اور اسکول یونیفارم تیار کرنے والوں کے لیے روزگار پیدا کرتی ہے۔ اس سے نہ صرف بے روزگاری کو کم کرنے میں مدد ملتی ہے بلکہ متعلقہ صنعتوں میں معاشی سرگرمیوں کو بھی تحریک ملتی ہے۔

تعلیم یافتہ لیڈروں کی تربیت: تعلیم یافتہ لیڈروں کی ایک جماعت تیار کرنے کے لیے تعلیم بہت اہم ہے جو عوامی کارپوریشنوں، نجی کاروباروں اور پیشہ ورانہ شعبوں میں کلیدی عہدوں کو پر کر سکتے ہیں۔ یہ تعلیم یافتہ رہنما کلیدی فیصلہ سازی اور ان اختراعات کو نافذ کرنے کے لیے ضروری ہیں جو معاشی نمو کو فروغ دیتے ہیں۔

جدید رویوں اور مہارتوں کی حوصلہ افزائی: تعلیم افراد میں بنیادی مہارتوں اور جدید رویوں کو فروغ دیتی ہے، جو کہ معاشرے کی نئی ٹیکنالوجیز اور عالمی کاروباری طریقوں سے موافقت کے لیے بہت ضروری ہیں۔

2. تعلیم اور آمدنی کی عدم مساوات میں کمی

تعلیم اور آمدنی میں عدم مساوات میں کمی کے درمیان تعلق اس طرح واضح نہیں ہے جیسا کہ تعلیم اور معاشی ترقی کے مابین ہے، پھر بھی ترقی یافتہ اور ترقی پذیر دونوں ممالک میں اس پر خاص توجہ دی جارہی ہے۔ تعلیم آمدنی کی عدم مساوات میں کمی بنیادی طور پر پسماندہ طبقے کی آمدنی کمانے کی صلاحیت میں اضافہ کرکے کرتی ہے۔

انسانی صلاحیتوں میں اضافہ (Enhancing Human Capabilities): تعلیم زیادہ معاوضہ دینے والی ملازمتوں اور پیشوں کے دروازے کھولتی ہے جو عام طور پر ان پڑھ افراد کے لیے ناقابل رسائی ہوتے ہیں۔ لوگوں کو ضروری مہارتوں اور قابلیت سے آراستہ کرکے،

تعلیم انہیں بہتر معاوضہ دینے والے عہدوں پر جانے کے قابل بناتی ہے۔ اس طرح تعلیم ان کی کمانے کی صلاحیت کو براہ راست بڑھاتی ہے اور آمدنی کی زیادہ منصفانہ تقسیم میں حصہ ڈالتی ہے۔

غربت کے چکر کو توڑنا: تعلیم غربت کے بین نسلی چکر کو توڑنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ کم آمدنی والے خاندانوں کے بچے جو معیاری تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کے غربت سے نکلنے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ تبدیلی نہ صرف ان کی اپنی معاشی حالت کو بہتر بناتی ہے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی ایک مثال قائم کرتی ہے، جس سے آہستہ آہستہ پورے خاندان کو غربت سے باہر نکالا جاتا ہے۔

بااختیاریت اور وسائل کی تقسیم: تعلیم یافتہ افراد اپنے حقوق سے آگاہ ہونے کا زیادہ امکان رکھتے ہیں اور وہ اپنے اور اپنی برادریوں کی وکالت کرنے کے لیے بہتر طریقے سے لیس ہوتے ہیں۔ یہ بااختیاریت وسائل کی زیادہ منصفانہ تقسیم اور مواقع تک رسائی کو یقینی بنانے میں مدد کرتی ہے، اور ان نظامی رکاوٹوں کو کم کرتی ہے جو آمدنی میں تفاوت کا باعث بنتی ہیں۔

معاشی تنوع: مہارتوں اور علم کے متنوع سیٹ کو فروغ دے کر، تعلیم معیشتوں کو متنوع بنانے میں مدد کرتی ہے۔ تنوع محدود معاشی شعبوں پر انحصار کو کم کرتا ہے جہاں دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں مرکوز ہو سکتی ہے، اس طرح مختلف شعبوں میں دولت کی یکساں تقسیم کو فروغ ملتا ہے۔

بہتر معاشی شراکت: تعلیم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو کاروباری سرگرمیوں میں مشغول ہونے یا ملک کے جی ڈی پی میں حصہ ڈالنے والے شعبوں میں ملازمت کرنے کے قابل بنا کر معیشت میں شرکت کو بڑھاتی ہے۔ یہ وسیع شرکت آمدنی میں عدم مساوات کو کم کرنے کے لیے بہت اہم ہے کیونکہ یہ دولت کو آبادی کے ایک بڑے حصے میں تخلیق اور بانٹنے کی اجازت دیتی ہے۔

3. تعلیم اور دیہی ترقی (Education and Rural Development)

تعلیم دیہی ترقی کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ دیہی برادریوں کو بااختیار بنانے، زرعی پیداوار کو بڑھانے، اور کئی اہم طریقوں سے معیار زندگی کو بہتر بنانے کے لیے ایک اہم آلے کے طور پر کام کرتی ہے:

علم کو بڑھانا اور اوہام کو دور کرنا: تعلیم دیہی افراد کے افق کو وسیع کرتی ہے، ان کو جہالت اور توہمات پر قابو پانے میں مدد دیتی ہے۔ علم اور معلومات تک رسائی فراہم کر کے، تعلیم دیہی آبادیوں کو باخبر فیصلے لینے کے قابل بناتی ہے۔

زرعی اختراعات کو اپنانے کی سہولت: دیہی علاقوں میں تعلیم کے براہ راست فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ یہ نئی زرعی تکنیک کو اپنانا آسان بناتی ہے۔ تعلیم یافتہ کسان پیداوار کے جدید طریقوں کو سمجھنے اور ان پر عمل درآمد کرنے کا زیادہ امکان رکھتے ہیں، جس سے زرعی پیداوار میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ یہ خاص طور پر ان خطوں میں اہم ہے جہاں زراعت بنیادی ذریعہ معاش ہے۔

زندگی کے بہتر معیار کے لیے ہنر کی ترقی: دیہی علاقوں میں تعلیم ایسے ہنر اور رویوں کو فروغ دے سکتی ہے جو براہ راست خاندانی زندگی کے معیار میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس میں صحت اور غذائیت، گھر کی مرمت، خاندانی منصوبہ بندی، اور بچوں کی دیکھ بھال کی تعلیم شامل ہے۔

کاٹیج انڈسٹریز کے ذریعے دیہی معیشتوں کی بااختیاریت: ہندوستان جیسی مزدوروں والی معیشتوں میں دیہی لوگوں کو کاٹیج انڈسٹریز لگانے کے

لیے بااختیار بنانے میں تعلیم اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس سے ان لوگوں کی مہارتوں کو بروئے کار لانے میں مدد ملتی ہے جو بے روزگار ہیں یا مخفی طور پر بے روزگار ہیں۔ تعلیم انہیں اپنے گاؤں میں ہی آمدنی پیدا کرنے کے مواقع فراہم کرتی ہے۔ اس سے نہ صرف انفرادی اور خاندانی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ مقامی معیشت کو بھی فروغ ملتا ہے۔

غیر زرعی روزگار کے مواقع کو بڑھانا: تعلیم دیہی باشندوں کے لیے غیر زرعی روزگار کے مواقع بھی کھولتی ہے۔ نئی مہارتیں اور علم حاصل کرکے، افراد مختلف شعبوں جیسے خوردہ، خدمات، یا چھوٹے پیمانے پر صنعت کاری میں مشغول ہو سکتے ہیں۔ روزگار کے مواقع کا یہ تنوع دیہی معیشتوں کو مستحکم کرنے اور زراعت پر انحصار کم کرنے میں مدد کرتا ہے۔

4. **تعلیم اور خاندانی منصوبہ بندی** (Education and Family Planning)

تعلیم خاندانی منصوبہ بندی میں ایک انقلابی کردار ادا کرتی ہے۔ یہ بنیادی طور پر خاندان کے سائز کے بارے میں افراد کے نقطہ نظر کو تبدیل کرتی ہے۔ یہ تولیدی صحت اور بچوں کی پرورش کے حوالے سے رویوں اور طریقوں کو جدید بنانے کا کلیدی طریقہ کار ہے۔

جدید سوچ کو فروغ دینا: تعلیم لوگوں کے سوچنے کے طریقوں کو جدید اور انقلابی بناتی ہے، روایتی سے جدید نقطہ نظر کی طرف تبدیلی کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ تعلیم یافتہ افراد بہتر معیار زندگی کے فوائد کو سمجھنے اور قبول کرنے کے زیادہ امکان رکھتے ہیں اور ان معیارات کو حاصل کرنے میں خاندانی سائز کے کردار کو تسلیم کرتے ہیں۔ تعلیم کے ذریعے، لوگ چھوٹے خاندان کے مختلف فوائد جیسے بہتر معاشی انتظام، بچوں کے لیے تعلیم کا اعلیٰ معیار، اور صحت کی دیکھ بھال تک رسائی میں بہتری سے آگاہ ہوتے ہیں۔ یہ آگاہی تعلیم کو خاندانی منصوبہ بندی اور آبادی پر قابو پانے کی ایک اہم طویل مدتی حکمت عملی بناتی ہے۔

خواتین کو بااختیار بنانا: تعلیم خواتین کے لیے خاص اہمیت کی حامل ہے۔ یہ انھیں ایسے علم اور مہارتوں سے نواز کر بااختیار بناتی ہے جو ان کے روایتی کردار سے ہٹ کر ہوتی ہیں۔ اس بات کے زیادہ امکان ہوتے ہیں کہ تعلیم یافتہ خواتین روزگار تلاش کریں، معاشی طور پر خود مختار ہوں اور اپنی تولیدی صحت کے بارے میں باخبر فیصلے کریں۔ یہ بااختیاریت شرح پیدائش کو کم کرنے میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ تعلیم یافتہ، کام کرنے والی خواتین اکثر کام اور خاندانی زندگی میں توازن کے تقاضوں کی وجہ سے کم بچے پیدا کرنے کا انتخاب کرتی ہیں۔

کام کرنے والی خواتین میں شرح پیدائش میں کمی: جیسے جیسے مزید اور مزید خواتین تعلیم حاصل کرتی ہیں اور افرادی قوت میں داخل ہوتی ہیں، شرح پیدائش میں کمی آتی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کام کرنے والی خواتین کے لیے بچوں کی پرورش زیادہ مشکل ہو جاتی ہے۔ تعلیم یافتہ خواتین کے مانع حمل ادویات کا مؤثر طریقے سے استعمال کرنے کا بھی زیادہ امکان ہوتا ہے، جس سے شرح پیدائش کم ہوتی ہے۔

معلومات اور وسائل تک رسائی کو بہتر بنانا: تعلیم خاندانی منصوبہ بندی کے طریقوں، تولیدی صحت کی خدمات، اور افراد کے اپنے جسم کے بارے میں انتخاب کرنے کے حقوق کے بارے میں معلومات تک رسائی کو بڑھاتی ہے۔ یہ رسائی مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے اہم ہے، کیونکہ یہ باخبر فیصلہ سازی میں مدد کرتی ہے جو زیادہ مستحکم اور پائیدار خاندانی زندگی کا باعث بن سکتی ہے۔

5. **تعلیم کے دیگر فوائد** (Other Benefits of Education)

تعلیم کے اثرات صرف انفرادی معاشی فوائد تک محدود نہیں بلکہ یہ پورے معاشرے پر بھی مثبت اثر ڈالتی ہے۔ اول، تعلیم نہ صرف اسے حاصل کرنے والے فرد کو فائدہ پہنچاتی ہے بلکہ اس کے خارجی اثرات بھی ہیں جو معاشرے میں دوسروں کی آمدنی کو بڑھاتے ہیں۔ مثال کے طور پر تعلیم یافتہ افراد اکثر روزگار کے زیادہ مواقع پیدا کرتے ہیں اور اعلیٰ پیداواری سطح میں حصہ ڈالتے ہیں، جس کے نتیجے میں مجموعی معاشی ماحول میں بہتری آتی ہے۔ دوم، ایک بہتر تعلیم یافتہ نسل اپنے علم اور ہنر کو آنے والی نسل کو ورثے میں دیتی ہے اور اس طرح آنے والی نسلوں کی معاشی ترقی میں اپنا حصہ ڈال سکتی ہے۔ سوم، تعلیمی نظام ممکنہ صلاحیتوں کی شناخت و پرداخت کا اہم طریقہ کار ہے۔ اسکول اور یونیورسٹیاں وہ ادارے ہیں جہاں افراد اپنی دلچسپیاں دریافت کر سکتے ہیں اور اپنی صلاحیتوں کو نکھار سکتے ہیں، اور اس طرح ایک زیادہ متحرک اور اختراعی معاشرے کی تشکیل میں اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔ چہارم، جیسے جیسے معیشتیں فروغ پاتی اور ترقی کرتی ہیں، ہنر مند افرادی قوت کی طلب میں اضافہ ہوتا ہے۔ تعلیم ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ضروری تربیت اور علم فراہم کرتی ہے، اور اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ افرادی قوت زیادہ نفیس اور تکنیکی طور پر جدید ملازمتوں کو سنبھال سکے۔

پنجم، تعلیمی ماحول اور اعلیٰ تعلیمی ادارے، سائنس اور ٹیکنالوجی میں تحقیق کو فروغ دینے کے لیے بہت اہم ہیں۔ یہ ایسی سائنسی ترقیوں اور تکنیکی کامیابیوں کو فروغ دیتے ہیں جو جدید معاشروں کے لیے ضروری ہیں۔ ششم، تعلیم قانونی رویے کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور کمیونٹی کی فلاحی سرگرمیوں کے لیے رضاکارانہ ذمہ داری کے احساس کو فروغ دیتی ہے۔ تعلیم یافتہ افراد انسان دوستی کی کوششوں میں حصہ لینے اور سماجی بھلائی میں حصہ ڈالنے کا زیادہ امکان رکھتے ہیں۔ ہفتم، تعلیم باخبر رائے دہندگان اور قابل سیاسی قیادت تیار کر کے سیاسی استحکام میں معاون ہے۔ ایک پڑھی لکھی آبادی باخبر رائے دہی کے فیصلے کرنے اور اپنے لیڈروں کو جوابدہ ٹھہرانے کے لیے بہتر طور پر لیس ہوتی ہے، جو کسی بھی جمہوریت کی صحت اور استحکام کے لیے ضروری ہے۔

6. **آن دی جاب ٹریننگ کا کردار** (Role of On-the-Job-Training-OJT)

ملازمت پر تربیت (OJT) انسانی اور مادی سرمایہ دونوں کی پیداواری صلاحیت کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، خاص طور پر ہندوستان کے متحرک اور متنوع صنعتی منظرنامے میں۔

فوری اور کم لاگت تعلیم: کام کے دوران تربیت کے بنیادی فوائد میں سے ایک اس کا فوری ہونا اور لاگت کے لحاظ سے موثر ہونا ہے۔ رسمی تعلیمی پروگراموں یا آف سائٹ ٹریننگ سیشنز کے برعکس، OJT ملازمین کو براہ راست اپنے کام کے ماحول میں سیکھنے کی اجازت دیتا ہے، تربیت کی دیگر اقسام سے وابستہ اہم اخراجات اور وقت بچاتا ہے۔ یہ طریقہ متعلقہ کام سے متعلق عملی تجربہ فراہم کرتا ہے۔

انفرادی ضروریات کے مطابق اور حسب ضرورت: ملازمت کے دوران تربیت کو انفرادی ملازمین کی مخصوص صلاحیتوں اور ضروریات کو پورا کرنے کے لیے انتہائی ذاتی نوعیت کا بنایا جا سکتا ہے۔ یہ تخصیص خصوصی مشینری یا آلات چلانے والے کارکنوں کے لیے خاص طور پر فائدہ مند ہے، کیونکہ یہ تربیت کو ان کے مخصوص کرداروں اور ذمہ داریوں کے منفرد پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ موزوں

تربیت اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ ملازمین اپنے فرائض کو زیادہ مؤثر طریقے سے نبھانے کے لیے لیس ہوں۔ اس سے ان کی قابلیت اور اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔

مہارت اور کارکردگی میں اضافہ: OJT کارکنوں کی مہارت اور کارکردگی کو نمایاں طور پر بہتر بناتا ہے۔ تربیت کے ذریعے ملازمین جو کچھ سیکھتے ہیں اسے حقیقی وقت (Real Time) میں لاگو کرسکتے ہیں، جس سے نئی مہارتوں کو سمجھنے اور برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ مہارتوں کا یہ فوری اطلاق نہ صرف بہتر تعلیمی نتائج کا باعث بنتا ہے بلکہ ضرورت کے مطابق فوری تصحیح اور تطبیق کی بھی اجازت دیتا ہے، جس سے تعلیم کے ایک مسلسل ماحول کو فروغ ملتا ہے۔

پیداواریت اور پیداوار میں اضافہ: جیسے جیسے ملازمین زیادہ ہنر مند اور کارآمد ہوتے ہیں، قدرتی طور پر ان کی پیداواری صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ یہ بہتری تنظیم کے اندر کام کی مجموعی پیداواریت اور معیار کو براہ راست متاثر کرتی ہے، جس سے پیداوار کی سطح بلند ہوتی ہے۔

8.4 ہندوستان میں تعلیم اور انسانی وسائل کی ترقی

(Education in India and Human Resource Development)

ہندوستان میں تعلیم کو روایتی طور پر انسانی سرمائے میں سرمایہ کاری کے طور پر نہیں بلکہ معاشی ترقی کو فروغ دینے کے مقصد سے حکومتی منصوبوں کے ایک اہم جز کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اس کی اہم اہمیت کے باوجود، ہندوستان کے جی ڈی پی کے مقابلے میں تعلیم کے لیے عوامی فنڈز کے اختصاص میں وقفے وقفے سے جمود اور معمولی نمو ہوئی ہے۔

1. تعلیمی فنڈنگ

1950 کی دہائی کے اوائل سے، ہندوستان میں تعلیم پر عوامی اخراجات اور جی ڈی پی کا تناسب تین دہائیوں تک بڑی حد تک جمود کا شکار رہا۔ یہ 1980 کی دہائی کے وسط تک نہیں تھا کہ اس تناسب میں نمایاں اضافہ ہوا، جو ابتدائی تعلیم کے لیے مختص میں بہتری اور بین ریاستی تفاوت میں کمی کے ساتھ موافق تھا۔ ان فوائد کے باوجود، فنڈنگ کی سطح بین الاقوامی معیار کے مطابق ناکافی رہی ہے، تعلیم پر عوامی اخراجات 2017 میں جی ڈی پی کا صرف 2.9% تھا جو مطلوبہ 6% سے بہت کم ہے۔

2. شرح خواندگی اور تفاوت

2011 کی مردم شماری کے مطابق، قومی اوسط خواندگی کی شرح 73% تھی جو کہ 1951 میں 18.33% کی شرح خواندگی میں نمایاں اضافہ ہے۔ چھ دہائیوں سے زیادہ منصوبہ بند ترقی کے باوجود بھی ملک کی ایک چوتھائی آبادی ناخواندہ ہے۔ بعض ریاستوں جیسے بہار، راجستھان اور اترپردیش میں خواندگی کی شرح قومی اوسط سے کم رہی ہے۔ مثال کے طور پر بہار میں شرح خواندگی صرف 63.82 فیصد کے ساتھ سب سے کم شرحوں میں سے ایک ہے۔ اس کے بالکل برعکس، کیرالہ 93.91% کی خواندگی کی شرح کے ساتھ سب سے آگے ہے یہاں تک کہ خواتین کی خواندگی کی شرح بھی 65.46% کی قومی اوسط کے مقابلے میں 91.98% پر متاثر کن حد تک زیادہ تھی۔

3. خواندگی میں صنفی تفاوت

بہار، راجستھان، اتر پردیش، جموں و کشمیر اور جھارکھنڈ جیسی کئی ریاستوں میں خواتین کی خواندگی کی شرح خاص طور پر کم ہے، بہار میں خواتین کی خواندگی 2011 میں محض 52.66 فیصد تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قومی سطح پر خواتین کی ایک تہائی سے زیادہ تعداد اب بھی ناخواندہ ہے۔ یہ تعلیمی حصول میں نمایاں صنفی تفاوت کو اجاگر کرتا ہے۔

4. بین الاقوامی موازنہ

دیگر ایشیائی ممالک کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ہندوستان کی خواندگی کی کامیابیاں کم دکھائی دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر، 2007 اور 2016 کے درمیان، ہندوستان میں بالغ مردوں کی خواندگی کی شرح صرف 79% تھی، جو سری لنکا (93%)، فلپائن (96%) اور چین (97%) کی شرح سے نمایاں طور پر کم تھی۔ خواتین کی خواندگی کے معاملے میں یہ فرق اور بھی وسیع ہوتا ہے، جہاں ہندوستان کی شرح سری لنکا میں 90%، چین میں 93%، اور فلپائن میں 97% کے مقابلے میں صرف 59% رہی۔

8.5 ہندوستان کی تعلیمی پالیسیاں اور اسکیم (Education Policies and Schemes in India)

ہندوستان کی قومی تعلیمی پالیسیاں (National Education Polices-NEPs) اور اسکیم ملک کے تعلیمی ڈھانچے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی رہی ہیں، اور اس کی آبادی کی ابھرتی ہوئی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے پالیسی میں اہم تبدیلیوں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ ذیل میں ان میں سے اہم پر مختصر تبصرہ کیا گیا ہے۔

1. تعلیم پر قومی پالیسی، 1968 (National Policy on Education, 1968)

آزادی کے بعد دو دہائیوں کے بعد نئے تعلیمی نظام کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے، ہندوستانی حکومت نے کوٹھاری کمیشن (1964-66) کی سفارشات پر مبنی، 1968 میں قومی تعلیمی پالیسی متعارف کرائی۔ اس پالیسی کا مقصد برطانوی سامراج سے وراثت میں ملے تعلیمی ڈھانچے میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں کرنا تھا۔ اس پالیسی کی اہم خصوصیات میں شامل ہیں:

1. اس کو یقینی بنانا کہ چودہ سال کی عمر تک کے تمام بچوں کو لازمی تعلیم ملے، جو کہ ملک میں وسیع پیمانے پر غربت کی وجہ سے مفت ہونی چاہیے۔
2. بہتر تنخواہ سمیت اساتذہ کے حالات کو بہتر بنا کر تعلیم کے معیار کو بڑھانا۔
3. زرعی اور صنعتی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے نصاب میں ترمیم کرنا۔
4. سائنسی تحقیق کرنے والے خصوصی اداروں کو مناسب پہچان دینا۔
5. تمام ریاستوں میں تعلیم کے کردار اور معیار میں یکسانیت لانے کے لیے (10+2+3) کے نظام کا تعارف۔
6. تین زبانوں کے مطالعاتی فارمولے کو نافذ کرنا، تمام طلبا کے لیے ایک علاقائی زبان کے ساتھ انگریزی اور ہندی تجویز کرنا۔

2. قومی پالیسی برائے تعلیم 1986 اور 1992 کی ترمیم

(National Policy on Education, 1986 and 1992 Revision)

1986 NPE جس میں 1992 میں ترمیم کی گئی، 1986 کی پالیسی کے بعد تعلیمی کامیابیوں میں نظر آنے والی خامیوں اور عالمی سطح پر معاشی اور تکنیکی تبدیلیوں کی وجہ سے بدلتی ہوئی ضروریات کے تناظر میں وضع کی گئی تھی۔ 1986 کی پالیسی نے اپنی 1992 کی ترامیم کے ساتھ کئی جدید تبدیلیاں متعارف کروائیں:

1. سب کے لیے تعلیم فراہم کرنے، رسائی کو ہدف بنانے، شرح استبقا کو بڑھانے اور ڈراپ آؤٹ کی شرح کو نمایاں طور پر کم کرنے پر بہت زور دیا گیا۔
2. پالیسی نے پرائمری تعلیم میں "بچوں پر مرکوز نقطہ نظر" کا تصور متعارف کرایا۔ اس نے ہمہ گیر ترقی کے قابل بنانے کے لیے تعلیمی معیار میں نمایاں بہتری کی ضرورت پر بھی زور دیا۔
3. پیشہ ورانہ تعلیم کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے، پالیسی نے نوجوانوں کی ملازمت کی صلاحیت کو بڑھانے کے لیے اس کے ثانوی تعلیمی نظام میں انضمام کی تجویز پیش کی۔
4. اعلیٰ تعلیم کو اصلاحات، توسیع اور عمدگی کے لیے ہدف بنایا گیا تھا۔ اس کا مقصد اعلیٰ تعلیم کو معاشرے کے تمام طبقات کے لیے قابل رسائی بنانا اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں خود مختاری اور احتساب کو فروغ دینا تھا۔
5. بالغوں کی ناخواندگی کو دور کرنے کو ایک ترجیح کے طور پر نشان زد کیا گیا تھا، ایسے پروگراموں کے ساتھ جو تمام غیر خواندہ بالغوں کو تعلیمی مواقع فراہم کرنے کے لیے بنائے گئے تھے۔
6. 1992 میں نظر ثانی شدہ پالیسی نے تعلیم میں ٹیکنالوجی کے استعمال پر زور دیا، تعلیم و تدریس کو بہتر بنانے کے لیے تعلیمی ٹیکنالوجی کے استعمال کو فروغ دیا۔

3. تعلیم کا حق ایکٹ (Right to Education Act, 2009)

2009 کا حق تعلیم ایکٹ (آر ٹی ای ایکٹ) ہندوستان میں قانون سازی کا ایک اہم حصہ ہے جو 6 سے 14 سال کی عمر کے تمام بچوں کے لیے مفت تعلیم کو لازمی قرار دیتا ہے۔ یہ ایکٹ، جسے باضابطہ طور پر بچوں کا مفت اور لازمی تعلیم کا حق کا قانون (The Right of Children to Free and Compulsory Education Act) کے نام سے جانا جاتا ہے، 4 اگست 2009 کو وضع کیا گیا تھا، اور 1 اپریل 2010 کو نافذ ہوا تھا۔ یہ ہندوستان میں ہر بچے تک تعلیم کو قابل رسائی بنانے میں ایک اہم قدم کی نمائندگی کرتا ہے۔ اور اسے ہندوستان کے آئین میں طے شدہ تعلیمی اہداف کے حصول میں ایک سنگ بنیاد کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ آر ٹی ای ایکٹ، 2009 کی کلیدی خصوصیات درج ذیل ہیں:

مفت اور لازمی تعلیم: RTE ایکٹ یہ کہتا ہے کہ 6 سے 14 سال کی عمر کے ہر بچے کو رسمی اسکول (Fromal School) میں تسلی بخش اور

مساوی معیار کی کل وقتی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے۔

کوئی روک کی پالیسی نہیں: ابتدائی طور پر، ایکٹ میں نو ڈٹنشن پالیسی (No Detention Policy) شامل کی گئی تھی، جس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم کی تکمیل تک بچوں کو کسی بھی کلاس میں روکا نہیں جا سکتا یا نکالا نہیں جا سکتا تھا۔ تاہم، اس پالیسی میں 2019 میں ترمیم کی گئی تھی تاکہ اسکولوں کو تشخیص کے بعد مخصوص گریڈز پر طلبا کو روکنے کی اجازت ہو۔

پرائیویٹ اسکولوں میں 25% ریزرویشن: RTE ایکٹ کی اہم دفعات میں سے ایک یہ ہے کہ پرائیویٹ اسکولوں کو اپنی 25% نشستیں داخلے کے لیول پر پسماندہ گروپوں اور معاشی طور پر کمزور طبقات کے بچوں کے لیے ریزرو کرنے کا حکم ہے۔ اس کا مقصد اسکولوں میں شمولیت اور سماجی تنوع کو فروغ دینا ہے۔

امتیازی سلوک کی ممانعت: یہ ایکٹ کسی بھی بچے کے ساتھ ذات، عقیدہ، نسل، جائے پیدائش، معذوری، یا جنس کی بنیاد پر کسی بھی قسم کے امتیازی سلوک کو ممنوع قرار دیتا ہے۔

جسمانی سزا اور ذہنی ایذا رسانی کی ممانعت: یہ جسمانی سزا اور ذہنی ایذا رسانی پر پابندی لگاتا ہے۔

تعلیم کے معیار پر توجہ: RTE ایکٹ طالب علم-استاد کے تناسب (PTRs)، عمارتوں اور بنیادی ڈھانچے، اسکول کے کام کے دن، اساتذہ کے کام کے اوقات وغیرہ کے حوالے سے مخصوص اصول اور معیارات مرتب کرتا ہے، جس کا مقصد تعلیم کے معیار کو بہتر بنانا ہے۔

مقامی حکام کا کردار: ایکٹ کے نفاذ کو یقینی بنانے کے لیے مقامی حکام کو اہم کردار اور ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ انہیں اپنے دائرہ اختیار میں تمام بچوں کے ریکارڈ کو برقرار رکھنے، ان کی حاضری کو یقینی بنانے، اور ابتدائی تعلیم کی تکمیل کا کام سونپا گیا۔

اساتذہ کی اہلیت اور تربیت: یہ ایکٹ معیاری تدریس اور تعلیم کی ضرورت پر زور دیتا ہے، جس میں تمام اساتذہ کو مرکزی حکومت کی طرف سے اختیار کردہ تعلیمی اتھارٹی کی طرف سے مقرر کردہ کم از کم قابلیت کا حامل ہونا ضروری ہے۔

4. **نئی تعلیمی پالیسی** (New Education Policy 2020)

29 جولائی 2020 کو اعلان کردہ قومی تعلیمی پالیسی 2020 (NEP)، آزادی کے بعد سے ہندوستان میں تعلیمی پالیسی کے ارتقا میں ایک اہم سنگ میل کی نشاندہی کرتی ہے۔ ISRO کے سابق چیئرمین کے کستوری رنگن (K. Kasturirangan) کی قیادت میں ایک پینل کی رہنمائی میں وضع کی گئی۔ یہ پالیسی آزادی کے بعد سے تیسری پالیسی ہے اور یہ قومی پالیسی برائے تعلیم، 1986 کی جگہ لیتی ہے۔

NEP 2020 کا مقصد تعلیمی نظام کو مزید جامع، لچک دار، کثیر الشعبہ بنانے کے لیے اس کی اصلاح کرنا ہے۔ یہ 21ویں صدی کی ضروریات کے مطابق کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ اس کے بنیادی اہداف ہندوستان کو ایک متحرک علمی معاشرے اور عالمی علمی سپر پاور میں تبدیل کرنا ہے۔ پالیسی کلیدی شعبوں جیسے رسائی، مساوات، معیار، قابل برداشت، اور احتساب پر توجہ مرکوز کرتی ہے۔ مزید برآں، NEP 2020 کو مستدام ترقی کے 2030 ایجنڈے کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے۔

اسکول کی تعلیم

NEP 2020 اسکول کے تعلیمی فریم ورک کی 2+10 سسٹم سے لے کر مزید جامع "4+3+3+5" ڈیزائن تک کی ایک اہم تنظیم نو کو متعارف کراتی ہے۔ یہ ڈھانچہ بچوں میں نشوونما کے مراحل سے مماثل ہے: عمر 8-3 سال (بنیادی مرحلہ)، 11-8 سال (تیاری کا مرحلہ)، 14-11 سال (درمیانی مرحلہ) اور 18-14 سال (ثانوی مرحلہ)۔ یہ نیا نظام ابتدائی بچپن کی دیکھ بھال اور تعلیم کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے، 6-3 سال کی عمر کے بچوں کے لیے رسمی اسکولنگ (Fromal Schooling) کے دائرہ کو تین سال کی پری اسکولنگ تک بڑھاتا ہے۔ یہ پالیسی کم از کم کلاس 5 تک مادری زبان یا علاقائی زبان کی تعلیم پر زور دیتی ہے، جس کا مقصد بنیادی خواندگی اور حساب دانی کو مضبوط کرنا ہے۔ مزید برآں، پری اسکول کے بچوں کے لیے مڈڈے میل پروگرام کا تسلسل تعلیمی ترقی کے ساتھ ساتھ غذائی امداد کے عزم کی نشاندہی کرتا ہے۔

اعلیٰ تعلیم

اعلیٰ تعلیم میں، NEP 2020 بڑی تبدیلیاں تجویز کرتی ہے جن کا مقصد ادارہ جاتی خود مختاری اور لچک کو فروغ دینا ہے۔ یہ ایم فل پروگرام کو بند کرنے، ایک سے زیادہ خارجی اختیارات کے ساتھ چار سالہ ملٹی ڈسپلنری انڈر گریجویٹ پروگرام کا تعارف، اور ملٹی ڈسپلنری ایجوکیشن اینڈ ریسرچ یونیورسٹیز (Multidisciplinary Education and Research Universities-MERUs) کے قیام کی تجویز کرتی ہے۔ اس پالیسی میں کریڈٹ کی منتقلی کو آسان بنانے کے لیے ایک اکیڈمک بینک آف کریڈٹ (Academic Bank of Credit)، ہندوستانی اعلیٰ تعلیمی کمیشن (Higher Education Commission of India-HECI) جس میں ضابطے (Regulation)، معیاری ترتیب (Standard Setting)، فنڈنگ (Funding)، اور منظوری (Accreditation) کے لیے چار عمودی حصے ہوں گے، اور مضبوط تحقیقی کلچر کے فروغ کے لیے ایک قومی تحقیقی ادارے (National Research Foundation) کے قیام کا بھی تصور کیا گیا ہے۔

عمل درآمد اور چیلنجز

یہ پالیسی پر عزم اہداف کا تعین کرتی ہے جس میں 2030 تک پری اسکول سے ثانوی سطح تک 100% خام اندراج کا تناسب (Gross Enrolment Ratio-GER) حاصل کرنا، اور 2035 تک اعلیٰ تعلیم میں GER میں 50% تک نمایاں اضافہ کرنا شامل ہے۔ لیکن اس کے نفاذ میں اسے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ ان میں تعلیم پر عوامی اخراجات کو GDP کے 6% تک بڑھانا، آن لائن تعلیم پر زور دینے کی روشنی میں ڈیجیٹل تفریق (Digital Divide) کو دور کرنا، اور مختلف جغرافیوں اور کمیونٹیز میں تعلیم تک مساوی رسائی کو یقینی بنانا شامل ہے۔

تنقید اور خدشات

NEP 2020 کے ناقدین آن لائن تعلیم کی طرف اس کے مضبوط دباؤ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جو ڈیجیٹل انفراسٹرکچر تک غیر

مساوی رسائی کی وجہ سے تعلیمی تفریق (Educational Divide) کو بڑھا سکتی ہے، جیسا کہ COVID-19 وبائی امراض کے دوران نمایاں ہوا۔ دیگر خدشات میں زبان کی تعلیم کے حوالے سے پالیسی کا نقطہ نظر بھی شامل ہے، جو کہ عالمی روزگار بازار میں مسلسل اہمیت کے باوجود انگریزی کو نظر انداز کرتا ہے۔ مزید برآں، ہندوستان میں کیمپس قائم کرنے کے لیے اعلیٰ عالمی یونیورسٹیوں کی پالیسی کی حوصلہ افزائی کو اس کی فزیبلٹی اور تاثیر کے حوالے سے شکوک وشبہات کا سامنا ہے۔

مختصراً، NEP 2020 ایک وژنری دستاویز ہے جو ہندوستانی تعلیم میں جامع اصلاحات کی تجویز پیش کرتی ہے۔ تاہم، اس کی کامیابی کا زیادہ تر انحصار اس کے نفاذ کی حکمت عملیوں کی تاثیر، بنیادی ڈھانچے کی عدم مساوات کے حل، اور مقامی تعلیمی ضروریات اور حقائق کے ساتھ مرکزی ہدایات کے توازن پر ہوگا۔

5. تعلیم کے فروغ کے لیے اسکیم

ہندوستان نے اپنے تعلیمی فریم ورک کو بڑھانے کے لیے مختلف اسکیموں اور پروگراموں کو نافذ کیا ہے، جس کا مقصد رسائی میں اضافہ، معیار کو بہتر بنانا، اور تمام سطحوں پر تعلیم میں مساوات کو یقینی بنانا ہے۔ جدول 8.1 میں بعض اہم تعلیمی اسکیمیں اور پروگرام کا ذکر کیا گیا ہے۔

جدول 8.1: ہندوستان میں تعلیم کے فروغ کے لیے کچھ اسکیمیں

اسکیم کا نام	سال	اہم خصوصیات / مقصد
مڈ ڈے میل سکیم	1995	غذائیت کی کیفیت کو بہتر بنانا، اسکول میں اندراج، حاضری، اور شرح استبقا میں اضافہ کرنا۔
سروشکشا ابھیان (SSA)	2001	ابتدائی تعلیم کو عالمگیر بنانا۔
ابتدائی سطح پر لڑکیوں کی تعلیم کے لیے قومی پروگرام (NPEGEL)	2003	SSA کے تحت لڑکیوں کی تعلیم کے فروغ کے لیے اضافی مدد فراہم کرنا۔
ثانوی تعلیم کے لیے لڑکیوں کو ترغیب دینے کی قومی اسکیم	2008	لڑکیوں کو مالی ترغیب دے کر ثانوی تعلیم جاری رکھنے کی ترغیب دینا۔
راشٹریہ مادھیمک شکشا ابھیان (RMSA)	2009	ثانوی تعلیم تک رسائی کو بڑھانا اور اس کے معیار کو بہتر بنانا۔
تعلیم کا حق ایکٹ (RTE)، 2009	2009	مخصوص عمر کے تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم کا حکم مہیا کرنا۔
راشٹریہ اچتر شکشا ابھیان (RUSA)	2013	ریاستی اداروں کے معیار کو بہتر بنانا اور خود مختاری کو فروغ دینا۔
پڑھے بھارت بڑھے بھارت (PBBB)	2014	مؤثر تدریسی طریقوں کے ذریعے ابتدائی پڑھنے، لکھنے اور ریاضیاتی مہارتوں کو بہتر بنانا۔
اڑان	2014	انجینئرنگ میں داخلے کے امتحانات کی تیاری کے لیے طالبات کو مفت آن لائن وسائل فراہم کرنا۔
کوشل وکاس یوجنا (PMKVY)	2015	روزگار میں مدد کے لیے نوجوانوں کو مختصر دورانیے کی مہارت کی تربیت فراہم کرنا۔
اسکل انڈیا مشن	2015	2022 تک ہندوستان میں 400 ملین سے زیادہ لوگوں کو مختلف مہارتوں میں تربیت دینا۔
نیشنل اسکل ڈیولپمنٹ مشن	2015	پیشہ ورانہ تربیت فراہم کرنے اور ملازمت کی اہلیت کو بہتر بنانے کے لیے متعدد وزارتوں میں پھیلے ہوئے ہنرمندانہ اقدامات کو یکجا کرنا۔

کوشل وکاس یوجنا(PMKVY)	2015	روزگار کے لیے قلیل مدتی تربیت کی پیشکش کرکے نوجوانوں کے لیے ہنر مندی کی ترقی کی حوصلہ افزائی کرنا۔
اٹل ٹنکرنگ لیبز(ATL)	2016	ٹولز اور لرننگ کٹس تک رسائی فراہم کرکے طلبا میں سائنسی مزاج، اختراع اور تخلیقی صلاحیتوں کا ماحول بنانا۔
نیشنل اپرنٹس شپ پروموشن سکیم(NAPS)	2016	آجروں کو مالی مراعات فراہم کرکے صنعتوں میں اپرنٹس شپس کی حمایت کرنا۔
پردھان منتری گرامین ڈیجیٹل ساکشرتا ابھیان (PMGDISHA)	2017	مارچ2019تک چھ کروڑ دیہی گھرانوں کو ڈیجیٹل طور پر خواندہ بنانا۔
پردھان منتری گرامین ڈیجیٹل ساکشرتا ابھیان (PMGDISHA)	2017	ڈیجیٹل مہارت کی تربیت تک رسائی فراہم کرکے دیہی علاقوں میں ڈیجیٹل خواندگی کو فروغ دینا۔
سماگرا شکشا ابھیان	2018	پری اسکول سے سینئر سیکنڈری سطح تک تعلم کو مربوط کرنا؛ جامع اور معیاری تعلیم پر توجہ۔
نیشنل ڈیجیٹل لائبریری آف انڈیا(NDLI)	2018	تمام تعلیمی سطحوں پر وسیع پیمانے پر تعلیمی وسائل تک رسائی فراہم کرنا۔

8.6 ہندوستان کے تعلیمی نظام کے مسائل (Challenges in Education System in India)

ناخواندگی کی اعلی شرح اور ڈراپ آؤٹ کے مسائل: ہندوستان دنیا کے سب سے زیادہ ناخواندہ افراد کا ملک ہے۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ بنیادی سطح پر ڈراپ آؤٹ کی شرح زیادہ ہے۔ بہت سے بچے جو جلدی اسکول چھوڑ دیتے ہیں وہ جوانی میں بنیادی خواندگی یا عددی مہارت کو برقرار رکھنے میں ناکام رہتے ہیں، خاص طور پر دیہی علاقوں اور خواتین کی آبادی میں۔

تعلیم کا ناقص معیار: اسکول کی تعلیم کا معیار، خاص طور پر دیہی علاقوں میں، تشویشناک ہے۔ بہت سے اسکول ناکافی انفراسٹرکچر، بھیڑ بھرے کلاس رومز، اور تدریسی طریقہ کار کی کمی کا شکار ہیں۔ یہ نہ صرف طلباء کی ناقص کامیابیوں کا باعث بنتا ہے بلکہ اسکول چھوڑنے کی شرح میں بھی اضافہ ہوتا ہے کیونکہ طلبا اور والدین دونوں کا تعلیمی نظام کے فوائد پر اعتماد ختم ہوجاتا ہے۔

علاقائی اور سماجی و معاشی تفاوت: مختلف ریاستوں اور مختلف سماجی اور معاشی گروہوں میں شدید تفاوت موجود ہے۔ بہار اور مدھیہ پردیش جیسی ریاستیں تعلیمی اشاریوں میں ہماچل پردیش جیسی دیگر ریاستوں سے کافی پیچھے ہیں۔ پسماندہ خاندان سے تعلق رکھنے والے بچوں، بشمول دلت، آدیواسی، اور مسلمان، کو پرائمری سطح سے آگے کی تعلیم میں بڑی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ناکافی ثانوی اور اعلیٰ ثانوی تعلیم: ثانوی تعلیم کا پھیلاؤ محدود ہے، اور ثانوی سے اعلیٰ ثانوی تعلیم میں تبدیلی سے اندراج کی شرح میں نمایاں کمی دیکھنے میں آتی ہے۔ نجی تعلیم کی اعلی لاگت اور تعلیم کی افرادی قوت میں داخلے میں تاخیر کے لحاظ سے موقع لاگت ان رجحانات میں معاون ہے۔

اعلیٰ تعلیم اور تکنیکی تربیت میں چیلنجز: اعلیٰ تعلیم کا شعبہ غیر معیاری اداروں اور فرسودہ نصاب کا شکار ہے، جو جدید روزگار بازار کی ضروریات کو پورا نہیں کرتے۔ تکنیکی تعلیم کو بھی مطابقت اور معیار کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو اکثر صنعت کی موجودہ ضروریات کے مطابق نہیں ہوتا ہے۔

تعلیم کے بڑھتے ہوئے اخراجات: تعلیم کی لاگت تیزی سے بڑھ رہی ہے، جس سے کم آمدنی والے خاندانوں کے لیے معیاری تعلیم کو برداشت کرنا مشکل ہوتا جارہاہے۔ تعلیم کی تکمیل کے لیے پرائیویٹ کوچنگ پر انحصار رسمی نظام کی خامیوں کو اجاگر کرتا ہے اور خاندانوں پر اضافی مالی بوجھ ڈالتاہے۔

8.6.1 تعلیمی نظام کو بہتر بنانے کے لیے تجاویز (Suggestions to Improve Education System)

پابندیاں اور اعلیٰ تعلیم کے معیار پر توجہ: اعلیٰ تعلیم کو یونیورسٹی میں داخلے کے لیے سخت شرائط کے ساتھ بہتر طور پر ریگولیٹ کیا جانا چاہیے، خاص طور پر پوسٹ گریجویٹ کورسز کے لیے۔ تحقیق میں مقدار کے بجائے معیار پر زور دیا جائے، غیر پیداواری مطالعات پر فضول خرچی سے گریز کیا جائے۔

روزگار پر مبنی اور پیشہ ورانہ تربیت: پیشہ ورانہ اور روزگار پر مبنی تعلیم کی طرف توجہ مرکوز کرنے سے اس بات کو یقینی بنایا جاسکتا ہے کہ فارغ التحصیل افراد روزگار بازار کے لیے تیار ہیں، بجائے اس کے کہ وہ نظریاتی علم رکھتے ہوں جو روزگار میں تبدیل نہیں ہوتا ہے۔

سائنس کی تعلیم کی متوازن توسیع: سائنس کی تعلیم میں توسیع کو زیادہ اسٹریٹجک اور جاب مارکیٹ کی ضروریات سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے، جس سے ان شعبوں کے لیے گریجویٹس کی زیادہ پیداوار کو روکا جائے جہاں ان کی ضرورت نہیں ہے۔

بہتر دیہی اور پیشہ ورانہ تعلیم: دیہی علاقوں میں، مقامی نوجوانوں کو پیداواری پیشوں میں مصروف رکھنے اور بے روزگاری کی وجہ سے شہری نقل مکانی کو روکنے کے لیے زرعی اور پیشہ ورانہ تعلیم پر توجہ دی جانی چاہیے۔

تکنیکی تعلیم میں اصلاحات: گریجویشن کے بعد ملازمت کی ضمانت کے ساتھ تکنیکی تعلیم کی منصوبہ بندی احتیاط سے کی جانی چاہیے۔ جو لوگ سرکاری خرچ پر تعلیم حاصل کرتے ہیں اور بیرون ملک کام کرنے کا انتخاب کرتے ہیں انہیں ریاست کی طرف سے اٹھنے والے اخراجات کی ادائیگی کرنی چاہیے۔

اسکول کے معیارات کو بہتر بنانا اور ڈراپ آؤٹ کو کم کرنا: ہائر سیکنڈری اور یونیورسٹی کے تعلیمی معیار کو بلند کیا جانا چاہیے۔ اعلیٰ تعلیم چھوڑنے کی شرح کی بنیادی وجوہات کی چھان بین اور ان کا تدارک بہت ضروری ہے۔ اس میں بہتر انفراسٹرکچر، زیادہ اساتذہ، آسان نصاب، اور کمیونٹی کی شمولیت کے ذریعے اسکول کی رسائی، استطاعت اور معیار کو بڑھانا شامل ہے۔

ان کلیدی شعبوں پر توجہ دے کر، ہندوستان اپنے تعلیمی نظام کو نمایاں طور پر بہتر بنا سکتا ہے، اور اسے ایک ایسی ہنر مند افرادی قوت تیار کرنے میں زیادہ مساوی اور موثر بنا سکتا ہے جو ملک کی ترقی میں حصہ ڈالنے اور عالمی معیشت میں مقابلہ کرنے کے قابل ہو گی۔

8.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا اس قابل ہیں کہ:

- معاشی نمو و ترقی میں انسانی وسائل کے کردار کی وضاحت کر سکیں۔

- انسانی وسائل کے فروغ میں تعلیم کے کردار کی وضاحت کر سکیں۔
- تعلیم کے فروغ کے لیے حکومت ہند کی پالیسیوں اور اسکیم کے بارے میں جان سکیں۔

8.8 فرہنگ (Glossary)

انسانی وسائل Human Resource: -افراد جو کسی تنظیم، کاروباری شعبے یا معیشت کی افرادی قوت بناتے ہیں، جس میں ان کی اجتماعی صلاحیتیں، مہارتیں، تجربات اور ممکنہ شراکت شامل ہے۔

8.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

8.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. سروشکشا ابھیان (SSA) کا بنیادی فوکس کیا ہے؟

(a) اعلیٰ تعلیم (b) ابتدائی تعلیم

(c) تکنیکی تعلیم (d) تعلیمِ بالغان

2. حقِ تعلیم ایکٹ اس سال وضع کیا گیا:

(a) 2005 (b) 2007

(c) 2009 (d) 2011

3. مڈ ڈے میل اسکیم کا بنیادی مقصد ہے:

(a) مفت نصابی کتب فراہم کرنا (b) اسکولی طلبا کی غذائیت کی کیفیت کو بہتر بنانا

(c) اساتذہ کی تنخواہوں میں اضافہ (d) بہتر اسکولوں کی تعمیر

4. نئی تعلیم پالیسی کی پالیسی 2020 پانچویں کلاس تک کس زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کی وکالت کرتی ہے؟

(a) صرف انگریزی (b) صرف ہندی

(c) مادری زبان یا علاقائی زبان (d) غیر ملکی زبان

5. انسانی وسائل کی ترقی بنیادی طور پر کس پر مرکوز ہے؟

(a) فروخت میں اضافہ (b) ملازمین کی مہارت اور علم کو بڑھانا

(c) نئی اشیا کی خرید (d) آفس کی تعمیر

6. ہندوستان میں تعلیمی نظام کے مسائل میں شامل ہے:

(a) طلبا اساتذہ کا ادنی تناسب (b) ابتدائی تعلیم میں کم اندراج

(c) ناقص بنیادی تعلیمی ڈھانچہ (d) درج بالا سبھی

7. اس طریقے سے انسانی وسائل کی ترقی معاشی نمو کو فروغ دیتی ہے:

(a) نئی مشین کے تعارف سے (b) زیادہ باصلاحیت افرادی قوت پیدا کرکے

(c) آبادی میں اضافہ کرکے (d) درج بالا سبھی

8. NEP 2020 کی طرف سے تجویز کردہ نیا تعلیمی ڈھانچہ کیا ہے؟

(a) 10+2 نظام (b) 8+2+2 نظام

(c) 5+3+3+4 نظام (d) 6+4+3+1 نظام

9. کون سی پالیسی ہندوستان میں 6 سے 14 سال کی عمر کے بچوں کے لیے مفت تعلیم کو لازمی قرار دیتی ہے؟

(a) NEP 2020 (b) مڈڈے میل

(c) سروشکشا ابھیان (d) حق تعلیم ایکٹ

10. ہندوستان کی مختلف تعلیمی پالیسیاں جی ڈی پی کا کتنا فیصد تعلیم خرچ کرنے کی سفارش کرتی رہی ہیں؟

(a) 3% (b) 4%

(c) 5% (d) 6%

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	b	c	b	c	b	c	b	c	d	d

8.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. انسانی وسائل سے کیا مراد ہے؟
2. تعلیم کس طرح معاشی نمو کو فروغ دیتی ہے؟ کوئی دو طریقے بتائیں۔
3. تعلیم کے کوئی تین معاشی فوائد بیان کریں۔
4. تعلیم پر قومی پالیسی 1968 کی اہم خصوصیات بیان کریں۔
5. حق تعلیم ایکٹ پر مختصر نوٹ تحریر کریں۔

8.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. تعلیم کس طرح معاشی نمو کو فروغ دیتی ہے؟ تفصیل سے تحریر کریں۔
2. نئی تعلیمی پالیسی 2020 پر تفصیلی مضمون لکھیں۔

3. ہندوستان کے نظام تعلیم کے مسائل تحریر کریں۔ آپ اس میں بہتری کے لیے کیا تجاویز پیش کریں گے؟

8.10 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Gupta, R. (2023). *Indian Economic Development: A Textbook for Class XII*. Geeta Publishing House.
2. Puri, V. K., & Mishra, S. K. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.
3. Rai, D. (2017). *Indian Economic Development*. Educational.

بلاک III: بے روز گاری کے مسائل

اکائی 9: بے روز گاری: معنی، اقسام اور رجحانات

(Unemployment Meaning, Types and Trends)

اکائی کے اجزا:

9.0 تمہید (Introduction)

9.1 مقاصد (Objectives)

9.2 بے روز گاری: معنی و مفہوم (Unemployment: Meaning and Definition)

9.3 بے روز گاری: کلیدی تصورات (Unemployment: Key Concepts)

9.4 بے روز گاری کی اقسام (Types of Unemployment)

9.5 بے روز گاری کی پیمائش (Measurement of Unemployment)

9.6 ہندوستان میں بے روز گاری کی پیمائش (Measurement of Unemployment in India)

9.7 ہندوستان میں بے روز گاری کے رجحانات (Trends of Unemployment in India)

9.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

9.9 فرہنگ (Glossary)

9.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

9.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

9.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

9.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

9.11 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

9.0 تمہید (Introduction)

ہمیں پتہ ہے کہ ہندوستان ایک ترقی پذیر معیشت ہے اور دنیا کی تیزی سے ترقی کرنے والی معیشتوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس کے باوجود بھی اسے کئی مسائل کا سامنا ہے۔ جیسے، غریبی، بھوک مری، عدم مساوات، بے روزگاری، فرقہ واریت، افراط زر، وغیرہ۔ ان تمام مسائل میں بے روزگاری کا مسئلہ ہندوستان کی ترقی میں ایک بڑا چیلنج سمجھا جاتا ہے۔ بے روزگاری نہ صرف ایک معاشی مسئلہ ہے بلکہ یہ سماجی، سیاسی، تعلیمی، نفسیاتی، جذباتی، ثقافتی، نسلی اور مذہبی جیسے درپیش تمام مسائل کی ماں ہے۔ ایسامانا جاتا ہے کہ اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو دنیا کے نصف مسائل بھی اپنے آپ ختم ہو جائیں گے۔ بے روزگاری تقریباً تمام پسماندہ اور ترقی پذیر ملکوں کی ایک تلخ حقیقت ہے جس میں وہ اس بڑے مسئلے سے نمٹنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں اور بس اس کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ جب کوئی ملک بے روزگاری جیسے مسئلے سے دوچار ہوتا ہے تو وہ اپنی مکمل قوت کے ساتھ کام نہیں کرپاتا جو ان کی استطاعت کے مطابق ہو جس سے وہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔

اس سبق میں پہلے ہم بے روزگاری کیا ہوتی ہے اس کے معنی و مفہوم کو سمجھیں گے۔ اس کے بعد اس کی مختلف اقسام کا مطالعہ کریں گے۔ ساتھ ہی ساتھ بے روزگاری کی پیمائش کس طریقے سے کی جاتی ہے اس کو سیکھیں گے اور ہندوستان میں موجود بے روزگاری کے رجحانات کو بیان کریں گے۔

9.1 مقاصد (Objectives)

اس سبق کا مطالعہ کرنے کے بعد، طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- بے روزگاری کے معنی و مفہوم کی وضاحت کر سکیں۔
- بے روزگاری کی مختلف اقسام کی وضاحت کر سکیں۔
- بے روزگاری کی پیمائش کے مختلف تصورات کی وضاحت کر سکیں۔
- ہندوستان میں موجود بے روزگاری کے رجحانات کو بیان کر سکیں۔

9.2 بے روزگاری: معنی و مفہوم (Unemployment: Meaning and Definition)

بے روزگاری سے مراد کام کرنے والی آبادی میں ایسے لوگوں کی تعداد ہے جنھیں کوئی ملازمت یا کام نہیں ملتا۔ تکنیکی طور پر، بے روزگاری ایک ایسی حالت جس میں کسی ملک میں کام کرنے کی عمر اور قابل افراد کی ایک بڑی تعداد موجود ہو، جو موجودہ اجرت پر کام کرنے کے لیے تیار ہو لیکن انہیں کوئی کام نہ ملے۔ ایسے لوگ جو دماغی یا جسمانی طور پر کام کرنے کے قابل نہ ہوں جیسے سادھو، ریٹائر اشخاص، گھریلو کام کرنے والی خواتین، بوڑھے لوگ، بچے وغیرہ کو بے روزگار لوگوں میں شامل نہیں کیا جاتا۔ نیشنل سیمپل سروے کے مطابق بے روزگاری یعنی ایسی صورت حال جس میں وہ تمام لوگ جو کام کی کمی کے سبب کام نہیں کرپاتے لیکن روزگار دفاتر، دلالوں، دوستوں یا رشتہ داروں کے ذریعے کام یا ملازمت تلاش کرتے ہیں یا آجروں کو کام کے لیے درخواستیں دیتے ہیں یا کام اور اجرت کی مروجہ شرائط کے تحت کام کرنے کے

لیے اپنی رضامندی یا دستیابی کا اظہار کرتے ہیں۔ ایوری مینس ڈکشنری آف اکنامکس کے مطابق، بے روزگاری یعنی کسی شخص کی غیر اختیاری کاہلی یا سستی جس میں وہ مروجہ اجرت پر کام کرنے کا خواہشمند ہو لیکن پھر بھی اسے کام نہ ملے۔ مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک شخص بے روزگار تب کہلائے گا جب اس میں مندرجہ ذیل تین چیزیں ہونے کے باوجود اسے کام نہ ملے،

- وہ کام کی تلاش کرے۔
- جسمانی اور دماغی طور پر کام کرنے کے قابل ہو۔
- مروجہ اجرت پر کام کرنے کے لیے تیار ہو۔

9.3 بے روزگاری: کلیدی تصورات (Unemployment: Key Concepts)

روزگار (Employed): ایسے افراد جو جسمانی اور دماغی طور پر کام کرنے کے لیے تیار ہوں اور مروجہ اجرت پر کام کرتے ہوں۔

بے روزگاری (Unemployment): ایسی صورت حال جہاں 15 سے 64 سال کی عمر کے لوگ مروجہ اجرت پر کام کرنے کے قابل اور تیار ہوں اور کام تلاش بھی کرتے ہوں لیکن پھر بھی انھیں روزگار نہ ملتا ہو تو انھیں بے روزگار کہا جاتا ہے۔

ناقص روزگار (Underemployment): ایسی ملازمت یا کام جس میں افراد کی اہلیت و قابلیت درکار اہلیت و قابلیت سے زیادہ ہو۔

مکمل روزگار (Full Employment): ایسی صورت حال جس میں وہ تمام لوگ جو دماغی اور جسمانی طور پر کام کرنے کے قابل، اور مروجہ اجرت پر کام کرنے کے خواہشمند ہو، انھیں روزگار ملے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ معیشت میں موجود تمام دستیاب وسائل کا انتہائی موثر طریقے سے استعمال کرنا۔ ماہر معاشیات جے ایم کینز کے مطابق اختیاری بے روزگاری کا نہ ہونا مکمل روزگار کہلاتا ہے۔

اختیاری بے روزگار (Voluntary Unemployment): ایسی صورت حال جس میں افراد کام کرنے کے قابل ہونے کے باوجود کام نہ کرنے کے خواہشمند ہوں انہیں اختیاری بے روزگار کہا جاتا ہے۔

غیر اختیاری بے روزگاری (Involuntary Unemployment): ایسی صورت حال جس میں لوگ رائج اجرت پر کام کرنے کے لیے تیار ہونے کے باوجود انھیں کام نہ ملتا ہو اسے غیر اختیاری بے روزگار کہا جاتا ہے۔ بے روزگاری کی اس قسم میں مزدور کی طلب اس کی رسد سے کم ہوتی ہے۔

9.4 بے روزگاری کی اقسام (Types of Unemployment)

بے روزگاری کی مختلف اقسام ہیں جو اس کی نوعیت و ہیئت کے مطابق حسب ذیل ہیں

1. چھپی یا مخفی بے روزگاری (Disguised Unemployment)

ایک ایسی صورت حال جس میں ضرورت سے زیادہ افراد ایک مخصوص کام کو انجام دیتے ہیں یعنی اگر ان میں سے کچھ افراد کو کام

سے نکالا بھی جائے تو پیداوار کو کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔ دوسرے الفاظ میں اس سے مراد ملازمت کی وہ صورت حال ہے جس میں فاضل افرادِ ہوتے ہیں۔ فاضل افراد ہونے کو وجہ سے کچھ لوگوں کی حاشیائی پیداوار (Marginal Productivity) صفر ہوتی ہے۔ عام طور پر اس قسم کی بے روز گاری دیہی علاقوں میں کھیتی میں پائی جاتی ہے جہاں خاندان کے سارے افراد کھیتوں میں کام کرتے ہیں حالانکہ اگر خاندان کے کچھ افراد کام نہ بھی کریں تب بھی پیداوار کو کچھ نقصان نہیں ہوتا۔

2. **موسمی بے روزگاری** (Seasonal Unemployment)

بے روز گاری کی وہ قسم جس میں افراد کو صرف مخصوص موسم میں ہی روز گار ملتا ہے اور جب موسم ختم ہو جائے تو وہ بے روز گار ہو جاتے ہیں۔ بے روز گاری کی یہ قسم دیہی علاقوں میں پائی جاتی ہے۔ ہمیں پتہ ہے کہ دیہی علاقوں میں زراعت ایک موسمی پیشہ ہے۔ اکثر کسانوں کو یا دیہات میں رہنے والے لوگوں کو صرف مخصوص فصل کے موسم کے وقت ہی کام ملتا ہے اور اس کے بعد وہ لوگ بے کار رہتے ہیں۔

اس طرح کی بے روز گاری ہمیں شہری علاقوں میں بھی نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر جب گرمی کا موسم آتا ہے تو شہروں میں بڑے پیمانے پر ٹھنڈے مشروب جیسے جوس، لسی، وغیرہ کی مانگ بڑھ جاتی ہے جس سے میں برف کی مانگ میں اضافہ ہوتا ہے اور برف کی پیداوار کرنے والی فیکٹریوں میں لوگوں کو روز گار ملنے لگتا ہے لیکن جیسے ہی یہ سیزن یا موسم ختم ہوتا ہے برف کی فیکٹریاں بند ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہاں کام کرنے والے لوگ بے روز گار ہو جاتے۔ اس کے علاوہ شہروں میں شکر فیکٹریوں میں یا سیر و سیاحت کی صنعتوں میں بھی موسمی بے روز گاری ہمیں نظر آتی ہے۔

3. **تکنیکی بے روزگاری** (Technological Unemployment)

ہمیں پتہ ہے کہ صنعتوں میں آئے دن نئی نئی ٹیکنالوجی کا استعمال کر کے پیداوار کی جاتی ہے۔ اس ٹیکنالوجی سے بہت سے لوگ ناواقف ہوتے ہیں جس کی وجہ سے انھیں ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے اسے تکنیکی بے روز گاری کہا جاتا ہے۔ یعنی تکنیک یا ٹیکنالوجی میں تبدیلی آنے کی وجہ سے جو بے روز گاری ہوتی ہے اسے تکنیکی بے روز گاری کہا جاتا ہے۔ تکنیکی بے روز گاری عام طور پر شہری علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

4. **مزاحمتی بے روزگاری** (Frictional Unemployment)

اس قسم کی بے روز گاری کو جستجو بے روز گاری بھی کہا جاتا ہے۔ اس قسم کی بے روز گاری میں ایسے افراد کا شمار ہوتا ہے جو اپنی ملازمت کو چھوڑ کر نئی ملازمت کی تلاش کرتے ہیں۔ ملازمت کو چھوڑنے سے لے کر نئی ملازمت کو حاصل کرنے تک کا جو وقفہ ہوتا ہے اس میں یہ افراد بے روز گار ہوتے۔ اس قسم کی بے روز گاری میں تین طرح کے لوگوں کا شمار ہوتا ہے ایسے افراد یا تو جنھوں نے اپنی مرضی سے پرانی ملازمت کو چھوڑا اور نئی اور اچھی ملازمت کی تلاش کر رہے ہوں یا ایسے افراد جو پہلی مرتبہ لیبر فورس کا حصہ بنے ہوں اور اپنی اہلیت و قابلیت کے مطابق ملازمت یا کام کی تلاش کر رہے ہوں، یا ایسے لوگ جو لیبر فورس میں دوبارہ داخل ہو رہے ہوں۔ اس طرح کی بے روز گاری

خود اختیاری اور وقتی ہوتی ہے۔

5. دائروی بے روز گاری (Cyclical unemployment)

ہمیں پتہ ہے کہ معیشت کی سر گرمیوں میں معاشی خوش حالی یا بد حالی یا اتار چڑھاؤ کے مراحل آتے ہیں جسے تجارتی چکر کہا جاتا ہے۔ ان تجارتی چکروں کی وجہ سے معیشت میں جو بے روز گاری پیدا ہوتی ہے اسے دائروی بے روز گاری کہا جاتا ہے۔ معاشی زبوں حالی کی حالت میں موثر طلب میں کمی آتی ہے جس کے نتیجے میں سرمایہ کاری اور پیداوار میں کمی آتی ہے جس کی وجہ سے ملازموں کو ملازمت سے نکال دیا جاتا ہے اور اس طرح بے روز گاری میں اضافہ ہوتا ہے۔

6. تعلیم یافتہ بے روز گاری (Educational Unemployment)

تعلیم یافتہ بے روز گاری ایک اصطلاح ہے جس کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ کوئی شخص تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بے روز گار ہے اور یہ بے روز گاری تعلیم کی سطح میں اضافے کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ایسے افراد جنہوں نے رسمی تعلیم حاصل کی ہو لیکن انھیں ان کی تعلیمی قابلیت کے مطابق مناسب ملازمت یا نوکریاں نہ ملیں تو اسے تعلیم یافتہ بے روز گاری کہا جاتا ہے۔ اس قسم کی بے روز گاری میٹرک، انڈر گریجویٹ، گریجویٹ، پوسٹ گریجویٹس یہاں تک کہ پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے والے افراد میں بھی پائی جاتی ہے۔ معیاری تعلیم میں کمی، بڑھتی ہوئی آبادی، پیشہ وارانہ تعلیم کا فقدان، ہنر مند افرادی قوت میں کمی، تکنیکی ترقی، جلدی شادیاں وغیرہ تعلیم یافتہ بے روز گاری کی مختلف وجوہات ہیں۔

7. کم/ناقص روز گار (Underemployment)

ایسی صورت حال جس میں ملازمت یا کام کرنے والے افراد جزوی طور پر بر سر روز گار ہوتے ہیں یا ان افراد کی اہلیت و قابلیت ملازمت کے لیے درکار اہلیت و قابلیت سے زیادہ ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ لوگ اس سے بہتر ملازمت کر سکتے ہیں جس ملازمت میں وہ ابھی مصروف ہیں، تو اسے ناقص روز گار کہا جاتا ہے۔ اس طرح کا روز گار ملک کی معاشی ترقی میں ایک طرح سے رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ ایسے افراد کی قابلیت و اہلیت سے ملک کی پیداوار اور زیادہ ہو سکتی تھی مگر جب یہ لوگ کم قابلیت والی ملازمت کرتے ہیں تو اس سے ان کی پیداوار کم ہو جاتی ہے جس سے ملک کی معاشی ترقی کم ہوتی ہے۔ بے روز گاری کی اس قسم میں ان لوگوں کا شمار ہوتا ہے جو پارٹ ٹائم ملازمت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر کوئی شخص جس نے پوسٹ گریجویشن تک کی تعلیم حاصل کی ہو مگر وہ ایک کلرک کی ملازمت کر رہا ہو جس کے لیے صرف اور صرف دسویں یا بارہویں تک کی تعلیم درکار ہوتی ہے۔

8. ساختی بے روز گاری (Structural Unemployment)

ملک کے معاشی ڈھانچوں میں شدید تبدیلیاں ہونے کی وجہ سے جو بے روز گاری پیدا ہوتی ہے اسے ساختی بے روز گاری کہتے ہیں۔ ان تبدیلیوں کی وجہ سے ملک کی معاشی سر گرمیوں میں جیسے طلب اور رسد میں بھی تبدیلیاں آتی ہیں۔ اس طرح کی بے روز گاری فطری طور پر ان ممالک میں نظر آتی ہے جو معیشت میں نئی نئی ٹیکنالوجی اور اختراع کا استعمال کر کے معاشی ترقی کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں۔

9. دائمی بے روزگاری (Chronic Unemployment)

اگر کسی ملک میں بے روزگاری ایک طویل مدت تک رہے یا بے روزگاری اس ملک کی خصوصیت بن جائے تو اسے دائمی بے روزگاری کہتے ہیں۔ آبادی میں بہت تیزی سے اضافہ اور غربت کے چکر دائمی بے روزگاری کی بنیادی وجوہات ہیں۔

10. عارضی بے روزگاری (Casual unemployment)

جب افراد یومیہ اجرت پر کام یا ملازمت کرے تو وہ عارضی طور پر بے روزگار ہو سکتے ہیں کیونکہ اس طرح کی ملازمت یا کام میں ملازمت یا کام کی کوئی سیکیورٹی نہیں ہوتی۔ آجر اور ملازمین کے درمیان قلیل مدتی معاہدے، خام مال کی کمی، طلب میں کمی، فرم یا کمپنی کے مالکوں کا تبدیل ہونا وغیرہ عارضی روزگاری کی وجوہات ہیں۔

9.5 بے روزگاری کی پیمائش (Measurement of Unemployment)

عام طور پر بے روزگاری کی پیمائش مندرجہ ذیل فارمولے کے ذریعے کی جاتی ہے۔

$$Rate\ of\ Unemployment = \frac{Unemployed\ Peaople}{Labor\ Force} \times 100 \tag{9.1}$$

جب ہم کل بے روزگار لوگوں کی تعداد کو کل افرادی قوت (ایسے لوگ جن کو عمر 15 سال سے لے کر 64 سال کی ہوتی ہے اور جو کام کرنے کے لیے دماغی اور جسمانی طور پر تیار ہوتے ہیں اور ملازمت کو تلاش کرتے ہیں) کو تقسیم کرکے 100 سے ضرب دیں تو ہمیں بے روزگاری کو شرح حاصل ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی ایک دیہات کی کل آبادی 25000 ہے۔ اس میں سے ایسے لوگ جو کام کرنے کے قابل ہیں ان کی تعداد 20000 ہے، لیکن ان 20000 میں سے 19000 لوگ روزگار سے ہیں اور باقی 1000 لوگ بے روزگار ہیں، تو اس معلومات کی بنا پر اس دیہات میں بے روزگاری کی شرح کیا ہوگی اسے ہم مندرجہ ذیل طریقہ کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں۔

$$Rate\ of\ Unemployment = \frac{1000}{20000} \times 100 = 5\%$$

یعنی مذکورہ دیہات میں بے روزگاری کی شرح 5 فیصد ہے جو یہ بتاتا ہے کہ اس دیہات کی کل افرادی قوت میں سے 5 فیصد افراد روزگار کی تلاش میں ہیں مگر انھیں کام یا ملازمت نہ ملی۔

9.6 ہندوستان میں بے روزگاری کی پیمائش (Measurement of Unemployment in India)

ہندوستان میں National Sample Survey Office (NSSO) بے روزگاری کی پیمائش کرتا ہے۔ NSSO سروے کے ذریعے روزگار اور بے روزگار کے اعداد و شمار جمع کرکے ان اعداد و شمار کے ذریعے روزگار و بے روزگار کی شرح معلوم کرتا ہے۔ NSSO مندرجہ ذیل تین طریقوں سے بے روزگاری کے اعداد و شمار کو جمع کرکے بے روزگاری کی شرح معلوم کرتا ہے۔

.1 Usual Status of Unemployment

یہ تخمینہ ایک سال کے حوالے سے بے روزگاری کی پیمائش کرتا ہے۔ اس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ آیا افراد سال کے زیادہ تر دن

روز گار پر ہوتے ہیں یا بے روز گار ہوتے ہیں۔ اگر افراد سال کے زیادہ تر دن روز گار سے ہوں تو انھیں بے روز گاری کی پیائش میں شامل نہیں کیا جاتا۔ اس کے بر عکس اگر افراد سال کے زیادہ تر دن بے روز گار رہیں تو انہیں بے روز گاری کی پیائش میں شامل کیا جاتا ہے۔ بے روز گاری کی پیائش کا یہ طریقہ بے روز گاری کا سب سے کم تخمینہ دیتا ہے۔

.2 Weekly Status of Unemployment

بے روز گاری کی پیائش کے اس طریقے میں ایک ہفتے کے حوالے سے بے روز گاری کی پیائش کی جاتی ہے۔ اس تخمینے کے تحت اگر افراد ہفتے میں ایک دن بھی کام کرتے ہیں تو انہیں بے روز گاری کی پیائش میں شامل نہیں کیا جاتا۔ اس کے بر خلاف اگر افراد کو ہفتے میں ایک گھنٹہ بھی کام نہ ملا ہو تو ایسے افراد کو بے روز گاری کی پیائش میں شامل کیا جاتا ہے۔

.3 Current or Daily Status of Unemployment

اس تخمینے کے تحت ایک دن کے حوالے سے بے روز گاری کی پیائش کی جاتی ہے۔ اس طریقے کے مطابق اگر کوئی فرد ایک دن میں 4 گھنٹے یا اس سے زیادہ کام کرے تو اسے بے روز گاری کی پیائش میں شامل نہیں کیا جاتا۔ اس کے بر خلاف اگر افراد ایک دن میں 4 گھنٹے سے کم کام کریں تو انھیں بے روز گاری کی پیائش میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس تخمینے کو بے روز گاری کی پیائش کا سب سے وسیع طریقہ مانا جاتا ہے۔

9.7 ہندوستان میں بے روز گاری کے رجحانات (Trends of Unemployment in India)

ہندوستان میں بے روز گاری کی شرح کو جدول 9.1 اور تصویر 9.1 کی مدد سے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ اعداد و شمار عالمی بینک کی ویب سائٹ سے لیے گیے ہیں جس میں بین الاقوامی مزدور تنظیم کے طریقے کے ذریعے بے روز گاری کی شرح کی پیائش کی گئی ہے۔ جدول اور تصویر میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ سال 2000 میں ہندوستان میں بے روز گاری کی شرح 7.8 تھی جو بڑھ کر سال 2005 میں 8.7 ہو گئی۔ اس طرح سال 2020 میں بے روز گاری کی شرح گھٹ کر 7.9 ہوئی اور سال 2023 میں 4.7 ہو گئی۔ تصویر میں ہم اگر بے روز گاری کے رجحان کو دیکھیں تو سال 2005 کے بعد سے بے روز گاری کی شرح میں مسلسل گراوٹ نظر آتی ہے جو ہماری معیشت کے لیے ایک اچھی علامت ہے۔

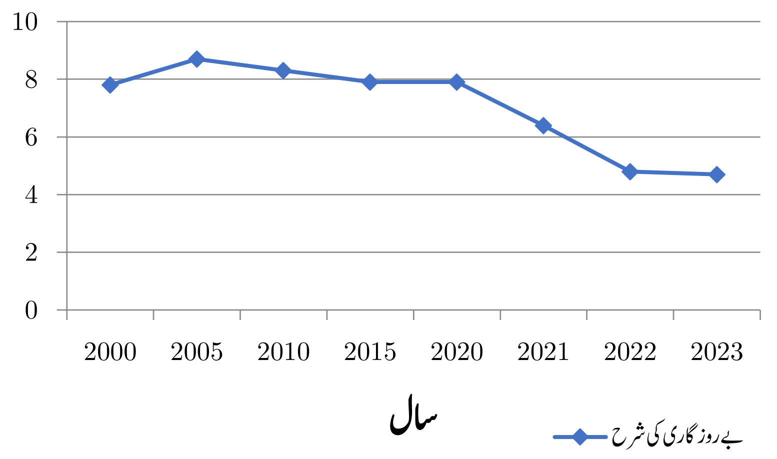

تصویر 9.1: ہندوستان میں بے روز گاری کی شرح

جدول 9.1: ہندوستان میں بے روز گاری کے رجحانات

سال	بے روز گاری کی شرح
2000	7.8
2005	8.7
2010	8.3
2015	7.9
2020	7.9
2021	4.4
2022	4.8
2023	4.7

ماخذ: عالمی بینک

9.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا اس قابل ہیں کہ:

- بے روز گاری کی وضاحت کر سکیں
- بے روز گاری کی مختلف اقسام کی وضاحت کر سکیں
- بے روز گاری کی پیمائش کر سکیں
- ہندوستان میں موجود بے روز گاری کے رجحانات کو بتا سکیں

9.9 فرہنگ (Glossary)

بے روز گاری :Unemployment- صورت حال جہاں لوگ مروجہ اجرت پر کام کرنے کے قابل اور تیار ہوں اور کام تلاش بھی کرتے ہوں لیکن پھر بھی انھیں روز گار نہ ملتا ہو۔

9.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

9.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ایسی ملازمت یا کام جس میں افراد کی اہلیت و قابلیت درکار اہلیت و قابلیت سے زیادہ ہو اسے ---------- کہا جاتا ہے۔

(a) چھپی بے روز گاری (b) ساختی بے روز گاری

(c) کم روز گاری (d) تعلیمی بے روز گاری

2. ایسی صورت حال جس میں افراد کام کرنے کے قابل ہونے کے باوجود کام نہ کرنے کے خواہشمند ہوں انہیں ------ کہا جاتا ہے:

(a) اختیاری بے روز گاری (b) غیر اختیاری بے روز گاری

(c) ساختی بے روز گاری (d) تعلیمی بے روز گاری

3. ہندوستان میں ----------------- بے روز گاری کی پیمائش کرتا ہے۔

(a) NSSO (b) NSO

(c) NITI Aayog (d) Planning Commission

4. معیشت میں جو تجارتی چکر آتے ہیں ان کی وجہ سے جو بے روز گاری ہوتی ہے اسے ------------ کہا جاتا ہے۔

(a) تعلیم یافتہ بے روز گاری (b) تکنیکی بے روز گاری

(c) دائروی بے روز گاری (d) چھپی بے روز گاری

5. NSSO کے بے روز گاری کی پیمائش کے طریقوں میں سے کون سا طریقہ بے روز گاری کا سب سے کم تخمینہ دیتا ہے؟

(a) Weekly Status of Unemployment
(b) Usual Status of Unemployment
(c) Daily Status of Unemployment
(d) ان میں سے کوئی نہیں

6. چھپی بے روزگاری میں مزدور کی حاشیائی پیداوار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہوتی ہے؟

(a) صفر (b) ایک سے زائد

(c) ایک سے کم (d) ایک

7. مندرجہ ذیل میں سے بے روزگاری کی پیمائش کا سب سے وسیع طریقہ کسے مانا جاتا ہے؟

(a) Usual Status of Unemployment
(b) Weekly Status of Unemployment
(c) Daily Status of Unemployment
(d) ان میں سے کوئی نہیں

8. عام طور پر دیہی علاقوں میں بے روزگاری کون سی قسم / قسمیں پائی جاتی ہے؟

(a) چھپی بے روزگاری (b) موسمی بے روزگاری

(c) دونوں (d) ان میں سے کوئی نہیں

9. ایک گاؤں کی کل آبادی 10000 ہے، جس میں افرادی قوت کے حامل افراد کی تعداد 8000 اور اس گاؤں میں بے روزگار لوگوں کی تعداد 1000 ہے۔ تو اس گاؤں کی بے روزگاری کی شرح۔۔۔۔۔۔۔ہے:

(a) 12.5 (b) 13.5
(c) 11.5 (d) 12

10. ماہر معاشیات جے۔ایم۔کینز کے مطابق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کا نہ ہونا مکمل روزگار کہلاتا ہے۔؟

(a) غیر اختیاری بے روزگاری (b) اختیاری بے روزگاری

(c) دونوں (d) ان میں سے کوئی نہیں

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	(c)	(a)	(a)	(c)	(b)	(a)	(c)	(c)	(a)	(b)

9.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. بے روزگاری کو واضح کیجیے۔
2. واضح کیجیے کہ بے روزگاری کی پیمائش کے وقت، بچے، بوڑھے، سادھو، ریٹائر اشخاص وغیرہ کا شمار کیوں نہیں کیا جاتا؟
3. ارادی اور غیر ارادی بے روزگاری میں فرق واضح کیجیے۔

4. بے روزگاری کی پیمائش کے فارمولے کو مع مثال واضح کیجیے۔

5. بے روزگاری کے Weekly Status of Unemployment کو واضح کیجیے۔

9.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. بے روزگاری کو واضح کرتے ہوئے اس کی مختلف اقسام کی مع مثال وضاحت کیجیے۔

2. بے روزگاری کی پیمائش کس طرح کی جاتی ہے؟ ہندوستان میں NSSO کے ذریعے بے روزگاری کی پیمائش کے طریقوں کی وضاحت کیجیے۔

9.11 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Gupta, R. (2023). *Indian Economic Development: A Textbook for Class XII*. Geeta Publishing House.
2. Puri, V. K., & Mishra, S. K. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.
3. Rai, D. (2017). *Indian Economic Development*. Educational.

اکائی 10: بے روزگاری کی وجوہات اور اثرات

(Causes and Consequences of Unemployment)

اکائی اجزا:

10.0 تمہید(Introduction)

10.1 مقاصد(Objectives)

10.2 بے روزگاری کی وجوہات(Causes of Unemployment)

10.3 بے روزگاری کے اثرات(Consequences of Unemployment)

10.4 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

10.5 فرہنگ(Glossary)

10.6 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

10.6.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

10.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

10.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

10.7 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Resources)

10.0 تمہید (Introduction)

ہم جانتے ہیں کہ بے روزگاری سے مراد کام کرنے والی آبادی میں ایسے لوگوں کی تعداد جنھیں کوئی ملازمت یا کام نہیں ملتا ہو۔ بے روزگاری ہندوستان کے تمام مسائل میں ایک بڑا مسئلہ ہے۔ بے روزگاری نہ صرف یہ کہ ایک شخص کے لیے داغ ہے بلکہ یہ سماج پر لگا ایک سیاہ اور بد نما دھبہ بھی ہوتا ہے۔ یہ انسانی وسائل کے ضیاع، غربت، عدم مساوات، جرائم میں اضافہ اور صحت کی خرابی کا باعث بنتا ہے۔ ہندوستان میں بے روزگاری کی نوعیت ترقی یافتہ ممالک سے مختلف ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں بے روزگاری کی ایک بنیادی وجہ سرمائے کی کمی ہے۔ سرمائے کی کمی کی وجہ سے مختلف معاشی شعبوں کی معاشی سرگرمیاں میں اضافہ نہیں ہوتا نتیجتاً بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے۔

اس سے پہلے کی اکائی میں ہم نے بے روزگاری کیا ہوتی ہے؟ اس کے معنی و مفہوم کو سمجھا، پھر بے روزگاری کی مختلف اقسام کا مطالعہ کیا۔ ساتھ ہی ساتھ بے روزگاری کی پیمائش کے مختلف طریقوں کو سیکھا اور ہندوستان میں بے روزگاری کے رجحانات کا مطالعہ کیا۔ اس اکائی میں ہم بے روزگاری کی مختلف وجوہات اور اس کے اثرات کا مطالعہ کریں گے۔

10.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد، طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- بے روزگاری کی مختلف وجوہات کی وضاحت کر سکیں۔
- بے روزگاری کے اثرات کو بیان کر سکیں۔

10.2 بے روزگاری کی وجوہات (Causes of Unemployment)

پچھلے کچھ سالوں سے ہندوستان میں بے روزگاری کی شرح بڑھ رہی ہے۔ جس کی مختلف وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

1. آبادی میں اضافہ

پچھلے کچھ سالوں سے ہندوستان کی آبادی میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ ہم جدول 10.1 میں دیکھ سکتے ہیں کہ سال 1901 میں ہندوستان کی آبادی 23.84 کروڑ تھی جو بڑھ کر سال 1951 میں 36.11 کروڑ، سال 2011 میں 121.02 کروڑ ہو گئی۔ یعنی پچھلے 110 سالوں میں ہندوستان کی آبادی میں 97.21 کروڑ کا اضافہ ہوا۔ یہ اس لیے ہوا کیونکہ آزادی کے بعد ہندوستان میں صحت عامہ کو بہتر بنانے کی طرف زیادہ دھیان دیا گیا جس کی وجہ سے ہندوستان کی شرح اموات کم ہوئی لیکن شرح پیدائش بڑھتی گئی جس کی وجہ سے ملک کی آبادی میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا۔ آج ہندوستان دنیا کی سب سے زیادہ آبادی والا ملک ہے۔ اس بڑھتی ہوئی آبادی میں نوجوان یا افرادی قوت کے حامل افراد کی تعداد زیادہ ہے اور ان افراد کو ملنے والا کام یا روزگار ان کی تعداد کے مقابلے بہت کم ہے جس کی وجہ سے بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے۔

جدول 10.1: ہندوستان کی آبادی (کروڑ میں)

سال	آبادی
1901	23.84
1911	25.21
1921	25.13
1931	27.90
1941	31.87
1951	36.11
1961	43.92
1971	54.81
1981	68.33
1991	84.33
2001	102.70
2011	121.02

ماخذ: رجسٹرار جنرل آف انڈیا

2. افرادی قوت میں اضافہ

ہندوستان میں بے روزگاری کی ایک بڑی اور اہم وجہ افرادی قوت میں ہونے والا اضافہ ہے۔ افرادی قوت یعنی ایسے افراد جن کی عمر 15 سے 64 سال ہو اور جو معیشت میں موجود مروجہ اجرت پر کام کرنے کے اہل اور قابل ہوں۔ جب آبادی میں اضافہ ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ افرادی قوت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ ہندوستان میں بھی آبادی میں اضافے کے ساتھ ساتھ افرادی قوت میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان نے آبادیاتی منافع کو حاصل کیا ہے۔ آبادیاتی منافع یعنی ملک کی کل آبادی میں ایسے افراد جن کی عمر 15 سے 64 سال کے درمیان ہے جسے افرادی قوت کہا جاتا ہے ان کا زیادہ ہونا ہے۔ جدول 10.2 اور تصویر 10.1 میں ہمیں واضح طور پر نظر آتا ہے کہ سال 2017-18 میں ہندوستان کی مردانہ افرادی قوت 75.8 فیصد تھی جو بڑھ کر سال 2022-23 میں 78.5 فیصد ہوئی۔ زنانہ افرادی قوت سال 2017-18 میں 23.3 فیصد تھی جس میں سال 2022-23 مزید اضافہ ہو کر وہ 37 فیصد ہوئی۔ ہندوستان کی مجموعی افرادی قوت جو سال 2017-18 میں 49.8 تھی بڑھ کر سال 2022-23 میں 57.9 ہو گئی۔

جدول 10.2: ہندوستان میں افرادی قوت کی شرح شرکت 15 سال اور اس سے زیادہ عمر کے افراد کے لیے (فیصد میں)

سروے سال	مردانہ افرادی قوت	زنانہ افرادی قوت	مجموعی افرادی قوت
2017-18	75.8	23.3	49.8
2018-19	75.5	24.5	50.2
2019-20	76.8	30.0	53.5
2020-21	77.0	32.5	54.9
2021-22	77.2	32.8	55.2
2022-23	78.5	37.0	57.9
ماخذ: Periodic Labour Force Survey (PLFS) Annual Report 2022-2023			

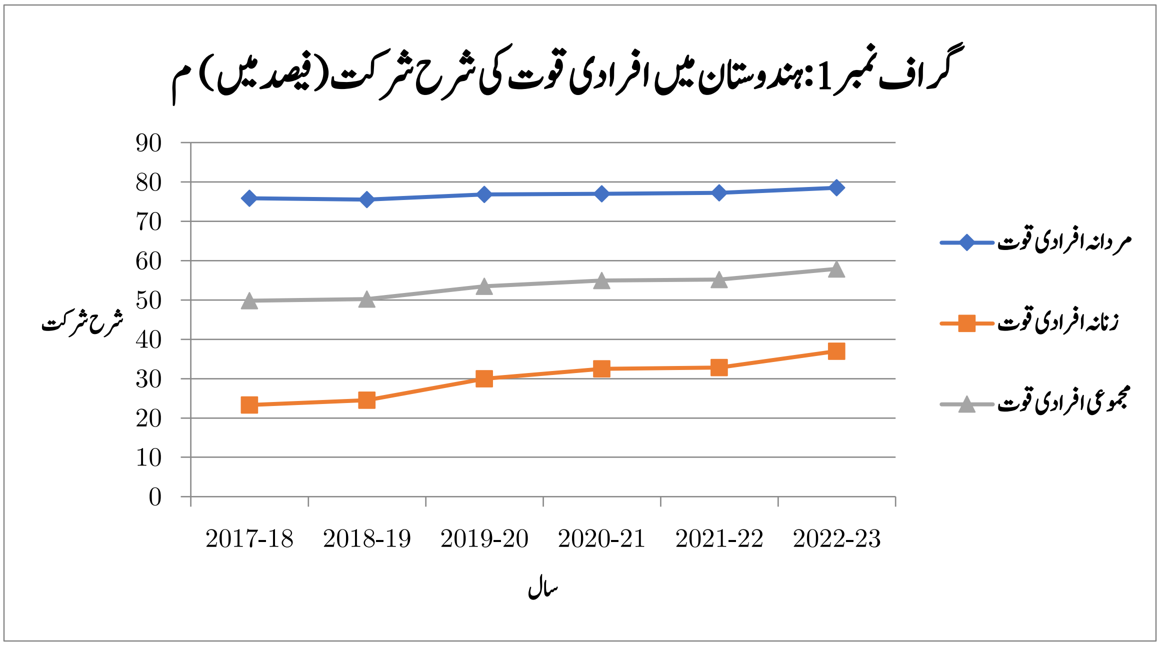

تصویر 10.1:ہندوستان میں افرادی قوت کی شرح شرکت (فیصد میں)

3. ناخواندگی

اکیسویں صدی میں روزگار کا ملنا خواندگی سے جڑا ہوا ہے یعنی اگر لوگ پڑھے لکھے ہوں گے تو انہیں روزگار ملنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو ناخواندہ ہوں۔ عالمی بینک کے اعداد و شمار کے مطابق سال 2022 میں ہندوستان میں ایسے لوگ جو 15 سال یا اس سے زیادہ عمر کے ہیں ان میں خواندگی کی شرح 76 فیصد ہے یعنی آج بھی ملک کے 24 فیصد لوگ ناخواندگی کا شکار ہیں۔ ملک میں آج بھی دیہی علاقوں میں اسکول، کالج کی سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے لوگ تعلیم حاصل نہیں کر پا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آج عوامی اسکولوں میں تعلیم کے بجائے نجی اسکولوں اور کالجس میں تعلیم حاصل کرنے کا رواج عام ہو چکا ہے جن کی فیس بہت زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے تعلیم کا حصول بھی کافی مہنگا ہو گیا ہے۔ نیتجتاً لوگ تعلیم حاصل نہیں کر پا رہے ہیں اور انہیں کوئی ملازمت یا کام نہیں مل رہا ہے اور جس کی وجہ سے بے روزگاری میں اضافہ ہو رہا ہے۔

4. غربت

غربت سے مراد زندگی کے لیے کم از کم ضروریات کی عدم دستیابی سے ہے۔ دوسرے الفاظ میں، ایسی حالت جس میں ایک انسان اپنی بنیادی ضروریات جیسے روٹی، کپڑا اور مکان کی تکمیل نہیں کر پاتا اسے غریب کہا جاتا ہے۔ غربت بھی بے روزگاری کی ایک اہم وجہ ہے۔ غربت کی وجہ سے اکثر بچے اسکول یا کالج نہیں جا پاتے اور اپنے والدین کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے ہیں اور اس طرح ناخواندگی کی وجہ سے انہیں روزگار نہیں ملتا اور وہ بے روزگار رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسکول اور کالج کی فیس بھی بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے اکثر لوگ اپنے بچوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم نہیں دلا پاتے جس کی وجہ سے ایسے بچے اسکول اور کالج کو چھوڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں کوئی مہارت یا ہنر مندی نہیں آتی اور وہ بے روزگار ہو جاتے ہیں۔

5. ناقص تعلیمی نظام

ناقص تعلیمی نظام بھی ہندوستان میں بے روز گاری کی ایک بڑی اہم وجہ ہے۔ آج ملک میں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں لڑکے اور لڑکیاں گریجویشن، پوسٹ گریجویشن کی ڈگریاں لے کر کالجوں اور یونیورسٹیوں سے نکلتے ہیں لیکن انہیں کوئی مناسب روز گار نہیں ملتا۔ یہ اس لیے بھی ہو رہا ہے کہ ہمارے ملک کا تعلیمی نظام روز گار پر مبنی نہیں ہے اور یہاں 'پیشہ ورانہ' تعلیم کے بجائے 'عام' تعلیم پر زور دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے تعلیم حاصل کر لینے کے بعد بھی ان میں مہارت نہیں پائی جاتی۔ جس کی وجہ سے ان بچوں کو روز گار نہیں مل پاتا اور اسی تعلیمی نظام کی وجہ سے ہندوستان میں وائٹ کالر بے روز گاروں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔

6. مہارت وہنر مندی کے ترقی کے پروگراموں کا فقدان

ایسے پروگرام جن سے افراد میں مہارت وہنر مندی پیدا ہو اور ایسے کورسز جو ہندوستانی صنعت سے مطابقت رکھتے ہوں ان کی تعداد نسبتاً بہت کم ہے۔ اس کی وجہ سے صنعتوں کو درکار ہنر مند افراد کی کمی نظر آتی ہے اور اس سے بے روز گاری میں اضافہ ہوتا ہے۔

7. مشینوں کا زیادہ استعمال

ہم سبھی جانتے ہیں کہ ہندوستان میں افرادی قوت کے حامل افراد کی ایک بڑی تعداد دستیاب ہے۔ جس کی وجہ سے ملک میں محنت پر مبنی تیکنک کی مدد سے پیداوار کرنی چاہیے جس سے ان لوگوں کے لیے روز گار پیدا ہوں لیکن آج ہم معیشت میں دیکھیں تو نہ صرف صنعتوں میں بلکہ زراعت جیسے شعبے میں بھی بڑی مقدار میں جدید مشینوں اور جدید ترین آلات کا استعمال کر کے پیداوار کی جارہی ہے۔ یعنی جدید مشینیں اور آلات مزوروں کی جگہ لے رہے ہیں۔ یہ ان ممالک میں صحیح ہے جہاں سرمایہ وافر مقدار میں موجود ہو لیکن ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مزدور وافر مقدار میں موجود ہوں، وہاں اس طرح کی پالیسی کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر بے روز گاری پنپتی ہے۔

8. ملازمت سے توقعات

ہندوستان میں تعلیم یافتہ نوجوان سفید کالر ملازمت کے خواہشمند ہیں۔ یعنی ایسی ملازمت جو عام طور پر منظم شعبے میں یا خدمات کے شعبے میں ہوتی ہیں جیسے اکاؤنٹنٹ، دفتر کا منتظم، انجینئر، ٹیچر، پروفیسر، ڈاکٹر، کلرک وغیرہ اور وہ اس وقت تک بے روز گار رہنے کو ترجیح دیتے ہیں جب تک کہ انہیں کوئی ایسی ملازمت نہیں مل جاتی جو تنخواہ اور کام کی نوعیت کے لحاظ سے ان کی توقعات کے عین مطابق ہو۔ اس سے بے روز گاری میں اضافہ ہوتا ہے۔

9. خود روز گار کی کمی

ہندوستان میں خود روز گار کے رجحان کی کمی بھی بے روز گاری کی ایک وجہ ہے۔ معاشی سرگرمیوں کو منظم کرنے کے لیے نوجوانوں میں اختراعی اور کاروباری جذبے کی کمی دکھائی دیتی ہے جس میں وہ خود روز گار (Self-employed) ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ساری ملازمتوں کو تخلیق بھی کر سکتے ہیں۔

10. ہنر اور ملازمت کے تقاضوں کے درمیان غیر مماثلت کا ہونا

ایسے لوگ جو ملازمت کی تلاش کر رہیں ان کے پاس موجود مہارتیں یا ہنر ہوتے ہیں بعض وقت وہ آجروں یا صنعتوں کے مطلوبہ مہارتوں سے مختلف ہوتے ہیں یعنی ملازموں اور آجروں کے درمیان مہارتوں یا ہنر کو لے کر غیر مماثلت پائی جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے آجر یا صنعتیں ایسے افراد کو ملازمت دینے سے قاصر رہتے ہیں اور نتیجہ میں بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے۔

11. زراعتی شعبے کی پیداوار میں کمی

ہمیں معلوم ہے کہ ملک کی آبادی کا بڑا حصہ دیہی علاقوں میں رہتا ہے جو زراعت اور اس سے متعلق کاموں پر منحصر ہیں۔ ہندوستان میں زراعت موسمی نوعیت کی ہے یعنی یہ مانسون پر منحصر ہے۔ جب مانسون اچھا ہوتا ہے اس وقت فصل اچھی آتی ہے اور لوگوں کو روزگار بھی ملتا ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ آبپاشی کی سہولیات کا فقدان، زمین کی زرخیزی میں کمی، روایتی اور پرانی پیداواری تیکنیک، معیاری بیج اور کھادوں کی عدم دستیابی وغیرہ عوامل کی وجہ سے زراعت کی پیداوار میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے جس کے نتیجے میں دیہی علاقوں کے لوگوں میں بے روزگاری بڑھ رہی ہے اور اس طرح ملک کی بے روزگاری میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

12. دیہی صنعتوں کی خستہ حالت

دیہی علاقوں میں زراعت کے علاوہ روزگار کا ایک اور اہم غیر زراعتی ذریعہ دیہی صنعتیں ہیں۔ دیہی صنعتوں سے مراد ایسی صنعتیں جو دیہی علاقوں میں قائم کی جاتی ہیں، جو دیہی علاقوں میں دستیاب قدرتی وسائل، انسانی وسائل، سرمائے وغیرہ کے موثر استعمال کے ذریعے اشیا کی پیداوار کرتے ہیں، جن کا بنیادی مقصد ان علاقوں میں روزگار پیدا کرنا ہوتا ہے اور ان صنعتوں میں سرمائے سے زیادہ مزدوروں کا استعمال کر کے پیداوار کی جاتی ہے۔ یہاں ہنر مند کے علاوہ غیر ہنر مند لوگوں کو بھی روزگار ملتا ہے۔ مثال کے طور پر کھادی کی صنعتیں، ہینڈلوم، دستکاری، ریشم کی صنعتیں، چمڑے کی صنعت، لکڑی کی صنعتیں، جانوروں کی خوراک اور چارے کی صنعتیں، مقامی تعمیراتی پروگرام، دیہی سیاحت وغیرہ۔ اس طرح کی صنعتیں دیہی علاقوں میں موجود لوگوں کے روزگار کا اہم ذریعہ ہیں لیکن یہ صنعتیں ہندوستان میں قابل تعریف ترقی نہیں کر سکیں۔ پانچ سالہ منصوبوں میں بھی ان صنعتوں کو نظر انداز کر کے سرمایہ دارانہ صنعتوں پر زیادہ زور دیا گیا۔ آج ہم ان دیہی صنعتوں کو دیکھیں تو ان میں بہت سارے مسائل نظر آتے ہیں جیسے کمزور بنیادی ڈھانچہ، خستہ بازار، قرضوں کے قلیل ذرائع، جدید ٹیکنالوجی و آلات کا کم استعمال وغیرہ۔ ان تمام مسائل کی وجہ سے ان صنعتوں کی خستہ حالت ہمیں نظر آتی ہے اور اسے آج بھی نظر انداز کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے دیہی بے روزگاری میں اضافہ ہو کر ملک کی بے روزگاری کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔

13. ہجرت یا نقل مکانی

لوگوں کا بہتر مواقع کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہجرت یا نقل مکانی کہلاتا ہے۔ نقل مکانی کے بے روزگاری پر مثبت اور منفی دونوں اثرات ہوتے ہیں۔ ایک طرف، نقل مکانی ان علاقوں میں بے روزگاری کو کم کر سکتی ہے جہاں لوگوں کے لیے زیادہ ملازمتیں دستیاب ہوں۔ جب لوگ ہجرت کر کے ان علاقوں میں منتقل ہوتے ہیں اور کام شروع کرتے ہیں، تو وہ ملازمت کی آسامیاں پُر کرنے میں مدد کرتے ہیں، جس سے بے روزگاری کی شرح کم ہوتی ہے۔ دوسری طرف، نقل مکانی ان علاقوں میں بے روزگاری کو بڑھا سکتی

ہے جہاں پہلے ہی بہت زیادہ لوگ کام کی تلاش میں ہیں۔ جب لوگ ہجرت کر کے ان علاقوں میں منتقل ہوتے ہیں، تو وہ انہی ملازمتوں کے لیے مقامی لوگوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں، جس سے بے روزگاری کی شرح میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن عام طور ترقی پذیر ممالک میں نقل مکانی سے بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے۔ مزید برآں، نقل مکانی کسی علاقے میں دستیاب ملازمتوں کی اقسام کو متاثر کر سکتی ہے۔ تارکین وطن لوگ اکثر کم اجرت، کم معیار زندگی والے کام بھی کرتے ہیں جو مقامی باشندے نہیں کرتے، جس سے مقامی لوگوں کی بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے۔

14. شہری کاری

لوگوں کا دیہی علاقوں سے نکل کر شہروں میں آکر رہنے کو شہری کاری کہا جاتا ہے۔ جب لوگ دیہات یا گاؤں سے آکر شہروں میں بستے ہیں تو ملازمتوں کے لیے ان کا آپس میں مقابلہ ہوتا ہے تو کچھ افراد کے لیے ملازمت کا ملنا اور مشکل بنا سکتا ہے، خاص طور پر ان افراد کا جن کے پاس مہارت، قابلیت یا ہنر کی کمی ہو۔ اس کے علاوہ شہروں میں رہائش اور دیگر بنیادی ضروریات دیہی علاقوں کے مقابلے میں کافی مہنگی ہوتی ہیں جو بغیر ملازمت یا روزگار کے پوری ہونا مشکل ہوتا ہے۔

15. دیگر وجوہات:

بے روزگاری کی دیگر وجوہات مندرجہ ذیل ہے۔

- سرمایہ کاری اور بنیادی ڈھانچے میں اضافے کا فقدان ایسے عوامل ہیں جو معیشت میں روزگار کی مناسب سطح پیدا نہیں کرتے اور جس کے نتیجے میں بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے۔
- خراب صحت اور غذائیت کی کمی بھی بے روزگاری کا باعث بنتی ہے۔

10.3 بے روزگاری کے اثرات (Consequences of Unemployment)

1. غربت میں اضافہ

بے روزگاری اور غربت کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ بے روزگاری کی بلند شرح غربت کی سطح میں اضافے کا باعث بنتی ہے یعنی بے روزگاری میں اضافہ ہوگا تو لوگ غربت کا شکار ہوں گے۔ اگر لوگ بے روزگار ہوں گے تو وہ اپنی بنیادی ضروریات جو کہ روٹی، کپڑا اور مکان ہیں ان کو پورا نہیں کر سکتے۔ جس کی وجہ سے مجموعی معاشی بہبود اور سماجی استحکام میں کمی واقع ہوتی ہے۔ ایک طرح سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بے روزگاری کا مسئلہ غربت جیسے بڑے مسئلے کو جنم دیتا ہے۔ بے روزگاری اور غربت تقریباً تمام ترقی پذیر ممالک کے دو بڑے مسئلے ہیں۔

2. جرائم میں اضافہ

بے روزگاری غیر سماجی سرگرمیوں کا باعث بن سکتی ہے۔ کسی بھی ملک کے لوگ خصوصاً نوجوان اگر ایک طویل عرصے تک بے روزگار رہیں تو وہ مالی مایوسی کا شکار ہو کر پیسہ کمانے کا غلط راستہ تلاش کرتے ہیں اور غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں جیسے چوری، ڈکیتی، قتل، منشیات، جوا، دھوکہ دہی، منشیات کی اسمگلنگ، سائبر جرائم، آن لائن دھوکہ دہی، جسم فروشی، گھریلو تشدد وغیرہ

جن کے نتیجے میں جرائم کی شرح میں اضافہ ہوتا ہے اور سماج میں بدامنی پیدا ہوتی ہے۔

3. معیشت کے بوجھ میں اضافہ

کسی بھی ملک کے لیے اس ملک کی آبادی ایک بہت بڑی قوت ہوتی ہے۔ اگر ملک کی آبادی زیادہ ہے تو اس کا مطلب افرادی قوت بھی زیادہ ہے اور اسی افرادی قوت کا استعمال اگر وہ صحیح طور پر کریں تو لوگوں کے لیے روزگار اور کام کے مواقع ملیں گے تو اس سے ملک کی غربت دور ہو سکتی ہے، اور لوگوں کا معیار زندگی بھی بلند ہو سکتا ہے جس سے ملک کی معاشی ترقی بھی ہو سکتی ہیں۔ اس کے برعکس اگر ان افراد کو روزگار اور کام کے مواقع دستیاب نہ ہوں تو یہ ملک کی معیشت کے لیے ایک بوجھ بن جاتے ہیں۔

4. انسانی وسائل کا ضیاع

بے روزگاری انسانی وسائل کے ضیاع کی نمائندگی کرتی ہے یعنی ملک میں انسانی وسائل یا ہنر مند اور قابل افرادی قوت تو دستیاب ہوتی ہے لیکن انہیں روزگار کے مواقع فراہم نہیں ہوتے جس کی وجہ سے ان کا مکمل طور پر استعمال کرنا ممکن ہوتا ہے اور وہ اس حالت میں نہیں رہتے ہیں کہ وہ قومی آمدنی میں اپنا بھی کچھ حصہ ڈالیں۔ جب انسانی وسائل کا صحیح طریقے سے استعمال نہیں کیا جاتا تو اس کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ قومی آمدنی کم ہوتی ہے بلکہ قومی پیداوار کا بھی نقصان ہوتا ہے جو کہ یقیناً انسانی وسائل کا ضیاع ہے۔

5. مہارتوں کا انحلال(Decomposition/ Erosion of Skills)

جب افراد، بے روزگاری کا ایک طویل عرصے تک سامنا کرتے ہیں تو ان میں موجود پیشہ ورانہ مہارت اور ہنر مندی دھیرے دھیرے ختم ہونے لگتی ہیں جو ان کے لیے اپنے شعبے میں نئی ملازمت تلاش کرنا مزید مشکل بنا دیتا ہے۔ یہ بے روزگاری کے چکر کو جاری رکھنے کے لیے مزید قوت فراہم کرتا ہے جس سے بے روزگاری میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

6. انسانی صحت پر مضر اثرات

اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایسے لوگ جو بہت عرصے سے بے روزگار ہوتے ہیں وہ جسمانی اور دماغی طور پر بیمار ہو جاتے ہیں۔ بے روزگاری اور غیر یقینی صورت حال کی وجہ سے وہ لوگ جسمانی اور ذہنی طور پر تناؤ کا شکار ہوتے ہیں جس سے بے چینی، افسردگی، ناامیدی، احساس کمتری، ذہنی دباؤ وغیرہ میں مبتلا ہوتے ہیں جس سے مجموعی طور پر ان کی صحت متاثر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایسے لوگ جو بے روزگار ہوتے ہیں وہ شراب نوشی، سگریٹ نوشی جیسی نشیلی ادویات کے عادی ہو جاتے ہیں اور ان کی صحت اور دماغی حالت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ ایسے لوگ کینسر، ذیابیطس، ہارٹ اٹیک اور اس جیسی بڑی بیماریوں کا شکار بھی ہو سکتے ہیں۔

7. خودکشی میں اضافہ

بے روزگاری انسان کی نفسیاتی، سماجی اور معاشی عوامل سے تعامل کی وجہ سے خودکشی کے خطرے کو نمایاں طور پر بڑھاتی ہے۔ روزگار سے محروم ہونا اکثر صدمے، غصے اور افسردگی کے احساسات کے ساتھ ساتھ شدید نفسیاتی پریشانی کو جنم دیتا ہے اور یہ افراد کی شناخت، مقصد اور خودقدری کے احساس کو ختم کرتا ہے، جس سے ناامیدی اور مایوسی کے احساسات جنم لیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے افراد بنیادی

ضروریات کو پورا کرنے اور مالی دباؤ سے نمٹنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں جس سے وہ مالی وذہنی دباؤ کا شکار ہوتے ہیں۔ تنہائی ان احساسات میں مزید اضافہ کرتی ہے، کیوں کہ بے روزگار افراد اکثر شرمندگی کی وجہ سے سماجی رابطے سے بھی دور رہتے ہیں، جس سے تنہائی اور بیگانگی کا احساس ہوتا ہے۔ ملازمت سے محروم ہونے کے نتیجے میں حیثیت، شناخت اور تعلق ختم ہوجاتا ہے، جس سے بے مقصدیت اور وجودی مایوسی کا گہرا احساس پیدا ہوتا ہے اور ایسے لوگ خودکشی تک کرسکتے ہیں۔

قومی جرائم اندراج محکمہ (National Crime Records Bureau-NCRB) کی ہندوستان میں حادثاتی اموات اور خودکشیاں (Accidental Deaths & Suicides in India-ADSI) کی تازہ ترین رپورٹ جو انہوں نے 4 دسمبر 2023 کو جاری کی تھی، کے مطابق، سال 2022 میں ایسے افراد جنھوں نے بے روزگاری کی وجہ سے خودکشی کی تھی ان کی تعداد 3170 تھی جو کہ سال 2021 میں درج کیے گئے 3541 خودکشی کے واقعات سے تھوڑی سی کم ہے۔ جو مجموعی خودکشی کا 1.86 فیصد ہے۔ کیرالا میں ملک میں سب سے زیادہ 2204 بے روزگاری کی وجہ سے خودکشی کے واقعات درج ہوئے اس کے بعد تمل ناڈو میں 1875 اور مہاراشٹر میں 1694 واقعات رونما ہوئے تھے۔

8. معیار زندگی میں گراوٹ

روزگار کا نہ ملنا براہ راست افراد کے معیار زندگی کو متاثر کرتا ہے۔ لوگوں کے پاس اگر بہتر روزگار ہو تو وہ بہتر سے بہتر کھانے، پہننے اور مکان میں رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف ایسے لوگ جن کے پاس کوئی بہتر روزگار نہیں ہوتا وہ صرف اور صرف بنیادی ضروریات کے لیے ہی جدوجہد کرتے ہیں جس سے ان کے معیار زندگی میں گراوٹ آتی ہے۔

9. مزدوروں کا استحصال

بڑے پیمانے پر بے روزگاری ہونے کی وجہ سے آجر لوگ مزدوروں کا الگ الگ طریقوں سے استحصال کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے کم اجرت دینا، زیادہ گھنٹے کام کروانا، اہلیت و قابلیت اور کام کے نوعیت کے مطابق اجرت کا نہ دینا، مزدوروں کے حقوق سے انکار، غیر محفوظ و غیر صحت مند کام کے ماحول کو فراہم کرنا وغیرہ۔

10. معاشی ترقی میں رکاوٹ

بے روزگاری کا معاشی ترقی پر بڑا گہرا منفی اثر پڑتا ہے۔ جب لوگوں کو ملازمت یا روزگار نہیں ملے گا تو وہ اپنے اور اپنے خاندان کی ضرورت کی چیزوں پر جیسے خوراک، کپڑے اور رہائش گاہ پر پیسہ خرچ نہیں کرسکتا یعنی اس کی موثر طلب کم ہوجاتی ہے جس سے معیشت کی پیداوار بھی کم ہوجاتی ہے۔ اور اس طرح مجموعی طور پر تمام معاشی سرگرمیاں بری طرح متاثر ہوکر قومی آمدنی کم ہوتی ہے اور اس طرح ملک کی معاشی ترقی میں گراوٹ آتی ہے۔

10.4 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا اس قابل ہیں کہ وہ:

- بے روزگاری کی مختلف وجوہات کو واضح کر سکیں۔
- بے روزگاری کے اثرات کو بیان کر سکیں۔

10.5 فرہنگ (Glossary)

دیہی صنعتیں Rural Industries: -دیہی علاقوں میں قائم شدہ ایسی صنعتیں جو غیر زراعتی سرگرمیوں میں ملوث ہوتی ہیں۔

سفید کالر ملازمت White Collar Job: -: ایسے افراد جو عام طور پر منظم شعبہ میں یا خدمات کے شعبہ میں کام کرتے ہیں اور جنھیں تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ جیسے اکاؤنٹنٹ، دفتر کا منتظم، انجینئر، ٹیچر، پروفیسر، ڈاکٹر، کلرک وغیرہ۔

شہری کاری Urbanization: -لوگوں کا دیہی علاقوں سے نکل کر شہروں میں آکر رہنے کو شہری کاری کہا جاتا ہے۔

غربت Poverty: -ایسی حالت جس میں ایک انسان اپنی بنیادی ضروریات جیسے روٹی، کپڑا اور مکان کی تکمیل نہیں کر پاتا۔

نیلی کالر ملازمت Blue Collar Job: -وہ ملازمین جو عام طور پر غیر منظم شعبہ میں مزدوری کرتے ہیں اور جن کی اجرت فی گھنٹہ یا فی ہفتہ کی بنیاد پر دی جاتی ہے۔ جیسے، میکانک، تعمیراتی مزدور، ڈرائیور، پلمبر، الیکٹریشین، بڑھئی، محافظ، فیکٹریوں میں کام کرنے والے وغیرہ۔

ہجرت یا نقل مکانی Migration: -لوگوں کا بہتر مواقع کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔

10.6 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

10.6.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. افرادی قوت کے حامل افراد کی عمر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہوتی ہے۔

(a) 15سے60سال (b) 14سے60سال

(c) 18سے60سال (d) 18سے64سال

2. انسان کی بنیادی ضروریات میں شامل ہیں:

(a) روٹی (b) کپڑا

(c) مکان (d) اوپر دیے گئے سبھی

3. مندرجہ ذیل میں سے کون بے روزگاری کی وجہ نہیں ہے؟

(a) آبادی (b) مشینوں کا استعمال

(c) ناخواندگی (d) ہجرت

4. بے روزگاری انسانی وسائل کے ـــــــــ کی نمائندگی کرتی ہے:

(a) ضیاع (b) استعمال

(c) مندرجہ بالا دونوں (d) ان میں سے کوئی نہیں

5. لوگوں کا بہتر مواقع کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ـــــــــــــــــ کہلاتا ہے:

(a) ہجرت (b) نقل مکانی

(c) شہری کاری (d) (a)اور(b)دونوں

6. قومی جرائم اندراج محکمہ کے مطابق سال 2022 میں کتنے فیصد لوگوں نے بے روزگاری کی وجہ سے خودکشی تھی؟

(a) 1 (b) 1.32

(c) 1.86 (d) 1.50

7. مندرجہ ذیل میں سے کون سا کام وائٹ کالر والی ملازمت نہیں ہے؟

(a) میکانک (b) ٹیچر

(c) پروفیسر (d) ڈاکٹر

8. عام طور پر بلو کار والی ملازمت میں ـــــــــــــــــــــ کے افراد کام کرتے ہیں۔

(a) منظم شعبہ (b) غیر منظم شعبہ

(c) دونوں بھی (d) ان میں سے کوئی نہیں

9. ہندوستان میں بے روزگاری کو لے کر خودکشی کرنے والے افراد کی رپورٹ کون بناتا ہے؟

(a) وزارت داخلہ (b) وزارت خارجہ

(c) وزارت مزدور اور روزگار (d) قومی جرائم اندراج محکمہ

10. قومی جرائم اندراج محکمہ کے مطابق سال 2022 میں کس ریاست میں سب سے زیادہ لوگوں نے بے روزگاری کی وجہ سے خودکشی کی؟

(a) مہاراشٹرا (b) کیرالا

(c) تامل ناڈو (d) گجرات

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	a	d	b	a	d	c	a	b	d	b

10.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. واضح کیجیے کہ بڑھتی ہوئی آبادی بے روزگاری میں اضافہ کا ایک اہم سبب ہے۔

2. بے روزگاری کے صحت پر ہونے والے مضر اثرات کو مثالوں کے ذریعے واضح کیجیے۔

3. بے روزگاری اور غربت کے درمیان ربط کو واضح کیجیے۔

4. مشینوں کا زیادہ استعمال بے روزگاری میں اضافہ کا سبب ہے واضح کیجیے۔

5. ثابت کیجیے کہ بے روزگاری کی وجہ سے جرائم میں اضافہ ہوتا ہے۔

10.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. بے روزگاری کی وجوہات کو تفصیل سے بیان کیجیے۔

2. بے روزگاری کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں تفصیل سے بیان کیجیے۔

10.7 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Gupta, R. (2023). *Indian Economic Development: A Textbook for Class XII*. Geeta Publishing House.
2. Puri, V. K., & Mishra, S. K. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.
3. Rai, D. (2017). *Indian Economic Development*. Educational.

اکائی 11: بے روزگاری اسکیم اور ان کے اثرات

(Unemployment Schemes and their Impact)

اکائی کے اجزا:

11.0 تمہید(Introduction)

11.1 مقاصد(Objectives)

11.2 بے روزگاری کیا ہے؟(What is Unemployment?)

11.3 بے روزگاری کے خاتمے کے لیے حکومتی پالیسی
(Government Policy for Removing Unemployment)

11.4 روزگار کی حکمت عملی معاشی اصلاح کے بعد
(Employment Strategy in the Post Reform Period)

11.5 روزگار کے اہم پروگرام(Major Employment Programmes)

11.6 روزگار پروگراموں کے نتائج(Effects of Employment Programs)

11.7 روزگار کے حالیہ پروگرام اور نتائج
(Recent Unemployment Programmes and Results)

11.8 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

11.9 فرہنگ(Glossary)

11.10 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

11.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

11.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

11.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

11.11 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Material)

11.0 تمہید (Introduction)

اس بلاک کی سابقہ اکائیوں میں آپ نے بے روزگاری کا معنی، اقسام اور وجوہات کا مطالعہ کیا۔ حکومت بے روزگاری کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے مختلف پالیسیاں تشکیل کرتی ہیں اور اسکیم وضع کرتی ہیں۔ اس اکائی میں ہم حکومت ہند کی بے روزگاری کے مسئلے کے حل کی بعض اسکیموں کا تجزیہ کریں گے۔

11.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے مقاصد حسب ذیل ہیں

- بے روزگاری کیا ہے یا بے روزگاری کی تعریف بیان کرنا۔
- معاشی اصلاحات سے پہلے اور اس کے بعد حکومت کی روزگار فراہم کرنے کی حکمت عملی کا علم حاصل کرنا۔
- ہندوستان میں روزگار کے اہم پروگراموں کے بارے میں جانکاری اور ان کے اثرات کا مطالعہ کرنا۔

11.2 بے روزگاری کیا ہے؟ (What is Unemployment?)

جب کوئی شخص مروجہ اجرت پر کام کی تلاش میں ہو لیکن اسے کام نہ ملے تو وہ بے روزگار کہلائے گا۔ بے روزگاری کو اکثر معیشت کی صحت کی پیمائش کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ بے روزگاری کا سب سے زیادہ عام پیمانہ بے روزگاری کی شرح ہے جو کہ بے روزگار افراد کی تعداد کو افرادی قوت کی تعداد سے تقسیم کر کے حاصل کیا جاتا ہے۔ دیگر تمام ترقی پزیر ممالک کی طرح ہندوستان اس وقت بنیادی طور پر ساختی بے روزگاری سے دوچار ہے جو اعلانیہ (Open) اور پوشیدہ یا مخفی (Disguised) دونوں شکلوں میں موجود ہے۔

ہندوستان میں زیادہ تر بے روزگاری یقینی طور پر ساختی ہے۔ 1950-2011 کے دوران اس ملک کی آبادی میں تقریباً 2.1 فیصد سالانہ کی شرح سے اضافہ ہوا۔ آبادی 1960 میں 450.55 ملین سے بڑھ کر 2023 میں 1.4 بلین ہو گئی۔ یہ 216.5 فیصد کا اضافہ 63 سالوں میں درج کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ روزگار کی تلاش میں محنت بازار میں آنے والے افراد کی تعداد میں بھی تیزی سے اضافہ ہوا۔ کل آبادی میں افرادی قوت کا تناسب 2023 میں 55 فیصد تھا۔ جب کہ روزگار کے مواقع زیادہ نہیں بڑھے۔ جدول 11.1 کا جائزہ لیں۔

جدول 11.1

سال	افرادی قوت (کل آبادی کا تناسب)	روزگار (کل آبادی کا تناسب)
1991	54.14	50.44
1992	54.12	50.42
1993	54.11	50.41
1994	54.11	50.41
1995	54.63	50.81
1996	55.15	51.19
1997	55.66	51.58

1998	56.18	51.96
1999	56.69	52.34
2000	57.20	52.71
2001	56.69	52.14
2002	56.18	51.57
2003	55.67	51.01
2004	55.15	50.45
2005	54.64	49.89
2006	54.66	49.95
2007	54.68	50.01
2008	54.69	50.07
2009	54.71	50.13
2010	54.73	50.19
2011	54.08	49.63
2012	53.42	49.07
2013	53.22	48.93
2014	53.00	48.77
2015	52.73	48.57
2016	52.39	48.30
2017	52.02	48.00
2018	51.63	47.68
2019	51.24	47.91
2020	50.45	46.49
2021	51.15	47.89
2022	52.35	49.83
2023	55.34	52.76

ماخذ: عالمی ترقیاتی بینک

سست معاشی ترقی کی وجہ سے بے روزگاری کی شرح میں ہر سال اضافہ ہوتا رہا ہے۔ اس مسئلے کا حل معیشت کے بنیادی ڈھانچے میں اصلاحات کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے۔ ساختی بے روزگاری کے علاوہ دوسرے اقسام کی بے روزگاری جیسے کینیائی غیر اختیاری بے روزگاری (Keynesian Involuntary Unemployment) کو طلب میں اضافے کے ذریعے دور کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ کینیائی بے روزگاری کو نظر انداز کرنا غلط ہوگا، پھر بھی ساختی بے روزگاری پریشانی کی ایک بڑی وجہ بنی ہوئی ہے۔ بے روزگاری عوام کے ساتھ ساتھ حکومت کے لیے بھی تشویش کا باعث ہے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے حکومت ہند نے مختلف اوقات میں مختلف تدابیر اور پروگرام تیار کیے۔ آیئے ان پروگراموں کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

11.3 بے روزگاری کے خاتمے کے لیے حکومتی پالیسی

(Government Policy for Removing Unemployment)

1. 1980 کی دہائی تک روزگار کی پالیسی (Employment Policy up to the 1980s)

ہندوستان میں منصوبہ بندی کے عمل کے آغاز سے ہی بے روزگاری کو ایک مسئلے کے طور پر تسلیم کیا گیا تھا۔ اسی کے مطابق روزگار کی فراہمی کو ترقیاتی منصوبہ بندی کے ہدف کے طور پر قبول کیا گیا۔ تاہم چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی ترقی کو روزگار فراہم کرنے کے لیے کافی سمجھا گیا کیونکہ ان میں افرادی قوت کی کھپت زیادہ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر دوسرے پانچ سالہ منصوبے (1957-62) میں جمع شدہ (Backlog) بے روزگاری کا تخمینہ 5 ملین اور افرادی قوت کا سالانہ اضافے کا تخمینہ 2-1.5 ملین تھا۔ اس میں 5 فیصد سالانہ کی شرح نمو کے ساتھ اگلے 10 سال کی مدت میں ان سب کے لیے روزگار کے مواقع پیدا ہونے کی امید تھی۔ اس طرح روزگار کو ترقی کا ایک حصہ سمجھا گیا حالانکہ اسے مرکزی حیثیت نہیں دی گئی اور نہ ہی پوری طرح سے نظر انداز کیا گیا۔

تیسرے اور چوتھے منصوبے میں بھی روزگار کو لے کر اسی طرح کا رجحان رہا۔ روزگار میں اضافے سے متعلق کامیابیاں توقعات سے کم رہیں۔ خام ملکی پیداوار (Gross Domestic Product) کی شرح نمو اوسطاً 3.5 فیصد سالانہ، روزگار کی شرح نمو 2 فیصد سالانہ، جب کہ افرادی قوت میں 2.5 فیصد سالانہ کی شرح سے اضافہ ہوا۔ اس کے نتیجے میں بے روزگاروں کی تعداد 1956 میں تقریباً 5 ملین سے بڑھ کر 1973-74 میں 10 ملین ہو گئی۔ اس نے منصوبہ سازوں کو اپنے نقطہ نظر پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کیا۔ بے روزگاری اور مسلسل غربت (جو ہندوستان کی تقریباً نصف آبادی کو متاثر کر رہی تھی) کے مسئلے کے حل کے لیے پانچویں پانچ سالہ منصوبے (1974-79) نے روزگار پر مبنی ترقی کی طرف ترقیاتی حکمت عملی کی از سر نو ترتیب اور انسداد غربت اور روزگار کے خصوصی پروگراموں کو متعارف کرانے کا تصور کیا۔

منصوبہ بندی کمیشن نے چھٹے منصوبے کی دستاویز میں اس سخت حقیقت کو تسلیم کیا کہ معاشی منصوبہ بندی کے باوجود روزگار کے مواقع میں گزشتہ برسوں میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا۔ طویل مدتی روزگار کی بھی صورت حال تسلی بخش نہیں تھی۔ ان حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے چھٹے منصوبے (1980-85) کے تحت روزگار کی پالیسی کا مقصد زیادہ افرادی قوت کے لیے بے روزگاری کو کم کرنا اور طویل مدتی بے روزگاری کو کم کرنے کے دو بڑے اہداف تھے۔ ان مسائل کے لیے روزگار پر مبنی تیز رفتار معاشی ترقی ضروری تھی۔ اس لیے اس سمت میں کوششوں کو قلیل مدتی اقدامات کے ساتھ ملایا گیا جس سے کم از کم عارضی بنیادوں پر کچھ راحت ملی۔

چونکہ ہماری مخلوط سرمایہ دارانہ معیشت میں نجی اور امداد باہمی شعبے حکومت کے ساتھ مل کر رہتے ہیں، اس لیے حکومت نے خود کو تمام شعبوں میں روزگار پیدا کرنے کی پالیسی پر پابند کیا۔ یہ تسلیم کیا گیا کہ حکومتی شعبے میں پیداوار انتہائی جاذب سرمایہ ہے اور اس طرح اس شعبے میں نئے روزگار پیدا کرنے کی زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا حکومت نے خاص طور پر ان پالیسی اقدامات پر توجہ مرکوز کرنے کا فیصلہ کیا جو نجی شعبے میں افرادی قوت کی نجی طلب اور استعمال کو متاثر کریں۔ اس کے لیے زراعت، کاٹیج اور چھوٹی صنعتوں اور اس سے منسلک

سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ غیر زرعی کاموں میں روزگار کے منصوبوں پر زور دینے کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا۔ اس طرح شروع کیے گئے کچھ بڑے روزگار کے پروگرام ہیں:

- مربوط دیہی ترقی کا پروگرام (Integrated Rural Development Programme-IRDP)
- قومی دیہی روزگار پروگرام (National Rural Employment Programme-NREP)
- دیہی نوجوانوں کو آزاد روزگار کے لیے تربیت دینے کی قومی اسکیم (National Scheme of Training Rural Youth for Self-Employment-TRYSEM)
- آپریشن فلڈ IIڈیری پروجیکٹ (Operation Flood II Dairy Project)

1970 اور 1980 کی دہائی کے آخر میں اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد کہ ہندوستانی حالات میں نمو کے نتیجے میں روزگار کے مطلوبہ مواقع پیدا نہیں ہو رہے ہیں اضافی روزگار کے پروگراموں کی ضرورت محسوس کی گئی اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اس سمت میں پانچویں اور چھٹے منصوبے میں کاوششیں کی گئیں۔ تاہم بے روزگاری کے مسئلے کی شدت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اسی مناسبت سے ساتویں پانچ سالہ منصوبے (90-1985) میں پہلی بار روزگار کو ترقیاتی حکمت عملی میں مرکزی حیثیت دی گئی۔ منصوبہ بندی کمیشن نے کہا کہ ساتویں منصوبے کی ترقیاتی حکمت عملی میں روزگار کے مواقع پیدا کرنا ایک مرکزی عنصر ہے۔ پہلے منصوبوں کی طرح روزگار پیدا کرنے کے لیے زرعی شعبے کے کردار کو کلیدی قرار دیا گیا۔ تاہم زرعی شعبہ بے روزگاری کا مکمل خاتمہ نہیں کر سکتا تھا اور بڑھتی ہوئی افرادی قوت کو جذب نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا دیہی ترقی ک خاص طور پر تعمیرات کی شکل میں دیہی سرمائے کی تشکیل کے پروگرام شروع کیے گئے۔ منصوبہ ساز واضح تھے کہ صنعتی ترقی کی بلند شرح کے بعد بھی منظم شعبہ افرادی قوت کے ایک حصے سے زیادہ کو جذب نہیں کر سکتا۔

منصوبہ بندی کمیشن کے مطابق روزگار پیدا کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اجرت پر روزگار پیدا ہو۔ ساتویں منصوبے کے تحت، اضافی آزاد روزگار کے لیے حالات پیدا کرنے پر کافی زور دیا گیا تھا۔ اس لیے، شعبہ جاتی پروگراموں (جیسے RLEGP،NREP اور IRDP) کے علاوہ غربت کے خاتمے کے پروگراموں کو جاری رکھا گیا جن کا مقصد غریب طبقوں کو آزاد روزگار اور اجرت پر روزگار فراہم کرنا تھا۔ تاہم، روزگار فراہم کرنے کی ان کوششوں کے باوجود بے روزگاری میں اضافہ ہوا اور جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے، یکم اپریل 1992 تک 23 ملین افراد بے روزگار تھے۔

11.4 روزگار کی حکمت عملی معاشی اصلاح کے بعد

(Employment Strategy in the Post Reform Period)

اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ معاشی نمو کی بلند شرح ضروری ہے لیکن ہندوستان میں بے روزگاری کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے یہ کافی نہیں ہے۔ ہندوستان میں جہاں روزگار کی لچک کافی کم ہے 9-8 فیصد کی سالانہ شرح نمو بے روزگاری کے مسئلے کا صرف جزوی حل فراہم کر سکتی ہے۔ راج کرشنا نے اپنی تحقیق میں بتایا کہ اس مفروضے پر کہ آبادی اور پیداواری صلاحیت موجودہ شرحوں پر بڑھتی رہے

یومیہ بے روزگاری کا خاتمہ اگلی دو دہائیوں میں کیا جاسکتا ہے اگر طویل مدتی معاشی شرح نمو 6.5 فیصد ہو۔

راج کرشنا کی تحقیق کے وقت تمام شعبوں کے لیے روزگار کی لچک تقریباً 0.68 تھی۔ اس کے بعد سے اس میں کمی آئی ہے۔ اس کے 94-1993 سے 05-2004 کے لیے 0.29 اور 05-2004 سے 12-2011 کے لیے 0.04 ہونے کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ 2022 میں یہ 0.15 تھی جس کا مطلب ہے کے ملکی پیداوار میں ایک فیصد کی بڑھوتری سے روزگار میں صرف 0.15 فی صد کا اضافہ ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ 3 فیصد سالانہ کی شرح سے اضافی روزگار پیدا کرنے کے لیے، جی ڈی پی کو 19-18 فیصد کی سالانہ نمو درج کرنی ہو گی جو کہ ہندوستانی معیشت کے موجودہ ڈھانچے میں ناممکن ہے۔ لہٰذا ہندوستان میں، معاشی نمو بذات خود کبھی بھی بے روزگاری کے مسئلے کو حل نہیں کر سکتی اور حکومتی پالیسی جو معاشی نمو کو اوّلیت دیتی ہے بے روزگاری کو کم کرنے کے بجائے مزید بڑھائے گی۔ اس لیے آٹھویں پلان (97-1992) کے تحت معیشت کی نمو اور اور پیداواری ساخت کی تنظیم نو دونوں پر زور دیا گیا تھا۔ منصوبے میں 2.8-2.6 فیصد سالانہ نمو کا ہدف مقرر کیا گیا اور اگلے 10 سالوں میں مکمل روزگار کی حصولیابی کا ہدف مقرر کیا گیا۔ اس ہدف کے حصول کے لیے منصوبے نے ان شعبوں اور ذیلی شعبوں کی ترقی کی وکالت کی جہاں روزگار کی لچک زیادہ ہے۔ اس نے زرعی ذیلی شعبہ جاتی تنوع، بنجر زمین کی بحالی، دیہی غیر زرعی شعبے میں روزگار کے مواقع کو بہتر بنانے، چھوٹے صنعتی شعبے کو فروغ دینے، اور غیر منظم اور خدماتی شعبوں کی تیز رفتار ترقی اور محنت بازار کی پالیسیوں میں تبدیلی کی بھی وکالت کی۔

نویں پانچ سالہ منصوبے (2002-1997) نے کار مولد (Productive Work) فراہم کرنے کی ضرورت پر زور دیا کیونکہ یہ انسانی وقار اور عزت نفس کا بنیادی ذریعہ ہے۔ یہ قومی تشخص اور سماجی ہم آہنگی کو پروان چڑھانے میں بھی ایک لازمی حصہ ہے۔ اس نے اس حقیقت کو بھی تسلیم کیا کہ ہندوستان جیسی فاضل مزدور معیشت میں سب کو فائدہ مند کام فراہم کرنے کے لیے اکیلے بازاری قوتوں پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے حکومتی مداخلت ضروری ہے کہ نہ صرف کام کے مناسب مواقع پیدا کیے جائیں بلکہ یہ بھی کہ افرادی قوت ان تک رسائی حاصل کر سکے۔ جہاں تک ثمر آور کام کے مواقع پیدا کرنے کا تعلق ہے ان تمام شعبوں، ذیلی شعبوں اور ٹیکنالوجیز پر توجہ مرکوز کرنے پر زور دیا گیا جو زیادہ افرادی قوت جذب کرنے کے حامل ہیں۔ تاہم جیسا کہ پاپولا نے نوٹ کیا کہ نویں منصوبے میں روزگار کو مرکزی حیثیت کے باوجود اسے معاشی نمو کے بقیہ کے طور پر دیکھا گیا جس کی وجہ سے بے روزگاری کی حالت میں کوئی قابل ذکر تبدیلی نہیں آئی۔

روزگار پیدا کرنے کی کوششوں کے باوجود 1990 کی دہائی میں یہ مسئلہ مزید سنگین ہو گیا۔ یہ مفروضہ کہ زیادہ شرح نمو کے نتیجے میں روزگار میں تیزی سے اضافہ ہو گا غلط ثابت ہوا۔ یہ اس حقیقت سے واضح ہے کہ جہاں جی ڈی پی کی شرح نمو 93-1983 کے دوران 5.2 فیصد سے بڑھ کر 94-1993 سے 2000-1991 تک 6.7 فیصد ہو گئی وہیں روزگار کی شرح نمو 2.7 فیصد سے کم ہو کر 1.02 فیصد ہو گئی۔ جی ڈی پی کی نمو کی روزگار کی لچک اسی مدت کے دوران 0.52 سے 0.16 تک کم ہو گئی۔ دسویں منصوبے (07-2002) کے آغاز میں بے روزگاری کا بیک لاگ 35 ملین تھا۔ اس منصوبے میں افرادی قوت کے اضافے کا تخمینہ 36 ملین لگایا گیا تھا۔

منصوبے میں بتایا گیا کہ 8 فیصد سالانہ شرح نمو کے ہدف کے حصول سے روزگار میں 30 ملین افرادی سال (Person Years) کا اضافہ ہو گا جبکہ معیشت کے مختلف شعبوں (خاص طور پر زراعت اور اس سے منسلک شعبے، چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاروباری ادارے، وسیع البنیاد دیہی غیر زرعی سرگرمیاں اور کچھ سماجی خدمت کے شعبے جیسے تعلیم اور صحت) اور زیادہ جاذب محنت شعبوں جیسے تعمیرات، سیاحت، مواصلات اور انفارمیشن ٹیکنالوجی، اور مالیاتی شعبوں کی تیز رفتار ترقی کی مناسب پالیسیاں روزگار میں مزید 19.32 ملین افرادی سال کا اضافہ کریں گی۔ اس طرح، دسویں منصوبے کی مدت کے دوران تقریباً 50 ملین افرادی سال روزگار پیدا کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا جس سے بے روزگاری دسویں منصوبے کے آغاز میں تقریباً 35 ملین سے کم ہو کر دسویں منصوبے کے اختتام پر تقریباً 21 ملین تک پہنچ جائے گی۔

گیارہویں پانچ سالہ منصوبے (12-2007) کا مقصد 58 ملین روزگار کے مواقع پیدا کرنا تھا جس میں تجارت، ہوٹل اور ریسٹورنٹ کے شعبے میں تقریباً 17 ملین اور صنعت اور تعمیرات میں تقریباً 12 ملین مواقع کا ہدف تھا۔ (زرعی شعبے میں روزگار میں کوئی اضافہ متوقع نہیں تھا)۔ ایسی حکمت عملی کی وکالت کی گئی جو روزگار کی تیز رفتار نمو اور معیار میں بہتری کو یقینی بنا سکتی ہے۔ منصوبے میں اس بات کو اجاگر کیا گیا کہ جبکہ آزاد پیشہ مستقبل قریب میں روزگار کا ایک اہم زمرہ رہے گا یہ 2004 میں تمام روزگار کا 58 فیصد تھا۔ کل روزگار میں باقاعدہ ملازمین کا حصہ بڑھانے کی ضرورت ہے اور یہ پالیسی کا محور ہونا چاہیے کہ باقاعدہ روزگار کے حصے میں خاطر خواہ اضافہ حاصل کیا جائے اور عارضی ملازمین کی تعداد جو کہ اس وقت 23 فیصد سے زیادہ ہے میں کمی جائے۔ تاہم یہ منصوبہ 58 ملین روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے ہدف کو حاصل کرنے میں بری طرح ناکام رہا۔

زیادہ تر مبصرین اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ ہندوستان میں معاشی اصلاحات کے بعد کے دور میں معاشی نمو روزگار کے مواقع فراہم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ معیشت کے سب سے بڑے شعبے زراعت میں ترقی کی رفتار سست رہی ہے۔ اس تناظر میں حکومت کے ردعمل کا مقصد غربت کے خاتمے کے پروگراموں کے ذریعے دیہی آمدنی میں اضافہ کرنا ہے۔ تاہم ان پروگراموں کا اطلاق تسلی بخش نہیں ہے کیونکہ بدعنوانی کی وجہ سے متعدد مشکلات درپیش آئی ہیں۔ دیہی علاقوں سے بے روزگار لوگ غیر منظم شعبے میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ 92 فیصد افرادی قوت کو جذب کرتا ہے۔ اس شعبے میں روزگار عارضی اور باقاعدہ تنخواہوں کے بغیر ہوتا ہے۔ آزاد پیشہ لوگوں اور یومیہ اجرت پر کام کرنے والے کارکنوں کی ایک بڑی آبادی اس شعبے سے منسلک ہے

بارہواں پانچ سالہ منصوبہ مینوفیکچرنگ کے شعبے کو نمو کا حقیقی انجن بنانے کی امید رکھتا ہے جو 2022 تک 100 ملین کام کے مواقع پیدا کر سکتا ہے، منصوبے میں بتایا گیا کہ جاذب محنت مینوفیکچرنگ جیسے گارمنٹس، چمڑے اور جوتے، جواہرات اور زیورات، غذا کاری صنعتوں اور اسی طرح کی بہت سے صنعتوں کو ترقی دی جاسکتی ہے بشرطیکہ حکومت ساز گار حکمت عملی کو اپنائے۔

ہندوستان کی زیادہ تر آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہے جس سے فوائد حاصل کرنے کے لیے ان کی تربیت اور مہارت کی ترقی پر توجہ مرکوز کرنے پر بھی زور دیا گیا ہے جسے بارہویں منصوبے کے لیے کسی بھی روزگار کی حکمت عملی میں مرکزی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔ اس

منصوبے میں 50 ملین غیر زرعی روزگار کے مواقع پیدا کرنے اور کم از کم اتنے ہی افراد کو مہارت کی سند فراہم کرنے کی تجویز ہے۔

11.5 روزگار کے اہم پروگرام (Major Employment Programmes)

1973 میں بھگوتی کمیٹی کی رپورٹ کی اشاعت کے بعد، حکومت نے روزگار فراہم کرنے اور بے روزگاری کے خاتمے کے لیے درج ذیل اقدامات کیے ہیں

1. سورن جینتی گرام سوروزگار یوجنا (Swarana Jayanti Gram Swarozgar Yojna- SGSY)

یہ اسکیم یکم اپریل 1999 سے IRDP اور اس سے منسلک اسکیموں کی تشکیل نو کے بعد شروع کی گئی تھی۔ دیہی غریبوں کے لیے یہ واحد آزاد پیشہ روزگار کا پروگرام ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آزاد پیشہ افراد کو بینکوں سے قرض اور سرکاری مالی اعانت کے ذریعے آمدنی پیدا کرنے والے اثاثے فراہم کر کے خط غربت سے اوپر لایا جائے۔ SGSY کی تشکیل نو قومی دیہی روزی روٹی مشن (National Rural Livelihood Mission) کے طور پر کی گئی تھی۔ بعد ازاں اس کا نام بدل کر آجیوکا رکھا گیا تاکہ اسے پورے ملک میں ایک مشن کے طور پر نافذ کیا جا سکے۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز 3 جون 2011 کو کیا گیا تھا۔ NRLM کا نفاذ طے شدہ تجارتی بینکوں (بشمول دیہی علاقائی بینکوں کے) کے ذریعے ہوتا ہے۔ شروعات میں NRLM اس بات کو یقینی بنائے گا کہ ہر شناخت شدہ دیہی غریب گھرانے سے کم از کم ایک رکن ترجیحاً ایک خاتون کو مقررہ وقت میں خود امدادی گروہ (Self Help Group-SHG) نیٹ ورک کے تحت لایا جائے۔ یہ اسکیم مزید یقینی بنائے گی کہ غریبوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنے ادارے منظم کر سکیں اور منڈیوں کے ساتھ جڑ سکیں۔ ان کے قرض لینے اور استعمال کرنے کی صلاحیتوں کی اہلیت کو بڑھانے کے لیے مطلوبہ مہارتیں فراہم کی جائیں گی۔ NRLM عالمی مالیاتی شمولیت کو حاصل کرنے کی سمت کام کرے گا اور توقع ہے کہ بارہویں پانچ سالہ منصوبے کے اختتام تک تمام اضلاع تک رسائی حاصل کر لے گا۔

2. سورن جینتی شہری روزگار یوجنا (Swarana Jayanti Shahri Rozgar Yojna- SJSRY)

1 دسمبر 1997 سے عمل میں آئی جس نے پہلے کے شہری غربت کے خاتمے کے پروگراموں یعنی نہرو روزگار یوجنا، وزیر اعظم کے مربوط شہری غربت مٹاؤ پروگرام اور شہری بنیادی خدمات کے پروگرام کو شامل کیا۔ اس پروگرام کو یکم اپریل 2009 سے نافذ کیا گیا تھا۔ یہ اسکیم شہری بے روزگاروں اور بے روزگار غریبوں کو فائدہ مند روزگار فراہم کرتی ہے۔ شہری غریبوں کے ذریعے آزاد روزگار کے منصوبوں کے قیام اور اجرت پر روزگار فراہم کر کے ان کی محنت کو سماجی اور معاشی طور پر مفید عوامی اثاثوں کی تعمیر کے لیے استعمال کرتی ہے۔ اصلاح شدہ SJSRY کے پانچ اجزا ہیں:

I. شہری آزاد روزگار (Self Employment) پروگرام

II. شہری خواتین کی خود مدد (Urban Women Self-Help) پروگرام

III. شہری غریبوں میں روزگار کے فروغ کے لیے ہنر کی تربیت

IV. شہری اجرت کا روزگار پروگرام

V. شہری سماجی ترقیاتی (Urban Community Development) پروگرام

3. وزیر اعظم روزگار یوجنا (Prime Minister Rozgar Yojna-PMRY)

اس اسکیم کے افتتاح کا مقصد دس لاکھ سے زیادہ تعلیم یافتہ بے روزگار نوجوانوں کو آزاد روزگار فراہم کرنا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے آٹھویں پانچ سالہ منصوبے کے تحت سات لاکھ چھوٹی صنعتوں کا قیام عمل میں لایا جانا تھا اور 7.70 لاکھ معاملات میں قرضوں کی منظوری دی گئی تھی لیکن اصل فراہمی 5.76 لاکھ مقدمات میں تھی۔ اس اسکیم کو نویں پانچ سالہ منصوبے میں جاری رکھا گیا۔ نویں منصوبے کے پہلے تین سالوں میں پانچ لاکھ معاملوں میں قرضہ دیا گیا جس سے 7.4 لاکھ افراد کو روزگار ملا۔

4. قومی دیہی روزگار پروگرام (National Rural Employment Programme-NREP)

اس پروگرام کو چھٹے منصوبے میں شروع کیا گیا تھا اور ساتویں منصوبے کے تحت جاری رکھا گیا۔ یکم اپریل 1989 کو اسے جواہر روزگار یوجنا میں ضم کر دیا گیا۔ NREP کا مقصد دیہی آبادی کے اس طبقے کی مدد کرنا تھا جو زیادہ تر اجرت پر مبنی روزگار پر منحصر ہے اور جن کا زرعی مندی کے دور میں آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ NREP کے تحت ترقیاتی منصوبے روزگار فراہم کرنے کے منصوبوں سے منسلک کیے گئے۔ اس پروگرام کو مرکزی طور پر اسپانسر شدہ اسکیم کے طور پر نافذ کیا گیا تھا۔ لیکن اس کا مالی بوجھ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں کو 50:50 کی بنیاد پر بانٹنا تھا۔ اسکیم کے تحت ضلعی سطح پر روزگار کا منصوبہ (مختلف بلاک کے حساب سے) تیار کیا گیا تھا۔

5. دیہی بے زمین مزدوروں کی روزگار کی ضمانت کا پروگرام

(The Rural Landless Employment Guarantee Programme-RLEGP)

RLEGP اگست 1983 کو شروع کیا گیا تھا جس کا مقصد دیہی بے زمین افراد کے لیے روزگار کے مواقع کو بڑھانا تھا۔ اس پروگرام کا مقصد بے زمین گھرانے کے کم از کم ایک فرد کو سال میں تقریباً 100 دن کے لیے روزگار کی ضمانت فراہم کرنا تھا۔ اس اسکیم کے تحت دیہی بے زمین افراد کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے مقصد سے بنیادی ڈھانچے کی ترقی کی گئی۔ اگرچہ اس پروگرام کو مکمل طور پر مرکزی حکومت کی طرف سے مالی امداد فراہم کی جانی تھی لیکن اس کو نافذ کرنے کی ذمہ داری ریاستوں کو سونپی گئی تھی۔

6. مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام (Integrated Rural Development Programme- IRDP)

1978-79 میں شروع کیا گیا اور اسے 1980-81 میں پورے ملک میں لاگو کیا گیا۔ بنیادی طور پر اسے چھٹے پانچ سالہ منصوبے کے تحت انسداد غربت کے پروگرام کے طور پر لاگو کیا گیا۔ اس کا مقصد متعدد سرگرمیوں جیسے سیر یکلچر، مویشی پالنا اور بنیادی شعبے اور اس سے منسلک خدمات جیسے بُنائی، دستکاری وغیرہ اور ثانوی شعبے میں آزاد روزگار فراہم کرنا تھا۔ اس اسکیم میں خدماتی شعبے میں روزگار فراہم کرنا بھی شامل تھا۔ چھٹے منصوبے کے تحت IRDP کا مقصد ملک کے تمام بلاکس میں 15 ملین خاندانوں کا احاطہ کرنا ہے۔ اس طرح اوسطاً ایک بلاک میں تقریباً 3,000 خاندانوں کو اس پروگرام کے تحت امداد ملنے کی امید تھی۔ ان گھرانوں کو فراہم کیے گئے اثاثے مالی اعانت اور قرض کے 1:2 تناسب کے تھے۔ IRDP کے تحت 382 ملین خاندانوں کی مدد کی گئی۔ تاہم، پیدا ہونے والے روزگار کی صحیح مقدار کا تخمینہ نہیں لگایا گیا

ہے۔

7. دیہی نوجوانوں کے لیے خودروزگار کاتربیتی پروگرام

(National Scheme of Training Rural Youth for Self-Employment-TRYSEM)

دیہی نوجوانوں میں بے روزگاری کے مسئلے سے نمٹنے کے مقصد سے 1979 میں دیہی نوجوانوں کو آزاد روزگار کے لیے تربیت دینے کی اسکیم(National Scheme of Training Rural Youth for Self-Employment-TRYSEM)شروع کی گئی تھی۔ اس کا مقصد ہر سال تقریباً دو لاکھ دیہی نوجوانوں کو تربیت دینا تھا تاکہ وہ آزاد روزگار کے قابل بن سکیں۔ اس اسکیم کے تحت ہر بلاک سے 40 نوجوانوں کا انتخاب کیا جانا تھا اور انتخاب کے اہل ہونے کے لیے اس شخص کا تعلق دیہی خاندان سے ہونا چاہیے جس کی سالانہ آمدنی 3,500 سے کم ہو۔ انتخاب کرنے میں درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کے افراد کو ترجیح دی گئی۔ اسکیم کے تحت تربیت یافتہ دیہی نوجوانوں میں سے کم از کم ایک تہائی خواتین ہونی تھیں۔ TRYSEM کو اپریل 1999 میں سوورنا جینتی گرام سواروزر یوجنا میں ضم کر دیا گیا تھا۔

8. جواہر روزگار یوجنا (Jawahar Rozgar Yojana- JRY)

فروری 1989 میں حکومت نے 120 پسماندہ اضلاع میں روزگار پیدا کرنے کے لیے ایک نئی روزگار اسکیم جواہر لال نہرو روزگار یوجنا کا اعلان کیا۔ تاہم بعد میں یہ محسوس کیا گیا کہ علیحدہ NREP، RLEGP اور جواہر لال نہرو روزگار یوجنا کی ضرورت نہیں تھی۔ ان سب روزگار کے پروگراموں کا ایک ہی مقصد اور نوعیت تھی۔ اس لیے ان پروگراموں کو یکم اپریل 1989 کو دیہی روزگار کے ایک پروگرام میں ضم کر دیا گیا اور اسے جواہر روزگار یوجنا(JRY) کا نام دیا گیا۔

JRY نے مارچ 1999 میں گیارہ سال مکمل کر لیے۔ JRY کی تشکیل نو اپریل 1999 میں کی گئی اور اسے جواہر گرام سمردھی یوجنا (Jawahar Gram Samridhi Yojana-JGSY) کا نام دیا گیا۔ پہلے دس سالوں میں JRY نے 7,373 ملین روزگار پیدا کیا۔ اس طرح، مقداری لحاظ سے JRY کی کارکردگی NREP اور RLEGP سے بہتر نہیں تھی۔ تاہم دو حوالوں سے یہ ان اسکیم سے بہتر تھی۔ پہلا JRY کے تحت معاشی طور پر پیداواری سرمایہ کاری کو ترجیح دی گئی خاص طور پر جو زمین کی پیداواری صلاحیت کو بڑھاتی ہے۔ دوسرا روزگار کی اسکیموں کی منصوبہ بندی اور عمل آوری میں پنچایتوں کو شامل کیا گیا۔ یہ دوسرے دو پروگراموں کے دفتر شاہی نظام سے بہتر تھا۔

JGSY کا مقصد گاؤں کی سطح پر بنیادی ڈھانچے اور پائیدار اثاثوں کی تخلیق تھا تاکہ دیہی غریبوں کے لیے مستقل روزگار کے مواقع میں اضافہ کیا جا سکے۔ JGSY کے تحت روزگار عام طور پر خط غربت سے نیچے گھرانوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو فراہم کیا جاتا تھا۔ JGSY کے تحت وسائل کی کوئی شعبہ جاتی تقسیم نہیں تھی۔ تاہم سالانہ مختص کا 22.5 فیصد درج فہرست ذاتوں / درج فہرست قبائل کے فائدے کے لیے اسکیموں پر خرچ کیا جانا تھا اور سالانہ مختص کا تین فیصد معذوروں کے لیے بنیادی سہولیات فراہم کرنے کے لیے استعمال

کیا جانا تھا۔

9. ایمپلائمنٹ ایشورنس سکیم (Employment Assurance Scheme)

EAS کا مقصد 100 دن کا غیر ہنر مند دستی کام فراہم کرنا ہے۔ اسکیم کے تحت آنے والے بلاکس کے اندر 18 سے 60 سال کی عمر کے ایک دیہی خاندان کے دو افراد کو غیر زرعی موسم میں مطالبے پر روزگار فراہم کرنا تھا۔ EAS کو عالمگیر بنایا گیا تاکہ اسے ملک کے تمام دیہی بلاکس پر لاگو کیا جاسکے

10. مہاتما گاندھی قومی دیہی روزگار اسکیم

(Mahatma Gandhi National Rural Employment Guarantee Scheme)

حالیہ برسوں میں ہندوستان میں دیہی بے روزگاری میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ 94-1993 اور 2000-1999 کے درمیان دیہی روزگار میں 0.58 فیصد سالانہ کی شرح سے اضافہ ہوا جبکہ دیہی افرادی قوت کی شرح نمو بہت زیادہ تھی۔ دیہی علاقوں میں فائدہ مند روزگار کے مواقع کی عدم موجودگی میں دیہی گھرانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو اپنی آمدنی مکمل طور پر ختم ہونے کا سامنا ہے۔ دیہی گھرانوں کی اس دکھی حالت نے کسانوں کی بے مثال تعداد کو خودکشی کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اس انسانی بحران کو تسلیم کرتے ہوئے مرکز میں یونائیٹڈ پروگریسو الائنس (United Progressive Alliance-UPA) کی حکومت نے اپنے مشترکہ بنیادی ضروریات کے پروگرام (Common Minimum Programme-CMP) میں یہ عہد کیا کہ وہ فوری طور پر روزگار کی ضمانت کا قانون نافذ کرے گی۔ قومی صلاح کار کونسل (National Advisory Council) کے تجویز کردہ مسودے میں دیہی علاقوں میں ہر گھر کو سو دن کے عارضی دستی روزگار کی ضمانت دی گئی۔

11. دیہی روزگار کی ضمانت کا قومی قانون (National Rural Employment Guarantee Act)

دیہی روزگار کی ضمانت کا قومی قانون (NREGA) ستمبر 2005 میں بنایا گیا تھا۔ یہ 2 فروری 2006 کو مرحلہ وار طریقے سے نافذ ہوا۔ پہلے مرحلے میں اسے ملک کے دو سو پسماندہ ترین اضلاع میں میں متعارف کرایا گیا۔ دوسرے مرحلے میں 08-2007 میں اضافی 130 اضلاع میں نافذ کیا گیا۔ ابتدائی ہدف کے مطابق نریگا کو پانچ سالوں میں ملک بھر میں پھیلایا جانا تھا۔ تاہم طلب کو مد نظر رکھتے ہوئے یکم اپریل 2008 سے تیسرے مرحلے میں ہندوستان کے 274 دیہی اضلاع تک بڑھا دیا گیا۔ اس طرح یہ پروگرام (NREGA) اب ملک کے تمام دیہی علاقوں کا احاطہ کرتا ہے۔ 2 اکتوبر 2009 سے قومی دیہی روزگار اسکیم (National Rural Employment Guarantee Scheme) کا نام بدل کر مہاتما گاندھی دیہی روزگار اسکیم (MGNREGS) رکھا گیا ہے۔

11.6 روزگار پروگراموں کے نتائج (Effects of Employment Programs)

مختلف اوقات میں بے روزگاری کے مسئلے سے نمٹنے کے لیے مختلف پروگرام شروع کیے۔ یہ پروگرام سرے سے نئے کے علاوہ پرانے ناموں کو تبدیل کرکے اور کچھ پروگراموں کو ایک دوسرے میں ضم کرکے بھی بنائے گئے۔ ذیل میں ہم اہم پروگراموں کی کارکردگی

پر غور کرتے ہیں۔

1980 کی دہائی کے آخر تک IRDP ملک کے تمام بلاکس میں کام کر رہا تھا جس میں لاکھوں غریب خاندان شامل تھے۔ اس پروگرام نے کل 108 لاکھ خاندانوں کی مدد کی جن میں سے پچاس فی صد کا تعلق SC/ST زمروں سے تھا۔ اس طرح اس منصوبے کے لیے مقرر کردہ ہدف کو حاصل کیا گیا۔ لیکن مستفید ہونے والی خواتین صرف 34 فیصد تھیں جو کہ 40 فیصد کے ہدف سے کم تھا۔ اس کی رسائی کے باوجود نااہلی، بدانتظامی، اور فنڈز کی غلط تقسیم ہوتی رہی جس سے غربت کے خاتمے میں خاص کامیابی نہیں ملی۔

نویں پانچ سالہ منصوبہ (1997) کی وسط مدتی تحقیق کے مطابق جو اکتوبر 2000 میں شائع ہوئی SGSY آغاز سے لے کر 1998-99 تک 53.50 ملین خاندانوں کو 13,700 کروڑ روپے کی لاگت کی اعانت کی گئی۔ نویں منصوبے کے پہلے دو سالوں (1997-1999) کے دوران تقریباً 3.37 ملین خاندانوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

ساتویں منصوبے کے دوران RLEGP کی پیش رفت سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے چار سالوں کے دوران، 2,412 کروڑ روپے کی رقم استعمال کی گئی اور اس سے 1,154 ملین روزگار کے مواقع پیدا کرنے میں مدد ملی۔

JRY اپنے وقت کے سب سے بڑے روزگار پروگراموں میں سے ایک تھا جس کا مقصد سماجی اثاثوں پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے سالانہ 100-90 ملین دن کا روزگار پیدا کرنا تھا۔ تاہم، اس طرح کے بہت سے پروگراموں کی طرح اسے پورے خطوں میں نفاذ میں تضادات کا سامنا کرنا پڑا۔

اس پروگرام نے ہزاروں SHGs کی تشکیل میں مدد کی اور انہیں قرض اور سبسڈی کے ساتھ مدد فراہم کی۔ اس کے نتائج مختلف علاقوں میں یکساں نہیں ہیں۔ کچھ علاقوں میں دیہی غریبوں کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے اور دیگر کم سے کم اثر دکھاتے ہیں۔

2023 میں منریگا تمام دیہی اضلاع میں فعال ہے اور اس میں لاکھوں گھرانے شامل ہیں۔ مالی سال 24-2023 کے لیے، تقریباً 60,000 کروڑ روپے (تقریباً 7.3 USD بلین) مختص کیے گئے تھے۔ یہ پروگرام سالانہ 250 ملین سے زیادہ لوگوں کو روزگار فراہم کرتا ہے۔ خواتین کی شرکت اکثر اس اسکیم کے تحت کل افرادی قوت کے پچاس فیصد سے زیادہ ہوتی ہے۔ پروگرام نے دیہی بنیادی ڈھانچے میں نمایاں تعاون کیا ہے، بشمول پانی کا تحفظ، آبپاشی کی سہولیات، اور سڑکوں کی ترقی۔ 22-2021 کے دوران پیدا کردہ روزگار 363.49 کروڑ افرادی دن تھا۔

اگرچہ ان تمام پروگراموں نے مختلف درجات کی کامیابی حاصل کی لیکن مستقل مشکلات میں بہتر ہدف بندی، بدعنوانی کو کم کرنا، اثاثوں یا نتائج کے معیار کو بڑھانا اور مستحکم نتائج کو حاصل کرنا ہے۔ MGNREGA خاص طور پر دیہی روزگار اور بااختیاری میں اس کے تبدیلی کے کردار کے لیے جانا جاتا ہے، پھر بھی اس کے اطلاق میں تاخیر اور فراہم کردہ کام کی مناسبت سے متعلق مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان ہی سب وجوہات کی بنا پر کوئی بھی روزگار پالیسی زیادہ کارگر ثابت نہیں ہو سکی۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بے روزگاری کی شرح ہمیشہ تشویشناک حد تک بلند رہی ہے اور حالیہ برسوں میں صورت حال مزید سنگین ہو گئی ہے۔ جدول 11.2 سے یہ بات

صاف ہو جاتی ہے

جدول11.2:ہندوستان بے روزگاری کی شرح

سال	بے روزگاری کی شرح	سال	بے روزگاری کی شرح
2008	5.41	2017	5.36
2009	5.54	2018	5.33
2010	5.55	2019	5.27
2011	5.43	2020	8.00
2012	5.41	2021	5.98
2013	5.42	2022	7.33
2014	5.44	2023	8.00
2015	5.44	2024جنوری	7.53
2016	5.42		

ماخذ: Centre for Monitoring Indian Economy

11.7 روزگار کے حالیہ پروگرام اور نتائج

(Recent Unemployment Programmes and Results)

1. **پردھان منتری روزگار پروتساہن یوجنا** (Pradhan Mantri Rojgar Protsahan Yojana)

- 2016 سے نئے روزگار کی تخلیق کے لیے آجروں کو ترغیب دینے کے لیے شروع کیا گیا۔
- اس نے مارچ 2022 تک 22 کروڑ روزگار فراہم کیے اور 1.53 لاکھ صنعتوں کو فائدہ پہنچایا۔

2. **آتم نربھر بھارت روزگار یوجنا** (Atmanirbhar Bharat Rojgar Yojana)

- کووڈ کی بحالی کے مرحلے کے دوران روزگار کے نئے مواقع پیدا کرنے کے لیے آجروں کو ترغیب فراہم کرنے کے لیے 2020 میں شروع کی گیا اور مارچ 2022 کو ختم ہوا۔
- جون 2022 تک 59.49 لاکھ ملازمین کو فائدہ ہوا اور 1.49 لاکھ اسٹیبلشمنٹ کو فائدہ ہوا۔

3. **پردھان منتری کوشل وکاس یوجنا** (Pradhan Mantri Kaushal Vikas Yojana)

- یہ ہنر فراہم کرنے کی اسکیم ہے جس سے ہندوستانی نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کو صنعت سے متعلقہ ہنر کی تربیت حاصل کرنے کے قابل بنانا ہے، جس کا آغاز جولائی 2015 کیا گیا۔
- جولائی 2022 تک 1.35 کروڑ نوجوانوں کو تربیت دی گئی اور 23.96 لاکھ کو روزگار ملا۔

4. **پردھان منتری غریب کلیان روزگار ابھیان** (Pradhan Mantri Garib Kalyan Rozgar Abhyan)

- اس کا مقصد آجروں کو سماجی تحفظ کے فوائد کے ساتھ نئے روزگار کی تخلیق کے لیے ترغیب دینا اور کوویڈ کے دوران ان ملازمت

ضائع ہونے والے نقصان کی بحالی تھا۔ یہ اسکیم جون 2020 میں شروع کی گئی اور 22 اکتوبر 2020 کو ختم ہوئی۔

- اس اسکیم کے تحت 39293 کروڑ روپے کے خرچ سے 50.78 کروڑ یومیہ دن کا روزگار پیدا کیا گیا۔

5. **پنڈت دین دیال اپادھیائے-گرامین کوشلیا یوجنا** (Deen Dayal Upadhyaya-Grameen Kaushalya Yojana)

- یہ اسکیم 18-2017 سے 22-2021 تک رہی۔ غریب گھرانوں کو فائدہ مند خود روزگار اور ہنر مند افراد کو روزگار کے مواقع فراہم کرنا اس اسکیم کا مقصد تھا۔ روزگار کے لیے تربیتی پروگرام بھی اس اسکیم کے دائرہ کار میں آتا ہے۔
- اس اسکیم کے تحت 6.78 لاکھ افراد کو تربیت فراہم کی گئی جبکہ 4.22 لاکھ افراد کو روزگار فراہم کیا گیا۔

6. **وزیر اعظم روزگار فراہمی پروگرام** (Prime Minister Employment Generation Programme)

- 22-2021 کے دوران اس اسکیم کا مقصد غریب عوام کو مختلف شعبوں میں آزاد روزگار فراہم کرنا تھا۔
- اس اسکیم کے تحت 6.91 لاکھ افراد کو روزگار فراہم کیا گیا۔

11.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد قارئین بے روزگاری کی صحیح تعریف جانیں گے اور حکومت ہند کی طرف سے شروع کیے گئے انسداد بے روزگاری کے پروگراموں کی تفصیل سے آگاہ ہوں گے۔ حکومتی پروگام اپنے اہداف میں کہاں تک کامیاب رہے ہیں اس کی تفصیل بھی اس اکائی کے مطالعے کے اکتسابی نتائج میں شامل ہے۔

11.9 فرہنگ (Glossary)

منریگا :MGNREGA- ہندوستانی سماجی بہبود کا اقدام جو روزگار کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔

11.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

11.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. اگر کوئی شخص مروجہ اجرت پر کام کی تلاش میں ہو اور اسے کام نہ ملے تو ایسا شخص .... کہلائے گا:

(a) ملازم   (b) نوکر

(c) بے روزگار   (d) آزاد پیشہ

2. ہندوستان کس قسم کی بے روزگاری کے مسئلے سے دوچار ہے؟

(a) ساختی بے روزگاری   (b) پوشیدہ یا خفیہ بے روزگاری

(c) دونوں سے   (d) ہندوستان میں مکمل روزگار ہے

3. بے روزگاری کو ختم کرنے کے لیے پیداوار کا کون سا طریقہ کار موزوں ہے؟

(a) جاذب سرمایہ طریقہ کار (b) جاذب محنت طریقہ کار

(c) جاذب آب طریقہ کار (d) درج بالا سبھی

4. روزگار کو ترقیاتی حکمت میں کے مرکزی حیثیت کون سے معاشی منصوبے میں گئی؟

(a) دوسرے معاشی منصوبے میں (b) تیسرے منصوبے میں

(c) چھٹے منصوبے میں (d) ساتویں منصوبے میں

5. ہندوستان میں معاشی ترقی سے روزگار میں اضافے کی شرح------ہوئی ہے۔

(a) بڑھی ہے (b) منفی ہے

(c) کم ہوئی ہے (d) ان میں سے کوئی نہیں

6. ہندوستان میں مجموعی داخلی پیداوار کی شرح نمو روزگار کی شرح نمو سے------ہے۔

(a) برابر ہے (b) کم ہے

(c) زیادہ ہے (d) اندازہ نہیں لگایا جاسکتا

7. گیارہویں پانچ سالہ منصوبے میں روزگار کا ہدف----تھا:

(a) 58 ملین (b) 95 ملین

(c) 15 ملین (d) 25 ملین

8. دیہی روزگار کی ضمانت کا قومی قانون کب وجود میں لایا گیا؟

(a) 2004 (b) 2005

(c) 2006 (d) 2007

9. مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام میں مستفید خواتین کا کیا ہدف ہے؟

(a) 20 فیصد (b) 30 فیصد

(c) 40 فیصد (d) 50 فیصد

10. مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام (IRDP) میں حقیقت میں مستفید خواتین کی شرح کیا ہے؟

(a) 33 فیصد (b) 34 فیصد

(c) 35 فیصد (d) 36 فیصد

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11
	(c)	(c)	(c)	(b)	(a)	(b)	(c)	(b)	(b)	(b)	(a)

11.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. بے روزگاری کی تعریف کریں۔
2. سوان جینتی گرام سوروزگار یوجنا پر نوٹ تحریر کریں۔
3. روزگار سے متعلق نویں معاشی منصوبے کے تاثرات بیان کریں۔
4. سورن جینتی شہری روزگار یوجنا کے اجزا کیا ہیں؟
5. روزگار پروگراموں کو درپیش مسائل کیا ہیں؟

11.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. معاشی اصلاحات سے پہلے روزگار کی حکومتی پالیسی بیان کریں۔
2. معاشی اصلاحات کے بعد روزگار کی حکومتی پالیسی بیان کریں۔
3. روزگار فراہم کرنے کے اہم پروگراموں کی کاردگی کا جائزہ لیں۔

11.11 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Material)

---

1. Anand, N. (2014). An Overview of Indian Economy (1991-2013). *IOSR Journal of Economics and Finance, 3*(3), 19-24.
2. Kapila, U. (Ed.). (2008). *Indian Economy Since Independence* (33rd ed.). Academic Foundation.
3. Puri, V. K., Misra, S. K., & Garg, B. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.

اکائی 12: منریگا

(MNREGA)

اکائی کے اجزا:

12.0 تمہید(Introduction)

12.1 مقاصد(Objectives)

12.2 منریگا:روزگار کی ایک جامع اسکیم
(MGNREGA: A Comprehensive Scheme for Employment)

12.2.1 اسکیم کا پس منظر(Background of the Scheme)

12.2.2 منریگا کے مقاصد(Objectives of MGNREGA)

12.2.3 منریگا کے تحت میکانزم(Mechanism under MGNREGA)

12.2.4 منریگا کے تحت روزگار پیدا کرنا(Employment Generation under MGNREGA)

12.2.5 پسماندہ طبقات پر منریگا کا اثر
(Effect of MGNREGA on Backward Communities)

12.2.6 منریگا کارکنوں کو درپیش چیلنجز
(Challenges Faced by the MGNREGA Workers)

12.2.7 نتیجہ(Conclusion)

12.3 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

12.4 فرہنگ(Glossary)

12.5 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

12.5.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

12.5.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

12.5.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

12.6 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Resources)

12.0 تمہید (Introduction)

عوامی کاموں کے پروگرام، دولت کی باز تقسیم کے ذریعے ایک مضبوط سماجی تحفظ کا جال بنا سکتے ہیں اور حالیہ برسوں میں با معنی روزگار کی تخلیق کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ بہت سے ممالک بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور غربت سے نمٹنے کے لیے اس حکمت عملی کو تیزی سے اپنا رہے ہیں۔ نیشنل رورل ایمپلائمنٹ گارنٹی پروگرام (MGNREGP) ہندوستان میں اسی طرح کی کوشش ہے۔ مہاتما گاندھی نیشنل رورل ایمپلائمنٹ گارنٹی ایکٹ (MGNREGA) حکومت ہند کے ذریعے 2005 میں نافذ کردہ قانون سازی کی ایک تبدیلی کا حصہ ہے۔ یہ دنیا کا سب سے بڑا اور سب سے بلند نظر سماجی بہبود کا پروگرام ہے جس کا مقصد ہندوستان کے دیہی گھرانوں کو روزگار اور ذریعہ معاش کی حفاظت فراہم کرنا ہے۔ اس اکائی میں MGNREGA کی پیچیدگیوں، مقاصد، نفاذ، اثرات، چیلنجز، اور امکانات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

12.1 مقاصد (Objectives)

- مہاتما گاندھی نیشنل رورل ایمپلائمنٹ گارنٹی ایکٹ (MGNREGA) کی جامع تفہیم فراہم کرنا، بشمول اس کے تاریخی پس منظر، مقاصد، اور نفاذ کے طریقہ کار۔
- ہندوستان میں دیہی ترقی، غربت کے خاتمے، اور سماجی شمولیت پر MGNREGA کے اثرات کا جائزہ لینا۔
- MGNREGA کو اس کے نفاذ میں درپیش چیلنجوں اور رکاوٹوں کا تجزیہ کرنا، بشمول امتیازی سلوک، بدعنوانی، اور ادائیگیوں میں تاخیر سے متعلق مسائل۔
- پسماندہ برادریوں، خاص طور پر خواتین، درج فہرست ذاتوں (SCs) اور درج فہرست قبائل (STs) کو بااختیار بنانے میں MGNREGA کے کردار اور صنفی مساوات اور سماجی انصاف میں اس کے تعاون کو تلاش کرنا۔
- پالیسی اصلاحات، کمیونٹی کی شرکت، اور دیہی ترقی کے پائیدار اقدامات پر غور کرتے ہوئے، MGNREGA کے ممکنہ امکانات اور مستقبل کی سمتوں کا جائزہ لینا۔

12.2 منریگا: روزگار کی ایک جامع اسکیم

(MGNREGA: A Comprehensive Scheme for Employment)

ہندوستان طویل عرصے سے غربت، بے روزگاری، اور دیہی پریشانیوں کے مسائل سے دوچار ہے۔ ایک جامع دیہی روزگار گارنٹی اسکیم کی ضرورت کو 1970 کی دہائی تک تسلیم کیا گیا تھا۔ دیہی بے روزگاری اور غربت سے نمٹنے کے لیے مختلف پائلٹ پراجیکٹس اور اقدامات کیے گئے۔ تاہم، 2000 کی دہائی کے اوائل تک اس خیال نے زور پکڑا۔ MGNREGA حکومت ہند کے "جامع نمو" کے بیان کردہ اصولوں اور اس بات کو یقینی بنانے کی خواہش کا نتیجہ ہے کہ اقتصادی ترقی دیہی علاقوں تک پہنچ جائے۔ جب اگست 2005 میں MGNREGA کو نافذ کیا گیا تھا، تو یہ امید تھی کہ اس اقدام سے ہر سال 100 دن کا بامعاوضہ کام ملے گا۔ یہ ایک غیر محدود استحقاق ہے

جس میں اہلیت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم، یہ فرض کیا گیا تھا کہ MGNREGA کے تحت کام کی نوعیت اور اجرت کی شرح اس بات کو یقینی بنائے گی کہ یہ پروگرام خود ٹارگٹڈ ہے جو صرف غریبوں کو راغب کرتا ہے۔ MGNREGA کا بنیادی مقصد اجرت کے روزگار کو بڑھانا ہے۔ اس کا ثانوی مقصد قدرتی وسائل کے انتظام کو ان کاموں کے ذریعے مضبوط کرنا ہے جو خشک سالی، جنگلات کی کٹائی اور مٹی کے کٹاؤ جیسے دائمی غربت کی وجوہات کو حل کرتے ہیں اور اس طرح پائیدار ترقی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں (وزارت دیہی ترقی، 2010)۔

12.2.1 اسکیم کا پس منظر (Background of the Scheme)

ہندوستان میں دیہی ترقی اور غربت کے خاتمے کے لیے ایک اہم آلے کے طور پر ابھرا ہے۔ بعض چیلنجوں کے باوجود، روزگار فراہم کرنے، دیہی انفراسٹرکچر کو بڑھانے اور پسماندہ کمیونٹیز کو بااختیار بنانے میں اس کی مجموعی تاثیر کو کم نہیں کیا جا سکتا۔ مسلسل حکومتی وابستگی، پالیسی اصلاحات، اور کمیونٹی کی شرکت کے ساتھ، MGNREGA میں آنے والے سالوں میں جامع اور پائیدار دیہی ترقی میں مزید تعاون کرنے کی صلاحیت ہے۔ مہاتما گاندھی نیشنل رورل ایمپلائمنٹ گارنٹی ایکٹ (MGNREGA) حکومت ہند نے 2005 میں نافذ کیا تھا، جس کی جڑیں دیہی ہندوستان کے سماجی، اقتصادی اور سیاسی منظر نامے میں گہرائی تک پیوست ہیں۔ MGNREGA کی تشکیل میں کئی عوامل نے تعاون کیا:

1. دیہی پریشانی

دیہی ہندوستان طویل عرصے سے زرعی پریشانیوں سے دوچار ہے، جس کی خصوصیت کم زرعی پیداوار، متبادل ذریعہ معاش کے مواقع کی کمی، اور موسمی بے روزگاری ہے۔ اس پریشانی کا نتیجہ اکثر غربت، مقروضیت اور روزگار کی تلاش میں دیہی علاقوں سے شہری علاقوں کی طرف ہجرت کی صورت میں نکلتا ہے۔

2. سماجی عدم مساوات

ہندوستان کے دیہی علاقوں میں سماجی عدم مساوات کی نشاندہی کی گئی ہے، جس میں پسماندہ کمیونٹیز جیسے درج فہرست ذاتیں (SCs)، درج فہرست قبائل (STs)، اور خواتین کو نظامی امتیاز اور مرکزی دھارے کی ترقی کے عمل سے اخراج کا سامنا ہے۔ ان تفاوتوں کو دور کرنا دیہی ترقی کے اقدامات کا ایک اہم پہلو تھا۔

3. گاندھیائی فلسفہ

غربت کے خاتمے اور دیہی ترقی کے ایک ذریعے کے طور پر روزگار فراہم کرنے کے خیال کی جڑیں گاندھیائی فلسفہ کی غیر مرکزی (Decentralized) اور خود کفیل دیہاتی معیشتوں میں ہیں۔ مہاتما گاندھی نے ہندوستان کی ترقیاتی حکمت عملی کے لازمی اجزا کے طور پر دیہی روزگار پیدا کرنے اور گاؤں کی خود کفالت کی اہمیت پر زور دیا۔

4. پالیسی اقدامات

منریگا سے پہلے، دیہی ترقی اور غربت کے خاتمے کے مقصد سے کئی پالیسی اقدامات اور پروگرام تھے، جیسے مربوط دیہی ترقیاتی

پروگرام (IRDP) جواہر روزگار یوجنا (JRY)، اور سمپورن گرامین روزگار یوجنا (SGRY)۔ تاہم، ان پروگراموں کو لیکیجز، بدعنوانی، اور مؤثر نفاذ کی کمی جیسے چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا۔

5. سیاسی اتفاق رائے

سیاسی جماعتوں اور سیول سوسائٹی کی تنظیموں کے درمیان ایک جامع دیہی روزگار کی ضمانت کے پروگرام کی ضرورت کے بارے میں اتفاق رائے بڑھ رہا ہے جو روزگار کو قانونی حق فراہم کرے گا اور دیہی گھرانوں کے لیے روزی روٹی کی حفاظت کو یقینی بنائے گا۔ یہ اتفاق رائے 2005 میں ہندوستانی پارلیمنٹ کے ذریعے MGNREGA کی منظوری پر منتج ہوا۔

6. عالمی اثرات

دیہی روزگار کی ضمانت کے تصور نے بین الاقوامی تجربات میں گونجا، جیسے مہاراشٹر میں روزگار کی گارنٹی اسکیم (EGS) اور دوسرے ممالک میں اسی طرح کے پروگرام جیسے ارجنٹائن کے Jefes y Jefas de Hogar پروگرام۔ ان تجربات نے MGNREGA کے ڈیزائن اور نفاذ کے لیے قیمتی اسباق اور بصیرت فراہم کی۔

مختصراً، منریگا کی تشکیل کا پس منظر دیہی غربت، بے روزگاری، اور سماجی عدم مساوات کو دور کرنے، گاندھیائی اصولوں، موجودہ پالیسی اقدامات، عالمی تجربات، اور جامع دیہی ترقی کے پروگراموں کے لیے بڑھتی ہوئی اتفاق رائے سے تحریک حاصل کرنے کی ضرورت میں جڑا ہوا ہے۔ MGNREGA جامع اور پائیدار دیہی ترقی کی سمت ہندوستان کی کوششوں میں ایک اہم سنگ میل کی نمائندگی کرتا ہے۔

12.2.2 منریگا کے مقاصد (Objectives of MGNREGA)

مہاتما گاندھی نیشنل رورل ایمپلائمنٹ گارنٹی ایکٹ (MGNREGA) کا مقصد درج ذیل اہداف کو حاصل کرنا ہے:

1. ذریعہ معاش کی حفاظت

MGNREGA دیہی گھرانوں کو مالی سال میں کم از کم 100 دن کی اجرت کے روزگار کی ضمانت دے کر ہر اس گھرانے کو روزی روٹی کی حفاظت فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے جس کے بالغ ارکان رضاکارانہ طور پر غیر ہنر مند دستی کام کرتے ہیں۔

2. سماجی شمولیت

اس ایکٹ کا مقصد افرادی قوت میں خواتین، درج فہرست ذاتوں (SCs)، درج فہرست قبائل (STs) اور دیگر پسماندہ گروہوں سمیت معاشرے کے پسماندہ طبقات کی شمولیت کو یقینی بناتے ہوئے سماجی شمولیت کو فروغ دینا ہے۔ یہ لازمی ہے کہ افرادی قوت کا کم از کم ایک تہائی خواتین پر مشتمل ہو۔

3. دیہی بنیادی ڈھانچے کی ترقی

MGNREGA کا مقصد ایسے پائیدار اثاثے بنانا ہے جو دیہی بنیادی ڈھانچے کی ترقی اور قدرتی وسائل کے انتظام میں حصہ ڈالیں۔ ان اثاثوں میں پانی کے تحفظ کے ڈھانچے، دیہی سڑکیں، آبپاشی کی نہریں، تالاب اور زمین کی ترقی شامل ہے۔

4. پائیدار ترقی

یہ ایکٹ اثاثوں کی تخلیق پر زور دیتا ہے جو طویل مدتی پائیدار ترقی اور ماحولیاتی تحفظ میں حصہ ڈالتے ہیں۔ جنگلات، مٹی کے تحفظ اور پانی کی کٹائی جیسی سرگرمیوں پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے، MGNREGA کا مقصد دیہی ماحولیاتی نظام کی لچک کو بڑھانا اور موسمیاتی تبدیلی کے منفی اثرات کو کم کرنا ہے۔

5. بااختیار بنانا

منریگا نچلی سطح کی جمہوریت اور حکمرانی میں شفافیت کو فروغ دے کر دیہی برادریوں کو بااختیار بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ اسکیم کے نفاذ کی نگرانی اور جوابدہی کو یقینی بنانے کے لیے گرام پنچایت کی سطح کی سماجی آڈٹ کمیٹیوں کے قیام کو لازمی قرار دیتا ہے۔

6. آمدنی پیدا کرنا

روزگار کے یقینی مواقع فراہم کرکے، MGNREGA کا مقصد دیہی گھرانوں کے لیے خاص طور پر زرعی بے روزگاری اور پریشانی کے دور میں آمدنی پیدا کرنا ہے۔ اس کے نتیجے میں، دیہی برادریوں میں غربت اور مالی کمزوری کو کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

7. صنفی مساوات

یہ ایکٹ افرادی قوت میں خواتین کی شرکت کو ترجیح دیتا ہے اور اس کا مقصد گھرانوں اور برادریوں میں ان کی معاشی بااختیارگی اور فیصلہ سازی کی طاقت کو بڑھانا ہے۔

مجموعی طور پر، MGNREGA کے مقاصد غربت کے خاتمے، دیہی ترقی، سماجی شمولیت، ماحولیاتی پائیداری، اور پسماندہ برادریوں کو بااختیار بنانے کے ارد گرد مرکوز ہیں، جس میں دیہی علاقوں میں روزگار فراہم کرنے اور پائیدار اثاثے بنانے پر توجہ دی گئی ہے۔

12.2.3 منریگا کے تحت میکانزم (Mechanism under MGNREGA)

یہ اسکیم خالصتاً مانگ پر مبنی ہے اور اس کا مقصد دیہی ہندوستان میں روزگار پیدا کرنا اور اثاثہ جات کی تخلیق ہے۔ اس لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسکیم کا انتظام کیسے کیا جاتا ہے یا اسکیم کے اندر عمل آوری کا بہاؤ کیا ہے۔ تصویر 12.1 اسی کا اندازہ دے رہی ہے۔

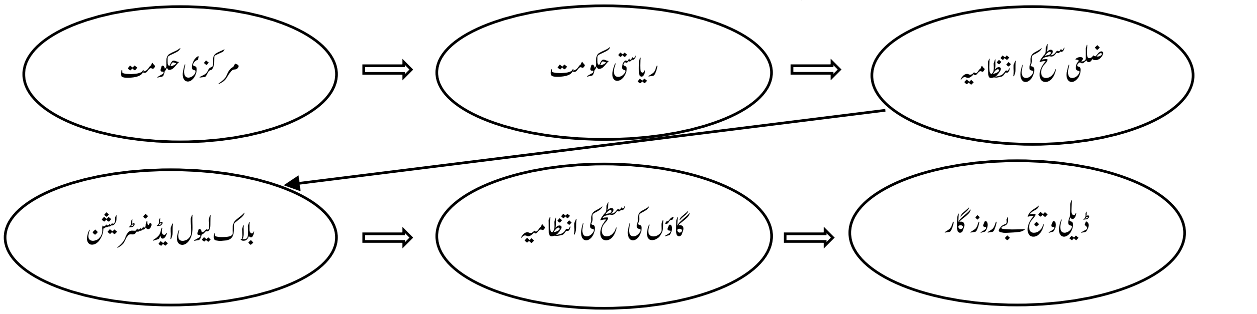

تصویر 12.1

مندرجہ بالا تصویر میں دکھایا گیا ہے کہ حتمی ہدف ملازمت کے متلاشی یا بے روزگار یومیہ اجرت والے مزدور ہیں، جنہیں انتظامیہ یا عمل درآمد کرنے والے حکام کی مختلف سطحوں کے ذریعے آہستہ آہستہ محفوظ کیا جاتا ہے۔

MGNREGA میں گرام سبھا کا کردار

- یہ مقامی علاقے کی صلاحیت کے حوالے سے ترجیحی طور پر کاموں کی فہرست بناتی ہے۔
- یہ گرام پنچایت کے اندر انجام پانے والے کام کی نگرانی کرتی ہے۔
- یہ سماجی آڈٹ کے لیے بنیادی فورم کے طور پر کام کرتی ہے۔
- یہ MGNREGA کے کسی بھی کام سے متعلق کارکنوں کے تمام سوالات کو حل کرنے کے لیے ایک پلیٹ فارم کے طور پر بھی کام کرتی ہے۔

گرام پنچایت کا کردار

- اسے ملازمت کی درخواستیں وصول کرنے کے کردار کے ساتھ اختیار حاصل ہے۔
- درخواستیں موصول ہونے کے بعد، یہ ان کی تصدیق کے لیے ذمہ دار ہے۔
- تمام گھرانے گرام پنچایت کے ذریعے رجسٹرڈ ہیں۔
- MGNREGA جاب کارڈ گرام پنچایت کے ذریعے جاری کیے جاتے ہیں۔
- درخواست جمع کرانے کے 15 دنوں کے اندر کام الاٹ کرنا بھی گرام پنچایت کی ذمہ داری ہے۔
- یہ ایک سالانہ رپورٹ تیار کرتی ہے جس میں اسکیم کی کامیابی کا احاطہ کیا جاتا ہے۔
- یہ ماہ میں ایک بار ہر وارڈ میں روزگار دیوس کا انعقاد کرتی ہے۔

MGNREGA میں ریاستی حکومتوں کا کردار

- اس ایکٹ کے تحت ریاست کی ذمہ داری کا تعین کرتے ہوئے قواعد وضع کرنا ہے۔
- یہ اسٹیٹ ایمپلائمنٹ گارنٹی کونسل قائم کرتی ہے۔
- اسٹیٹ ایمپلائمنٹ گارنٹی فنڈ (SEGF) ریاستی حکومتوں کے ذریعے قائم کیا گیا ہے۔
- یہ یقینی بناتی ہے کہ روزگار کی گارنٹی اسسٹنٹ (گرام روزگار معاون)، پروگرام آفیسر اور ریاستی، ضلع، کلسٹر اور گرام پنچایت کی سطح پر عملہ؛ اسکیم کے نفاذ کے لیے۔

MGNREGA-ریاستی روزگار گارنٹی کونسل (SEGC)

ریاستی روزگار گارنٹی کونسل MGNREGA اسکیم کے نفاذ کے لیے ریاستی حکومت کو مشورہ دینے کی ذمہ دار ہے۔ MGNREGA کے تحت SEGC کے کچھ اہم کام یہ ہیں:

- اسکیم کے نفاذ میں بہتری کی تجویز۔
- اسکیم کی تشخیص اور نگرانی۔
- مرکزی حکومت کو کاموں کی تجاویز کی سفارش کرنا۔
- اسکیم اور اس کی خصوصیات کے بارے میں اضلاع کا اندازہ لگانا۔
- ریاستی حکومت کی طرف سے ریاستی مقننہ کے سامنے پیش کی جانے والی سالانہ رپورٹ تیار کرنا۔

12.2.4 منریگا کے تحت روزگار پیدا کرنا (Employment Generation under MGNREGA)

ایک سلف-ٹارگٹڈ پروگرام کے طور پر جو ان لوگوں کو روزگار فراہم کرتا ہے جو کام کرنے کے قابل تھے اور کام کرنے کے خواہشمند تھے، ضرورت مند آبادی تک پہنچنے میں پروگرام کی کارکردگی اس بات پر منحصر ہے کہ دیہی علاقوں میں کتنے گھرانے نوکری کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ہدایات کے مطابق ضرورت مند خاندانوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ مقامی اتھارٹی، یعنی گرام پنچایت کی سطح پر ملازمت کے لیے رجسٹر ہوں گی۔ یہ ایک سال میں 100 دن کے کام کا مطالبہ کرنے والی پہلی اہلیت ہے۔ رجسٹرڈ گھرانہ کام کا مطالبہ کر سکتا ہے یا مطالبہ نہیں کر سکتا، لیکن رجسٹریشن گھر والوں کو کام کا مطالبہ کرنے دیتی ہے جہاں انہیں کام کی ضرورت ہوتی ہے۔ جاب کارڈز کے لیے رجسٹرڈ گھرانوں کی تعداد کے رجحانات، HH کی تعداد جنہوں نے نوکری کا مطالبہ کیا تھا جدول 12.1 میں پیش کیا گیا ہے۔

جدول :12.1 ہندوستان میں MGNREGP کے تحت روزگار پیدا کرنے کے رجحانات (لاکھوں میں)۔

سال	جاری کردہ جاب کارڈز	HH کے ذریعہ ملازمت کا مطالبہ	روزگار فراہم کیا گیا	فراہم کردہ روزگار کا فیصد
2012-13	378.50	213.2	210.16	98.57
2015-16	1125.49	529.20	525.30	99.26
2018-19	1321.56	509.86	500.10	98.09

اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ رجسٹرڈ ایچ ایچ (گھر کے سربراہ) کی تعداد 2012-13 میں 378.50 لاکھ سے بڑھ کر 2018-19 تک 1351.56 لاکھ ہو گئی ہے۔ اس مدت کے دوران اس میں مسلسل اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی، HH مانگنے والی ملازمتوں کی تعداد میں بھی مسلسل اضافہ ہوا۔ HH مانگنے والی نوکریوں کی تعداد 2012-13 میں 213.2 لاکھ سے بڑھ کر 20180-19 تک 509.86 لاکھ ہو گئی۔ مطلق تعداد میں ایسے لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جنہیں روزگار فراہم کیا جاتا ہے۔ ملازمت حاصل کرنے والے افراد کی تعداد 2012-13 میں 210.16 لاکھ سے بڑھ کر 2018-19 تک 500.1 لاکھ ہو گئی ہے۔ اگر ہم اس کو فیصد میں دیکھیں تو اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

نتائج میں بین ریاستی تغیر

MGNREGA کا بنیادی مقصد دیہی آبادی کو سو دن کے یقینی روزگار کی فراہمی ہے، حالانکہ اس پروگرام کا مقصد دیہی انفراسٹرکچر کی تعمیر بھی ہے۔ اس لیے جن مردوں اور عورتوں کو روزگار فراہم کیا جاتا ہے ان کی تعداد اس پروگرام کے نتائج کی پیمائش کے لیے ایک مناسب اشارہ ہے۔ مختلف ریاستوں کے مطابق فراہم کردہ اوسط روزگار (2013-14 سے 2018-19 تک) جدول 12.2 میں پیش کیا گیا ہے۔ ریاست کے حجم کے حساب سے، ہر ریاست میں فراہم کردہ کل روزگار کو اس ریاست کی دیہی آبادی سے تعدیل شدہ کیا گیا ہے۔

جدول 12.2: 2013-14 سے 2018-19 کے دوران ریاست کے حساب سے اوسط روزگار فراہم کیا گیا (لاکھوں میں فرد دن)

ریاستیں / مرکز کے زیر انتظام علاقے	اوسط ملازمت	دیہی آبادی سے تعدیل شدہ روزگار	روزگار کی فراہمی میں درجہ بندی
A and N	15662.25	6525.94	11
Andhra Pradesh	51331.83	8856.66	8
Arunachal Pradesh	4987185	4842.63	17
Assam	1559308	5822.66	14
Bihar	3316231	3601.86	19
Chhattisgarh	2175152	11097.71	4
Dadra & NH	1987.5	1104.17	26
Gujarat	813475.5	2346.34	24
Haryana	158923.2	961.42	28
Himachal Pradesh	370025	5997.16	13
Jammu & Kashmir	275980.7	3019.48	22
Jharkhand	1408647	5625.59	15
Karnataka	1567203	4173.64	18
Kerala	739115.3	2744.58	23
Madhya Pradesh	4211723	8016.22	10
Maharashtra	688938	1119.5	25
Manipur	226269	11908.89	3
Meghalaya	234091	9919.11	5
Nagaland	241010	17215	1
Odisha	1245897	3564.8	20
Punjab	171081.8	987.77	27
Rajasthan	4270653	8286.09	9

7	8918.44	40133	Sikkim
6	9389.09	3491802	Tamil Nadu
2	16896.78	457902.7	Tripura
21	3247.1	5036578	Uttarakhand
16	5093.38	357555.3	Uttar Pradesh
12	6389	3974597	West Bengal

جدول سے پتہ چلتا ہے کہ ناگالینڈ نے دوسری تمام ریاسوں کے مقابلے میں زیادہ روزگار پیدا کیا ہے۔ ریاست نے 2013-14 اور 2018-19 کے درمیان 17215 لاکھ دن کا روزگار پیدا کیا۔ پہلی دس صفوں میں دیگر ریاستیں تریپورہ، منی پور، چھتیس گڑھ اور میگھالیہ ہیں۔ جنوبی ریاستوں میں جب کہ تمل ناڈو روزگار کی فراہمی کے معاملے میں چھٹے نمبر پر تھا، آندھرا پردیش آٹھویں نمبر پر تھا۔ کرناٹک اور کیرالہ سب سے نیچے ہیں۔ کرناٹک جہاں 4173.64 لاکھ دن روزگار پیدا کرنے کے ساتھ 18 ویں مقام پر ہے، وہیں کیرالہ 2744 لاکھ دنوں کے روزگار کے ساتھ 23 ویں مقام پر ہے۔ سب سے کم روزگار پیدا کرنے والی ریاستوں میں صرف 961 لاکھ دن کے ساتھ ہریانہ اور 987 لاکھ دن کے ساتھ پنجاب ہیں۔ دادرا اور ناگر حویلی 1104.17 لاکھ دن کی ملازمت کے ساتھ 26 ویں نمبر پر ہے۔

12.2.5 پسماندہ طبقات پر منریگا کا اثر (Effect of MGNREGA on Backward Communities)

ہندوستان زیادہ تر دیہی علاقوں پر مبنی ملک ہے۔ ہندوستان کے کمزور طبقے کی ترقی میں بنیادی رکاوٹ غربت اور بے روزگاری ہے، جو رہائش، تعلیم، معیار زندگی، مالیات اور زندگی کے مجموعی وقار پر کثیر جہتی اثرات مرتب کرتی ہے۔ دیہی روزگار میں اضافے کے نمونے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ پسماندہ طبقات میں بے روزگاری زیادہ پھیل رہی ہے۔ آزادی کے بعد سے، حکومت ہند نے سماج کے پسماندہ طبقات کی بہتری کے لیے متعدد پروگرام شروع کیے ہیں۔ منریگا دیہی نظم ونسق کے ایک نئے دور کا آغاز کرتا ہے اور دیہی لوگوں کی سماجی اور اقتصادی سلامتی کو بہتر بنانے کا وعدہ کرتا ہے خاص طور پر پسماندہ گروہوں جیسے خواتین، ایس سی اور ایس ٹی۔

1. پسماندہ گروپ کے طور پر SCs اور STs پر اثرات

سماجی سطح بندی کی سب سے زیادہ امتیازی شکلوں میں سے ایک ذات پات کا نظام ہے، جو ہندوستانی معاشرے میں ہندوؤں کے درمیان رائج ہے۔ ہندوستانی سماجی ڈھانچے میں ذات پات کے نظام کے رواج کی وجہ سے SCs اکثر غربت اور سماجی اخراج کا سامنا کرتے ہیں۔

ہندوستان میں SCs ملک کی بہتر ہوتی ہوئی معیشت کے باوجود زراعت، صنعت اور خدمات جیسے شعبوں میں معاشی اصلاحات میں پیچھے ہیں۔ ہندوستان میں، زراعت پر انحصار اور امتیازی طرز عمل ملک کی پسماندہ سماجی اور اقتصادی حیثیت میں اہم کردار ادا کرنے والی چند اہم وجوہات ہیں۔ نتیجے کے طور پر، سماجی طور پر پسماندہ گروہوں جیسے SCs میں غربت، کم جائیداد کی ملکیت، روزگار کے محدود مواقع، اور بے زمینی کا زیادہ امکان ہے۔ انہیں تعلیمی پسماندگی کا بھی سامنا ہے۔

2013 کے MGNREGA ضوابط کی وجہ سے، روزگار کے اہداف میں SCs اور STs اور اقتصادی طور پر پسماندہ ہندوستانی

آبادی کو شامل کرنے کے لیے وسعت دی گئی۔ SCs میں MGNERGA کے تحت ملازمت کے لیے درج کردہ مقامات پر آبادی کا ایک بڑا حصہ شامل ہے۔ مجموعی رجحان کے لحاظ سے، SCs اور STs کی شرکت میں بھی 10-2009 تک اضافہ ہوا اور اس کے بعد اس میں کمی واقع ہوئی۔ SC کو فراہم کردہ افرادی دنوں کی تعداد 14-2013 میں محض 2295.23 لاکھ سے بڑھ کر 17-2016 تک 8644.81 لاکھ ہو گئی جب اس پروگرام کو تمام اضلاع تک بڑھادیا گیا۔ جدول 12.3 ان سب کو دکھاتا ہے۔

جدول 12.3: MGNREGP میں SCs اور STs کی شرکت کے رجحانات

سال	SC افرادی دنوں کی تعداد	SC افرادی دنوں کا فیصد	ST افرادی دنوں کی تعداد	ST افراد کے دنوں کا فیصد
2013-14	2295.23	25.36	3298.73	36.45
2015-16	6335.9	29.29	5501.64	25.43
2016-17	8644.81	30.48	5874.31	20.71
2018-19	4660.57	22.04	3838.49	18.16

تاہم، 17-2016 کے بعد سے اس میں کمی آئی ہے۔ 17-2016 تک SC کا حصہ بڑھ کر 30.48% ہو گیا لیکن 19-2018 تک کم ہو کر 22.04% ہو گیا، جو کہ ST برادری کے مساوی ہے۔ ST کا حصہ 14-2013 میں سب سے زیادہ تھا۔ اس مدت کے دوران فراہم کردہ کل روزگار کا 36.45% STs کے لیے تھا اور اس کے بعد کے سالوں میں اس میں مسلسل کمی واقع ہوئی۔ 19-2018 کے دوران ST آبادی کے ذریعے پیدا کردہ روزگار کل پیدا کردہ روزگار کا 18.16% ہے۔

2. خواتین پر منریگا کا اثر

ہندوستانی آئین دنیا کی سب سے طاقتور قانونی دستاویزات میں سے ایک ہے جو خواتین اور مردوں کو مساوی حقوق فراہم کرتا ہے۔ لیکن ہر جگہ اب بھی خواتین کو دوسری ترجیح سمجھا جاتا ہے۔ پدرانہ اصول انہیں گھریلو یا غیر رسمی شعبوں میں کام کرنے تک محدود کرتے ہیں۔ خواتین کی ورک فورس میں شرکت کی شرح کم ہے۔ موجودہ بین الاقوامی ترقیاتی فریم ورک میں خواتین کو بااختیار بنانے کو معاشرے کی مجموعی ترقی کے لیے ایک انتہائی فائدہ مند حکمت عملی کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن بلا معاوضہ کام کی وجہ سے خواتین کا اپنے خاندانوں اور مجموعی طور پر ملک کے معاشی وسائل کو بڑھانے کے لیے ان کی شراکت کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ ایسے میں منریگا کا خواتین کارکنوں کی ضروریات کو پورا کرنے میں اہم کردار ہے۔ جس سے مرد اور خواتین کارکنوں کے لیے یکساں تنخواہ کے قیام سے زندگی اور معاشی حالات میں نمایاں بہتری آئی ہے اور یہ دیہی خواتین کو بااختیار بنانے کے لیے ایک رہنمائی کی روشنی کے طور پر ابھرا ہے۔ یہ ایکٹ خواتین کو مالی طور پر خود مختار ہونے اور اپنی ضروریات پر کچھ رقم خرچ کرنے کی اجازت دیتا ہے، جو انہیں بااختیار بناتا ہے۔ اس پروگرام کا خواتین کی فیصلہ سازی کو وسعت دینے اور کچھ غیر اداشدہ ملازمتوں کو بامعاوضہ کام میں تبدیل کرنے پر کافی اثر پڑا ہے۔ منریگا کو اپنانے کے بعد، متعدد شعبوں میں خواتین کی شرکت میں اضافہ ہوا ہے۔ اس ایکٹ کی اہم کامیابیوں میں سے ایک کمیونٹی کی سطح پر خواتین کو بااختیار بنانا ہے۔ سکم، کیرالہ، ہریانہ، مہاراشٹر، بہار، اور اڈیشہ میں منریگا روزگار خواتین کی مصروفیت کی زیادہ شرح کو ظاہر کرتا ہے، جسے ایک مثبت علامت سمجھا جا سکتا

ہے۔ مجموعی طور پر، اعداد و شمار MGNREGA اسکیم میں خواتین کی زیادہ شرکت کی شرح کو ظاہر کرتے ہیں۔ 15-2014 سے 2022-23 کے مالیاتی سالوں کے دوران، خواتین، افراد کے دنوں کی شرکت کی شرح 54.88 سے بڑھ کر 57.4 فیصد ہو گئی۔

اس طرح، ہم کہہ سکتے ہیں کہ MGNREGS کئی طریقوں سے معاشرے کے لیے بہت فائدہ مند ہے۔

روزگار پیدا کرنا: منریگا اسکیم کے اہم فوائد میں سے ایک دیہی گھرانوں کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کرنا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ ہر دیہی گھرانا، جس خاندان کے افراد رضاکارانہ طور پر غیر ہنر مند دستی کام کرتے ہیں انہیں ایک سال کے اندر 100 دن کی گارنٹی شدہ ملازمت ملنی چاہیے۔ MGNREGA دیہی علاقوں میں غربت اور بے روزگاری کو کم کرنے میں مدد کرے گا۔

ہنر مندی میں اضافہ: مہاتما گاندھی نیشنل رورل ایمپلائمنٹ گارنٹی ایکٹ (MGNREGA) اسکیم غیر ہنر مند کارکنوں کے لیے مواقع فراہم کرنے پر توجہ مرکوز کرتا ہے، جو انہیں اپنی صلاحیتوں کو فروغ دینے اور بڑھانے کی اجازت دے گا۔ جنگلات، پانی کے تحفظ اور سڑکوں کی تعمیر جیسے مختلف منصوبوں میں ان کی شرکت سے کارکنان عملی تجربہ حاصل کریں گے۔ وہ نئی مہارتیں سیکھ سکتے ہیں جن کا استعمال مستقبل کے روزگار کے مواقع NREGA کی پیشکشوں کے لیے کیا جائے گا۔

بنیادی ڈھانچے کی ترقی: منریگا اسکیم دیہی بنیادی ڈھانچے کی ترقی میں حصہ ڈالتی ہے۔ منریگا اسکیم سڑکوں، نہروں، تالابوں اور آبپاشی کی سہولیات جیسے اثاثوں کی ترقی میں معاونت کرتی ہے۔ NREGA اسکیم روزگار فراہم کرتی ہے، کنیکٹیویٹی اور زرعی پیداوار میں اضافہ کرتی ہے، اور مجموعی ترقی کو فروغ دیتی ہے۔

خواتین کو بااختیار بنانا: منریگا اسکیم دیہی ترقی میں خواتین کی شرکت کو یقینی بنا کر انہیں بااختیار بنانے پر بھی توجہ مرکوز کرتی ہے۔ MGNREGA یہ لازمی قرار دے کر صنفی مساوات کو فروغ دیتا ہے کہ فائدہ اٹھانے والوں میں سے کم از کم ایک تہائی خواتین ہوں۔ MGNREGA خواتین کی معاشی حیثیت کو بڑھانے اور گھر کے اندر فیصلے کرنے کی ان کی طاقت میں مدد کرتا ہے۔

ماحولیاتی تحفظ: منریگا اسکیم ماحولیاتی تحفظ سے متعلق سرگرمیوں کو منظم کرکے پائیدار ترقی کو فروغ دیتی ہے۔ یہ مٹی کے کٹاؤ پر قابو پانے، پانی کے تحفظ اور جنگلات جیسے منصوبوں پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ ان اقدامات سے قدرتی وسائل کو بچانے، ماحولیاتی توازن بحال کرنے اور موسمیاتی تبدیلی کے اثرات کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔

MGNREGA اسکیم سماج کے پسماندہ گروہوں کو مساوی رسائی فراہم کرنے پر مرکوز ہے، بشمول درج فہرست ذاتیں (SCs) اور درج فہرست قبائل (STs)۔ یہ یقینی بناتی ہے کہ ان کمزور گروہوں کو روزگار تک مساوی رسائی حاصل ہے اور ان کے ساتھ کسی بھی طرح سے امتیازی سلوک نہ ہو۔

12.2.6 منریگا کارکنوں کو درپیش چیلنجز (Challenges Faced by the MGNREGA Workers)

کسی بھی ترقیاتی پروگرام کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار تمام طبقوں کی فعال شمولیت پر ہوتا ہے۔ MGNREGA بہت سے مقاصد کے ساتھ اور بڑی توقعات کے ساتھ متعارف کرایا گیا۔ اپنی طاقت کے باوجود، ایکٹ کی کچھ حدود ہیں جن پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت

ہے۔

1. امتیازی سلوک اور غیر مساوی اجرت

غیر مساوی تنخواہ کے ساتھ امتیازی سلوک اور نچلی ذات کے کارکنوں کو ملازمت سے انکار ہندوستان کی ذات پات پر مبنی اور پدرانہ ثقافت میں رائج ہے۔ تاریخی طور پر، پیشہ وارانہ نقل و حرکت میں ذات پات کی بنیاد پر رکاوٹیں ہندوستان کی اقتصادی ترقی کی بنیادی وجہ رہی ہیں۔ آئینی تحفظات کے باوجود، ذات پات ثقافت، جغرافیہ اور معیشت پر اثر انداز ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ آزادی کے بعد کے حالات میں بھی۔ MGNREGA کی ویب سائٹ پر مانیٹرنگ انفارمیشن سسٹم (MIS) کے اعداد و شمار کے مطابق، SC اور ST کارکنان دیگر ذاتوں کے گروپوں کے کارکنوں کے مقابلے میں زیادہ دن کام مانگ رہے ہیں۔

2. ورک سائٹ کی سہولیات کا فقدان

MGNREGA ضوابط کے مطابق، ضروری سہولیات جیسے پینے کا صاف پانی، ابتدائی طبی امداد، سایہ، وقفے کی مدت، اور بچوں کی دیکھ بھال کی سہولت جاب سائٹ پر دستیاب ہونی چاہیے۔ یہاں تک کہ کچھ کارکنوں نے بتایا کہ کبھی کبھار، پینے کے پانی تک رسائی نہیں تھی۔ مقامی عمل درآمد کرنے والی ایجنسی کی ہیرا پھیری اور نگرانی کا کوئی طریقہ کار نہ ہونے کی وجہ سے غیر محفوظ اور ناقص کام کے حالات بھی دیکھے گئے ہیں۔

3. ناقص منصوبہ بندی اور شعور کی کمی

مثبت نتائج بر آمد کرنے کے لیے پروگرام پر عمل درآمد مناسب طریقے سے کیا جانا چاہیے۔ اگر صحیح پروٹوکول اور طریقہ کار کو اپنایا جائے تو منریگا کو نافذ کرنے سے وابستہ بہت سی مشکلات سے بچا جا سکتا ہے۔ MGNREGA کے اعداد و شمار 2017 کے مطابق، اروناچل پردیش، جھارکھنڈ، مغربی بنگال، ہریانہ، تمل ناڈو، ہماچل پردیش، کرناٹک، مدھیہ پردیش اور اتر پردیش جیسی زیادہ تر ریاستوں میں بہت کم کارکن ہیں جو 100 دن کے کام کا مطالبہ کرنے کے اپنے حقوق سے آگاہ ہیں۔ بہت سے لوگ اسکیموں سے ناواقف ہیں کیونکہ انہیں جاب کارڈ، کم از کم اجرت، یا ملازمتوں کی دستیابی کے بارے میں بہت کم علم ہے۔ تاہم، گرام پنچایت نے اسکیم کی کامیاب تکمیل میں کوئی خاص تعاون نہیں کیا ہے۔

4. بدعنوانی

منریگا میں کئی مسائل شامل ہیں، جن میں جعلی جاب کارڈ، وسیع پیمانے پر بدعنوانی، مسٹر رولز کی دیر سے اپ لوڈنگ، اور اجرتوں اور سامان کے لیے بہت زیادہ زیر التواء ادائیگیاں شامل ہیں۔ انڈین ایکسپریس کی ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ چار سالوں میں ملک بھر میں کیے گئے سرکاری آڈٹ میں منریگا کے تحت کم از کم 935 کروڑ روپے کی دھوکہ دہی کا انکشاف ہوا ہے۔ یہ معلومات دیہی ترقی کی وزارت کے ایم آئی ایس سے مالی سال 18-2017 سے 24-2020 تک جمع کی گئیں۔ زیادہ تر مالی خرد برد رشوت خوری، جعلی لوگوں کو ادائیگی اور مہنگے مواد کی خریداری کے ذریعے کی جاتی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ آندھرا پردیش، تمل ناڈو، گجرات، کرناٹک، بہار، مغربی بنگال اور جھارکھنڈ

ریاستوں میں سب سے زیادہ غلط استعمال کے لیے ذمہ دار ہیں جہاں آندھرا پردیش میں 245 کروڑ روپے کا غلط استعمال کیا گیا، لیکن صرف 2.07 کروڑ روپے ہی برآمد ہوئے۔ تمل ناڈو میں 239.31 کروڑ روپے کا غلط استعمال کیا گیا، لیکن صرف 4.48 کروڑ روپے ہی برآمد ہوئے۔ گجرات میں سوشل آڈٹ نے انکشاف کیا ہے کہ 6,749 روپے کا غلط استعمال کیا گیا تھا، لیکن اس میں سے کوئی بھی رقم برآمد نہیں ہوئی۔

5. ادائیگیوں میں تاخیر

اس اسکیم کا مقصد روزی روٹی کی حفاظت کو بڑھانا ہے، جو کام مکمل کرنے کے بعد سات سے پندرہ دنوں کے اندر اجرت ادا کرنے سے ہی ہو سکتا ہے لیکن موجودہ صورت حال یہ ظاہر کرتی ہے کہ نافذ کردہ ادارے 15 سے 150 دن تک تاخیر کے ساتھ اجرت ادا کرتے ہیں۔ جس نے کارکنوں کو مستقبل میں کام تلاش کرنے کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ اجرتوں کی ادائیگی میں تاخیر ریاستوں میں عمل درآمد کے مسائل کے نتیجے میں ہے، جس میں ناکافی عملہ، دیر سے ڈیٹا کا اندراج، حاضری کی ریکارڈنگ اور رپورٹنگ میں تاخیر، اجرت کی فہرستیں تیار کرنا، اور فنڈ ٹرانسفر آرڈر (FTO) میں تاخیر شامل ہیں۔ زیادہ تر ریاستوں نے 15 دنوں کے اندر اجرت ادا کرنے کے لیے MGNREGA کی شرط کو پورا نہیں کیا ہے۔ مزید بر آں، مزدوروں کو اجرت کی تاخیر سے ادائیگی کا معاوضہ نہیں دیا جاتا ہے۔ تلنگانہ میں 23-2022 کے دوران MGNREGA کے تحت کیے گئے کام کی تاخیر سے ادائیگیوں کا سب سے زیادہ فیصد (33.2%) تھا۔ تاخیر سے ادائیگی کرنے والی دیگر ریاستیں مغربی بنگال، چھتیس گڑھ، مہاراشٹر، پنجاب اور ہریانہ ہیں۔

6. کم اجرت کی شرح

اجرت کی شرح ہندوستان میں اس اسکیم میں مصروف لوگوں کی تعداد کو نمایاں طور پر متاثر کرتی ہے۔ کچھ اسکالرز کا کہنا ہے کہ ہندوستان میں مقامی اجرت کی شرح MGNREGA اجرت کی شرح سے کافی زیادہ ہے۔ ہندوستان میں، غیر ہنر مند مزدوروں کی مقامی اجرت کی شرح کہیں بھی 350 اور روپے 500 روپے کے درمیان ہے۔ اس کے برعکس، مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ، بہار، تریپورہ، اتر پردیش، اور اتراکھنڈ جیسی کئی ریاستوں میں منریگا اجرت کی شرح صرف 204 روپے اور 213 روپے یومیہ ہے۔ مزدور ہمیشہ زیادہ اجرت کی شرح کے ساتھ ملازمتوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، MGNREGA اسکیم کو ہندوستان میں غیر منظم مقامی اجرت کی شرحوں سے نقصان پہنچا ہے، جس کی وجہ سے دیہی کارکنوں کی بہتر ملازمتوں کی تلاش میں شہری علاقوں میں بڑے پیمانے پر نقل مکانی ہوتی ہے۔

7. سوشل آڈٹ کا فقدان

سوشل آڈٹ ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے کسی سرکاری پروگرام یا پالیسی کی تاثیر اور اثر کا جائزہ لیا جاتا ہے، خاص طور پر سماجی بہبود کی اسکیموں میں، مختلف اسٹیک ہولڈرز بشمول عوامی، غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) اور سرکاری اداروں کو شامل کر کے جانچا جاتا ہے۔ اس کا مقصد پروگراموں کے نفاذ میں شفافیت، جوابدہی اور کمیونٹی کی شرکت کو یقینی بنانا ہے۔ اس طرح بہتر حکمرانی اور وسائل کے موثر استعمال کو فروغ دینا ہوتا ہے۔ سماجی آڈٹ میں عام طور پر مالیاتی ریکارڈز کا جائزہ لینا، پروگرام کے نتائج کا اندازہ لگانا، اور فائدہ اٹھانے

والوں اور دیگر اسٹیک ہولڈرز سے رائے طلب کرنا شامل ہوتا ہے تاکہ طاقتوں، کمزوریوں اور بہتری کے شعبوں کی نشاندہی کی جاسکے۔ سماجی آڈٹ کے نتائج اکثر پالیسی فیصلوں سے آگاہ کرنے، پروگرام کی فراہمی کو بہتر بنانے اور بدعنوانی یا بدانتظامی کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔

سماجی آڈٹ کا طریقہ کار عوامی، غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) اور حکومت کے درمیان موثر پالیسی کے نفاذ، نگرانی اور تشخیص کو فروغ دینے کی اجازت دیتا ہے۔ سماجی آڈٹ کو ادارہ جاتی بنانے کے لیے اہلیت کی تعمیر اور افسر شاہی کے رویے کو تبدیل کرنا ضروری ہے۔ غلط جمع شدہ ریکارڈ، اجرت کی کم ادائیگی یا عدم ادائیگی، اور کام کی کم پیمائش ایسے سنگین مسائل ہیں جن پر توجہ دی جانی چاہیے۔ MoRD کے اعداد و شمار کے مطابق، صرف 42% دیہات سوشل آڈٹ کے آئیڈیا، طریقہ کار اور دفعات کو سمجھتے ہیں، اور 11% مکمل طور پر لاعلم پائے گئے۔ چھتیس گڑھ، جھارکھنڈ، ناگالینڈ، راجستھان اور اترپردیش جیسی ریاستیں فائدہ اٹھانے والوں کی لاعلمی کے زیادہ تناسب کے لیے مشہور تھیں۔ سوشل آڈٹ میٹنگوں کو ملک بھر کے 73% دیہاتوں میں موثر پبلسٹی ملی ہے۔

12.2.7 نتیجہ (Conclusion)

آخر میں، مہاتما گاندھی نیشنل رورل ایمپلائمنٹ گارنٹی ایکٹ (MGNREGA) قانون سازی کے ایک تبدیلی کے حصے کے طور پر کھڑا ہے جس کا مقصد دیہی ہندوستان میں کثیر جہتی چیلنجوں سے نمٹنا ہے۔ 2005 میں اپنے آغاز کے بعد سے، MGNREGA نے روزی روٹی کی حفاظت فراہم کرنے، سماجی شمولیت کو فروغ دینے، دیہی بنیادی ڈھانچے کی ترقی کو فروغ دینے، اور پسماندہ کمیونٹیوں کو بااختیار بنانے میں اہم پیش رفت کی ہے۔ تاہم، اس کی کامیابیوں کے درمیان، امتیازی سلوک اور اجرت کے غیر مساوی طریقوں سے لے کر بدعنوانی اور ادائیگیوں میں تاخیر کے مسائل تک کئی چیلنجز برقرار ہیں۔ ان چیلنجوں کے باوجود، MGNREGA لاکھوں دیہی گھرانوں کے لیے امید کی کرن بنی ہوئی ہے، جو روزگار کے مواقع، غربت کے خاتمے، مہارت میں اضافہ، اور خواتین کو بااختیار بنانے کی پیشکش کرتی ہے۔ اس کی صلاحیت کو مکمل طور پر بروئے کار لانے کے لیے، اس کے نفاذ میں درپیش نظامی مسائل کو حل کرنے کے لیے ٹھوس کوششوں کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے نچلی سطح پر زیادہ بیداری اور شرکت کے ساتھ نگرانی، جوابدہی اور شفافیت کے لیے مضبوط میکانزم کی ضرورت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ MGNREGA ایک ایسی قوم کی اجتماعی امنگوں کی عکاسی کرتا ہے جو جامع اور پائیدار دیہی ترقی کے لیے کوشاں ہے۔ اسٹیک ہولڈرز کے درمیان مسلسل عزم، اختراع اور تعاون کے ساتھ، MGNREGA میں نہ صرف غربت اور بے روزگاری کو ختم کرنے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے ایک زیادہ منصفانہ اور لچک دار معاشرے کو فروغ دینے کی صلاحیت ہے۔

12.3 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

- اس اکائی کی تکمیل کے بعد، طلبا MGNREGA کے تاریخی تناظر اور ارتقا کو سمجھنے کے قابل ہو جائیں گے، بشمول اس کے آغاز، مقاصد اور قانون سازی کے فریم ورک کو، اس کے تاریخی پس منظر کی جامع جانچ کے ذریعے سمجھ سکیں گے۔
- طلبا MGNREGA کے نفاذ میں درپیش کلیدی چیلنجوں اور رکاوٹوں کی شناخت اور ان کا تجزیہ کرنے کے قابل ہوں گے۔

- طلبا سماجی شمولیت کو فروغ دینے، پسماندہ گروہوں کو بااختیار بنانے، اور دیہی ہندوستان میں صنفی مساوات کو آگے بڑھانے، MGNREGA کے مقاصد اور پسماندہ برادریوں پر اس کے اثرات کے درمیان روابط قائم کرنے میں MGNREGA کی اہمیت کو پہچان سکیں گے۔
- طلباMGNREGA کے ممکنہ مواقع اور امکانات کا جائزہ لینے کے قابل ہوں گے، پالیسی میں اصلاحات، گورننس میکانزم، اور کمیونٹی سے چلنے والے اقدامات پر غور کریں گے جن کا مقصد جامع اور پائیدار دیہی ترقی کو فروغ دینا ہے۔

12.4 فرہنگ (Glossary)

پسماندہ کمیونٹیز :Backward Communities- گروپس جیسے کہ درج فہرست ذاتیں(SCs)، درج فہرست قبائل(STs)،اور خواتین جنہوں نے تاریخی طور پر سماجی اخراج اور امتیازی سلوک کا سامنا کیا۔

سماجی آڈٹ :Social Audit- نچلی سطح پر اسکیم کے نفاذ کی نگرانی، شفافیت، جوابدہی، اور کمیونٹی کی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے MGNREGA کے ذریعے لازمی طریقہ کار۔

منریگا :MGNREGA-): 2005 میں حکومت ہند کے ذریعے نافذ کردہ تبدیلی قانون، جس کا مقصد دیہی گھرانوں کو روزگار اور روزی روٹی کی حفاظت فراہم کرنا ہے، جو ہندوستان میں دیہی ترقی کی کوششوں کا سنگ بنیاد ہے۔

12.5 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

12.5.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. مہاتما گاندھی نیشنل رورل ایمپلائمنٹ گارنٹی ایکٹ (MGNREGA) کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

(a) غربت کا خاتمہ (b) ذریعہ معاش کی حفاظت

(c) بنیادی ڈھانچے کی ترقی (d) صنفی مساوات

2. مندرجہ ذیل میں سے کون سا MGNREGA کا کلیدی مقصد نہیں ہے؟

(a) سماجی شمولیت (b) پائیدار ترقی

(c) شہری بنیادی ڈھانچے کی ترقی (d) روزگار پیدا کرنا

3. گاؤں کی سطح پر منریگا کو نافذ کرنے کے لیے کون ذمہ دار ہے؟

(a) ریاستی حکومت (b) ضلعی حکومت

(c) گرام پنچایت (d) مرکزی حکومت

4. منریگا کے تحت کم از کم کتنے دنوں کی اجرت کی ضمانت دی گئی ہے؟

(a) 50 (b) 75

(c) 90 (d) 100

5. منریگا کے نفاذ میں گرام سبھا کا کیا کردار ہے؟

(a) جاب کارڈ جاری کرنا (b) کام مختص کرنا

(c) گرام پنچایت کے اندر کاموں کی نگرانی (d) سوشل آڈٹ کمیٹیوں کا قیام

6. MGNREGA کے تحت کون سی پسماندہ کمیونٹیز کو شامل کرنے کے لیے خاص طور پر نشانہ بنایا گیا ہے؟

(a) شہری مہاجرین

(b) دیہی زمیندار

(c) درج فہرست ذاتیں (SCs) اور درج فہرست قبائل (STs)

(d) غیر سرکاری تنظیمیں (این جی اوز)

7. MGNREGA کے تناظر میں سماجی آڈٹ کا مقصد کیا ہے؟

(a) کارکنوں کو مالی مدد فراہم کرنا (b) صنفی مساوات کو فروغ دینا

(c) اسکیم کے نفاذ کی نگرانی کرنا (d) اجرت کی شرح کے ضوابط کو نافذ کرنا

8. باب کے مطابق، مندرجہ ذیل میں سے کون سا چیلنج منریگا کارکنوں کو درپیش ہے؟

(a) اعلیٰ اجرت کی شرح (b) ورک سائٹ کی سہولیات کا فقدان

(c) مساوی کام کے لیے مساوی تنخواہ (d) اجرت کی جلد ادائیگی

9. اثاثہ بنانے کے معاملے میں MGNREGA کی بنیادی توجہ کیا ہے؟

(a) شہری بنیادی ڈھانچہ (b) صنعتی ترقی

(c) قدرتی وسائل کا انتظام (d) سروس سیکٹر کی توسیع

10. منریگا کے نفاذ میں گرام پنچایت کی کیا اہمیت ہے؟

(a) جاب کارڈ جاری کرنا (b) سوشل آڈٹ کمیٹیوں کا قیام

(c) گرام پنچایت کے اندر کاموں کی نگرانی (d) کام مختص کرنا

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	a	c	c	d	c	c	c	b	c	c

12.5.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. مہاتما گاندھی نیشنل رورل ایمپلائمنٹ گارنٹی ایکٹ (MGNREGA) کے بنیادی مقاصد کیا ہیں؟

.2 منریگا کے نفاذ میں گرام سبھا کے کردار کی وضاحت کریں؟

.3 اکائی کے مطابق منریگا کارکنوں کو درپیش کچھ چیلنجز کیا ہیں؟

.4 MGNREGA کس طرح پسماندہ برادریوں، خاص طور پر خواتین کو بااختیار بنانے میں اپنا حصہ ڈالتا ہے؟

.5 MGNREGA کے تناظر میں سماجی آڈٹ کے تصور اور اس کی اہمیت کی وضاحت کریں۔

12.5.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

.1 ہندوستان میں دیہی غربت اور بے روزگاری سے نمٹنے کے لیے منریگا(MGNREGA) کے مقاصد اور اہمیت پر تبادلہ خیال کریں۔

.2 پسماندہ برادریوں پر MGNREGA کے اثرات کا جائزہ لیں، درج فہرست ذاتوں (SCs) درج فہرست قبائل (STs) اور دیہی علاقوں میں خواتین کو بااختیار بنانے میں اس کے کردار پر توجہ مرکوز کریں۔

.3 MGNREGA کے ذریعے معاش کی حفاظت، سماجی شمولیت، اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی کے اہداف کو حاصل کرنے میں اس کی تاثیر کا اندازہ لگائیں، کلیدی چیلنجوں اور بہتری کے ممکنہ حل کو اجاگر کریں۔

12.6 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Gupta, R. (2023). *Indian Economic Development: A Textbook for Class XII*. Geeta Publishing House.
2. Puri, V. K., & Mishra, S. K. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.
3. Rai, D. (2017). *Indian Economic Development*. Educational.

بلاک IV: ہندوستانی ترقیاتی تجربہ

اکائی 13: نمو، ترقی اور استدام کے مسائل

(Issues in Growth, Development and Sustainability)

اکائی کے اجزا:

13.0 تمہید (Introduction)

13.1 مقاصد (Objectives)

13.2 معاشی ترقی کے معنی و مفہوم (Meaning & Definition of Growth & Development)

13.2.1 معاشی نمو اور معاشی ترقی کے درمیان فرق

13.3 معاشی ترقی و معاشی نمو کے مسائل (Issues in Economic Growth and Development)

13.4 معاشی ترقی میں حائل عوامل (Factors Hindering Economic Development)

13.5 مستدام یا پائیدار ترقی (Sustainable Development)

13.5.1 ہندوستان کی ترقی میں پائیداری کے تقاضے

13.5.2 پائیدار ترقی کے اہداف (Sustainable Development Goals-SDGs)

13.5.3 پائیدار ترقی اور ہندوستان (Sustainable Development and India)

13.5.4 پائیدار ترقی کے مقاصد (Objectives of Sustainable Development)

13.5.5 پائیدار ترقی کی اہمیت (Importance of Sustainable Development)

13.6 اکتسابی نتائج (Keywords)

13.7 فرہنگ (Glossary)

13.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

13.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

13.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

13.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

13.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

13.0 تمہید (Introduction)

سابقہ بلاک میں ہم نے بے روز گاری کے معنی و مفہوم بے روز گاری کی اقسام اس کی وجوہات اور نتائج کے بارے میں پڑھا۔ ساتھ ہی بے روز گاری دور کرنے والی اسکیموں اور ان کے اثرات پر تفصیلی طور پر جائزہ لیا گیا۔ اس اکائی میں ہم نمو اور ترقی کے مسائل اور متدام ترقی یا پائیدار ترقی کے بارے میں تفصیلی طور پر مطالعہ کریں گے اور سمجھیں گے نمو اور ترقی کے درمیان کیا فرق ہے اور ان کے مسائل کیا ہیں اور کس طرح ہم متدام ترقی کو حاصل کر سکتے ہیں۔

13.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا:

- نمو اور ترقی کے درمیان فرق کو سمجھ سکیں گے۔
- نمو اور ترقی کے مسائل کو جان سکیں گے۔
- متدام ترقی کے تصور کو سمجھیں گے۔

13.2 معاشی ترقی کے معنی و مفہوم (Meaning & Definition of Growth & Development)

عام طور پر معاشی نمو اور معاشی ترقی کی اصطلاح ایک ہی مطلب اور مفہوم کو بتاتی ہے اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا ہے۔ لیکن بعض معاشی ماہرین معاشی نمو اور معاشی ترقی کے درمیان فرق کو واضح کیے ہیں۔ کینڈل برگر (Kindle Berger) کے مطابق معاشی نمو کے معنی زیادہ پیداوار کے ہیں جبکہ معاشی ترقی زیادہ پیداوار کے ساتھ ساتھ تکنیکی اور ادارہ جاتی تبدیلیوں کو ظاہر کرتی ہے۔ نمو لفظ بنیادی طور پر مقداری اہمیت کو بتاتا ہے جبکہ ترقی کا لفظ مقداری اور معیاری دونوں اہمیت کا حامل ہے۔

میکائیل پی ٹوڈارو (Micheal P. Todaro) کے مطابق معاشی نمو ایک مسلسل عمل ہے جس کے ذریعے ملکی پیداواری صلاحیت میں ایک مدت کے دوران اضافہ ہوتا ہے اور قومی پیداوار اور آمدنی کی سطح بھی بڑھتی ہے۔ سائمن کزنٹس کے خیال میں معاشی نمو ایک طویل مدتی عمل ہے جس میں حقیقی قومی آمدنی میں اصلی اور دیرپا اضافہ ہوتا ہے اور حقیقی فی کس آمدنی بڑھتی ہے۔

1. معاشی نمو کے لوازمات (Essentials of Economic Growth)

اوپر بیان کردہ تعریفوں کے لحاظ سے معاشی نمو کی خصوصیات کی ذیل میں تشریح کی جاسکتی ہے:

- معاشی نمو آبادی کی شرح نمو کی بہ نسبت حقیقی فی کس آمدنی کی اونچی شرح نمو کو بتاتی ہے۔
- معاشی نمو ہمیشہ معیشت کی پیداواری صلاحیت میں زیادہ اضافے سے تعلق رکھتی ہے۔

لہذا معاشی نمو سے مراد ملکی اشیا و خدمات کی پیداوار میں مستقل اضافے سے ہے یا صحیح معنوں میں فی کس پیداوار میں اضافہ ہے۔ اگر ملک میں تیار کردہ اشیا و خدمات کے حجم میں ایک شرح سے اضافہ ہوا ہے لیکن اس کی آبادی میں اسی شرح سے یا اس سے اونچی شرح سے اضافہ ہو رہا ہے تو حقیقی فی کس آمدنی وہیں رہے گی یا گھٹ جائے گی۔ اس صورت میں کل پیداوار میں اضافہ ہو گا لیکن لوگوں کے معیار زندگی میں کچھ بھی بہتری نہیں ہو گی۔

2. معاشی ترقی کا تصور (Concept of Economic Development)

1920 کی دہائی تک معاشی نمو کی اصطلاح معاشی ترقی کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتی تھی لیکن ایسا نہیں ہے۔ معاشی نمو کے بہ نسبت معاشی ترقی کا تصور زیادہ وسیع ہے۔ ترقی میں نہ صرف معاشی نمو شامل ہے بلکہ زندگی کے دیگر گوشوں میں بعض مثبت تبدیلیاں بھی ہیں۔ حقیقت میں اس میں تمام شعبوں اور گوشوں کی ترقی شامل ہے۔ معاشی ترقی معاشی نمو کے تصور سے قریبی تعلق رکھتی ہے۔ یہ ملک کے سماجی معاشی ڈھانچے میں خوشگوار اور بڑھتی تبدیلیوں کو بتاتی ہے جہاں معیار زندگی میں مستقل اور دیرپا اضافہ اور منصفانہ نمو کو حاصل کیا جاتا ہے۔ معاشی ترقی کے لیے معاشی نمو ضروری ہے لیکن کافی نہیں ہے۔ اسی لیے ماہرین معاشیات ملک کی معاشی نمو سے زیادہ متاثر نہیں ہوتے وہ اب زیادہ تر ملک کی ترقی پر راست توجہ دیتے ہیں۔

میکائل ٹوڈارو کی دی ہوئی معاشی ترقی کی تعریف یہ ہے کہ معیار زندگی میں اضافہ، ضروریات اور احتیاجات میں بہتری، ظلم و ناانصافی سے آزادی اور انتخاب کے زیادہ مواقع۔ معاشی ترقی کو ناپنے کا ایک بہت ہی صحیح طریقہ انسانی ترقیاتی اشاریہ ہے جس میں شرح خواندگی حیات کی توقع اور فی کس آمدنی کو شمار کیا جاتا ہے جو پیداواری صلاحیت کو متاثر کرتے ہوئے شرح نمو کی سطح کو بڑھاتے ہیں۔ اس سے تعلیم صحت روزگار کے شعبوں میں زیادہ موقع پیدا ہوتے ہیں اور ماحول کے تحفظ میں مدد ملتی ہے۔

اقوام متحدہ کی ماہر کمیٹی کے مطابق ترقی کا تعلق نہ صرف انسان کی مادی ضروریات سے ہے بلکہ اس کی زندگی کی سماجی حالات میں بہتری سے بھی ہے۔ اس لیے ترقی نہ صرف معاشی نمو بلکہ معاشی نمو کے ساتھ ساتھ سماجی تہذیبی ادارہ جاتی اور معاشی تبدیلی بھی ہے۔

میکائیل پیٹوڈارو کے مطابق ترقی کو ایک ہمہ رخی عمل سمجھا جانا چاہیے جس میں سماجی ڈھانچہ عام رجحانات قومی اداروں اور معاشی نمو میں تیز رفتاری غریبی کے خاتمہ دولت کی تقسیم میں عدم مساوات میں کمی شامل ہے۔

ماہرین معاشیات محبوب الحق نے بھی تبصرہ کیا ہے کہ ترقی کے مسئلے کو غربت کی بدترین شکلوں پر ایک منتخب حملے کے طور پر بیان کیا جانا چاہیے۔ غذائی قلت بیماری ناخواندگی کے خاتمے بے روزگاری اور عدم مساوات جیسی برائیوں کو بھی دور کیا جانا چاہیے۔

موجودہ دور کے تناظر میں ترقی کے مقصد کے حصول میں بہت زیادہ تبدیلی آئی ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں ترقی کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی تبدیلی کو بھی بڑی گہرائی سے توجہ دی جا رہی ہے اور دنیا میں جو ماحولیاتی تبدیلی اور تباہی ہو رہی ہے اس کی روشنی میں ماحولیاتی تحفظ کو

ترقی کا ایک لازمی حصہ سمجھا جاتا ہے جیسا کہ ڈریس اور سن (Dreze and Sen) نے اشارہ کیا ہے کہ ہماری زندگی کا دارومدار پوری طرح ماحول پر منحصر ہے اور ماحول اور ترقی کا تعلق بہت گہرا ہے اور ہمارے معیار زندگی کا تعلق پوری طرح سے ماحول کی سالمیت پر منحصر ہے جس میں ہوا پانی اور صاف ماحول بے حد ضروری ہوتا ہے۔ اس کے بغیر ہم اپنی زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اسی لیے آج کے موجودہ دور میں ترقی ماحول کے بغیر حاصل نہیں کی جاسکتی اور ماحول کو ترقی کے ایک اہم جز کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔

3. معاشی ترقی میں ساختی تبدیلیاں (Structural Changes in Economic Development)

معاشی ترقی ملک کے مختلف شعبوں میں ساختی تبدیلیوں کی نمائندگی کرتی ہے مثال کے طور پر پیشہ ورانہ ساخت میں تبدیلی ہے۔ معاشی ترقی کے دوران ابتدائی شعبے زراعت اور سمکیات میں افرادی قوت کے تناسب میں کمی ہوتی ہے اور ثانوی شعبے صعنت اور کانکنی میں افرادی قوت کے تناسب میں اضافہ ہوتا ہے۔

1. قومی پیداوار کی ساخت میں تبدیلی ہے: قومی پیداوار میں ابتدائی شعبے کا حصہ گھٹتا ہے اور ثانوی اور خدمات یا تیسرے شعبے کے حصے میں بتدریج اضافہ ہوتا ہے۔
2. صنعتی پیداوار کی ساخت میں تبدیلی: صارفین کی اشیا کی پیداوار کے مقابلے میں اشیائے سرمایہ کی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے۔
3. بیرونی تجارت کی ساخت میں تبدیلی: برامدات میں ابتدائی اشیا کے تناسب میں کمی ہوتی ہے اور درآمدات میں اشیائے سرمایہ کے حصے میں اضافہ ہوتا ہے۔ معاشی ترقی کے اعتبار سے تیار شدہ مال اور حتمی استعمال کی اشیا اور خدمات کی برآمدات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح صارف کی اشیا کی درامدات میں کمی ہو ہوتی ہے۔
4. ٹیکنالوجی کی ساخت میں تبدیلی: معاشی ترقی میں معیشت کے تمام شعبوں میں جدید اور ترقی یافتہ پیداوار کے طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔
5. سماجی اور ادارہ جاتی شعبوں میں تبدیلی ہے: معاشی ترقی کی بدولت آبادی کے معیار زندگی اور عزت نفس میں اضافہ ہوتا ہے۔
6. مختصراً یہ کہ معاشی ترقی معاشی نمو کے ساتھ ساتھ تبدیلی ہے۔ یہاں لفظ تبدیلی کا مطلب معیشت میں معیاری تبدیلیاں ہیں۔ یہ تبدیلیاں معیار زندگی میں بہتری آمدنی اور دولت میں نابرابری میں کمی ٹیکنالوجی میں بہتری صنعتی شعبے کا تیزی سے ابھرنا رجحانات میں مثبت تبدیلیاں اور تمام معاشی گوشوں میں موثر تبدیلیاں ہیں۔

13.2.1 معاشی نمو اور معاشی ترقی کے درمیان فرق

(Difference between Economic Growth and Development)

1. معاشی نمو

- معاشی نمو کا مطلب ملک میں اشیا اور خدمات کی حقیقی پیداوار میں اضافہ ہے۔
- معاشی نمو یک رخی صورت حال ہے۔ معاشی نمو معیشت میں بنیادی طور پر مقداری تبدیلیوں کو بتاتی ہے

- معاشی نمو اس وقت رونما ہوتی ہے جب ایک مدت کے دوران ملک میں تیار شدہ اشیا اور خدمات کے حجم میں لگاتار اور مستقل اضافہ ہوتا ہے۔
- تیز رفتار معاشی نمو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب ٹیکنالوجی میں بہتری اور ترقی ہوتی ہے۔
- معاشی نمو کا دائرہ کار محدود ہے کیونکہ اس میں صرف فی کس آمدنی کی سطح کی تبدیلیوں سے متعلق مطالعہ کیا جاتا ہے۔
- معاشی نمو کو ایک قلیل مدتی عمل سمجھا جاتا ہے جہاں ہم آمدنی میں تبدیلیوں کو سالانہ بنیاد پر ناپ سکتے ہیں۔ اس لیے اس کی مدت ایک سال ہو سکتی ہے
- ترقی یافتہ ممالک کی دنیا میں معاشی نمو ایک اہم تصور ہے۔
- معاشی نمو کی صورت میں سماجی تبدیلی بھی ہو سکتی ہے یا نہیں بھی۔ اس کا تعلق صرف آمدنی کی سطح میں تبدیلی سے ہوتا ہے اور سماجی تبدیلی پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی۔

2. **معاشی ترقی** (Economic Development)

- معاشی ترقی کا مطلب نہ صرف معاشی نمو ہے بلکہ ملک میں سماجی اور معاشی ڈھانچے میں بڑھتی ہوئی تبدیلیوں کے بھی ہیں۔
- معاشی ترقی ایک ہمہ رخی صورت حال ہے۔
- معاشی ترقی معیشت میں مقداری اور ساتھ ساتھ معیاری تبدیلیوں کو بتاتی ہے۔
- ملک میں پیداوار کی کم سطح کے پیش نظر ترقی کے ابتدائی مرحلوں میں حکومت کی مداخلت ضروری اور پسندیدہ سمجھی جاتی ہے۔ اس لیے ترقی کے حصول کے لیے حکومت کا موثر رول خصوصی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔
- معاشی ترقی کی اونچی سطح کے نتیجے میں لوگوں کے معیار زندگی میں بہتری ہوتی ہے۔
- معاشی نمو کے مقابلے میں معاشی ترقی کا دائرہ کار وسیع اور جامع ہے۔ اس کا تعلق نہ صرف آمدنی میں اضافے سے ہے بلکہ معیشت و سماج کی بہتری اور بہبود سے بھی ہے۔
- معاشی ترقی ایک طویل مدتی عمل ہے جس کی مدت 20 تا 25 سال ہوتی ہے کیونکہ سماجی معاشی اور ادارہ جاتی نظام میں تبدیلی کے لیے زیادہ سال لگ جاتے ہیں۔
- معاشی ترقی ترقی پذیر ممالک کا ایک اہم مسئلہ ہے۔
- معاشی ترقی کی صورت میں سماجی تبدیلیاں لازمی ہیں۔ اس میں اچھے کام یا ملازمتیں غذا کی دستیابی اچھی صحت تعلیم اور معیار زندگی شامل ہیں۔ مستقل اور لگاتار بہتری کو بھی دیکھا جاتا ہے اور ماحولیاتی مسائل پر ضروری توجہ دی جاتی ہے۔

13.3 معاشی ترقی و معاشی نمو کے مسائل (Issues in Economic Growth and Development)

ترقی پذیر ممالک میں معاشی ترقی اور نمو میں رکاوٹ بننے والے عوامل کو اس طرح تقسیم کیا گیا ہے:

1. نہ کافی قدرتی وسائل (Inadequate Natural Resources)

ہندوستان آبادی کے اعتبار سے پہلا ملک بن چکا ہے۔ آبادی کے بوجھ سے ملک کے قدرتی وسائل بشمول زرخیز زمین ختم ہو رہی ہے۔ ہندوستان میں زمین کی قلت ایک عام مسئلہ ہے جس سے کئی ایک نقصان دہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ کم زمینات کی وجہ سے زرعی سرگرمیاں گھٹ جاتی ہیں جو غریب ممالک میں آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ہوتی ہیں۔ ٹیکنالوجی کی کم سطح اس صورت حال کو اور بھی بدتر بناتی ہے۔ جنگلات کی کٹائی، زیر زمین پانی کی کمی ہندوستان کی ترقی میں رکاوٹ بن رہی ہے۔ استعماری نظام اس کا ذمہ دار ہے ساتھ ہی افراد کا وسائل کو بیجا استعمال کرنا بھی شامل ہے۔

2. بے روزگاری (Unemployment)

این ایس ایس اوNSSO بے روزگاری کی توضیح ایسی صورت حال کے طور پر کرتی ہے جس میں وہ سبھی جو کام کی کمی کے سبب کام نہیں کر رہے ہیں لیکن روزگار دفاتر دلالوں دوستوں یا رشتہ داروں کے ذریعے کام تلاش کرتے یا متوقع آجروں کو درخواستیں دیتے ہیں یا کام اور معاوضے کی مروجہ شرائط کے تحت کام کے لیے اپنی خواہش یا دستیابی کا اظہار کرتے ہیں لیکن روزگار حاصل نہیں کر پاتے۔ ہم نے معاشی ترقی اور نمو میں روزگار کی بہت سست رفتار دیکھی ہے۔ ہمارے ملک میں کھلی اور پوشیدہ بے روزگاری بہت زیادہ پائی جاتی ہے جو ملک کی معاشی ترقی میں رکاوٹ بن رہی ہے۔ Covid 19 کے بعد ہندوستان کی بے روزگاری کی شرح میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

3. انفراسٹرکچر کی کمی (Lack of Infrastructure)

ہندوستان پر قرض کے بوجھ اور بچت کی کمی کی وجہ سے انفراسٹرکچر کی ترقی پیچھے رہ گئی ہے۔ ٹیلی مواصلات اور ٹرانسپورٹیشن کی بہتری کے لیے کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ کچھ کیا گیا تو بھی چند علاقوں تک محدود رہ گیا جبکہ یہی خدمات بیرونی سرمائے کو دعوت دیتی ہیں۔ سڑکیں بندرگاہیں ریلوے وغیرہ نامناسب حالت میں پائے جاتے ہیں جس سے اشیا کی بروقت فراہمی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ بعض وقت ٹریفک جام، بجلی کی کٹوتی اور پانی کی قلت جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

4. غریبی کا بھیانک چکر (Vicious Circle of Poverty)

1950 کے دہے میں کم ترقی یافتہ ممالک کی خصوصیات میں ایک اہم غریبی کا بھیانک چکر کا وجود ہے جو ہندوستان کی معاشی ترقی میں ایک رکاوٹ تصور کیا جاتا ہے۔ غریبی نہ صرف تکلیف دہ ہوتی ہے بلکہ یہ اخلاقی بگاڑ بھی پیدا کرتی ہے۔ غریبوں میں ابتدائی خواندگی اور ہنرمندی کی کمی ہوتی ہے اس لیے ان کے پاس بہت محدود معاشی مواقع ہوتے ہیں۔ غریب لوگوں کے ساتھ غیر مستحکم روزگار کا معاملہ بھی درپیش ہوتا ہے اس لیے وہ غریب رہتے ہیں۔ غریبی آمدنی کی کم سطح کے لیے ذمہ دار ہے جس سے بچتوں کی مقدار کم ہوتی ہے اس کے نتیجے میں سرمائے کی کمی ہوتی ہے تو پیداواری صلاحیت کم ہوتی ہے۔ کم پیداواریت کی وجہ سے آمدنی کی سطح کم ہوتی ہے اور غریب غریبی کے بیانک

چکر میں پھنس جاتا ہے اور یہ ہماری ملکی معاشی نمو اور ترقی کے لیے ایک بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوتے ہیں۔

5. انسانی سرمائے کی کم شرح نمو (Lower Rate of Growth of Human Capital)

انسانی سرمائے کی تشکیل تعلیم صحت کام کے دوران تربیت نقل مکانی اور معلومات میں سرمایہ کاریوں کا نتیجہ ہے۔ ان میں تعلیم اور صحت انسانی سرمائے کی تشکیل کے لیے نہایت اہم ذرائع ہیں۔ لیکن ہم کیا دیکھتے ہیں کہ آزادی کے پچھلے 75 سالوں کے بعد بھی ہمارے ملک میں تعلیم اور صحت پر سرمایہ کاری برائے نام ہے۔

6. کم فی کس آمدنی (Low Per Capita Income)

ملک کے افراد کی فی کس آمدنی کم ہونے کی وجہ سے قومی آمدنی بھی کم ہو جاتی ہے جو ملک کی معاشی ترقی اور نمو کے لیے ایک رکاوٹ ثابت ہوتی ہے اور یہ ملک کی معاشی ترقی اور نمو کا ایک اہم ترین مسئلہ بن جاتا ہے۔ لہذا ملک کی عوام کی فی کس آمدنی کو بڑھاوا دینے کی ضرورت ہے جس کے لیے بے روزگاری پر قابو پانا اور روزگار میں اضافہ کرنے کی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔

7. غیر مستعمل وسائل

ترقی پذیر ممالک قدرتی وسائل سے مالامال ہیں۔ تاہم انہیں استعمال میں لانے کی ضرورت ہے جس کے لیے ریسرچ اور ترقی پر کام کرنا ہوگا جس کے سبب معدنی ذخائر کی کھوج ہو سکتی ہے۔ لیکن بہت سے ترقی پذیر ممالک میں دستیاب قدرتی وسائل کے استعمال کے لیے ضروری ٹیکنالوجی دستیاب نہیں ہے اور ناکافی سرمایہ بھی ان ممالک کو قدرتی وسائل کے موثر استعمال سے روک رہا ہے۔ لہذا ان ممالک کو چاہیے کہ جی ڈی پی میں ریسرچ اور ٹیکنالوجی اور تعلیم پر خرچ کی شرح کو بڑھائیں۔

8. آمدنی اور دولت میں عدم مساوات (Inequality in Income and Wealth)

آمدنی اور دولت میں نابرابری کی وجہ سے بھی ملک میں معاشی ترقی اور نمو حاصل نہیں ہو پارہی ہے بلکہ صورت حال یہ ہے کہ امیر طبقہ اور امیر اور غریب طبقہ اور غریب ہوتا جارہا ہے۔ اس صورت حال پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔ اور معاشی ترقی کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے جسے ملکی حکومت اپنے موثر پروگراموں اور پالیسیوں کے ذریعے حاصل کر سکتی ہے۔

9. نجی قرض

ہندوستانی معیشت کو درپیش ایک اور چیلنج نجی قرض ہے۔ ہندوستان میں نجی قرض جی ڈی پی کے تناسب سے دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے قرض لیا ہے اور وہ انہیں واپس کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اس سے معیشت کے لیے بہت سے مالی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

10. ناقص تعلیم

ایک اور چیلنج جس کا ہندوستانی معیشت کو سامنا ہے وہ ناقص تعلیم ہے۔ ہندوستان میں خواندگی کی شرح صرف 74 فیصد کے قریب ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ بہت سے لوگ اچھی ملازمتیں حاصل کرنے اور معیشت میں حصہ لینے کے قابل نہیں ہیں۔ اس سے بہت سارے

سماجی مسائل بھی جنم لیتے ہیں۔ ہندوستان کے تعلیم کے معیار کو بڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ کوئی بھی بے روزگار نہ رہ پائے۔

13.4 معاشی ترقی میں حائل عوامل (Factors Hindering Economic Development)

معاشی عوامل

1. تشکیل سرمایہ (Capital Formation)

پیداوار کی سطح کو بڑھانے میں سرمائے کے اسٹریٹیجک کردار کو روایتی طور پر معاشیات میں تسلیم کیا گیا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد کے عرصے معاشی نمو میں اس کے کردار پر زور دیا گیا۔ درحقیقت نمو کے ہیروڈ-ڈومر ماڈل نے سرمائے کو معاشی نمو کا ایک اہم عنصر سمجھا ہے۔ اب یہ بات عالمی سطح پر تسلیم کی گئی ہے کہ جو ملک نمو کی رفتار کو تیز کرنا چاہتا ہے اس کے پاس سرمایہ کاری کی سطح کو بلند کرنے کے مقصد کے ساتھ اپنی آمدنی کے بلند تناسب کو بچانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ غیر ملکی امداد پر بہت زیادہ انحصار انتہائی خطرناک ہے اور اس سے بچنا ضروری ہے۔ معاشی ماہرین بجا طور پر کہتے ہیں کہ سرمائے کی کمی نمو کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور کوئی بھی ترقیاتی منصوبہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ سرمائے کی مناسب فراہمی نہ ہو اور جب تک سرمائے کو جمع کرنے کی ایک مخصوص کم سے کم شرح حاصل نہ ہو۔

2. زرعی قابل فروخت فاضل پیداوار (Marketable Surplus of Agriculture)

پیداوار میں اضافے کے ساتھ پیداواری صلاحیت میں اضافہ ملکی ترقی کے نقطہ نظر سے اہم ہے لیکن جو زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ زراعت کی فاضل پیداوار سے زر میں اضافہ ہوتا ہے۔ فاضل زراعتی اشیا کی پیداوار میں اضافے کی طرف اشارہ کرتی ہے جو دیہی آبادی کو ان کی ضروریات پورا کرنے کے بعد بازار میں فروخت کرنے کے عمل کو ظاہر کرتی ہے۔ شہری صنعتی آبادی زراعتی فاضل پر انحصار کرتی ہے۔ معیشت کی ترقی کے ساتھ شہری آبادی کا تناسب بڑھتا ہے اور زراعت کی بڑھتی ہوئی ضروریات اناج اور اجناس ان مطالبات کو مناسب طریقے سے پورا کیا جانا چاہیے ورنہ شہری علاقوں میں خوراک کی کمی کے نتیجے میں ترقی کو روک دیا جائے گا۔

اگر ہندوستان مناسب زرعی فاضل پیداوار پیدا کرنے میں ناکام رہتا ہے تو اس کے پاس غذا اجناس درآمد کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں بچے گا جس سے ادائیگیوں کے توازن میں مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے۔ ماضی میں ہندوستان کو اس مسئلے کا سامنا تھا۔ پہلی کی منصوبہ بندی کی مدت کے دوران زیادہ تر سالوں میں اناج کی مارکیٹ شہری آبادی کو سہارا دینے کے لیے کافی نہیں تھی۔ شہروں میں خواک کے بحران سے بچنے کے لیے حکومت نے بڑی مقدار میں اناج درآمد کیا۔ اس سے درحقیقت خوراک کا مسئلہ حل ہوا اس کے ساتھ ساتھ اس میں بڑے پیمانے پر غیر ملکی زرمبادلہ کا خرچ بھی شامل تھا جسے اگر دوسرے مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا تو ملکی معاشی نمو میں زیادہ حصہ ڈالتا۔ اس لیے اگر ملک صنعت کاری کی رفتار کو بڑھانا چاہتا ہے تو اسے اپنی زراعت کو پیچھے نہیں رہنے دینا چاہیے۔ زرعی مصنوعات خصوصاً غذائی اجناس کی سپلائی میں اضافہ ہونا چاہیے۔

3. غیر ملکی تجارت میں شرائط (Conditions in Foreign Trade)

نو کلاسیکی ماہرین کے برعکس Prebish تجارت اور نمو کے درمیان تعلق کو حقیقی وسائل کی بجائے ادائیگیوں کے توازن کے نقطے نظر سے دیکھتا ہے اور زور دے کر کہتا ہے کہ کچھ غیر معمولی معاملات کو چھوڑ کر غیر آزاد تجارت کے نتیجے میں ترقی پذیر ممالک کے توازن ادائیگی میں خسارہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی تجارت کے شرائط بھی ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں خراب ہوتے ہیں۔ آزاد تجارت کے نقصانات عام طور پر وسائل کی زیادہ موثر تقسیم کے حوالے سے کسی بھی فائدے سے کہیں زیادہ ہیں۔ غیر ملکی تجارت ان ممالک کے لیے فائدہ مند ثابت ہوتی ہے جو نسبتاً کم مدت میں صنعتیں لگانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ان ممالک نے جلد یا بدیر اپنی صنعتی مصنوعات کے لیے بین الاقوامی منڈیوں پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے ہندوستان جیسے ترقی پسند ملک کو صرف کوشش نہیں کرنی چاہیے بلکہ سرمایہ کاری کے آلات کے ساتھ ساتھ صنعتی مصنوعات میں بھی جلد از جلد خود انحصاری اختیار کر لینی چاہیے۔ لیکن اس سے اپنی صنعتوں کی ترقی کو اس حد تک بلند کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تیار شدہ اشیا ملک کی بنیادی مصنوعات کی جگہ لے لیں۔

4. معاشی نظام (Economic System)

معاشی نظام اور تاریخی منظر بھی معاشی ترقی میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ ایک وقت وہ بھی تھا جب کسی ملک میں سستی معیشت ہو سکتی تھی اور پھر بھی معاشی ترقی حاصل کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی تھی۔ انگلینڈ کی معیشت بالکل وہی تھی جس میں کم سے کم حکومتی مداخلت تھی اور پھر بھی اس نے ایک طویل عرصے میں مسلسل ترقی کی۔ آج کل مختلف عالمی صورت حال ہے۔ اب کسی ملک کے لیے انگلینڈ کی ترقی کے راستے پر بڑھنا مشکل ہو گا۔ در حقیقت موجودہ دور کے تیسری دنیا کے ممالک خاص کر ہندوستان کو اپنی ترقی کا راستہ خود تلاش کرنا ہو گا۔ وہ سستی معیشت کو اپنا کر زیادہ ترقی کی امید نہیں کر سکتے۔ مزید یہ کہ یہ ممالک استعماری استحصال یا غیر ملکی تجارت کے ذریعے ترقی کے لیے درکار وسائل اکٹھا نہیں کر سکتے۔ اب ان کے سامنے دو ہی راستے ہیں سب سے پہلے وہ ترقی کے سرمایہ دارانہ راستے پر گامزن ہو سکتے ہیں جس کے لیے ریاست کے عقلی مداخلت پسندانہ کردار کی مدد سے ایک موثر مارکیٹ سسٹم کی ضرورت ہو گی۔ ان کے لیے دوسرا راستہ معاشی منصوبہ بندی کا ہے۔ چین میں معاشی منصوبہ بندی کی تازہ ترین تجربات کے متاثر کن نتائج سامنے آئے ہیں۔ لہٰذا سابقہ سویت یونین اور سابقہ مشرقی یورپی سوشلسٹ ممالک میں معاشی منصوبہ بندی کی ناکامی سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط ہو گا کہ ایک منصوبہ بند معیشت میں اندرونی طور پر ناکامیاں ہوتی ہیں جو معاشی ترقی کو روکتی ہیں۔

معاشی ترقی میں غیر معاشی عوامل

تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ معاشی ترقی میں معاشی عوامل کی طرح غیر معاشی عوامل بھی مساوی اہمیت رکھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل میں ہم معاشی ترقی میں حائل غیر معاشی عوامل کا جائزہ لیں گے

1. انسانی وسائل (Human Resources)

انسانی وسائل کو معاشی ترقی میں بہت ہی اہم عامل سمجھا جاتا ہے۔ اشیا کی تیاری اور پیدائش کے لیے محنت کا ایک بڑا اہم رول ہوتا

ہے۔ ملک میں اگر محنت باصلاحیت اور ہنر مند ہے تو معاشی ترقی اور نمو میں اس کا حصہ اونچا ہو گا۔ ناخواندہ نامعقول غیر ہنر مند بیمار زدہ توہم پرست لوگوں کی عام طور پر پیداواری صلاحیت کم ہوتی ہے اور وہ ملک میں ترقیاتی کاموں کے لیے کچھ بھی کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ انسانی وسائل کا اگر صحیح استعمال نہ ہو تو آبادی اثاثے کے بجائے بوجھ بن جاتی ہے۔ ہندوستان کو چاہیے کہ ان تمام عناصر پر توجہ دے۔

2. **تکنیکی جانکاری اور عام تعلیم** (Technical Know-How and General Education)

اس میں کبھی شک نہیں کیا گیا کہ تکنیکی معلومات کی سطح کا ترقی کی رفتار پر براہ راست اثر پڑتا ہے۔ جوں جوں سائنس اور تکنیکی علم ترقی کرتا ہے انسان پیداوار کی زیادہ جدید ترین تکنیکوں کو دریافت کرتا ہے جو پیداواری سطح کو مسلسل بڑھاتی ہے۔ شمپیٹر تاجروں کی اختراعات سے بہت زیادہ متاثر ہوا اور اس نے سرمایہ دارانہ ترقی کا زیادہ ذمہ دار کاروباری طبقے کے اس کردار کو قرار دیا۔ چونکہ ٹیکنالوجی اب انتہائی ضروری بن چکی ہے اس لیے مزید ترقی کے لیے ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اگر جدید دور میں ہندوستان اس سرگرمی کو نظر انداز کرتا ہے تو اسے صنعتی پسماندگی کی صورت میں بھاری قیمت چکانا پڑے گی۔ Robert M. Solow نے مشاہدہ کیا ہے کہ ریاست ہائے متحدہ میں فی آدمی گھنٹے پیداوار میں اضافے میں تعلیم کا کردار 1909 اور 1949 کے دوران کسی بھی دوسرے عنصر سے زیادہ تھا۔ T. W. Schultz, A.K. Sen اور کچھ دوسرے لوگوں نے حالیہ برسوں میں معاشی ترقی کے لیے انسان میں سرمایہ کاری کے تعاون پر زور دیا ہے۔ تاہم ان سب کو اس کے مقداری پیمائش کافی مشکل لگتی ہے اور درحقیقت اس سلسلے میں اب تک جو بھی نتائج سامنے آئے ہیں وہ عارضی ہیں۔ لہٰذا تکنیکی تعلیم پر زور دیا جانا چاہیے۔ مثلاً انٹرنیٹ کا تعارف آج کل کے جدید زمانے میں ایک بڑی ایجاد ہے جس سے انفارمیشن اور ٹیکنالوجی کی دنیا میں ایک بڑا انقلاب رونما ہوا ہے۔ ہندوستان کی ہر ریاست ہر گاؤں میں انٹرنیٹ کی سہولت دینی ہو گی تاکہ کوئی بھی علاقہ غیر ترقی یافتہ نہ رہے۔

3. **سیاسی آزادی** (Political Freedom)

موجودہ دور کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے کوئی بھی جان سکتا ہے کہ ترقی اور غیر ترقی کی سرگرمیاں ایک دوسرے سے مربوط اور ملی ہوئی ہے اور انہیں علاحدہ اور الگ کر کے دیکھنا غلط ہو گا۔ ہندوستان پاکستان بنگلہ دیش سری لنکا ملیشیا کینیا اور دیگر چند مالک جو ماضی میں برطانیہ کی نوآبادیاں رہی ہیں ان کی نسبت رفتار ترقی انگلینڈ کی ترقی سے جڑی ہوئی تھی۔ انگلینڈ نے ان ممالک کا بری طرح اور اندھادھن استحصال کیا اور ان کے معاشی فاضلات کے ایک بڑے حصے سے مستفید ہوتا رہا۔

دادابھائی نوروجی نے بھی اپنی مستند تصنیف ہندوستان میں غریبی اور برٹش رول میں صاف صاف بیان کیا ہے کہ برٹش حکومت کے دور میں ہندوستان سے دولت کی منتقلی غریبی میں اضافے کی ایک وجہ تھی اور اس کے نتیجے میں معاشی ترقی ٹھپ ہو کر رہ گئی۔ کئی ممالک جو برطانوی نوآبادیات تھیں آزاد ہوئیں اور اب وہ سیاسی آزادی کے ثمرات سے مستفید ہو رہے ہیں اور وہ ممالک جو سیاسی آزادی کو حاصل کیے ہیں ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا درست ہو گا کہ کسی بھی معاشی ترقی میں سیاسی آزادی ایک اہم شرط ہو سکتی ہے۔

4. سماجی تنظیم (Social Organization)

ترقی کے پروگراموں میں عوام کی شرکت نمو کی رفتار کو تیز کرنے کے لیے ایک بنیادی اور ضروری شرط ہے۔ تاہم لوگ ترقی کی سرگرمیوں میں اسی وقت دلچسپی دکھاتے ہیں جب انہیں یہ محسوس ہو کہ ترقی کے ثمرات کی منصفانہ تقسیم ہو گی۔ کئی ایک ممالک کے تجربات یہ بتاتے ہیں کہ جب کبھی بھی ناقص سماجی تنظیم سماج کے اعلیٰ طبقے کے لوگوں کو ترقی کے فائدوں کو سمیٹنے کا موقع فراہم کرتی ہے تو عوام حکومت کی ترقی کے پروگراموں سے بے حسی اور بے تعلقی دکھاتی ہے۔ ان حالات میں حکومت کے شروع کردہ ترقی کے پروجیکٹوں میں عوام کی شرکت کی امید رکھنا فضول ہے۔

ترقی کی منصوبہ بندی کی پوری مدت کے دوران ہندوستان کا تجربہ ایک مثال ہے۔ صنعتوں میں عدم استحکام کی ترقی اور جدید شعبے میں معاشی قوت کا ارتکاز ایک غیر متنازعہ حقیقت بن گیا ہے۔ مزید براں نئی ذرائع حکمت عملی نے کسانوں کے امیر طبقے کو جنم دیا ہے جس نے دیہی علاقوں میں وسیع پیمانے پر تفاوت پیدا کیا۔ زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حقائق یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ ہندوستان کی سماجی تنظیم غیر منصفانہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ لہذا یہ کوئی حیران کن بات نہیں کہ اس ملک میں ترقیاتی منصوبندی کے حوالے سے وسیع پیمانے پر بے حسی پائی جاتی ہے۔ لہذا ان اداروں کا جمہوری طرز اور عوامی شرکت کو منصفانہ بنانے کی ضرورت ہے۔

5. رشوت (Corruption)

رشوت خوری بھی ملکی معاشی ترقی اور نمو میں رکاوٹ بنتی ہے اور ملک کے وسائل کو برباد کر دیتی ہے۔ لہذا معاشی ترقی میں اضافے کے لیے ملک کو رشوت خوری سے آزاد ہونا ضروری ہے تاکہ ہر کوئی یکساں مواقع حاصل کر سکے۔

6. رویوں میں تبدیلیاں

ترقیاتی سرگرمی کوئی میکانیکل عمل نہیں ہے۔ کسی بھی ملک میں معاشی نمو کی رفتار کا انحصار بڑی حد تک لوگوں کی ترقی کی خواہش اور رویے پر منحصر ہوتی ہے۔ اگر کسی ملک میں لوگوں کے شعور کی سطح کم ہے اور عوام غریبی کو اپنی قسمت سمجھ کر قبول کرتے ہیں تو وہاں ترقی کی امید کم ہو گی۔

13.5 مستدام یا پائدار ترقی (Sustainable Development)

معاشی ترقی جو ہم نے ابھی تک حاصل کی ہے اس کے لیے ہمیں بھاری قیمت چکانی پڑی یعنی ماحولیاتی معیار کی صورت میں۔ اب جب کہ ہم عالمگیریت کے دور میں داخل ہو چکے ہیں جس سے اعلی معاشی نمو کے بارے میں بڑی توقعات وابستہ کی جاتی ہیں اس لیے ہمیں یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ترقی کی راہ سے گزرتے ہوئے اپنے ماحول پر کوئی خراب نتائج مرتب نہ ہوں اور شعوری طور پر پائدار ترقی کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

ماحول اور معیشت ایک دوسرے پر منحصر ہیں اور دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔ لہذا وہ ترقی جو ماحول پر اس کے رد عمل یعنی بالواسطہ اثر کو نظر انداز کر دیتی ہے وہ اس ماحول کو تباہ کر دے گی جو زندگی کی مختلف شکلوں کو سہارا دیتا ہے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے

کہ مستدام ترقی اپنائی جائے ترقی جس میں بعد کی نسلوں کے لیے اوسط معیار زندگی کا امکان ہو سکتا ہے یعنی کم سے کم اتنا جتنا کہ موجودہ نسلیں اس سے استفادہ کر رہی ہیں۔ پائدار ترقی کے تصور کے بارے میں ماحول اور ترقی پر اقوام متحدہ کی کانفرنس میں زور دیا گیا تھا جس میں اس کی کی تعریف ایسی ترقی کے طور پر گئی تھی جو موجودہ نسلوں کی ضرورت کو بعد کی نسلوں کی ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی اہلیت سے سمجھوتا کیے بغیر پورا کرتی ہے۔

پائدار ترقی کا تصور پہلی مرتبہ 1980 میں عالمی تحفظ حکمت عملی (World Conservation Strategy) میں استعمال کیا جسے قدرت اور قدرتی وسائل تحفظ بین الاقوامی یونین نے پیش کیا۔ Brundtland رپورٹ نے پائدار ترقی کے تصور کو عام استعمال کے لیے پیش کیا۔

برنٹ لائن کمیشن نے بعد کی نسلوں کے تحفظ پر زیادہ زور دیا ہے۔ یہ ماہرین کی ماحولیات کی دلیل کے عین مطابق ہے جو زور دیتے ہیں کہ ہماری اخلاقی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم کرہ ارض کو آنے والے نسلوں کو بہتر حالات میں سونپے یعنی موجودہ نسلوں کو بعد کی نسلوں کے لیے بہتر ماحول منتخب کرنا چاہیے کم سے کم ہمیں اگلی نسلوں کے لیے زندگی کے اثاثوں کا ذخیرہ اس حالت میں چھوڑنا چاہیے جیسا کہ ہم نے خود وراثت میں پایا ہے۔

13.5.1 ہندوستان کی ترقی میں پائیداری کے تقاضے

معاشی ترقی کا حصول کسی ملک کے لیے ضروری عنصر ہے۔ تاہم، اگر یہ ماحول کی قیمت پر آتا ہے، تو یہ مجموعی نتائج کو متاثر کر سکتا ہے. لہٰذا، ہندوستان جامع ماحولیاتی نظام کے تحفظ پر اپنے موقف کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے معاشی نقطہ نظر اور ہدف کو تیار کر رہا ہے۔ تاہم، کچھ ایسے مسائل ہیں جو ہندوستان کی پائیدار ترقی کے لیے خطرہ ہیں۔ ان مسائل میں سے کچھ یہ ہیں:

A. ماحولیاتی مسائل

a. حیاتیاتی تنوع کا نقصان

b. ہمالیائی شہری کاری

c. کچرے کے انتظام کا فقدان

d. وسائل کی کمی

e. ہوا کے معیار کے مسائل

f. ماحولیات کا انحطاط

g. ماحولیاتی نظام میں رکاوٹ

B. معاشی مسائل

a. کم فی کس آمدنی

b. کثیر آبادی کا انحصار

c. بھاری آبادی

d. بے روزگاری

e. صنعتوں کی کمی

f. ناقص انسانی سرمایہ

C. سماجی مسائل

a. بدعنوانی

b. ناخواندگی

c. غربت

d. خواتین کی حفاظت

e. سینیٹائزیشن

f. تعلیم کی کمی

g. صحت کی دیکھ بھال کے مسائل

D. ثقافتی مسائل

a. ذات پات کا نظام

b. صنفی عدم مساوات

c. اشتراکیت

d. بچوں کے ساتھ بدسلوکی

یہ وہ چند مسائل ہیں جنھیں ہندوستان مناسب اقدامات کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

13.5.2 پائیدار ترقی کے اہداف (Sustainable Development Goals-SDGs)

پائیدار ترقی کے اہداف کو SDGs کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، جسے اقوام متحدہ نے 2015 میں اپنایا تھا۔ یہ خیال کرہ ارض کی

حفاظت، غربت کے خاتمے، اور 2030 تک لوگوں کو خوش حالی اور امن سے لطف اندوز ہونے کو یقینی بنانے کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ 17 SDGs ہیں، اور وہ اہداف ہیں:

1. کوئی غربت نہیں۔
2. صفر بھوک
3. اچھی صحت اور تندرستی
4. معیاری تعلیم
5. صنفی مساوات
6. صاف پانی اور صفائی
7. سستی اور صاف توانائی
8. معقول کام اور معاشی ترقی
9. صنعت، اختراع اور بنیادی ڈھانچہ
10. عدم مساوات میں کمی
11. پائیدار شہر اور کمیونٹیز
12. ذمہ دار صرف اور پیداوار
13. موسمیاتی کارروائی
14. پانی کے نیچے زندگی
15. زمین پر زندگی
16. امن اور انصاف کے مضبوط ادارے
17. مقصد کے حصول کے لیے آپسی شراکتیں۔

13.5.3 پائیدار ترقی اور ہندوستان (Sustainable Development and India)

ہندوستان نے تمام 17 اہداف کو حاصل کرنے اور اپنی ترقی کو برقرار رکھنے کے لیے مختلف اقدامات کیے ہیں۔ کچھ فعال اقدامات صفائی اور صفائی کے لیے سوچھ بھارت مشن ہیں۔ اور ماحول کو سرسبز رکھنے کے لیے گرین اسکل ڈیولپمنٹ پروگرام، نمامی گنگے پروگرام، کیمپا، اور نیشنل مشن فار گرین انڈیا، قدرتی وسائل اور ماحولیاتی نظام کے تحفظ پر قومی دریا کے تحفظ کے پروگرام اور اسکیمیں بھی ہیں۔

ہندوستان پائیدار ترقی کے نقطہ نظر کو نافذ کرنے کے لیے اہم اقدامات کر رہا ہے۔2015 سے، ہندوستانی حکومت نے SDGs کو حاصل کرنے کے لیے کئی موثر اور فلیگ شپ پروگرام شروع کیے ہیں۔ سب سے بڑھ کر، ہندوستان نے ہمیشہ مختلف اسٹیک ہولڈرز کو شامل کرکے پائیدار ترقی کے خیال کی حمایت کی ہے۔

13.5.4 پائیدار ترقی کے مقاصد (Objectives of Sustainable Development)

آمدنی یا نمو میں اضافہ: معاشرے کے تمام طبقات کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے مقصد کے لیے پائیدار ترقی ہوتی ہے۔ معیار زندگی کو بلند کرنے میں صحت تعلیم عوامی زندگی میں شمولیت صاف ماحول اور آئندہ نسلوں کے لیے مساوات کو فروغ دینا شامل ہوتا ہے۔

تسلسل کے ساتھ ترقی: پائیدار ترقی کے تحت طبعی انسانی اور قدرتی سرمائے کا تحفظ اور استفادہ احتیاط کے ساتھ کیا جاتا ہے موجودہ اور آئندہ ترقی دونوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔

تنزلی سے بچاؤ: ترقی کے سبب ماحولیاتی تنزلی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اس پستی کے سبب معیار زندگی متاثر ہوتا ہے۔ ترقی سے طویل مدت میں پیداوریت کو کم نہیں ہونا چاہیے۔ اس سے مراد آلودگی پر قابو پانا ہوتا ہے۔ پائیدار ترقی کے لیے زمین پانی ہوا اور مٹی کے معیار کو برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ معاشی ترقی پر موجودہ فیصلے آئندہ نسلوں کے معیار زندگی کی توقات کو کمزور یا نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔

حیاتیاتی تنوع کا تحفظ: پائیدار ترقی حیاتیاتی تنوع کے تحفظ کو اولین ترجیح دیتی ہے تاہم پیداواری عمل کو حیاتیاتی تنوع سے جوڑا جاتا ہے۔

13.5.5 پائیدار ترقی کی اہمیت (Importance of Sustainable Development)

اقوام متحدہ (U.N) نے 2005 تا 2015 کی مدت کو "پائیدار ترقی کی تعلیم کا دہا" اس کی عالمی سطح پر اہمیت کے پیش نظر کہا۔

برتاؤ میں تبدیلی: پائیدار ترقی کا تصور عوام کے برتاؤ میں تبدیلی پیدا کرتا ہے قدرت کو غلط سمجھنے کے بجائے اس کا تحفظ اور بچاؤ کرنا چاہیے جس سے ہماری ضروریات کی اہمیت کی تکمیل کے لیے قدرتی وسائل کے استفادے کے لیے برتاؤ میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور حرص ولالچ کا احساس دور ہوتا ہے۔

ماحول دوست ایجادات: یہ صرف ماحول دوست طریقوں اور ایجادات برائے معاشی ترقی کو حوصلہ دیتا ہے۔

معاشی امور کی تحدیدات: یہ ماحول میں جذب ہونے کی صلاحیت کے حدود کے اندر معاشی امور کے حدود کا تعین کرتا ہے۔

مستقبل کی ترقی: یہ ماحول کا تحفظ کرتے ہوئے آئندہ نسلوں کی معاشی خوش حالی کو یقینی بناتا ہے۔

حکومتی سرگرمیوں کے وسط میں اضافہ: پائیدار ترقی حکومت کو اہم رول حوالے کرتی ہے قابل برقرار ترقی کے تحت حکومت کے امور بشمول 1. کمیونٹی شمولیت 2. غیر مذہبی ترغیب 4. نئی پالیسی اور انتظامی میکنزم کی تخلیق اور 5.NGOs اور ماحولی کارکن کی ہمت افزائی کی جاتی ہے۔

نمو کی نئی شکل: معیار زندگی کی مناسبت سے معاشی نمو کے مفہوم کو پائیدار ترقی نئے اصطلاح دے گی۔

حیاتی تنوع کا تحفظ: حیاتی تنوع کی اہمیت کی تصدیق پائیدار ترقی کے ذریعے ہوتی ہے۔ انسانی حیاتیاتی تنوع کے برقراری اور تحفظ پر انحصار ہوتا ہے یا ایسی پالیسیوں کو اہمیت دیتی ہے جو درج ذیل پر قابو پاسکے 1. ماحولیاتی تنزلی پستی 2. آلودگی 3. قدرتی وسائل کا ضرورت سے زیادہ استعمال 4. نباتات اور حیوانات میں کمی اور 5 عالمی ماحولیاتی تفاوت۔

وسائل کا بچاؤ: وسائل کو بچا کر رکھنے اور اس کے تسلسل کی ضرورت کو بار بار دہرانے پر پائیدار ترقی زور دیتی ہے۔ یہ وسائل کے دوبارہ پیدا ہونے کو حوصلہ بخشتی ہے۔

قابل بر قرار ترقی سماجی اور محولیاتی نظام میں توازن بر قرار رکھتی ہے۔

قدرت کی اہمیت کا یقین کرنا: قابل بر قرار ترقی تمام Stakeholders کو قدرت کی اہمیت کا یقین دلانے میں مدد کرتی ہے۔ یہ کرہ ارض صرف انسانوں کے لیے بنایا گیا نہیں ہے بلکہ تمام جاندار اجسام اس کے استفادے کے مستحق ہوتے ہیں۔ تمام پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس کا تحفظ کرنا چاہیے اور آئندہ نسلوں کو حوالے کرنا چاہیے۔

13.6 اکتسابی نتائج (Keywords)

- طلبہ معاشی ترقی اور نمو کے درمیان فرق کریں گے اور ملکی معاشی ترقی اور نمو کو کیسے بڑھا سکتے ہیں حکمت عملیوں کے بارے میں سوچیں گے۔
- طلبہ ماشی ترقی میں رکاوٹ بننے والے عوامل کے بارے میں جانیں گے۔۔
- طلبہ معاشی ترقی کے معاشی عوامل اور غیر معاشی عوامل کیا ہے ان کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔
- طلبہ تحفظ پسندانہ ترقی یا قابل بر قرار ترقی کیا ہے اس کے تصور کو بہتر طور پر جان سکیں گے۔
- طلبہ قابل بر قرار ترقی حاصل کرنے اور ملک کے وسائل کو بچانے کی کوشش کریں گے۔

13.7 فرہنگ (Glossary)

تشکیل اصل　:Capital Formation–اصل کے جمع کرنے کا عمل۔

معاشی استحکام　:Economic Stability–معیشت میں افراطی حالت کا نہ پایا جانا قیمتوں میں استحکام۔

خود انحصاری　:Self Reliance–ملک کا خود پر انحصار ہونا درامدات کے بجائے برامدات کرنا۔

13.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

13.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ------- کے مطابق معاشی نمو کے معنی زیادہ پیداوار کے ہیں۔

2. معاشی نمو ایک مسلسل عمل ہے جس کے ذریعے ملکی پیداواری صلاحیت میں ایک مدت کے دوران اضافہ ہوتا ہے اور قومی پیداوار اور آمدنی کی سطح بھی بڑھتی ہے کس نے کہا۔

(a) کینڈل برگر (b) میکال پی ٹوڈائرو

(c) سائمن کزنٹ (d) شمپیٹر

3. اقوام متحدہ نے کون سی مدت کو قابل بر قرار ترقی کی تعلیم کا دہا کہا:

(a) 2004تا2015 (b) 2005تا2015

(c) 2012تا2015 (d) 2003تا2014

4. ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ترقی مستقبل کے نسلوں کے لیے وسائل کو بچا کر رکھتی ہے۔

5. ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ترقی سماجی اور محولیاتی نظام میں توازن پیدا کرتی ہے۔

6. کون سے سال تک پائیدار ترقی حاصل کرنے کرنے کا ہدف رکھا گیا ہے؟

(a) 2045 (b) 2030

(c) 2040 (d) 2015

7. مندرجہ ذیل میں سے کون سا عام سماجی مسئلہ ہے جو معاشی ترقی کو متاثر کر سکتا ہے؟

(a) کم ٹیرف رکاوٹیں (b) اعلی خواندگی کی شرح

(c) آمدنی میں عدم مساوات (d) موثر پبلک ٹرانسپورٹ

8. ایک فرد کی آمدنی کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آمدنی کہتے ہیں

9. ترقی کے اہداف کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بھی کہا جاتا ہے:

(a) SDGs (b) MDGs

10. آبادی کے اعتبار سے ہندوستان کا کون سا مقام ہے؟

(a) پہلا (b) دوسرا

(c) تیسرا (d) چوتھا

	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
جوابات	Kindle Berger	b	b	پائیدار ترقی	پائیدار ترقی	a	e	فیکس آمدنی	a	a

13.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. معاشی نمو کی تعریف کریں۔

2. معاشی ترقی سے کیا مراد ہے؟

3. جدید کاری کسے کہتے ہیں؟

4. انسانی وسائل سے کیا مراد ہے؟

5. پائیدار ترقی کے تصور کو سمجھائیں۔

13.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. معاشی نمو اور معاشی ترقی کے تصورات کی تشریح کریں اور ان میں کیا فرق ہے بیان کریں۔

2. معاشی ترقی کے مقاصد بیان کریں

3. معاشی ترقی میں رکاوٹ ڈالنے والے عوامل کون سے ہیں؟

4. معاشی ترقی کو حاصل کرنے کے لیے معاشی اور غیر معاشی عوامل کون سے ہیں؟

5. ترقی کے لیے پائیدار ترقی کیوں اہم ہے۔ تفصیلی جائزہ لیں۔

13.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Gupta, R. (2023). *Indian Economic Development: A Textbook for Class XII*. Geeta Publishing House.
2. Puri, V. K., & Mishra, S. K. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.
3. Rai, D. (2017). *Indian Economic Development*. Educational.

اکائی 14: آمدنی اور دولت کی تقسیم میں عدم مساوات

(Inequality in Income and Wealth Distribution)

اکائی کے اجزا:

14.0 تمہید (Introduction)

14.1 مقاصد (Objective)

14.2 ہندوستان کے تناظر میں آمدنی اور دولت کی عدم مساوات
(Income and Wealth Inequality in the Context of India)

14.3 ہندوستان میں آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کے اسباب
(Causes of Inequalities in Income and Wealth in India)

14.4 آمدنی اور دولت کی عدم مساوت کو کم کرنے کے اقدامات
(Measures to Reduce Inequality in Income and Wealth)

14.5 ہندوستان میں عدم مساوات (Trends of Inequality in India)

14.6 آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کے اثرات
(Consequences of Income and Wealth Inequality)

14.7 خلاصہ (Summary)

14.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

14.9 فرہنگ (Glossary)

14.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

14.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

14.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

14.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

14.11 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

14.0 تمہید (Introduction)

سابقہ اکائی میں ہم نے معاشی نمو اور معاشی ترقی کے معنی مفہوم اور ان کے درمیان فرق ان کے تصورات اور ان کے مقاصد کے بارے میں پڑھا تھا اور ساتھ ہی معاشی نمو اور معاشی ترقی کے درمیان رکاوٹ بننے والے عوامل اور اس رکاوٹ کو دور کرنے والے معاشی اور غیرہ معاشی عوامل کے بارے میں پڑھا۔ آخر میں ہم نے مستدام ترقی کے تصور اور موجودہ دور میں اس کی اہمیت کا جائزہ بھی لیا۔ اس اکائی میں ہم آمدنی اور دولت کی تقسیم میں عدم مساوات، اس کے اسباب، نتائج اور اصلاحی اقدامات کے بارے میں پڑھیں گے۔

14.1 مقاصد (Objective)

طلبا اس باب کے مطالعے کے بعد

- آمدنی اور دولت کی تقسیم میں عدم مساوات کے تصور کو سمجھیں گے۔
- آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کے اسباب کیا ہیں اور اس سے کیا نتائج حاصل ہوتے ہیں اس کو بہتر طور پر سمجھ سکیں گے۔
- طلبا آمدنی اور دولت کی تقسیم میں عدم مساوات کو کیسے دور کر سکتے ہیں اس کے اصلاحی اقدامات کیا ہے اس پر روشنی ڈال سکتے ہیں۔
- طلبا ہندوستان میں آمدنی اور دولت کی تقسیم میں عدم مساوات کی نوعیت کیا ہے اس کے بارے میں جان سکیں گے اور آمدنی اور دولت کی عدم مساوات کے اعتبار سے ملک کی موجودہ صورت حال کیا ہے یہ جاننے کی کوشش کریں گے اور ساتھ ہی طلبا ملک میں آمدنی اور دولت کی عدم مساوات کو کم کرنے کے حکمت عملیاں کیا ہیں ان کو سمجھیں گے۔

14.2 ہندوستان کے تناظر میں آمدنی اور دولت کی عدم مساوات

(Income and Wealth Inequality in the Context of India)

معنی اور مفہوم (Meaning and Definition)

ہندوستان سال 2023 میں آبادی کے اعتبار سے دنیا کا پہلا ملک بن چکا ہے۔ ماہرین کی توقع تھی کہ سال 2045 تک ہندوستان چین کو پیچھے چھوڑ کر آبادی کے اعتبار سے پہلا ملک بنے گا لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ پچھلے سال ہی اس نے آبادی میں اضافے کے اعتبار سے اولین مقام حاصل کر لیا۔ اس بھاری آبادی والے ملک میں ایک سنگین مسئلہ آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کا ہے کیونکہ ہندوستان میں آمدنی اور دولت کی تقسیم مساوی نہیں ہے۔ کوئی زیادہ امیر تو کوئی بہت زیادہ غریب ہے۔ امیر اور غریب کے درمیان خلا بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ اسی خلا کو آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کہا جاتا ہے۔ ہندوستان میں امیر طبقہ اور امیر اور غریب طبقہ اور غریب بنتا جا رہا ہے۔

1. آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کی پیمائش

لوریز خط (Lorenz Curve) کے ذریعے ہم دولت اور آمدنی میں عدم مساوات کی پیمائش کر سکتے ہیں۔ معاشیات میں، لوریز خط آمدنی یا دولت کی تقسیم کی تصویری نمائندگی ہے۔ اسے میکس او لوریز نے 1905 میں دولت کی تقسیم کی عدم مساوات کی نمائندگی کرنے کے لیے

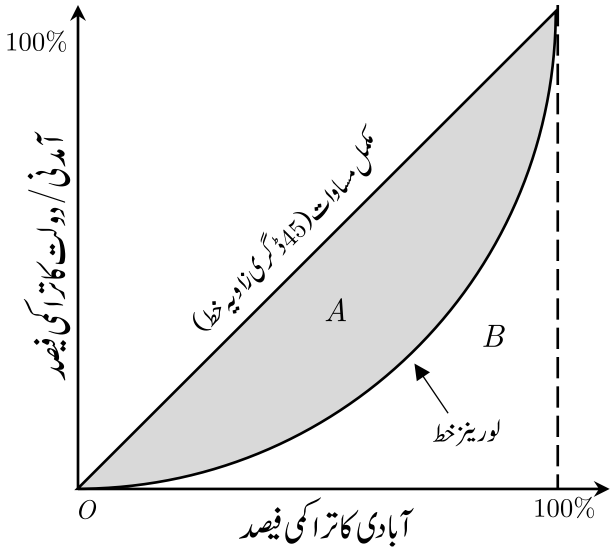

تصویر 14.1: لورینز خط

وضع کیا تھا۔ لورینز خط ایسا خط ہے جو معاشرے کے اندر آمدنی یا دولت کی تقسیم کو واضح کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ آبادی کے تراکمی فیصد (Cumulative Percentage) کو X محور پر اور آبادی کی ملکیت میں آمدنی یا دولت کی تراکمی فیصد کو Y محور پر دکھایا جاتا ہے۔

مبدا سے 45 ڈگری خط مکمل مساوات کی نمائندگی کرتا ہے جس پر آبادی کا ہر فیصد آمدنی کے برابر فیصد کا مالک ہے۔ اگر ہر فرد کی بالکل یکساں آمدنی ہوتی تو لورینز خط اس خط پر پڑے گا۔ لورینز خط آمدنی کی اصل تقسیم کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ عام طور پر مکمل مساوات خط کے نیچے ہوتا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آمدنی کی تقسیم مساوی نہیں ہے۔ لورینز خط مکمل مساوات خط سے جتنا دور ہوگا، آمدنی کی تقسیم میں عدم مساوات اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ مکمل مساوات خط اور لورینز خط کے درمیان کا رقبہ عدم مساوات کی ڈگری کو ظاہر کرتا ہے۔ بڑا رقبہ زیادہ عدم مساوات کی نشاندہی کرتا ہے۔ تصویر 14.1 میں لورینز خط کو دکھایا گیا ہے۔

جینی اشاریہ (Gini Coefficient) عدم مساوات کا ایک اور پیمانہ ہے جسے لورینز خط سے اخذ کیا جاتا ہے۔ یہ آبادی کے اندر آمدنی یا دولت کی تقسیم میں عدم مساوات کی مقداری پیمائش کرتا ہے۔ تصویر 14.1 میں مکمل مساوات خط اور لورینز خط کے بیچ کے رقبے کو A سے دکھایا گیا ہے۔ لورینز خط کے نیچے کے رقبے کو B سے دکھایا گیا ہے۔ رقبہ A کو رقبہ $A + B$ سے تقسیم کرکے جینی اشاریہ کو اخذ کیا جاسکتا ہے۔

14.3 ہندوستان میں آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کے اسباب

(Causes of Inequalities in Income and Wealth in India)

منصوبہ بند مدت کے دوران ہندوستان میں آمدنی کی تقسیم ملک کی عوام کے 20 فیصد اونچے طبقے کے افراد کے حق میں زیادہ ہوئی نچلے طبقے کی 40 فیصد عوام کے حصے میں قومی آمدنی کا صرف 60 فیصد آسکا۔ نویں دہے کے درمیانی مدت میں اونچے طبقے اور نچلے طبقے کی آبادی میں آمدنی کا فرق تقریباً پانچ گنا تھا۔ عالمی ترقیاتی اشارے برائے سال 2013 کے مطابق 100 متمول ہندوستانیوں کی نقد مالی اثاثوں کی مالیت ہندوستان کی خام ملکی پیداوار کے چھ فیصد سے بھی بلند پائی گئی۔ تمام منصوبہ بند مدت میں ہندوستان میں آمدنی کی عدم مساوات کو کم نہیں کیا جا سکا۔ معاشی اصلاحات کی بعد کی مدت میں بالخصوص آخری حصے میں آمدنی کی عدم مساوات میں مزید اضافہ اور بگاڑ پیدا ہوتا گیا۔ سال 2011 میں ملک کی 54% دولت پر کروڑ پتیوں کا کنٹرول ہے، جو کہ نومبر 2016 تک روس کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ امیر ترین 1% ہندوستانی 58% دولت کے مالک ہیں، جب کہ 10% امیر ترین ہندوستانی 80% دولت کے مالک ہیں۔ اس رجحان میں مسلسل اضافہ ہوا ہے، یعنی امیر

غریبوں کے مقابلے میں بہت تیزی سے امیر ہو رہے ہیں، آمدنی کا فرق بڑھ رہا ہے۔

آکسفیم انڈیا کی 2023 کی رپورٹ، "سروائیول آف دی رچسٹ: انڈیا اسٹوری(Survival of the Richest: India Story)کے مطابق صرف 5 فیصد ہندوستانی ملک کی 60 فیصد سے زیادہ دولت کے مالک ہیں، جب کہ نچلی 50 فیصد آبادی کے پاس صرف 3 فیصد دولت ہے۔ اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ 2012 اور 2021 کے درمیان، ہندوستان میں پیدا ہونے والی 40% دولت کل آبادی کے صرف 1% کے پاس گئی ہے اور 3% دولت نچلے 50% کے پاس ہے۔ بھوکے ہندوستانیوں کی تعداد 2022 میں بڑھ کر 350 ملین ہو گئی جو 2018 میں 190 ملین تھی، جب کہ ارب پتیوں کی تعداد 2020 میں 102 سے بڑھ کر 2022 میں 166 ہو گئی ہے۔ کوویڈ وبائی بیماری نے غریبوں کی آمدنی کم کر دی، لیکن امیروں کی آمدنی میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ ہندوستان کے 100 امیر ترین افراد کی مشترکہ دولت اب 600 بلین ڈالر سے زیادہ ہے، جو کہ ہندوستان کے 18 ماہ کے مرکزی بجٹ کے برابر ہے۔ سپریم کورٹ آف انڈیا میں مرکزی حکومت کی اپنی عرض داشت کے مطابق، 2022 میں 5 سال سے کم عمر کے بچوں کی 65 فیصد اموات وسیع پیمانے پر بھوک کی وجہ سے ہوئی ہیں۔

مذکورہ بالا شواہد صاف ظاہر کرتے ہیں کہ ہندوستان میں آمدنی میں واضح عدم مساوات موجود ہے۔ اس عدم مساوات کی بنیادی وجوہات کو درج ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

1. زمین کی ملکیت میں عدم مساوات اور دیہی شعبے میں دولت کا ارتکاز

آزادی کے فوراً بعد زمینداری نظام کو ختم کر دیا گیا پھر بھی زمین کی ملکیت کا ارتکاز نہیں ٹوٹ سکا۔ دو ہیکٹر سے کم اراضی والے چھوٹے کسان ہندوستان کے تمام کسانوں کا 86.2% ہیں، لیکن 10 ویں زرعی مردم شماری 16-2015 کے مطابق، وہ صرف 47.3% فصل کے رقبے کے مالک ہیں۔ اس کے مقابلے میں، 10-2 ہیکٹر کے درمیان اراضی کے مالک نیم متوسط اور درمیانے درجے کے کاشتکار تمام کسانوں کا 13.2 فیصد ہیں، لیکن فصل کے رقبے کے 43.6 فیصد کے مالک ہیں۔ لہٰذا تمام ماہرین کا خیال ہے کہ دیہی شعبے میں آمدنی میں عدم مساوات کی بڑی وجہ زمین اور دیگر اثاثوں کی مرتکز ملکیت ہے۔ امیر کسان اور امیر بنتے جارہے ہیں اور غریب کسان اور غریب بنتے جارہے ہیں۔

2. خانگی کارپوریٹ سیکٹر میں اثاثوں کا ارتکاز

بڑے صنعت کاروں کے ہاتھوں میں معاشی دولت اور طاقت کا انتہائی ارتکاز ہے اور وہ وقت کے ساتھ ساتھ بڑے پیمانے پر اثاثے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ان کی کوششوں میں بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں سے مالیت کی آسان دستیابی سے انہیں مدد مل جاتی ہے جس کی وجہ سے ان کے اثاثوں اور ملکیت میں بے تحاشہ اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ ایکوٹی کیپیٹل جو مارکیٹ سے اکٹھا کرتے ہیں آسانی سے انہیں دستیاب بھی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کساد بازاری کے دور میں بھی ان کے اثاثے بڑھتے جاتے ہیں۔ نجی کارپوریٹ سیکٹر میں اثاثوں کے ارتکاز سے متعلق شواہد بتاتے ہیں کہ 1950 سے 1971 کے دو دہائیوں کے عرصے میں صرف 1958 اور 1964 کے درمیان نجی شعبے کے کل اثاثوں میں بعض اجارہ داری گروہوں کا حصہ نہیں بڑھ سکا۔ لیکن باقی 14 سالوں میں اثاثے کی ارتکاز کا واضح رجحان رہا اور

1971 اور 1975 کے درمیان ایسا لگتا ہے کہ یہ ان اجارہ دار گروپوں کا حصہ مستقل رہا۔ اس ثبوت کی بنیاد پر تیندولکر کہتے ہیں کہ یہ نتیجہ قابل فہم لگتا ہے کہ نجی کارپوریٹ سیکٹر میں معاشی طاقت کا ارتکاز ترقی پر مبنی مرحلے کے دوران بہترین طور پر کوئی تبدیلی نہیں لایا اور نہ ہی ممکنہ طور پر تنزلی کے مرحلے کے دوران اس میں اضافہ ہوا۔ حکومت کے کنٹرول کے اقدامات اجارہ داری کی رجحانات کو روکنے میں ناکام رہے۔

معاشی اصلاحات کے دور میں یعنی 1991 کے بعد کے عرصے میں بڑے صنعت کاروں کو بڑھتی ہوئی سہولیات اور ترقی کے موقع فراہم کیے جانے کے ساتھ دولت اور معاشی طاقت کے بڑھتے ہوئے ارتکاز کے رجحانات مزید مضبوط ہوئے۔ مثال کے طور پر 31 مارچ 1995 تک 10 سب سے بڑی نجی صنعتی کمپنیوں کے پاس 45830 کروڑ کے مجموعی اثاثے تھے۔ اس کے مقابلے میں 2015 اور 2016 میں صرف ریلائنس انڈسٹری سب سے بڑی نجی شعبے کی کمپنی کے پاس 443087 کروڑ کے اثاثے تھے۔ اس سال میں نجی شعبے کی سب سے اوپر پانچ کمپنیاں اثاثوں کے لحاظ سے ریلائنس انڈسٹریز، ٹاٹا موٹرز، بھارتی ایرٹیل، لارنس اینڈ ٹربو اور ویدانتا تھیں اور ان کے مشترکہ اثاثہ جات 1051710 کروڑ تک تھے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نجی سیکٹر میں دولت کا ارتکاز دن بدن بڑھتے جا رہا ہے اور دولت صرف چند ہاتھوں میں جمع ہو رہی ہے۔ ہندوستان کی یہ صورت حال آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کی ایک اہم اور سنگین صورت حال بن کر رہ جاتی ہے کہ غریب اور غریب امیر اور امیر بنتے چلے جا رہے ہیں۔

3. بڑھتی جاذب سرمایہ ٹیکنالوجی (Rising Capital Intensity of Technology)

ٹیکنالوجی کی ترقی سے ہندوستان میں بھی کافی زیادہ ترقی ہوئی اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن جہاں انفارمیشن ٹیکنالوجی سے ہنر مند افراد کے روزگار میں اضافہ ہوا۔ وہیں غیر ہنر مند افراد کے روزگار میں کمی واقع ہوئی۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے شعبے میں مزدور کے مقابلے میں سرمایہ کاری کے حق میں کام کرنا مناسب سمجھا۔ جس کی وجہ سے ان کے منافع میں اضافہ ہوا۔ لیکن غیر ہنر مند افراد روزگار حاصل نہیں کر سکے اور معیشت بلو کالر اور وائٹ کالر کے درمیان تقسیم ہو کر رہ گئی۔ ہندوستان کی یہ صورت حال ملک میں آمدنی اور دولت کی عدم مساوات کو بڑھانے میں ایک اہم سبب بنی۔

4. افراط زر اور قیمتوں میں اضافہ (Inflation and the Price Rise)

1950 کی دہائی کے وسط سے قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ جس سے محنت کش طبقہ یا مزدور طبقہ، کاشت کار طبقہ، یومیہ اجرت طبقہ، تعمیری مزدور اور مچھیرے کی حقیقی آمدنی ختم ہو رہی ہے جبکہ صنعت کار تاجر بڑے کاشتکار جن کے پاس زیادہ یا فاضل آمدنی ہے مہنگائی کے اس عمل سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ان کی آمدنی کم ہونے کے بجائے بڑھ رہی ہے۔ ہندوستان میں افراط زر کے اس توزیعی اثر کو دور کرنے کے لیے بہت کم کام کیا گیا ہے۔ اور اس کے نتیجے میں آمدنی اور دولت میں مساوات بڑھتی گئی۔

5. قرض کی سہولتوں میں عدم مساوات

ہندوستان کی 50 سے زائد فیصد آبادی آج بھی دیہاتوں میں بستی ہے۔ اور ان کا زیادہ تر کاروبار زرعی پیداوار پر یا کاشت کاری پر منحصر ہوتا ہے۔ لیکن انہیں قرض آسانی سے دستیاب نہیں ہوتا جس کی وجہ سے ان کی پیداوار میں کمی اور آمدنی میں کمی واقع ہوتی ہے۔ یہ

لوگ صرف غیر رسمی قرض پر انحصار کرتے ہیں اور زیادہ تر قرض ساہوکار سے حاصل کرتے ہیں اور اس کی اونچی شرح سود کی ادائیگی کرتے ہیں۔ یہ ایک طرح کا ان کا استحصال بھی ہوا۔ وہیں دوسری طرف کاروباری فرمیں اور افراد جو رسمی کیپیٹل مارکیٹوں تک راسائی رکھتے ہیں وہ انتہائی سازگار شرائط پر قرض حاصل کرنے کا انتظام کر لیتے ہیں اور انہیں کمرشل بینک بھی آسانی سے قرض فراہم کرتے ہیں۔ یہی اسباب ہندوستان میں زرعی کسان اور آجروں کے درمیان عدم مساوات کا سبب بنتے ہیں۔

6. نجی سرمائے میں شہری تعصب

ہندوستان کی 70 فیصد آبادی دیہی علاقوں میں رہتی ہے وہیں تقریباً 70 فیصد نجی سرمایہ کاری شہری علاقوں کی صنعتوں میں کی جاتی ہے۔ اس لیے نجی سرمایہ کاری کے انداز میں ایک الگ شہری تعصب ہے۔ یہ شہری تعصب انتہائی مشینی منصوبوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس میں اضافی قدر میں اجرت کا حصہ نسبتاً کم ہوتا ہے۔ کیونکہ مزدور قوت کی روزگار کی شرح بہت زیادہ ہوتی ہے جبکہ سرمایہ کاری والے شعبے میں روزگار کے مواقع پیدا کرنے کی شرح کم ہوتی ہے۔ مشین کئی مزدوروں کا کام خود کر لیتی ہے اور اس طرح مزدور قوت اور سرمایہ کاری کے درمیان فرق آمدنی اور دولت کی تقسیم میں عدم مساوات کا سبب بنتا ہے۔

7. حکومت کا کردار

ہندوستان میں اگرچہ کہ ریاست کو اکثر معاشی تبدیلی کے لے ابتدائی معاون کار سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ ریاستی سرمایہ کاری بنیادی طور پر نجی سرمایہ کاری خاص طور پر بڑے سرمایہ کار کے حامل اداروں کے لیے معاون کردار ادا کرتی ہے۔ یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ ریاست اپنی حمایت کے لیے انہی سماجی قوتوں پر منحصر ہے۔ جو ملک کی دولت کے مالک ہیں اور تکنیکی ماہرین منتظمین اور غالب سیاسی گروہوں کو قرض فراہم کرتی ہیں۔ ایسے ماحول میں حکومت محض جمود کی حیثیت رکھتی ہے اور ایسی پالیسیاں اپناتی ہیں جو توازن کے ساتھ جائیداد رکھنے والے طبقوں اور ان سے وابستہ افراد کی بالادستی کو برقرار رکھنے کے لیے بنائی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ سماجی بہبود کے شعبے میں عوامی اخراجات کی پالیسیاں بھی صحت تعلیم سوشل سیکورٹی اور پبلک ہاؤزنگ نسبتاً بہتر لوگوں کی مدد کرتے ہیں جتنا کہ وہ کم آمدنی والے طبقے سے تعلق رکھنے والے غریبوں کی مدد کرتے ہیں۔

8. تاریخی عوامل

ہندوستان میں انگریزوں اور صنعت کاروں نے صرف ان خطوں کو ترقی دی جو خوش حال مینوفیکچرنگ اور تجارتی سرگرمیوں کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر کلکتہ ممبئ اور چنئ جس کی وجہ سے ملک میں ریاست ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ہوگئ اور ملک کے افراد کی آمدنی میں بہت زیادہ تفاوت پیدا ہو گیا۔

9. ٹیکس کی چوری

ہندوستان میں ذاتی انکم ٹیکس کی شرح بہت زیادہ ہے۔ اعلی ٹیکس کی شرح چوری اور پہلو تہی کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور ایک متوازی معیشت کو جنم دیتی ہے منصوبہ بندی کے دوران ہندوستان میں بالکل ایسا ہی ہوا ہے۔ یہاں غیر سرکاری معیشت اتنی ہی مضبوط ہے

جتنی کہ سرکاری معیشت۔ ٹیکس کی بلند شرح آمدنی اور دولت کی تقسیم میں عدم مساوات کے لیے ذمہ دار ہیں۔ بڑے پیمانے پر ٹیکس چوری چند ہاتھوں میں آمدنی اور دولت کے بے جا ارتکاز کا سبب بنتی ہے۔

10. منظم اور غیر منظم شعبوں کی آمدنی میں فرق

ہندوستان میں عدم مساوات کی ایک اور وجہ مہنگائی ہے۔ افراط زر کے دوران منافع کمانے والے لوگ کم ہوتے ہیں۔ اور زیادہ تر اجرت کمانے والے لوگ پریشان ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان میں بالکل ایسا ہی ہوا ہے کیونکہ اجرت قیمتوں سے پیچھے رہ گئی منافع میں اضافہ ہوا۔ اس سے زیادہ سے زیادہ عدم مساوات پیدا ہوئی۔ مزید براں افراط زر کے دوران آمدنی میں اضافہ ہوا۔ لیکن حقیقی آمدنی میں کمی آئی۔ یہ غریب لوگوں کے معیار زندگی میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے کیونکہ ان کی قوت خرید گھٹ جاتی ہے۔ وہیں منظم شعبے میں کام کرنے والے لوگوں کو زیادہ اجرت ملتی ہے جو قیمتوں میں اضافے کے اثرات کو جزوی طور پر پورا کرتی ہے۔ لیکن غیر منظم شعبے جیسے زراعت اور چھوٹے اور حاشیائی مزدوروں کی اجرت میں اتنا اضافہ نہیں ہوتا جتنا کہ منظم شعبے میں کام کرنے والے افراد کی میں ہوتا ہے۔ معیشت کے دو بڑے شعبے منظم اور غیر منظم کے درمیان آمدنی اور دولت کی تقسیم میں عدم مساوات بڑھ جاتی ہے۔

11. رجعت پسند ٹیکس (Regressive tax)

بالواسطہ ٹیکس حکومت کو زیادہ سے زیادہ آمدنی دیتے ہیں لیکن وہ فطرت میں رجعت پسند ہیں۔ اس طرح کے ٹیکسوں پر حکومت کے بڑھتے ہوئے انحصار نے معصوم غریب افراد اور مزدور طبقے میں شدید عدم مساوات کی صورت حال پیدا کر دی ہے۔

12. نئی زرعی حکمت عملی (New Agricultural Strategy)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہندوستان کی نئی زرعی حکمت عملی نے سبز انقلاب برپا کیا اور زرعی پیداوار میں اضافہ کیا لیکن زیادہ پیداواری صلاحیت کے فوائد بنیادی طور پر زمینداروں کو حاصل ہوئے۔ اسی وقت بے زمین اور حاشیائی کسانوں کے معاشی حالات برسوں کے دوران خراب ہوتے گئے۔ ہندوستان میں زیادہ تر کسان اعلیٰ زرعی پیداوار کے فوائد سے لطف اندوز نہیں ہو سکے۔ اس کے نتیجے میں دیہی علاقوں میں آمدنی کی تقسیم میں عدم مساوات میں اضافہ ہوا۔

14.4 آمدنی اور دولت کی عدم مساوت کو کم کرنے کے اقدامات

(Measures to Reduce Inequality in Income and Wealth)

ہندوستان کی آزادی کے بعد ملک کے معاشی منصوبہ بندی کے پہلے مرحلے میں آمدنی کی تقسیم اور عدم مساوات کا خاتمہ ایک اہم مقصد رہا ہے۔ ملک کے معاشی منصوبہ بندی کے دستاویزات اور پالیسی اعلانات آمدنی میں عدم مساوات کو کم کرنے کے لیے مختلف اقدامات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل میں ہم آمدنی کے عدم مساوات کو کنٹرول کرنے کے اقدامات کا جائزہ لیں گے۔

1. زمینی اصلاحات اور زرعی زمین کی باز تقسیم

یہ ایک حقیقت ہے کہ دیہات میں آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کی بنیادی وجہ زرعی زمین کا ارتکاز ہے۔ زمینداری نظام کے

خاتمے سے پہلے زیادہ تر زمین بڑے زمینداروں کے پاس تھی جو زرعی پیداوار کا ایک بڑا حصہ اپنے پاس رکھتے تھے جبکہ چھوٹے اور حاشیائی کسانوں کے پاس بہت ہی کم زمین تھی۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے حکومت نے قانون سازی کے اقدامات کیے۔ ان میں لینڈ ہولڈنگز پر سقفی حدیں طے کی گئیں۔ لیکن یہ کوشش ناکام رہی اور زرعی زمین کا ارتکاز ٹوٹ نا سکا۔ زمینی اصلاحات کے لیے جو قانون سازی کی گئی وہ ناکافی اور ناقص تھیں بلکہ مختلف سطحوں پر ان کے نفاذ میں بھی رکاوٹیں ڈالی گئیں۔

2. اجارہ داریوں اور تحدیداتی تجارت پر کنٹرول (Control over Monopolies and Restrictive Trade)

یہ طریقہ اجارہ داری کے رجحانات پر قابو پانے کو اور آمدنی میں عدم مساوات کو کم کرنے کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ تاہم اس ملک کو آزادی ملنے کے بعد دو دہائیوں سے زائد عرصے تک اجارہ داری کی ترقی کو روکنے کے لیے عملی طور پر کچھ نہیں کیا گیا۔ اجارہ داریوں اور پابندیوں سے متعلق تجارتی طرز عمل کا ایکٹ 1969 کے آخر میں منظور کیا گیا تھا۔ ایکٹ کے دیباچے میں کہا گیا تھا کہ یہ معاشی نظام کو صرف اس طریقے سے چلانے کی اجازت دے گا جس کے نتیجے میں معاشی طاقت کے ارتکاز کے نتیجے میں اجارداریوں کی نشو نما میں اضافہ نہ ہو۔ اس طرح یہ ایکٹ اجارہ داریوں پر کنٹرول کرنے کے لیے بنایا گیا تھا اور قابل اعتراض تجارتی طریقوں میں ملوث کاروباری گھرانوں کا کیس اور ان کے مقدمات اجارہ داری اور پابندی والے تجارتی طرز عمل کمیشن کو سونپے جائیں گے جن کا فیصلہ غلطی کرنے والے اداروں پر لازم ہو گا۔ لیکن یہ اقدامات عملی طور پر ناکافی اور غیر موثر ثابت ہوئے۔ یہی نہیں بلکہ حکومت نے کسی نہ کسی بہانے ان اقدامات کو مزید آزاد کر دیا۔ اس سے قبل بھی صنعتی لائسنسنگ مشنری جس سے چھوٹی صنعتوں کے تحفظ اور حوصلہ افزائی کی توقع کی جارہی تھی ناکام ہو چکی۔ پلاننگ کمیشن کی ہزاری کمیٹی اور دت کمیٹی 1967 میں نوٹ کیا تھا کہ بڑے صنعتی گھرانوں نے چھوٹے کاروباری اداروں کو نقصان پہنچانے کے لیے لائسنسنگ سسٹم کا استعمال کیا ہے۔ اب صنعتی شعبے میں آزادکاری پر بڑھتے ہوئے دباؤ کے ساتھ اس بات کا بہت امکان ہے کہ زیادہ سے زیادہ انضمام اور حصول کے ساتھ اجارہ داری کے رجحانات مضبوط ہوں گے اور معاشی تفاوت میں اضافہ ہو گا جس کو کم کرنے کی ضرورت ہے۔

3. روزگار اور اجرت کی پالیسیاں میں اضافہ کرنا

ہندوستان میں آزادی کے بعد سے جب پہلی بار منصوبہ بندی شروع کی گئی تبھی سے ہندوستان کا مقصد روزگار میں اضافہ کرنا اور آمدنی میں اضافہ کرنا رہا ہے۔ لیکن آزادی کے چند سال بعد صورت حال مختلف ہو گئی۔ امیر اور غریب کے درمیان خلا کافی بڑھ گئی۔ غریبوں کے لیے حکومت نے بہت سے روزگار پروگراموں کو شروع کیا۔ تاہم چوتھے منصوبے کے آغاز سے ہی کچھ خاص پروگرام شروع کیے گئے جیسے کرش اسکیم فار رورل ایمپلائمنٹ، خود روزگار کی سکیم، کام کے بدلے اناج کا پروگرام وغیرہ۔ یہ پروگرام قلیل مدتی تھے کیونکہ انہیں ایڈ ہاک طریقے سے شروع کیا گیا تھا۔ انٹیگریٹڈ رول ڈیولپمنٹ پروگرام 1978 اور 79 میں شروع کیا گیا تھا اور چھٹی پلان کی مدت کے دوران اسے پورے ملک تک بڑھایا گیا۔

نینیشنل رورل امپلائمنٹ پروگرام اور دیہی بے زمین روزگار گارنٹی پروگرام غریبی کو دور کرنے والے اور روزگار میں اضافہ کرنے والے اسکیمات تھے جنہیں پورے ملک میں نافذ کیا گیا لیکن اس کے فائدے شاید ہی گاؤں کی سطح تک پہنچے ہوں۔

ہندوستان جیسے ترقی پذیر ملک میں آمدنی اور دولت کی عدم مساوات کو دور کرنے کے لیے ایسے ہی چند پروگراموں کی ضرورت ہے جس سے ملک کے غریب عوام کی حالت بہتر ہو سکے۔ آج بھی ملک کی صرف دس فیصد آبادی منظم شعبے میں ملازم ہے۔ ان کی شرح میں اضافہ کیا جانا چاہیے۔ تاکہ غریب عوام منظم شعبے میں روزگار حاصل کر کے اپنے آپ کو تحفظ فراہم کر سکے۔

4. ادائیگیوں کی منتقلی

مختلف قسم کی منتقلی کی ادائیگیاں جیسے روزگاری معاوضہ، سستے قرض، بزرگوں و معذورین اور بیواؤں کو پینشن وغیرہ کی سہولت معاشرے کے بعض کمزور طبقات کی بہتری کے لیے ایسے اقدامات کیے جانے چاہیے تاکہ آمدنی اور دولت کی عدم مساوات کو کم کیا جا سکے۔

5. سماجی تحفظ کے اقدامات کو یقینی بنانا

اگرچہ کے ملک میں سماجی تحفظ کا جامع نظام موجود نہیں ہے لیکن پھر بھی سماجی تحفظ کے کچھ ایسے انتظامات ہیں جن سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ منظم شعبے میں کام کرنے والوں کی مدد کریں گے۔ مثال کے طور پر Workmen's Compensation Act صنعتی کارکنوں کو ڈیوٹی کے دوران موت، معذوری یا بیماری کے نتیجے میں زخمی ہونے کی صورت میں معاوضے کا حق دیتا ہے۔ اسی طرح میٹرنٹی بینیفٹ ایکٹ بچے کی پیدائش سے پہلے اور بعد کی مدت کے لیے خواتین کارکنوں کی ملازمت کو منظم کرتا ہے۔ اور ایمپلائیز پروویڈنڈ فینک فنڈ ایکٹ ملازم صنعتوں میں ملازمت کرنے والے کارکنوں کو پروویڈنڈ فنڈ کے فائدے کا حق دیتا ہے۔ تاہم سماجی تحفظ کا سب سے جامع اقدام ایمپلائیز اسٹیٹ انشورنس ایکٹ ہے جو بیمہ شدہ کارکنوں کو طبی فوائد معذوری کے فوائد بیماری کی مدت کے لیے فوائد زچگی کے فوائد اور انحصار کرنے والوں کو فوائد کا حقدار بناتا ہے۔ ہندوستان میں ان تمام اقدامات کا تحفظ کیا جانا چاہیے تاکہ غریب طبقہ امیر طبقے کے ساتھ برابری کر سکے۔

6. کم سے کم بنیادی ضروریات کی فراہمی

پانچویں پانچ سالہ منصوبہ 1974 سے 1978 کے پہلے سال میں (Minimum Need Program-MNP) کو متعارف کرایا گیا تھا تاکہ بعض بنیادی کم سے کم ضروریات کی فراہمی اور لوگوں کے معیار زندگی کو بہتر بنایا جا سکے۔ اس کا مقصد کمیونٹی کی سماجی اور معاشی ترقی ہے خاص طور پر پسماندہ اور محروم آبادی کی۔ اس نے مساوات کو بھی فروغ دیا۔ کیونکہ غریب بنیادی ضروریات حاصل نہیں کر سکتے تھے لیکن اس پروگرام کے ذریعے سے حاصل کر سکیں گے۔ لہذا ہندوستان کو چاہیے کہ مزید ایسے پروگرامز اور پالیسیاں شروع کرے تاکہ غریب عوام کم سے کم بنیادی ضروریات سے استفادہ حاصل کر سکیں۔

7. دیہی غریبوں کی ترقی کے لیے پروگرام

دیہاتوں میں رہنے والے غریب کسانوں بے زمین زرعی مزدور، چھوٹے کاریگر۔ درج فہرست ذاتوں، درج فہرست قبائل کے لوگوں کے لیے روزگار کے پروگرام شروع کرنے چاہیے۔ تاکہ ان کی آمدنی بڑھ سکے جیسا پچھلے پانچ سالہ منصوبوں میں ان کے لیے کئی پروگرام شروع کیے گئے تھے۔

8. روز گار کے مواقع کی تخلیق

ہندوستان میں بے روز گاری کی شرح بہت زیادہ ہے۔ اس کو کم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ لہذا حکومت کو چاہیے کہ روز گار کے مواقع میں اضافہ کریں اور آبادی کو غیر منظم شعبے سے منظم شعبے کی جانب راغب کریں تا کہ ملک میں آمدنی اور دولت کی عدم مساوات کو کم کر سکیں۔

9. تعلیم میں سرمایہ کاری

حکومت کو چاہیے کہ جی ڈی پی میں تعلیمی اخراجات کی شرح کو بڑھائے تا کہ ملک کا ہر فرد تعلیم آسانی سے حاصل کر سکے اور ملک کا تعلیمی نظام بہتر ہو سکے۔ تعلیم ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے ملک میں آمدنی اور دولت کی عدم مساوات کو دور کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ تعلیم میں اضافے سے روز گار میں اضافہ اور روز گار میں اضافے سے آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم آمدنی اور دولت کی عدم مساوات کو کم کرنے کا ایک اہم ذریعہ بن سکتی ہے۔

10. ترقی پسند ٹیکس شرح میں اضافہ

آمدنی اور دولت کی عدم مساوات کو کم کرنے کے لیے ایک اور طریقہ ٹیکس کی شرح میں اضافہ کرنا ہے۔ جیسے ہی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے ویسے ہی ٹیکس کی شرح میں اضافہ کرنا چاہیے جس سے لوگوں کی آمدنی کی سطح گھٹ جاتی ہے ان کی قابل صرف آمدنی کم ہو جاتی ہے۔ یہ ایک ذریعہ ہو سکتا ہے آمدنی کی عدم مساوات کو دور کرنے کا۔

مندرجہ والا تمام نکات آمدنی اور دولت کی مساوات کو کم کرنے کے لیے ہیں۔ لہذا ہندوستانی حکومت کو چاہیے کہ ان امور کا تفصیلی جائزہ لیں اور ان پر کام کریں تا کہ ہندوستان میں یکساں ترقی حاصل ہو اور حتی الامکان کوشش کریں کہ امیر اور غریب کے درمیان کی خلا کو کم کریں تا کہ ملک میں تمام طبقے کے لوگ خوش حال زندگی گزار سکیں۔

14.5 ہندوستان میں عدم مساوات (Trends of Inequality in India)

1. دولت کی عدم مساوات

ہندوستان دنیا کے سب سے زیادہ غیر مساوی ممالک میں سے ایک ہے جہاں سب سے اوپر 10 فیصد آبادی کل قومی دولت کا 70% فیصد رکھتی ہے۔ ہندوستانی آبادی کا سب سے امیر ایک فیصد ملک کی ٪53% دولت رکھتی ہے جبکہ غریب نصف قومی دولت کے محض 4.1% فیصد رکھتے ہیں۔

2. آمدنی کی عدم مساوات

عالمی عدم مساوات کی رپورٹ 2022 کے مطابق ہندوستان دنیا کے سب سے زیادہ غیر مساوی ممالک میں شامل ہے۔ غریبوں کی کل قومی آمدنی کا 50 فیصد حصہ کم ہو کر 13 فیصد حصہ رہ گیا ہے اور امیر طبقے کا فیصد 57 فیصد تک بڑھ گیا ہے۔ اس سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں

کہ دولت کا ارتکاز بڑی تیزی سے امیروں کے ہاتھ میں چلا جارہا ہے اور غریب کے کل قومی آمدنی کے حصے میں کم سے کمتر ہوتے جا رہے ہیں۔

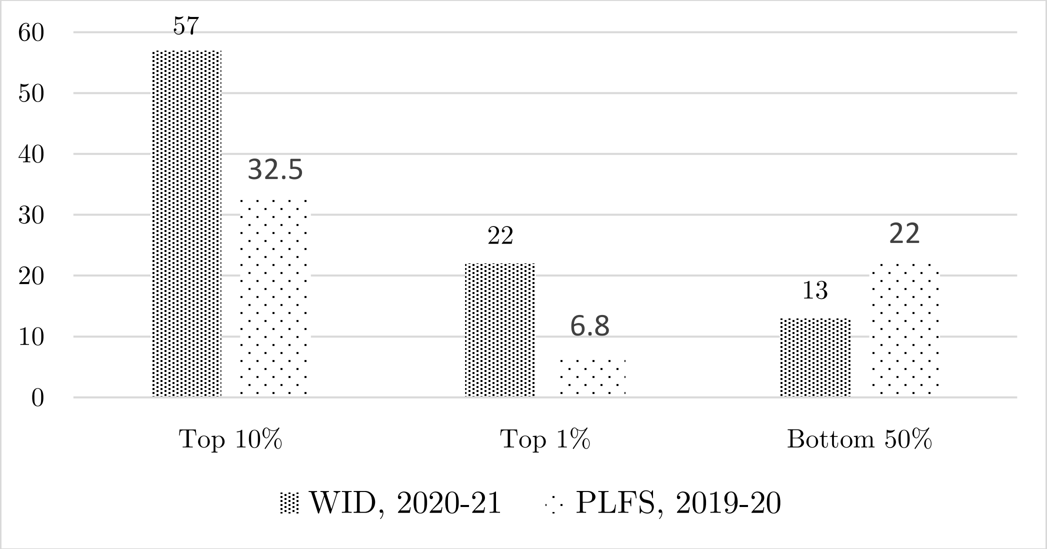

تصویر14.2: آمدنی میں عدم مساوات

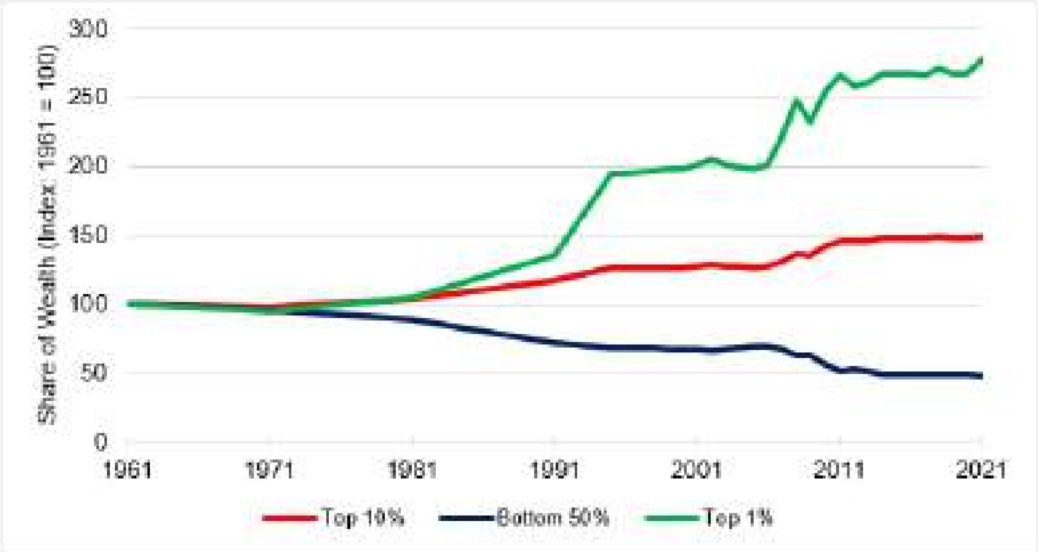

تصویر14.3: دولت میں عدم مساوات

3. غریبوں پر ٹیکس کا بوجھ

ملک میں کل گڈز اینڈ سروس ٹیکس GST کا تقریبا 64 فیصد نچلے طبقے کی 50 فیصد آبادی سے آتا ہے جبکہ چار فیصد اوپر کی 10% فیصد آبادی سے آتا ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ٹیکس کا بوجھ سیدھے طور پر غریب افراد پر پڑ رہا ہے اور یہ بوجھ آمدنی اور دولت میں عدم مساوات پیدا کرنے کا ایک اہم سبب بن رہا ہے اور اس ٹیکس کی وجہ سے چھوٹے اور حاشیائی کاروبار کرنے والے افراد پر کافی زیادہ بوجھ پڑ رہا ہے جو ملک کے غریب افراد کے لیے ایک مسئلہ اور اور ان کی ترقی میں رکاوٹ کا سبب بن رہی ہے۔

4. صحت کی دیکھ بھال تک رسائی کا نہ ہونا

بہت سے عام ہندوستانی صحت کی دیکھ بھال تک رسائی حاصل کرنے کے قابل نہیں ہوتے ہیں جس کی انہیں ضرورت ہوتی ہے۔

2023 تک دنیا میں غذائی تحفظ اور غذائیت کی حالت کے اعتبار سے ہندوستان کی تقریبا74% فیصد آبادی کی صحت مند غذا تک رسائی مکمل نہیں ہو سکی اور39% غذائیت سے بھرپور غذا سے محروم ہیں۔

گلوبل ہنگر انڈیکس(Global Hunger Index-2023) کے مطابق ہندوستان کا2023 کاGHI اسکور28.7 ہے جسےGHI کے مطابق سنگین سمجھا جاتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ بھوک مری میں ہندوستان کی صورت حال نہایت ہی سنگین ہے۔

ہندوستان میں بچوں کے ضائع ہونے کی شرح18.7 پر ہے۔اس رپورٹ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بچوں کو ضائع ہونے کی سب سے زیادہ شرح ہندوستان میں ہے۔

5. صنفی عدم مساوات

گلوبل جینڈر گیپ رپورٹ(Global Gender Gap Report) میں ہندوستان کو146 ممالک میں سے127ویں نمبر پر رکھا گیا اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مرد اور عورت کے تناسب میں بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے۔عورتوں کا تناسب دن بدن مردوں کے مقابلے میں گھٹ رہا ہے۔اس کی ایک اہم وجہ لڑکی کو پیدا ہونے سے پہلے ہی کوکھ میں مارنا ہے۔

مندرجہ بالا رجحانات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مختلف پہلوؤں میں عدم مساوات پائی جاتی ہے۔ ملکی حکومت کو ان پہلوؤں پر خاص نظر رکھنی چاہیے تاکہ ہم معاشی ترقی اور معاشی نمو حاصل کر سکیں اور دیگر ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ مقابلہ کر سکیں جہاں اس قسم کی صورت حال نہیں پائی جاتی۔

14.6 آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کے اثرات

(Consequences of Income and Wealth Inequality)

غربتPoverty: آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کے نتیجے میں ہندوستان میں غربت کی شرح بڑھ جائے گی اور افراد غریبی کے چنگل میں پھنس جائیں گے۔

بے روزگاری میں اضافہ: آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کی ایک وجہ بے روزگاری میں اضافہ بھی بن سکتی ہے کیونکہ امیر اور تعلیم یافتہ افراد کو ہی روزگار کے مواقع ملیں گے اور غریب اور ناخواندہ افراد کو روزگار کے مواقع کم میسر ہوں گے جس کی وجہ سے ملک میں بے روزگاری کی شرح میں اضافہ ہوگا۔

تعلیمی رسائی میں کمی: غریب افراد میں روزگار کی کمی سے ان کی آمدنی میں کمی واقع ہوتی ہے اور لوگ اپنے بچوں کو اچھی اور بہتر تعلیم دلانے سے قاصر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے غریب افراد ناخواندہ ہی رہ جاتے ہیں اور ناخواندہ افراد کی آمدنی نہایت ہی کم ہوتی ہے اور یہ آگے چل کر

آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کو جنم دیتی ہے۔

تکنیکی پیش رفت: موجودہ دور ٹیکنالوجی کا ہے لیکن زیادہ تر ٹیکنالوجی پر منحصر ہونے سے روزگار میں کمی واقع ہوتی ہے کیونکہ ایک مشین دس افراد کا کام کرتی ہے جس کی وجہ سے 10 افراد بے روزگار ہو جاتے ہیں اور یہ ملک میں آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کا ایک ذریعہ بن جاتی ہے۔

معاشی نمو کی پست سطح: غربت بے روزگاری کی وجہ سے ملک میں معاشی نمو کی سطح پست ہو جاتی ہے۔

14.7 خلاصہ (Summary)

آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کا مطلب آمدنی اور دولت میں نہ برابری کا پایا جانا ہے۔ معاشرے میں مختلف گروہوں کے درمیان آمدنی اور مواقع کی غیر مساوی تقسیم ہے۔ ہندوستان میں یہ صورت حال نہایت ہی سنگین ہے۔ ہمارے ملک میں امیر اور غریب کے درمیان دن بدن خلا بڑھتی ہی جارہی ہے۔ یہ نہ صرف ہمارے ملک کا مسئلہ ہے بلکہ دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں تشویش کا باعث ہے اور تقریباً لوگ غربت میں پھنسے ہوئے ہیں انہیں معاشرے میں سماجی ترقی حاصل کرنے کا بہت ہی کم موقع مل رہا ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کی نہایت اہم ضرورت ہے خاص کر ہندوستان جیسے ترقی پذیر ملک کو جہاں دنیا کی زیادہ تر آبادی رہتی ہے۔ اس آبادی کو اوپر اٹھانا اور معاشی ترقی دلانا نہایت ضروری ہے۔

14.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

- طلبا اس سبق کو پڑھنے کے بعد ہندوستان میں آمدنی اور دولت کی عدم مساوات کی وجوہات کو جان سکیں گے۔
- طلبا ہندوستان میں آمدنی اور دولت کی نابرابری کو دور کرنے والے اقدامات کیا ہیں ان پر بحث کر سکیں گے اور ملک میں امیر طبقہ کس طرح اپنا غلبہ بنا رہا ہے اس کی حقیقت کو جان سکیں گے۔
- طلبا ملک میں غریبوں کے تناسب کو اور امیروں کے تناسب میں کتنا فرق ہے اس کو دیکھیں گے اور اس کو کس طرح کم کیا جا سکتا ہے اس کی حکمت عملیوں کو تلاش کریں گے۔
- طلبا ہندوستان جیسے ترقی پذیر ملک میں آمدنی اور عدم مساوات کے کیا نتائج برپا ہو سکتے ہیں اور ہمارا ملک اس سے کس طرح دوچار ہو رہا ہے سمجھنے کی کوشش کریں گے۔
- طلبا تعلیم کے ذریعے معاشی عدم مساوات کو کم کر سکتے ہیں اس بات کو جان سکیں گے۔

14.9 فرہنگ (Glossary)

کم سے کم بنیادی ضروریات:Minimum Basic Needs-بنیادی ضروریات جیسے روٹی کپڑا مکان تعلیم صحت کی سہولیات کی دستیابی۔

14.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

14.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. مندرجہ ذیل میں کون سے عوامل ہندوستان میں آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کا سبب بنتے ہیں؟

(a) تعلیمی تفاوت (b) صنفی امتیاز

(c) علاقائی تفاوت (d) مندرجہ بالا تمام

2. آمدنی اور دولت کی عدم مساوات کو دور کرنے کے لیے ہندوستان میں کون سی معاشی پالیسی نافذ کی گئی ہے؟

(a) یونیورسل بیسک انکم (UBI) (b) اشیا اور خدمات ٹیکس (GST)

(c) پسماندہ طبقات کے لیے ریزرویشن کا نظام (d) سرکاری اداروں کی نجکاری

3. معیشت کے کس شعبے کو اکثر ہندوستان میں آمدنی میں عدم مساوات کا محرک کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی اعلی سطح کی غیر رسمیت ہے؟

(a) زراعت (b) صنعت

(c) خدمات (d) ٹیکنالوجی

4. حالیہ مطالعات کے مطابق ہندوستان کی کل دولت کا کتنی فیصد آبادی کے پاس 1% فیصد سے زیادہ ہے؟

(a) 20 سے کم (b) تقریباً 30 فیصد

(c) تقریباً 50 فیصد (d) 60 فیصد سے زیادہ

5. ہندوستان میں دولت کی عدم مساوات کا اندازہ لگانے کے لیے بنیادی اقدام کیا ہے؟

(a) Gini Coefficient (b) Lorenz Curve

(c) Poverty Headcount Ratio (d) Human Development Index

6. دولت کی عدم مساوات کو کم کرنے کے لے کس قسم کا ٹیکس سب سے موثر سمجھا جاتا ہے؟

(a) جی ایس ٹی (b) دولت ٹیکس

(c) انکم ٹیکس (d) سیلز ٹیکس

7. مالیاتی خواندگی دولت کی عدم مساوات میں کیا کردار ادا کرتی ہے؟

(a) زیادہ مواقع فرام کرنا (b) دولت کی تقسیم پر کوئی اثر نہیں ہوتا

(c) مساوی مواقع فراہم کرتی ہے (d) عدم مساوات کو بڑھاتی ہے

8. دولت کی عدم مساوات کی بنیادی وجہ کون سی ہے؟

(a) بچت کھاتے پر کم شرح سود (b) متزائد آمدنی ٹیکس

(c) اثاثوں کی ملکیت اور کنٹرول میں تفاوت (d) وسیع پیمانے پر مالی خواندگی

9. مندرجہ ذیل مین کون سا ممکنہ طور پر آمدنی میں عدم مساوات کا نتیجہ ہے؟

(a) بے روزگاری کی کم شرح (b) سیاسی بدامنی

(c) سماجی نقل و حرکت کی بلند شرح (d) معاشی ترقی میں اضافہ

10. ترقی یافتہ معیشتوں میں بڑھتی ہوئی آمدنی میں عدم مساوات کے طور پر کس عنصر کی نشاندہی کی گئی ہے؟

(a) کاروباری اداروں کی ریاستی ملکیت (b) کیپٹل موبلٹی اور فنانشالئزیشن

(c) متزائد ٹیکس نظام (d) اعلی سطح کی یونینائزیشن

14.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. آمدنی اور دولت کے عدم مساوات میں استعماریت کا کیا رول تھا؟
2. آمدنی اور دولت کی عدم مساوات کے معنی مفہوم بیان کریں۔
3. کس طرح زرعی پالیسی عدم مساوت کا سبب بنی؟
4. رجعت پسند ٹیکس کیا ہے؟
5. کم سے کم بنیادی ضروریات کیا ہیں؟

14.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کے اسباب کو تفصیلی بیان کریں۔
2. آمدنی اور دولت میں عدم مساوت کو کس طرح سے دور کیا جاتا ہے؟ ان اقدامات کا تفصیلی جائزہ لیں۔
3. ہندوستان میں آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کے حالیہ رجحانات کیا ہیں؟
4. ہندوستان میں آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کے اثرات کیا ہیں؟
5. ہندوستان میں آمدنی اور دولت کی عدم مساوات کس طرح امیر اور غریب کے درمیان خلا پیدا کر رہی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے اس خلا کو کس طرح سے کم کیا جاسکتا ہے ان پہلوؤں پر نظر ڈالیں۔

14.11 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Jhingan, M. L. (2019). *The Economics of Development and Planning* (42nd ed.). Vrinda Publications.
2. Misra, S. K., & Puri, V. K. (2018). *Economic Development and Planning (Theory and Practice)* (18th ed.). Himalaya Publishing House.

اکائی 15: غربت اور اس کی وجوہات، انسداد غربت پروگرام
(Poverty and Its Causes, Poverty Eradication Programmes)

اکائی کے اجزا:

15.0 تمہید(Introduction)

15.1 مقاصد(Objectives)

15.3 غربت کا معنی و مفہوم(Meaning of Poverty)

15.3.1 غربت کے اسباب(Causes of Poverty)

15.3.2 غریبی کے اثرات(Effects of Poverty)

15.4 انسداد غربت پالیسی اور پروگرام(Poverty Eradication Policies and Programs)

15.4.1 انسداد غربت پروگرام: ایک تنقیدی جائزہ
(Poverty Eradication Programmes: A Critical Analysis)

15.5 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

15.6 فرہنگ(Glossary)

15.7 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

15.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

15.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

15.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

15.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Resources)

15.0 تمہید (Introduction)

سابقہ اکائی میں ہم نے آمدنی اور دولت میں عدم مساوات کے معنی مفہوم اور اس کے اسباب اور نتائج کے بارے میں مطالعہ کیا اور کس طرح آمدنی اور دولت کی عدم مساوات کو دور کرنے کے لیے مختلف پروگراموں اور پالیسیوں کا نفاذ عمل میں لایا گیا تھا اس کا ہم نے بھرپور جائزہ لیا۔ اس اکائی میں ہم آزاد ہندوستان کو درپیش مشکل ترین چیلنج یعنی غربت پر بحث کرتے ہیں۔ اس اکائی میں ہم غربت کے معنی مفہوم، غریبی کا پھیلاؤ، اس کے اسباب اور غربت کو دور کرنے والے مختلف پروگرامس اور اسکیموں کا جائزہ لیں گے اور ساتھ ہی ان مختلف پروگراموں اور پالیسیوں کا تنقیدی جائزہ بھی لیا جائے گا۔

15.1 مقاصد (Objectives)

اس باب کے مطالعے کے بعد طلبا:

- غربت کے معنی و مفہوم کو سمجھ سکیں گے۔
- غربت کی مختلف صفات کو سمجھیں گے۔
- غربت کے تصور کے مختلف پہلوؤں کو ذہن نشین کریں گے۔
- غربت کے اسباب کیا ہیں غربت کا پھیلاؤ کسے کہتے ہیں کے تصور کو سمجھیں گے۔
- انسداد غربت کے مختلف پروگراموں کا جائزہ لیں گے اور تشخیص کرنے کے اہل ہوں گے۔

15.3 غربت کا معنی و مفہوم (Meaning of Poverty)

1. غربت کی تعریف

اقوام متحدہ کے مطابق "دنیا کی تقریباً نصف آبادی اس وقت غربت میں زندگی گزار رہی ہے۔ ایسے افراد جو یومیہ 2 امریکی ڈالر سے کم آمدنی کماتے ہیں غریب کہلاتے ہیں جس میں ایک ارب بچے بھی شامل ہیں۔ غربت کا شکار ہونے والوں میں سے 800 ملین سے زیادہ لوگ انتہائی غربت میں زندگی گزار رہے ہیں جو یومیہ ایک 1.25 امریکی ڈالر سے بھی کم آمدنی کماتے ہیں۔"

ہندوستان میں خط غربت کے تخمینے کا جائزہ لینے کے لیے تشکیل دی گئی رنگراجن کمیٹی نے جون 2014 میں اپنی رپورٹ پیش کی۔ اس نے تندولکر کمیٹی کی طرف سے دیے گئے فی کس ماہانہ یا یومیہ اخراجات کی بنیاد پر خط غربت کے حساب کتاب میں ترمیم کی۔ دیہی علاقوں کے لیے غربت کی نئی حد 972 روپے ماہانہ یا 32 روپے یومیہ مقرر کی گئی تھی۔ شہری علاقوں کے لیے یہ 1407 روپے ماہانہ یا 47 روپے یومیہ مقرر کی گئی تھی۔ اس طریقہ کار کے تحت، 2009-2010 میں خط غربت سے نیچے کی آبادی 454 ملین (آبادی کا 38.2%) تھی اور 2011-12 میں یہ 363 ملین (آبادی کا 29.5%) تھی۔

حکومت ہند کے مطابق "غربت ایک ایسی صورت حال ہے جس میں کسی فرد یا برادری کے پاس کم سے کم معیار زندگی کے لیے مالی وسائل اور ضروریات کی کمی ہوتی ہے۔ غربت کا مطلب یہ ہے کہ روزگار سے حاصل ہونے والی آمدنی اس قدر کم ہوتی ہے کہ بنیادی ضروریات بھی پوری نہیں ہو سکتی ہیں۔"

سادہ الفاظ میں غربت سے مراد انسانی بنیادی ضرورتوں کی کمی جیسے روٹی کپڑا مکان وغیرہ کی سہولت کا مہیا نہ ہونا ہے۔ دیگر الفاظ میں غربت کا مطلب بھوک اور سر چھپانے کے لیے پناہ گاہ کی کمی ہے۔ یہ ایسی صورت حال بھی ہے جہاں والدین اپنے بچوں کو اسکول نہیں بھیج پاتے۔ یہ ایسی صورت ہے جہاں بیمار لوگ اپنے علاج کا خرچہ برداشت نہیں کر سکتے۔ غربت کا مطلب ہے صاف پانی اور صفائی ستھرائی کی سہولت کا فقدان۔ اس کا مطلب ہے کہ کم سے کم مناسب سطح پر روزگار کے موقع کی کمی اور ان تمام باتوں سے بھی اوپر اس کا مطلب ہے کہ نا امیدی اور بے چارگی کے احساس کے ساتھ زندگی گزارنا۔ غریب لوگوں کے سامنے ایسے موقع آتے ہیں جہاں ان کے ساتھ خراب برتاؤ ہوتا ہے۔ ایسا تقریباً ہر جگہ پر ہوتا ہے مثلاً کھیتوں، کارخانوں، سرکاری دفتروں، ہسپتالوں اور ریلوے اسٹیشنوں وغیرہ پر۔ یقینی طور پر کوئی بھی غربت میں زندگی گزارنا پسند نہیں کرے گا۔

آزاد ہندوستان کو درپیش متعدد مسائل میں سے سب سے بڑا مسئلہ اس کی لاکھوں کی آبادی کو غربت کی بدحالی سے باہر نکالنا ہے۔ مہاتما گاندھی نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا تھا کہ حقیقی معنوں میں ہندوستان اسی وقت آزاد ہو گا جب اس کے غریب ترین لوگ انسانی مسائل سے آزاد ہوں گے۔

قومی شماریاتی تنظیم (NSO) کے ذریعے ہر پانچ سال میں کیے جانے والے گھریلو صرفی اخراجات سروے (HCES) کے مطابق، 2022-23 میں ہندوستان کی غربت کی شرح 4% اور 5% کے درمیان تھی۔ HCES نے رپورٹ شائع کی ہے کہ دیہی غربت 2011-12 میں 25.7% سے کم ہو کر 2022-23 میں 7.2% ہو گئی، اور اسی مدت کے دوران شہری غربت 13.7% سے کم ہو کر 4.6% ہو گئی۔

2. غربت کی لکیر یا خط غربت (Poverty Line)

ہندوستان میں خط غربت گزارے کے لیے غذائی ضروریات کپڑے، جوتے، ایندھن، روشنی، تعلیمی اور طبی ضروریات وغیرہ کی کم سے کم مقدار سے طے کی جاتی ہے۔ ان مادی مقداروں کو روپیوں میں ان کی قیمتوں سے ضرب کر دیا جاتا ہے۔ خط غربت کا اندازہ کرتے وقت غذائی ضروریات کے لیے موجودہ فارمولا مطلوبہ کیلوری ضروریات پر مبنی ہے۔ غذائی اشیا مثلاً اناج دالیں، سبزی، دودھ، تیل اور چینی وغیرہ یہ ضروری کیلوریاں مہیا کرتی ہیں۔ کیلوری ضروریات عمر جنس اور کسی شخص کے کام کی نوعیت کے مطابق مختلف ہوتی ہیں۔ ہندوستان میں دیہی علاقوں میں مسلمہ اوسط کیلوری کی ضرورت 2400 کیلوری فی کس یومیہ ہے جبکہ شہری علاقوں میں 2100 کیلوری فی کس یومیہ ہے۔ چونکہ دیہی علاقوں میں رہنے والے لوگ جسمانی مشقت کرتے ہیں اس لیے شہری علاقوں کی بنسبت دیہی علاقوں میں کیلوری کی ضروریات زیادہ سمجھی جاتی ہیں۔ غذائی اناج کے معنی میں ایسی کیلوری کی ضروریات کو خریدنے کے لیے فی کس اخراجات پر بڑھتی قیمتوں کو نظر میں

رکھتے ہوئے وقتاً فوقتاً نظر ثانی کی جاتی ہے۔

15.3.1 غربت کے اسباب (Causes of Poverty)

1. انگریزوں کا نو آبادیاتی نظام (British Colonial System)

استعماری دور میں ہندوستان کے پیشہ ورانہ ڈھانچے یعنی مختلف صنعتی سیکٹروں میں کام کرنے والے افراد کی تقسیم میں تبدیلی کی کوئی خاص علامت نہیں دکھائی دیتی۔ زراعتی سیکٹر کے لیے ورک فورس کا حصہ کافی بڑا تھا جو کہ عام طور پر 70 تا 75 فیصد کی اونچائی پر برقرار رہا جبکہ مصنوعات اور خدماتی سیکٹروں کا حصہ 10 اور 15 تا 20 فیصد تھا۔ دیگر لائق ذکر پہلو بڑھتا ہوا علاقائی تفاوت تھا۔ کچھ علاقے زیادہ ترقی پا رہے تھے جیسے مدراس ٹمل ناڈو آندھرا پردیش کیرلہ کرناٹک۔ اس کے علاوہ مہاراشٹر اور مغربی بنگال میں زاعتی سیکٹر پر انحصار میں زوال اور مصنوعات اور خدمات سیکٹر میں اس کے تناسب میں اضافہ دیکھا گیا۔ تاہم اڑیسہ راجستھان اور پنجاب جیسی ریاستوں میں اسی زمانے میں زراعت میں افرادی قوت کے حصے میں اضافہ ہوا تھا۔

ہندوستانی عوام کی فی کس آمدنی کی شرح نمو 1850 سے 1900 تک 0.75 فیصد سے 1.25 فیصد سالانہ تھی۔ نہایت ہی کم آمدنی کے ساتھ ہندوستانی عوام گزارا کر رہی تھی کیونکہ اسی دوران ہندوستان مختلف بیماریوں اور قحط کا سامنا کر رہا تھا۔ زراعت سیکٹر کا حصہ کافی زیادہ تھا لیکن ان کی آمدنی مختلف لگان اور قحط کی وجہ سے کم ہوتی تھی اور انہیں کم فی کس آمدنی پر گزارا کرنا پڑتا تھا۔ ان تمام وجوہات کی وجہ سے ہندوستان میں غربت اور زیادہ پھیل گئی۔ استعماری دور میں انگریزوں نے جو بھی ترقیاتی کام کیے وہ صرف ان کے مفاد تک محدود تھے جس کی وجہ سے ہندوستان میں ترقی کی شرح بہت کم رہی اور ان کا فائدہ ہندوستانی عوام کو بہت کم ملا۔

انگریزوں کے استعماری نظام کے تحت معاشی ترقی کی پست سطح رہی۔ استعماری پالیسیوں نے روایتی دستکاریوں کو تباہ و برباد کر ڈالا اور ٹیکسٹائل جیسی صنعتوں کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کیں۔ 1980 تک ترقی کی کم شرح جاری رہی۔ اس کا نتیجہ روزگار میں کمی اور آمدنیوں میں کمی اور کم ترقی کی شکل میں برآمد ہوا۔

2. آبادی کی اونچی شرح (High Population Growth)

آبادی میں بے تحاشہ اضافے کی وجہ سے غربت میں اضافہ روز بروز بڑھتا گیا اور آبادی پر کنٹرول کی ناکامی کی وجہ سے بھی غربت کا چکر مسلسل چلتا رہا۔ ذرائع آبپاشی میں توسیع اور سبز انقلاب کے نتیجے میں زراعتی سیکٹر میں ملازمتوں کے مواقع پیدا ہوئے لیکن اس کے اثرات ہندوستان کے چند ہی حصوں جیسے پنجاب اور آندھرا پردیش تک محدود تھے۔

3. سرکاری اور نجی سیکٹروں میں روزگار کی کمی (Lack of Unemployment in Public and private Sector)

دونوں سیکٹروں میں صنعتوں نے تھوڑی بہت ملازمتیں ضرور مہیا کیں لیکن یہ تمام ملازمت تلاش کرنے والوں کو کھپانے کے لیے ناکافی تھیں۔ شہروں میں مناسب روزگار پانے میں ناکامی کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے رکشہ چلانے، پھیری کر کے اشیا فروخت کرنے، تعمیری مقامات پر مزدوری کرنے اور گھریلو ملازمت کرنے جیسے کام شروع کر دیے۔ غیر مستقل اور کم آمدنی کی وجہ سے ایسے لوگ اچھے

علاقوں میں اپناذاتی مکان بنانے کا خرچہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ مجبوراًایسے لوگوں نے شہروں کے مضافات میں رہنا شروع کر دیا۔ اس کے نتیجے میں غربت کا مسئلہ جو کہ زیادہ تر ایک دیہی مظہر تھا شہری سیکٹر میں بھی پھیل گئی۔

4. آمدنی میں عدم مساوات (Income Inequality)

ہندوستان کی آبادی کا10% حصہ کل قومی دولت کا77% فیصد حصہ رکھتا ہے۔ 2017 میں شائع کیے گئے ڈیٹا کے مطابق 73% دولت ایک فیصد امیر ترین طبقے کے پاس چلی گئی جبکہ 670 ملین ہندوستانی آبادی غریب تھی۔ اور ان کی دولت میں صرف 1% اضافہ ہوا۔ ہندوستان میں 167 افراد ارب پتی ہیں جو صاف طور پر آمدنی میں عدم مساوات کو ظاہر کرتا ہے۔

غربت کی ایک وجہ زمین اور دیگر وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم بتائی جاتی ہے۔ حکومت کی اختیار کردہ متعدد پالیسیوں کے باوجود ہم اس مسئلے کو بامعنی طور سے حل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ زمینی اصلاحات جیسی بہت سی اہم پالیسیوں جن کا مقصد دیہی علاقوں میں اثاثوں کی باز تقسیم تھا، ریاستی حکومتوں نے زیادہ تر پر اثر طریقے سے نافذ نہیں کیں۔ چونکہ زمینی وسائل کی کمی ہندوستان میں غربت کی اہم وجہ رہی ہے لہذا ٹھیک ڈھنگ سے پالیسیوں کا نفاذ دیہی علاقوں میں رہنے والے لوگوں کی زندگی میں بہتری لا سکتا تھا۔

5. سماجی۔ ثقافتی اور معاشی عوامل (Social, Cultural and Economic Factors)

سماجی عوامل: ذات پات کا نظام اور ناخواندگی ہندوستان کے لیے ایک سنگین صورت حال تھی۔

ثقافتی عوامل:۔ مذہبی رسومات کو پورا کرنے میں ہندوستان کے لوگ جن میں بے حد غریب بھی شامل ہیں کافی رقم خرچ کر ڈالتے ہیں۔

معاشی عوامل: معاشی عوامل جیسے آمدنی میں عدم مساوات اور بے روزگاری غربت کی ایک اہم وجہ رہی ہے۔

6. تعلیم اور ہنر مندی یا مہارتوں کی کم سطح

معاشی ترقی اور غربت کے خاتمے کے لیے تعلیم نہایت ضروری ہے۔ تعلیم کے بغیر معاشی ترقی ممکن نہیں۔ ایک متوازن تعلیمی نظام نہ صرف معاشی ترقی بلکہ پیداواری صلاحیت کو فروغ دیتا ہے اور فی کس انفرادی آمدنی میں اضافہ پیدا کرتا ہے اور ساتھ ہی تعلیم افراد کو وہ اعتماد اور قوت اعتمادی فراہم کر سکتی ہے جو اہداف کو طے کرنے اور حاصل کرنے اور ان کی برادریوں میں تبدیلی کے لیے فعال ایجنٹ بننے کے لیے ضروری ہے۔ یہ ایک بڑھتی ہوئی ایجنسی، خود کفالت اور بااختیاریت، غربت کو کم کرنے اور مجموعی بہبود کو بہتر بنانے کا باعث بن سکتی ہے۔ مہارت یا ہنر مندی غربت کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ نئے پروگرام جو ہنر کی تربیت اور پیشہ ورانہ تعلیم فراہم کرتے ہیں تعلیم یافتہ اور صلاحیتوں کے حامل افراد کے روزگار کو محفوظ بناتے ہیں اور ان کی آمدنی میں اضافہ بھی کرتے ہیں۔

ہندوستان میں آزادی کے بعد تعلیمی ترقی میں اتنا اضافہ نہیں دیکھا گیا اور نہ ہی مہارتوں کی طرف توجہ دی گئی جس کی وجہ سے غربت کا مسئلہ جوں کا توں رہا۔

7. دیگر عوامل

تشکیل سرمایہ کی کم سطح: کم تشکیل سرمایہ کی اہم وجہ بچت کی کم شرح ہے جو آمدنی میں کمی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ سرمائے کی قلت ترقی میں

رکاوٹ بنتی ہے۔ ہندوستان میں سرمائے کی قلت غریبی کا ایک سبب ہے۔

بنیادی ڈھانچے کی کمی: ٹرانسپورٹ، پینے کی پانی کی سہولت، تعلیمی سہولت، حفظان صحت کا نظام، صاف پانی کی فراہمی، رسل اور رسائل کی سہولت کا نہ ہونا بھی غربت کے اسباب ہیں۔

طلب میں کمی: حقیقی آمدنی میں کمی کی وجہ سے طلب کی سطح گھٹ جاتی ہے جو کم سرمایہ کاری کو بڑھاوا دیتی ہے۔ کم سرمایہ کاری کم پیداواریت اور کم آمدنی کو فروغ دیتی ہے۔

کمزوریاں۔ خراب صحت اور بیماریاں: ہندوستان کی زیادہ تر آبادی غربت میں مبتلا ہے۔ وہ صحت کی دیکھ بھال کے خانگی اخراجات کو برداشت نہیں کرسکتے۔ ناقص غذا اور بھرپور تغزیہ مہیانہ ہونے کی وجہ سے یہ اکثر خراب صحت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

سماجی امتیاز: ہندوستان میں سماجی بھید بھاؤ کا چلن عام ہے۔ کمزور طبقات جیسے درج فہرست قبائل درج فہرست ذاتوں کے ساتھ خراب سلوک کیا جاتا ہے اور انہیں حاشیے پر رکھا جاتا ہے جس کی وجہ سے غربت کے کم ہونے میں دقت پیش آتی ہے۔

مقروضیت: ہندوستان کی زیادہ تر آبادی زراعت پر منحصر ہے۔ اکثر کسان قرض لے کر کاشت کاری کرتے ہیں۔ ناکافی بارش کی وجہ سے جب فصل کم ہوتی ہے تو وہ مقروض ہو جاتے ہیں اور بعض کسان خودکشی بھی کر لیتے ہیں۔

افراط زر: ہندوستان میں قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے لوگوں کی قوت خرید گھٹ گئی ہے۔ افراط زر سے افراد کی ضروری اشیا خریدنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے کیونکہ ان کی زری آمدنی میں اتنا اضافہ نہیں ہوتا جتنا کہ قیمتوں میں ہوتا ہے۔

پسماندہ ٹیکنالوجی: ٹیکنالوجی کی سطح پسماندہ ہونے کی وجہ سے ملک میں ترقی کی سطح بھی کم ہوتی ہے۔ اگر ہم ترقی یافتہ ممالک کا مقابلہ کریں گے تو ہمارا ملک ٹیکنالوجی کی سطح میں کافی پیچھے ہے۔ وہیں جرمنی اور جاپان اور چین ٹیکنالوجی کی سطح میں آگے بڑھ کر آج دنیا کے ہر کونے میں اپنی اشیا فروخت کر کے ترقی یافتہ ممالک میں اپنا ایک الگ مقام اور نام درج کیے ہیں۔

پنج سالہ منصوبے کی ناکامیاں: ہندوستان میں آزادی کے بعد 1951 سے باضابطہ پانچ سالہ منصوبوں کا سلسلہ جاری رہا اور ابتدائی منصوبوں میں غربت اور بے روزگاری پر کافی زور دیا گیا لیکن اس میں کوئی خاطر خواہ کمی نہیں آئی۔ پانچویں پانچ سالہ منصوبے میں غربت پر کافی زور دیا گیا تھا لیکن ہندوستان اس ہدف تک نہیں پہنچ سکا جو اس نے منصوبے میں متعین کیا تھا۔

نمو کا آزاد کاری، نجکاری اور عالمگیریت پر مبنی ماڈل: 1991 کی نئی صنعتی پالیسی نے جب یہ تین اصلاحات کیں ہندوستان ایک طرف نمو کی راہ پر گامزن ہوا لیکن یہ نمو صرف خدماتی شعبے تک محدود رہی۔ زراعت اور صنعت ترقی یافتہ ممالک کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ لہذا زرعی کسان اور صنعتی مزدور پیچھے رہ گئے۔ ان کی اشیا غیر ممالک کی اشیا کا مقابلہ نہیں کر سکی اور بیرونی ممالک کی اشیا جیسے چین کی اشیا ہندوستان میں اپنا بازار کھولنے میں کامیاب ہو گئیں اور ایک نئے بازار کے نام سے چائنا بازار سارے ہندوستان کی ریاستوں میں پھیل گیا۔ بیرونی رمالک کی اشیا کی طلب بڑھ گئی اور ملکی اشیا کی طلب گھٹ گئی۔ نتیجتاً زرعی کسان اور صنعتی مزدور غربت کا شکار ہو گئے۔

سماجی بہبود کے عملی اقدامات میں کمی: ملک میں سماجی بہبود کے عملی اقدامات میں کمی آئی اور ان اقدامات کے فائدے نچلی سطح تک یعنی گاؤں

اور دیہات کے مزدوروں تک نہیں پہنچ سکے۔

15.3.2 غریبی کے اثرات (Effects of Poverty)

غریبی کسی بھی قسم یا کسی بھی نوعیت کی ہو ملکی، سماجی، معاشی اور سیاسی زندگی پر سنگین اثرات مرتب کرتی ہے۔ درحقیقت غریبی ہی غریبی کے بھیانک چکر (Vicious Circle of Poverty) کو جنم دیتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ معیشت میں کم پیداواریت کم آمدنی کم طلب کم تشکیل سرمایہ کم سرمایہ کاری اور کم رسد ہوتی ہے۔ اس تصور کو ریگنر نرکس نے 1953 میں دیا تھا جو معیشت کی بھیانک صورت حال ہوتی ہے جو ترقی کے ابتدائی مرحلے میں شروع ہوتی ہے۔ اس چکر سے باہر نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ پورا سماج دو طبقوں میں بٹ جاتا ہے۔ ایک وہ جو سب کچھ رکھتا ہے یعنی امیر اور دولت مند طبقہ اور دوسرا جو کچھ نہیں رکھتا یعنی غریب طبقہ جو آبادی کا ایک بڑا حصہ ہے۔ امیر طبقہ عیش و آرام کی تمام سہولتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ لیکن غریب طبقہ زندگی کی بنیادی ضرورتوں جیسے غذا کپڑے ٹھکانے وغیرہ سے بھی بالکل محروم رہتا ہے۔ غریبی کے منفی اثرات کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

1. غیر مساوی مواقع (Unequal Opportunities)

عام طور پر لوگ زر اور دولت کے بل بوتے پر بہتر مواقع حاصل کرتے ہیں اور وسائل پر ان کی دسترس ہوتی ہے جب کہ غریب لوگ بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم رہتے ہیں۔ نتیجتاً غربت سے غریب سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

2. معاشی قوت کا ارتکاز

غریبی کا ایک دوررس نتیجہ یہ بھی ہے کہ اس سے معاشی قوت چند ہاتھوں میں سمٹتی ہے۔ امیر آدمی اپنی معاشی قوت کو سیاسی اقتدار کے حصول کے لیے استعمال کرتا ہے۔

3. مہارت میں کمی

غریبی کی وجہ سے غریب آدمی کو تعلیم اور خصوصی تربیت کے مواقع حاصل نہیں ہوتے۔ وہ اپنی جسمانی اور دماغی صلاحیتوں کو ابھار نہیں پاتا۔ اس لیے اس کی کام کرنے کی صلاحیت اور قابلیت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

4. بے روزگاری کا مسئلہ

غریبی کا مسئلہ ملک میں بے روزگاری کے مسئلے کو جنم دیتا ہے کیونکہ غریب آدمی کو روزگار کے زیادہ موقع حاصل نہیں ہوتے۔ بے روزگاری ملک کو ایک مضبوط معاشی سسٹم بننے سے دور رکھتا ہے۔ بے روزگاری کی اونچی شرح ملک کو ہر طرح سے آگے بڑھنے میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔

5. آمدنی کی عدم مساوات اور عدم تحفظ

غریبی کا مسئلہ آمدنی میں عدم مساوات کو پیدا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ عدم تحفظ کے احساس کو فروغ دیتا ہے۔

6. سماجی برائی

غربت سماجی برائی کو بھی جنم دیتی ہے کیونکہ اکثر غریب لوگ بے گھر ہوتے ہیں، سڑکوں پر اپنا بسیرا کرتے ہیں۔ ان بے گھر اور بے روزگار لوگ کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا تو یہ سماج میں گڑبڑ پیدا کرتے ہیں اور سماج کی مجرمانہ سرگرمیوں میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

7. ناقص غذا

غربت کا سب سے زیادہ اثر ناقص غذائیت ہے۔ یہ خصوصا غریب خاندان کے بچوں میں دکھائی دیتا ہے۔ جو لوگ غربت میں زندگی گزارتے ہیں مقوی تغذیہ بخش غذا تک بڑی مشکل سے ان کی پہنچ ہوتی ہے۔

8. تعلیم سے محرومی

تعلیم بھی غریبی سے بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ غریب خاندان ضروری اشیا جیسے کپڑے اور دیگر اسکولی اشیا کی خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ جس کی وجہ سے وہ ابتدائی تعلیم بھی حاصل نہیں کر پاتے اور والدین بچوں کو مزدوری کرانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور نتیجے میں بچے ناخواندہ ہی رہ جاتے ہیں۔

15.4 انسداد غربت پالیسی اور پروگرام (Poverty Eradication Policies and Programs)

ہندوستان کے آئین اور پنج سالہ منصوبوں میں سماجی انصاف کو حکومت کی ترقیاتی حکمت عملیوں کے بنیادی مقاصد کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ پہلے پنجسالہ منصوبے 1956-1951 کا مقصد زرعی ترقی پر تھا کیونکہ ملک کی زیادہ تر آبادی زراعت پر منحصر تھی۔ دوسرے منصوبے 61-1956 میں اس بات پر زور دیا گیا کہ معاشی ترقی کے فوائد سماج کے نسبتا کم مراعات یافتہ طبقات کو حاصل ہونے چاہیے۔ اور تمام پالیسی دستاویزوں میں انسداد غربت حکمت عملیوں پر زور دیا گیا ہے تاکہ غربت پر کنٹرول کیا جاسکے۔

غریبی کو کم کرنے کے لیے حکومت کی تاریخی فکر اس امید پر مبنی ہے کہ معاشی نمو یعنی خام ملکی پیداوار اور فی کس آمدنی میں تیز اضافے کے اثرات سماج کے سبھی طبقات تک پہنچیں گے اور غریب طبقات کے لیے بھی ظاہر ہوں گے۔ 1950 کے دہے اور ابتدائی 1960 کے دہے میں منصوبہ بندی میں نمو پر خاص توجہ دی گئی تھی۔ یہ محسوس کیا گیا تھا کہ تیز صنعتی ترقی اور سبز انقلاب کے ذریعے پسماندہ علاقوں اور کمیونٹی کے زیادہ پسماندہ طبقات کو فائدہ پہنچے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ آبادی میں اضافے کے سبب فی کس آمدنیوں میں نہایت کم اضافہ ہوا۔ درحقیقت غریب اور امیر کے درمیان خلا اور بڑھ گئی۔ سبز انقلاب نے علاقائی اور بڑے اور چھوٹے کسانوں کے درمیان عدم مساوات کو اور بھی بڑھا دیا۔ از سر نو تقسیم کی گئی زمین کے فوائد غریب کسان تک نہیں پہنچ سکے اور ماہرین معاشیات کا کہنا بھی یہی تھا کہ معاشی نمو کے فوائد غریبوں تک نہیں پہنچے۔

غریبوں پر خصوصی توجہ دینے کے لیے متبادلات کی تلاش میں پالیسی سازوں نے سوچنا شروع کیا کہ غریبوں کے لیے آمدنی اور روزگار اضافی اثاثوں کے ذریعے اور کام کی تخلیق کے ذریعے سے بڑھائی جاسکتی ہیں۔ اسے مخصوص انسداد غربت پروگراموں کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس دوسرے طریقہ فکر کی شروعات تیسرے پنج سالہ منصوبے 66-1961 سے ہوئی۔ ایک قابل ذکر پروگرام جو

1970 کے دہے میں شروع کیا گیا تھا وہ کام کے بدلے اناج پروگرام تھا۔

زیادہ تر انسداد غربت پروگراموں کو۔ خود روزگار پروگراموں اور اجرتی روزگار پروگراموں کی توسیع اور غریبی کی طرف توجہ دینے کے اہم طریقوں کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ خود روزگار پروگراموں کی مثالیں مندرجہ ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں اور انہیں مختلف مرحلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ابتدائی مرحلہ: دیہی روزگار پروگراموں کے ذریعے غریبی پر راست حملے کی حکمت عملی 1970 کے دہے میں اختیار کی گئی۔ پانچویں منصوبے کے ساتھ ہندوستان میں معاشی منصوبہ بندی کے اہم مقاصد میں سے غریبی کو ختم کرنا ایک اہم مقصد کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ 1970 کے دہے کے دوران دیہی غریبوں کے لیے خصوصی پروگرامس روبعمل لائے گئے جن میں سے اہم یہ ہیں:

- Small Famers Development Agency (SFDA)
- Marginal Farmers and Agricultural Labor Development Agency (MFAL)
- (Drought Prone Areas Programme (DPAP)
- Pilot Intensive Rural Employment Programme (PIREP)
- Food for Work Programme (FWP)

کوئی بھی پروگرام ان میں سے پورے ملک کا جامع طور پر احاطہ نہیں کر سکا۔ اس میں شک نہیں کہ ملک کے بعض گوشوں میں ان میں سے بعض پروگرام نشان زدہ گردش کے لیے ساتھ ساتھ روبعمل لائے گئے۔ اس علاقائی خامی کے علاوہ ان پروگراموں کی بڑی کمزوری یہ ہے کہ یہ پروگرام محض سبسڈی دینے والے پروگرام بن کر رہ گئے تھے۔ دیہی غریبوں کو آمدنی کی اونچی سطح کے حصول کے قابل بنانے کا کوئی منصوبہ بند طریقہ کاران میں سے نہیں تھا۔ تخصیص کار عنصر بھی غریبی کو دور کرنے کے نقطہ نظر سے ان پروگراموں کی اثر آفرینی کو کم کرتا ہے۔ لہٰذا ایک ایسے پروگرام کو روبعمل لانے کی ضرورت کا احساس ہوا جو نہ صرف احاطے کے لحاظ سے جامع ہو بلکہ دیہی غریبی پر راست حملہ کر سکے۔

بعد کا مرحلہ-جامع پروگرامز:

مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام (IRDP) قومی دیہی روزگار پروگرام(NREP) بے زمین روزگار گارنٹی پروگرام (RLEGP)، غریبی کو دور کرنے کے مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے تشکیل دیے گئے۔ IRDP ابتدا میں سال 79-1978 میں 2300 ترقیاتی بلاکس میں کل ترقیاتی پروگرام کے تحت شروع کیا گیا۔ چھٹے منصوبہ میں IRDP کو پورے ملک میں وسعت دی گئی۔

NREP بھی اس وقت چھٹے پلان کے حصے کے طور پر شروع کیا گیا اور اس کا مقصد آبادی کے اس حصے کی مدد کرنا ہے جس کا بڑی حد تک انحصار اجرت روزگار پر ہوتا ہے اور جو زرعی بدحالی کی مدت میں کوئی حقیقی ذرائع آمدنی نہیں رکھتا ہو۔ RLEPT پندرہ اگست 1983 میں بے زمین افراد کو روزگار کے موقعوں میں اضافے کے مقصد سے شروع کیا گیا تاہم اجرت روزگار پروگراموں کو موثر عمل آوری کے نقطہ نظر سے NREP اور RLGEP دونوں کو ایک واحد دیہی روزگار پروگرام میں یکم اپریل 1989 میں ضم کر دیا گیا۔ ضم شدہ

پروگرام کانام جواہر لعل نہرو کے نام پر جواہر روز گار یوجنا(JRY) رکھا گیا۔

IRDP کو ایک غریبی مخالف پروگرام کے طور پر پیش کیا گیا۔ اس کا مقصد چھوٹے اور حاشیائی کاشتکاروں بے زمین مزدوروں اور دست کاروں کی مدد کرنا ہے۔ منصوبہ بندی ماہرین کا خیال تھا کہ یہ لوگ غریب ہیں اس لیے ان کے پاس نہ ہی کوئی پیداواری اثاثے ہیں اور نہ ہی خصوصی لیبر۔ اس لیے نئے اثاثوں کی تخلیق کے ذریعے غریبوں کی مدد کرنے کے لیے IRDP تشکیل دیا گیا۔ ان اثاثوں میں آب پاشی کے ذرائع، بیل اس کے علاوہ داخلات جیسے تخم کھاد مویشی ڈیری کے لیے جانور مویشیوں کے پرورش کی سرگرمیاں ساز وسامان گھریلو صنعتیں اور دست کاری کے لیے ٹریننگ وغیرہ شامل ہیں۔ بنیادی حکمت عملی یہ تھی کہ ان اثاثوں کے ذریعے غریبوں کو خود روز گار کے لیے مدد کرنا تاکہ وہ خط غربت سے اوپر اٹھنے کے لیے معقول آمدنی کمانے کے قابل ہو سکیں۔

PMRY پردھان منتری روز گار یوجنا مرکزی حکومت کی ایک منافع بخش اسکیم ہے اس کا مقصد 10 لاکھ بے روز گار اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کو خود روز گار کے پائیدار مواقع فراہم کرنا ہے۔

SGSY کا خاص مقصد شہری اور دیہی علاقوں میں خود روز گاری اور اجرتی روز گار دونوں طرح کے روز گار کے موقع پیدا کرنا تھا۔ اس پروگرام کے تحت کوئی فرد چھوٹی صنعتی اکائی قائم کرنے کے لیے بینک کے قرضوں کی شکل میں مالی امداد حاصل کر سکتا ہے۔

خود روز گار پروگراموں کے تحت مالی امداد کنبوں یا افراد کو دی جاتی تھی۔ 1990 سے یہ انداز نظر بدل دیا گیا۔ وہ لوگ جو ان پروگراموں سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں انہیں خود امدادی گروپوں کی تشکیل کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ ابتدائی طور پر انہیں کچھ رقم بچانے کے لیے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور ان کو چھوٹے چھوٹے خرچ دیے جاتے ہیں۔ بعد میں بینکوں کے ذریعے حکومت خود امدادی گروپ SHG کو جزوی مالی امداد فراہم کرتی ہے اور یہ فیصلہ کرتی ہے کہ خود روز گار سرگرمیوں کے لیے خرچ کسے دیا جانا ہے۔ سورنا جینتی گرام سوروز گار یوجنا SGSY اسی طرح کا ایک پروگرام ہے۔ اس پروگرام کو تبدیل کر کے نیشنل رورل لائیولی ہڈس مشن NRLM بنا دیا گیا۔

اس وقت روز گار کے مواقع پیدا کرنے کے لیے دیہی اور شہری علاقوں میں خصوصی پروگرامس روبعمل لائے جارہے تھے ان تمام پروگراموں کا مقصد غریبی کو مٹانا ہے۔ دیہی غریبوں کے لیے پروگرامس میں سورنا جینتی گرام سوروز گار یوجنا(SGSY) اور سمپورنا گرامینا روز گار یوجنا(SGRY) شامل ہیں۔ نہرو روز گار یوجنا(NRY) کو اکتوبر 1989 میں شہری غریبوں کے لیے شروع کیا گیا۔ اس کو 1997-98 میں سورنا جینتی شہری روز گار یوجنا میں ضم کر دیا گیا۔ سمپورنا گرامینا روز گار یوجنا(SGRY) ستمبر 2001 میں شروع کی گئی۔ جواہر گرام سرودھی یوجنا(JGSY) اور (Employment Assurance Scheme (EAS اس میں ملایا گیا۔ SGRY کا مقصد دیہی علاقوں میں اجرت روز گار کے ساتھ غذائی تحفظ (Food Security) فراہم کرنا ہے۔ اگست 2005 میں پارلیمنٹ نے ہر گھر کے بالغ رضاکار کو ایک سال میں کم سے کم 100 دنوں کے لیے غیر ہنر مندانہ جسمانی کام کرنے پر پختہ اجرتی روز گار فراہم کرنے کا ایک نیا ایکٹ پاس کیا ہے۔ اس ایکٹ کو مہاتما گاندھی قومی دیہی روز گار گارنٹی ایکٹ 2005 کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اس ایکٹ کے تحت غریبوں میں وہ سب ہی

لوگ جو کم سے کم اجرت پر کام کرنے کے لیے تیار ہوں ان علاقوں میں جہاں پر پروگرام نافذ ہوا ہے پہنچ کر حاضری دے سکتے ہیں۔ 2011 اور 2012 میں تقریباً چار کروڑ گھروں کو روزگار مہیا کرایا گیا تھا۔

اندرا آواس یوجنا ہندوستان کے دیہی علاقوں میں خط غربت سے نیچے زندگی گزارنے والے خاندانوں کو مفت رہائش فراہم کرنے کے لیے شروع کیا گیا تھا۔ اس پروگرام میں خاص کر ایس ای ایس ٹی گھرانوں پر خصوصی توجہ دی گئی۔ ایسی ہی ایک اور اسکیم شہری غریبوں کے لیے اندرا آواس یوجنا کے تحت 2015 میں شروع کی گئی جس کے تحت 2022 تک شہری غریبوں کے لیے مفت مکان فراہم کرنا اس اسکیم کا مقصد تھا۔

پردھان منتری جن دھن یوجنا کے تحت غریب عوام کے لیے بینک اکاؤنٹ کھاتہ کھولنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ تقریباً ایک اعشاریہ پانچ کروڑ بینک اکاونٹ کھاتے کھولے گئے اور اس پروگرام کا مقصد سبسڈی، پنشن، انشورنس اور دیگر فوائد کی براہ راست منتقلی تھی۔ یہ پروگرام خاص طور سے ان غریبوں پر توجہ مرکوز کرتا ہے جو بینک اکاونٹ کھاتہ کھولنے سے محروم ہیں۔

15.4.1 انسداد غربت پروگرام: ایک تنقیدی جائزہ

(Poverty Eradication Programmes: A Critical Analysis)

انسداد غربت کی کوششوں کا نتیجہ آزادی کے بعد سے پہلی بار سامنے آیا۔ کچھ ریاستوں میں مطلق غریبوں کا فی صد قومی اوسط سے بھی کافی کم ہے۔ غربت بھوک ناقص تغذیہ ناخوندگی اور بنیادی سہولتوں میں کمی دور کرنے کے لیے مختلف طرح کے طریقوں، پروگرام اور اسکیموں کے باوجود ہندوستان کے بہت سے حصوں میں اب بھی غربت باقی ہے۔ اگرچہ کہ انسداد غربت کے تحت پالیسی کا ارتقا پچھلے 75 سالوں میں تدریجی انداز میں ہوا ہے پھر بھی اس میں کوئی بنیادی اور انقلابی تبدیلی نہیں آئی۔ آپ پروگراموں کی مخصوص اصطلاحیں تکمیل یا تبدیلیوں کا عمل دریافت کرسکتے ہیں تاہم ضرورت مندوں کے لیے اثاثوں کی ملکیت پیداواروں کے عمل اور بنیادی سہولیات کی بہتری میں کوئی تبدیلی کا نتیجہ حاصل نہیں ہوپایا۔ ماہرین جب ان پروگراموں کا جائزہ لیتے ہیں تب ان سے متعلق تین ایسے اہم شعبوں کا بیان کرتے ہیں جو ان کے کامیاب نفاذ میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ غریبی پروگرام کے سیدھے فوائد غیر مفلسوں نے ہڑپ لیے، غریبی کے حجم کے مقابل ان پروگراموں کے لیے مختص وسائل کی مقدار کافی نہیں ہے۔ مزید براں ان پروگراموں کے نفاذ کے لیے عہدیداروں میں محرکات کی کمی ہے۔ وہ مناسب طور پر تربیت یافتہ نہیں ہوئے بدعنوانی کی طرف مائل ہوئے اور مختلف مقامی اعلی طبقوں کے دباؤ سے مجبور ہوتے ہیں۔ وسائل کو غیر موثر طریقوں سے استعمال کیا جاتا اور ضائع کیا جاتا ہے۔ پروگرام کے نفاذ میں مقامی سطح کے اداروں کی شرکت بھی نہیں ہوئی ہے۔

حکومت کی پالیسیاں ان مصیبت زدہ لوگوں کی طرف خصوصی توجہ دینے میں ناکام رہی ہیں جو خط غربت سے تھوڑا ہی اوپر ہیں۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اعلی نمو کے لیے غریبی کم کرنا کافی نہیں ہے۔ غریبوں کی سرگرم شرکت کے بغیر کسی پروگرام کا کامیاب نفاذ ممکن نہیں ہے۔ غریبی کو صرف اسی وقت موثر طور پر ختم کیا جاسکتا ہے جب نمو کے عمل میں غریبوں کی سرگرم شمولیت ہو۔ یہ شمولیت غریب لوگوں

کی حوصلہ افزائی کے عمل اور انہیں بااختیار بنانے کے ذریعے ممکن ہے۔ اس سے روزگار کے مواقع پیدا کرنے میں بھی مدد ملے گی جس سے آمدنی کی سطحوں میں اضافہ ہنر میں ترقی اور صحت اور خواندگی کی سطحوں میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ مزید برآں غریبی میں مبتلا علاقوں کو شناخت کرنا اور بنیادی ڈھانچوں جیسے اسکول سڑک بجلی ٹیلی کام انفارمیشن ٹیکنالوجی خدمات تربیتی ادارے وغیرہ ضروری ہیں۔

15.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا اس قابل ہیں کہ:

- غربت کے تصور کو سمجھ سکیں۔
- غربت کے اسباب کیا ہیں ان کو جانچ سکیں اور ساتھ ہی معیشیت میں غربت کی وجہ سے ہونے والی دشواریوں کو دور کرنے کی کوشش کر سکیں۔
- ملک کی موجودہ صورت حال کا جائزہ لے کر ملک کی ترقی اور غربت کو دور کرنے کی حکمت عملیوں کو اپنانے کی طرف توجہ دیں۔

15.6 فرہنگ (Glossary)

پنج سالہ منصوبہ Five Year Plan: - حکومت کی جانب سے پانچ سال کی مدت کے لیے بنایا جانے والا منصوبہ۔

خط غربت Poverty Line: - کسی فرد کی مخصوص کم سے کم ضرورتوں پر فی کس اخراجات جس میں دیہی علاقوں میں 2400 کیلوریاں اور شہری علاقوں میں 2100 کیلریاں کی غذائی خوراک کی کمی کا یومیہ اوسط شامل ہے۔

15.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

15.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. غربت کی سب سے اہم وجہ ہے؟

(a) بے روزگاری (b) کم آمدنی
(c) ناخواندگی (d) یہ تمام

2. کام کے بدلے اناج پروگرام کب شروع کیا گیا؟

(a) 1970 (b) 1960
(c) 1977 (d) 1980

3. دوسرا پنج سالہ منصوبہ کس سن میں شروع ہوا؟

(a) 1951-1956 (b) 1956-1961
(c) 1961-1966 (d) 1966-1971

4. مہاتما گاندھی قومی دیہی روز گار گارنٹی ایکٹ کس سال شروع ہوا؟

(a) 2005 (b) 2010

(c) 2009 (d) 2006

5. ماہرین معاشیات کے مطابق غربت کی تعریف کیا ہے؟

(a) بنیادی ضروریات تک رسائی کا فقدان (b) کم آمدنی

(c) بے روزگاری (d) کم معیار زندگی

6. کون سا ادارہ عالمی کثیر جہتی غربت اشاریہ MPI شائع کرتا ہے؟

(a) عالمی بینک (b) بین الاقوامی مالیاتی فنڈ IMF

(c) اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام UNDP (d) ورلڈ ایکنامک فورم

7. یومیہ کتنے ڈالر کمانے والے لوگ انتہائی غریب کہلاتے ہیں؟

(a) یومیہ ایک ڈالر سے کم (b) یومیہ دو ڈالر

(c) یومیہ پانچ ڈالر (d) یومیہ 10 ڈالر

8. کون سے پروگرام کو تبدیل کر کے نیشنل رورل لائیولی ہڈس مشن NRLM بنا دیا گیا ہے؟

(a) PMRY (b) SHG

(c) SGSY (d) NREGA

9. غربت کی شرح کیا ہے؟

(a) خط غربت سے نیچے زندگی گزارنے والے لوگوں کا فیصد

(b) بے روزگار لوگوں کا فیصد

(c) ہیلتھ انشورنس کے بغیر لوگوں کا فیصد

(d) شہروں میں رہنے والی غریب آبادی کا فیصد

10. مندرجہ ذیل میں سے کس کو غربت کی جہت نہیں سمجھا جاتا؟

(a) آمدنی میں غربت (b) صحت کی غربت

(c) تعلیمی غربت (d) ثقافتی غربت

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	d	c	b	a	a	c	b	c	a	d

15.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. غریبی کی تعریف کریں۔
2. کام کے بدلے اناج پروگرام کا کیا مطلب ہے؟
3. آمدنی کمانے والے اثاثوں کی تخلیق کس طرح غریبی کے مسئلے سے نمٹتی ہے؟
4. بے روزگاری اور غربت کے درمیان کیا کوئی رشتہ ہے؟ وضاحت کریں۔
5. آمدنی اور دولت کی تقسیم میں عدم مساوات کو اپ کس طرح کم کرسکتے ہیں؟

15.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ہندوستان میں غربت کے اسباب کا تجزیہ کریں۔
2. غربت کے خاتمے کے لیے ہندوستان کی حکومت کی جانب سے روبعمل لائے گئے پروگراموں کو بیان کریں۔
3. ہندوستان میں غریبی کے اثرات کی مختصراجانچ کریں۔
4. آمدنی اور دولت کی تقسیم میں عدم مساوات کے کیا اہم اسباب ہیں؟
5. ہندوستان میں غربت کے کیا نتائج ہوسکتے ہیں؟ بحث کریں۔

15.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Gupta, R. (2023). *Indian Economic Development: A Textbook for Class XII*. Geeta Publishing House.
2. Puri, V. K., & Mishra, S. K. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.
3. Rai, D. (2017). *Indian Economic Development*. Educational.

اکائی 16: اندرونی اور بیرونی مالیات کی متحرک کاری

(Mobilization of Internal and External Finance)

اکائی کے اجزا:

16.0 تمہید(Introduction)

16.1 مقاصد(Objectives)

16.2 ہندوستان کی ترقی کے لیے اندرونی اور بیرونی مالیات کو متحرک کرنا: فسکل اور مانیٹری پالیسی کا کردار
(Mobilization of Internal and External Finance: Role of Fiscal and Monetary Policies)

16.2.1 مانیٹری پالیسی اور اندرونی مالیاتی متحرک کاری
(Monetary Policy and Internal Mobilization of Resources)

16.2.2 فسکل پالیسی اور اندرونی مالیاتی متحرک کاری
(Fiscal Policy and Internal Mobilization of Resources)

16.2.3 مانیٹری پالیسی او بیرونی مالیاتی متحرک کاری
(Monetary Policy and External Mobilization of Resources)

16.2.4 فسکل پالیسی اور بیرونی مالیاتی متحرک کاری
(Fiscal Policy and External Mobilization of Resources)

16.2.5 مالیاتی متحرک کاری میں مانیٹری اور فسکل پالیسی کی تاثیر کی موجودہ حالت
(Current Situation of Effectiveness of Monetary and Fiscal Policies in Mobilization of Resources)

16.3 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

16.4 فرہنگ(Glossary)

16.5 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

16.5.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

16.5.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

16.5.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

16.6 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

16.0 تمہید (Introduction)

پائیدار اقتصادی ترقی اور نمو کے حصول میں، اندرونی اور بیرونی مالیات کو متحرک کرنا اقوام کی رفتار کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ خاص طور پر ہندوستان جیسی ابھرتی ہوئی معیشتوں میں مؤثر طریقے سے مالی وسائل مختص کرنے کی صلاحیت، اندرونی اور بیرونی دونوں، پیداواری سرمایہ کاری کے لیے فنڈز فراہم کرنے، بنیادی ڈھانچے کی ترقی میں معاونت، اختراع اور کاروبار کو فروغ دینے کے لیے اہم ہے۔ مالیات کو متحرک کرنے میں مانیٹری اور فسکل پالیسیوں کا کردار خاصا اہم ہوتا ہے۔

یہ اکائی مانیٹری اور فسکل پالیسیوں اور ہندوستان میں اندرونی اور بیرونی مالیات کو متحرک کرنے پر ان کے اثرات کے درمیان پیچیدہ تعامل کو بیان کرتا ہے۔ ایک جامع تجزیے کے ذریعے، ہمارا مقصد ان طریقہ کار کو سمجھنا ہے جن کے ذریعے یہ پالیسیاں مالیاتی منڈیوں، سرمایہ کاری کے فیصلوں اور مجموعی اقتصادی سرگرمیوں کو متاثر کرتی ہیں۔ اس باب کا آغاز مانیٹری پالیسی کے اندرونی فنانس کو متحرک کرنے میں کردار کی کھوج سے ہوتا ہے، جس کے بعد فسکل پالیسی کے اقدامات کا جائزہ لیا جاتا ہے، جس کا مقصد اسی طرح کے مقاصد کو حاصل کرنا ہے۔ اس کے بعد، بیرونی مالیات کو متحرک کرنے کی پیچیدگیوں پر تبادلہ خیال کریں گے، اس بات کا تجزیہ کریں گے کہ کس طرح مانیٹری اور فسکل پالیسیاں غیر ملکی سرمایہ کاری اور بیرونی قرضوں کے انتظام کے لیے کتنی اہم ہے اور کس طرح بیرونی قرضوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔

16.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے درج ذیل مقاصد ہیں:

- ان طریقہ کار کو سمجھنا جن کے ذریعے مانیٹری اور فسکل پالیسیاں ہندوستان میں داخلی اور بیرونی مالیات کو متحرک کرنے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔
- داخلی اور خارجی مالیات کو متحرک کرنے میں مانیٹری اور فسکل پالیسی سازوں کو درپیش کلیدی چیلنجوں اور رکاوٹوں کی نشاندہی کرنا، جیسے افراط زر کا ہدف، مالی استحکام کے خدشات، اور پالیسی کی ساکھ کے مسائل۔
- ممکنہ پالیسی اصلاحات اور ایڈجسٹمنٹ کا جائزہ لینا جو ملکی اور عالمی اقتصادی حرکیات کو مدنظر رکھتے ہوئے مالیات کو متحرک کرنے میں مدد کرتے ہیں اور مانیٹری اور فسکل پالیسی کی تاثیر کو بڑھا سکتے ہیں۔

16.2 ہندوستان کی ترقی کے لیے اندرونی اور بیرونی مالیات کو متحرک کرنا: فسکل اور مانیٹری پالیسی کا کردار
(Mobilization of Internal and External Finance: Role of Fiscal and Monetary Policies)

ہندوستان، اپنی بڑھتی ہوئی آبادی اور متنوع معاشی منظر نامے کے ساتھ، اپنے ترقیاتی سفر میں ایک اہم موڑ پر کھڑا ہے۔ ایک تیزی سے ابھرتی ہوئی معیشت کے طور پر، ہندوستان کو اپنی ترقی کی رفتار کو تیز کرنے اور اسے درپیش بے شمار چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے خاطر خواہ مالی وسائل کی ضرورت ہے۔ اندرونی اور بیرونی مالیات کو متحرک کرنا ہندوستان کو اپنے ترقیاتی مقاصد کو حاصل کرنے اور اس کی پوری صلاحیت کا ادراک کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اندرونی مالیات سے مراد مختلف ذرائع جیسے ٹیکس، بچت، سرمایہ کاری اور کیپٹل مارکیٹس کے ذریعے مقامی طور پر پیدا ہونے والے فنڈز ہیں۔ کئی وجوہات کی بنا پر ہندوستان کی ترقی کے لیے اندرونی مالیات کو متحرک کرنا ضروری ہے۔ سب سے پہلے، ایک مضبوط ملکی مالیاتی نظام معاشی استحکام اور لچک کو فروغ دیتا ہے۔ ملک کے اندر بچت اور سرمایہ کاری کو فروغ دے کر، ہندوستان فنڈنگ کے بیرونی ذرائع پر اپنا انحصار کم کر سکتا ہے، اس طرح عالمی مالیاتی منڈیوں میں بیرونی جھٹکوں اور اتار چڑھاؤ سے خود کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ دوسرا، اندرونی مالیات بنیادی ڈھانچے کی ترقی، انسانی سرمائے کی تشکیل، اور اختراع میں سہولت فراہم کرتی ہے۔ تعلیم، صحت کی دیکھ بھال اور ٹکنالوجی جیسے اہم شعبوں میں فنڈز کی منتقلی سے ہندوستان اپنی پیداواری صلاحیت کو بڑھا سکتا ہے، معیار زندگی کو بہتر بنا سکتا ہے، اور طویل مدتی پائیدار ترقی کو فروغ دے سکتا ہے۔ تیسرا، داخلی مالیات کو متحرک کرنا مالی شمولیت اور سماجی مساوات کو فروغ دیتا ہے۔ مالیاتی خدمات اور کریڈٹ تک رسائی کو وسعت دے کر، خاص طور پر پسماندہ کمیونٹیز اور دیہی آبادیوں کے درمیان، ہمارا ملک اپنی عوام کو بااختیار بنا سکتا ہے، کاروبار کو تحریک دے سکتا ہے، اور آمدنی میں عدم مساوات کو کم کر سکتا ہے۔

دوسری طرف بیرونی خزانہ، جس میں براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI)، غیر ملکی امداد، اور بیرونی قرضے شامل ہیں، ہندوستان کی ترقی کی کوششوں میں معاونت کے لیے اضافی وسائل اور مہارت فراہم کرکے اندرونی مالیات کی تکمیل کرتا ہے۔ غیر ملکی براہ راست سرمایہ کاری (FDI) ٹیکنالوجی، اور انتظامی مہارتوں کو لاکر ہندوستان کی اقتصادی تبدیلی میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ایف ڈی آئی کی آمد کو راغب کرکے، ہندوستان صنعت کاری کو فروغ دے سکتا ہے، برآمدات کو فروغ دے سکتا ہے، اور روزگار کے مواقع پیدا کر سکتا ہے، اس طرح اس کی ترقی کی رفتار تیز ہو سکتی ہے۔ غیر ملکی امداد، گرانٹس یا رعایتی قرضوں کی شکل میں، غربت کے خاتمے، صحت کی دیکھ بھال کی فراہمی، اور ماحولیاتی پائیداری جیسے اہم ترقیاتی چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے ملکی وسائل کی تکمیل کر سکتی ہے۔ بین الاقوامی تعاون اور شراکت داری ہندوستان کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ اپنے ترقیاتی اہداف کو حاصل کرنے کے لیے دو طرفہ اور کثیر جہتی ایجنسیوں کی مہارت اور وسائل کا فائدہ اٹھا سکے۔ بیرونی قرضے بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں اور اسٹریٹجک سرمایہ کاری کے لیے فنانسنگ کا ایک عارضی ذریعہ فراہم کر سکتے ہیں۔ سازگار شرائط پر بین الاقوامی کیپٹل مارکیٹوں تک رسائی حاصل کرکے، ہندوستان فنانسنگ کے فرق کو ختم کر سکتا ہے

اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی کی رفتار کو تیز کر سکتا ہے، جو پائیدار اقتصادی ترقی کے لیے ضروری ہے۔

16.2.1 مانیٹری پالیسی اور اندرونی مالیاتی متحرک کاری

(Monetary Policy and Internal Mobilization of Resources)

مانیٹری پالیسی سے مراد مرکزی بینک یعنی ریزرو بینک آف انڈیا (آر بی آئی) کے ذریعے اٹھائے گئے اقدامات سے معیشت میں رقم اور قرض کی فراہمی کو منظم کرنا ہے، جس کا مقصد قیمتوں میں استحکام، مکمل روزگار، اور پائیدار اقتصادی ترقی جیسے میکرو اکنامک مقاصد کو حاصل کرنا ہے۔ مانیٹری پالیسی کے ذریعے، مرکزی بینک مختلف اقتصادی متغیرات پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتا ہے، بشمول سود کی شرح، رقم کی فراہمی، افراطِ زر، شرح مبادلہ، اور مجموعی اقتصادی سرگرمی۔

ریزرو بینک آف انڈیا اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے کئی اہم مانیٹری پالیسی ٹولز کا استعمال کرتا ہے۔ ان ٹولز میں شامل ہیں:

پالیسی کی شرح: RBI معیشت میں قلیل مدتی سود کی شرحوں کو متاثر کرنے کے لیے پالیسی ریٹ، جیسے ریپو ریٹ، ریورس ریپو ریٹ، اور مارجنل اسٹینڈنگ فیسیلٹی (MSF) کی شرح کا تعین کرتا ہے۔ ریپو ریٹ وہ شرح ہے جس پر RBI اہل سیکیورٹیز کے عوض تجارتی بینکوں کو قرض دیتا ہے، جو مختصر مدت کے قرض لینے کے اخراجات کے لیے معیار کے طور پر کام کرتا ہے۔ پالیسی کی شرحوں میں تبدیلیاں پوری معیشت میں قرض لینے اور قرض دینے کی شرحوں پر اثر انداز ہوتی ہیں، جس سے صرف، سرمایہ کاری اور مجموعی طلب متاثر ہوتی ہے۔

اوپن مارکیٹ آپریشنز (OMOs): اوپن مارکیٹ آپریشنز میں اوپن مارکیٹ میں آر بی آئی کے ذریعے سرکاری سیکیورٹیز کی خرید و فروخت شامل ہے۔ سرکاری سیکیورٹیز خرید کر، RBI بینکنگ سسٹم میں لیکویڈیٹی داخل کرتا ہے، جس سے رقم کی فراہمی میں اضافہ ہوتا ہے اور شرح سود پر نیچے کی طرف دباؤ پڑتا ہے۔ اس کے برعکس، سرکاری سیکیورٹیز کی فروخت سے لیکویڈیٹی کم ہوتی ہے، جس سے رقم کی فراہمی میں کمی واقع ہوتی ہے اور شرح سود پر اوپر کا دباؤ پڑتا ہے۔ OMOs کا استعمال RBI کے ذریعے بینکاری نظام میں لیکویڈیٹی کے حالات کو منظم کرنے اور شرح سود کی مطلوبہ سطح کو حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔

کیش ریزرو ریشو (CRR): کیش ریزرو ریشو بینک ڈپازٹس کا فیصد ہے جسے بینکوں کو مرکزی بینک، جیسے RBI کے پاس ریزرو کے طور پر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ CRR کو ایڈجسٹ کرکے، RBI تجارتی بینکوں کے ذریعے قرض دینے کے لیے دستیاب فنڈز کی مقدار کو متاثر کر سکتا ہے۔ زیادہ CRR بینکوں کے قابل قرض فنڈز کو کم کرتا ہے، جس سے رقم کی فراہمی اور کریڈٹ تخلیق میں کمی واقع ہوتی ہے، جب کہ کم CRR قرضے کے قابل فنڈز کو بڑھاتا ہے اور کریڈٹ تخلیق کو تحریک دیتا ہے۔

قانونی لیکویڈیٹی ریشو (SLR): CRR کی طرح، قانونی لیکویڈیٹی تناسب بینک ڈپازٹس کا فیصد ہے جو بینکوں کو مخصوص مائع اثاثوں، جیسے کہ سرکاری سیکیورٹیز میں سرمایہ کاری کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایس ایل آر کو ایڈجسٹ کرکے، آر بی آئی بینکوں کی لیکویڈیٹی پوزیشن اور کریڈٹ بڑھانے کی ان کی صلاحیت کو متاثر کر سکتا ہے۔ ایک اعلیٰ SLR بینکوں کی قرض دینے کی صلاحیت کو محدود کرتا ہے، جبکہ کم SLR قرض دینے کے لیے فنڈز کو آزاد کرتا ہے اور کریڈٹ تخلیق کو تحریک دیتا ہے۔

مارجنل اسٹینڈنگ فیسیلٹی (MSF): مارجنل اسٹینڈنگ فیسیلٹی ایک ونڈو ہے جو RBI کی طرف سے بینکوں کو اہل سیکیورٹیز کے خلاف راتوں رات فنڈز لینے کے لیے فراہم کی جاتی ہے۔ ایم ایس ایف کی شرح ریپو ریٹ سے زیادہ ہوتی ہے اور ان بینکوں کے لیے تعزیری شرح کے طور پر کام کرتی ہے جنہیں اپنی لیکویڈیٹی کی ضروریات سے زیادہ اضافی فنڈز کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایم ایس ایف کی شرح کو ایڈجسٹ کر کے، آربی آئی مختصر مدت کے سود کی شرحوں پر اثر انداز ہو سکتا ہے اور بینکنگ سسٹم میں لیکویڈیٹی حالات کا انتظام کر سکتا ہے۔

1. داخلی مالیات کو متحرک کرنے میں مانیٹری پالیسی کے استعمال کے مسائل

داخلی مالیات کو متحرک کرنے کے لیے مانیٹری پالیسی کے استعمال میں بہت سی رکاوٹیں ہیں، خاص طور پر ہندوستان جیسی متحرک اور پیچیدہ معیشت کے تناظر میں، کچھ اہم چیلنجوں میں شامل ہیں۔

افراط زر کا ہدف: مانیٹری پالیسی کے بنیادی مقاصد میں سے ایک مخصوص افراط زر کی شرح کو ہدف بنا کر قیمتوں میں استحکام برقرار رکھنا ہے۔ تاہم، ہندوستان جیسی ابھرتی ہوئی معیشتوں میں، افراط زر کی حرکیات اکثر گھریلو اور بیرونی عوامل کے پیچیدہ تعامل سے متاثر ہوتی ہیں، جیسے سپلائی کے جھٹکے، خوراک کی قیمتیں، شرح مبادلہ کی نقل و حرکت، اور اجناس کی عالمی قیمتیں۔

افراط زر کے ہدف کو حاصل کرنا اور اسے برقرار رکھنا مشکل ہو سکتا ہے، خاص طور پر جب معیشت میں ساختی رکاوٹیں، رسد کی طرف سے رکاوٹیں، اور طلب اور رسد میں عدم توازن ہو۔ مہنگائی کا مسلسل دباؤ پیسے کی قوت خرید کو ختم کر سکتا ہے، بچتوں پر حقیقی منافع کم کر سکتا ہے، اور سرمایہ کاری کے فیصلوں کو مسخ کر سکتا ہے، جس سے داخلی مالیات کو متحرک کرنے میں مانیٹری پالیسی کی تاثیر کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

شرح سود کی ترسیل کا طریقہ کار: پالیسی کی شرحوں میں تبدیلیوں کو پورے بینکنگ نظام میں قرض دینے اور جمع کرنے کی شرحوں میں منتقل کرنا، جسے شرح سود کی ترسیل کے نام سے جانا جاتا ہے، کریڈٹ کی طلب، سرمایہ کاری کے فیصلوں، اور بچت کے رویے کو متاثر کرنے میں مانیٹری پالیسی کی تاثیر کے لیے اہم ہے۔ ہندوستان میں، بینکنگ سیکٹر میں ساختی سختیوں کی وجہ سے شرح سود کی ترسیل کے طریقہ کار کو چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، جیسے کہ غیر فعال اثاثوں کی اعلیٰ سطح (NPAs) ریاست کے زیر کنٹرول قرضے کی شرح، اور مارکیٹ کی تقسیم۔ ان عوامل نے قرضے کی شرحوں میں اور پالیسی کی شرحوں میں تبدیلیوں کے بروقت اور مکمل پاس تھرو میں رکاوٹ پیدا کی ہے، قرض لینے کے اخراجات اور کریڈٹ کی دستیابی پر مانیٹری پالیسی کے اثرات کو محدود کر دیا ہے۔ مزید برآں، ایک بڑے غیر رسمی شعبے اور فنڈنگ کے متبادل ذرائع، جیسے غیر بینک مالیاتی ادارے (NBFCs) اور شیڈو بینکنگ اداروں کی موجودگی، شرح سود کی ترسیل کو مزید پیچیدہ بناتی ہے اور داخلی مالیات کو متحرک کرنے میں مانیٹری پالیسی کی تاثیر کو کمزور کرتی ہے۔

مالیاتی مارکیٹ کی ترقی: مالیاتی منڈیوں کی گہرائی، لیکویڈیٹی، اور کارکردگی مختلف فنڈنگ کے ذرائع فراہم کر کے، سرمائے کی تقسیم میں سہولت فراہم کر کے، اور مالی شمولیت کو فروغ دے کر اندرونی مالیات کو متحرک کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تاہم، ہندوستان کی مالیاتی منڈیاں، خاص طور پر کارپوریٹ بانڈ مارکیٹ اور ثانوی قرض بازار، ترقی یافتہ معیشتوں کے مقابلے میں کم ترقی یافتہ ہیں۔ گہری اور مائع بانڈ مارکیٹوں کی

کمی کاروباری اداروں کی قرض کی مالی اعانت کے ذریعے طویل مدتی سرمایہ اکٹھا کرنے کی صلاحیت کو محدود کرتی ہے، سرمایہ کاری کے مواقع کو روکتی ہے اور سرمایہ کی تشکیل ہوتی ہے۔ مزید بر آں، بینک فنانسنگ کا غلبہ اور مالیاتی منڈیوں میں ادارہ جاتی سرمایہ کاروں کی محدود شرکت مالیاتی نظام کی جھٹکے برداشت کرنے کی صلاحیت کو کمزور کرتی ہیں اور فنڈنگ کے ذرائع کے تنوع کو روکتی ہیں۔

ساختی اصلاحات اور پالیسی کو آرڈینیشن: داخلی مالیات کو متحرک کرنے میں مالیاتی پالیسی کو درپیش چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے مالیاتی پالیسی، بنیادی ڈھانچے کی ترقی، ریگولیٹری ماحول اور مالیاتی شعبے کی اصلاحات جیسے شعبوں میں تکمیلی ڈھانچہ جاتی اصلاحات کی ضرورت ہے۔ مختلف میکرو اکنامک پالیسیوں کے درمیان پالیسی ہم آہنگی کا حصول، بشمول مانیٹری، فسکل اور ساختی پالیسیاں، پائیدار اقتصادی ترقی، سرمایہ کاری، اور سرمایہ کی تشکیل کے لیے ایک سازگار ماحول پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے۔ پالیسی کے مقاصد میں ناکافی ہم آہنگی اور عدم مطابقت مانیٹری پالیسی کی تاثیر کو نقصان پہنچا سکتی ہے اور میکرو اکنامک عدم توازن کو بڑھا سکتی ہے۔

16.2.2 فسکل پالیسی اور اندرونی مالیاتی متحرک کاری

(Fiscal Policy and Internal Mobilization of Resources)

فسکل پالیسی سے مراد معاشی سرگرمیوں کی مجموعی سطح پر اثر انداز ہونے اور قیمتوں میں استحکام، مکمل روزگار، اور پائیدار اقتصادی ترقی جیسے میکرو اکنامک مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے حکومتی اخراجات، محصول لگانے اور قرض لینے کا استعمال ہے۔ یہ معیشت کے انتظام اور مطلوبہ نتائج کو فروغ دینے کے لیے پالیسی سازوں کے لیے دستیاب بنیادی ٹولز میں سے ایک ہے۔ حکومت ہند اپنے معاشی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے مختلف فسکل پالیسی کے آلات استعمال کرتی ہے۔ حکومت کی طرف سے استعمال کیے جانے والے چند اہم فسکل پالیسی آلات میں شامل ہیں۔

عوامی اخراجات: عوامی اخراجات سے مراد حکومت کی طرف سے اشیا، خدمات، انفرااسٹرکچر، اور سماجی بہبود کے پروگراموں پر کیے جانے والے اخراجات ہیں۔ حکومتی اخراجات میں اضافہ کرکے، حکومت اقتصادی سرگرمیوں اور مجموعی مانگ کو تیز کر سکتی ہے، جس سے پیداوار، روزگار اور آمدنی کی سطح بلند ہو سکتی ہے۔ حکومت مختلف شعبوں جیسے تعلیم، صحت کی دیکھ بھال، دفاع، بنیادی ڈھانچے کی ترقی، اور عوامی کاموں کے منصوبوں کے لیے فنڈز مختص کرتی ہے تاکہ جامع ترقی کو فروغ دیا جا سکے اور سماجی اور اقتصادی چیلنجوں سے نمٹا جا سکے۔

ٹیکسیشن: ٹیکسیشن میں افراد، کاروبار اور دیگر اداروں پر سرکاری اخراجات کے لیے محصول بڑھانے اور دوبارہ تقسیم کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے چارجز لگانا شامل ہے۔ ٹیکس آمدنی، صرف، دولت، منافع، جائیداد، درآمدات، اور دیگر اقتصادی سرگرمیوں پر لگایا جا سکتا ہے۔ حکومت ٹیکسوں کو فسکل پالیسی کے آلے کے طور پر استعمال کرتی ہے تاکہ قابل استعمال آمدنی، صرف کے نمونوں، سرمایہ کاری کے فیصلوں، اور معاشی رویے پر اثر انداز ہو سکے۔ ٹیکس کی شرح کو ایڈجسٹ کرنا، چھوٹ، کٹوتیاں، اور کریڈٹس کو ایڈجسٹ کرکے، حکومت مطلوبہ میکرو اکنامک نتائج حاصل کرنے کے لیے معاشی سرگرمیوں کو متحرک یا روک سکتی ہے۔

مالیاتی خسارہ اور عوامی قرضوں کا انتظام: مالیاتی خسارے سے مراد ایک مالی سال میں حکومتی اخراجات اور محصولات کے درمیان فرق ہے۔

جب حکومتی اخراجات محصولات سے بڑھ جاتے ہیں، تو اس کے نتیجے میں مالیاتی خسارہ ہوتا ہے، جسے ملکی اور بیرونی ذرائع سے قرضے کے ذریعے پورا کیا جاتا ہے۔ حکومت مالیاتی استحکام، میکرو اکنامک استحکام، اور قرض کی خدمت کی صلاحیت کو یقینی بنانے کے لیے مالیاتی خسارے اور عوامی قرضوں کی سطح کا انتظام کرتی ہے۔ ہوشیار مالیاتی انتظام کا مقصد عوامی اخراجات کی ضرورت اور مالیاتی اعتبار، قرض کی پائیداری اور نظم وضبط کے تحفظ کے درمیان توازن قائم کرنا ہے۔

عوامی سرمایہ کاری اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی: بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں میں عوامی سرمایہ کاری، جیسے نقل وحمل، توانائی، مواصلات، اور شہری ترقی، طویل مدتی اقتصادی ترقی، پیداواری فوائد، اور مسابقت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ حکومت رکاوٹوں کو دور کرنے، رابطوں کو بڑھانے اور نجی سرمایہ کاری کو راغب کرنے کے لیے بنیادی ڈھانچے کی ترقی کے لیے فنڈز مختص کرتی ہے۔ انفرااسٹرکچر کی سرمایہ کاری سے روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں، نجی شعبے کی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اور تجارت کو آسان بنایا جاتا ہے، اور شہریوں کا معیار زندگی بہتر ہوتا ہے۔ وہ پائیدار ترقی، ماحولیاتی پائیداری، اور جامع ترقی میں بھی حصہ ڈالتے ہیں۔

سبسڈیز اور ٹرانسفرز: سبسڈیز اور ٹرانسفرز حکومتی اخراجات ہیں جن کا مقصد مخصوص شعبوں، صنعتوں یا افراد کو مالی امداد، مراعات، یا مدد فراہم کرنا ہے۔ خوراک، ایندھن، زراعت، برآمدات، تعلیم، صحت کی دیکھ بھال، رہائش اور سماجی بہبود کے پروگراموں کے لیے سبسڈی فراہم کی جاسکتی ہے۔

منتقلی میں براہ راست نقد رقم کی منتقلی، فلاحی ادائیگیاں، پنشن، اسکالرشپ، اور کمزور آبادیوں، جیسے غریب، بزرگ، معذور اور پسماندہ گروہوں کے لیے آمدنی کی امداد کی دیگر اقسام شامل ہیں۔ یہ اقدامات سماجی شمولیت، غربت میں کمی، اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کو فروغ دیتے ہیں۔

1. **اندرونی مالیات کو متحرک کرنے میں فسکل پالیسی سے وابستہ مسائل**

فسکل پالیسی، جبکہ اقتصادی انتظام کے لیے ایک طاقتور ذریعہ ہے لیکن یہ بھی اپنے چیلنجوں اور ممکنہ نقصانات کے بغیر نہیں ہے۔ یہاں مالیاتی پالیسی سے وابستہ کچھ مسائل پیش کیے جاتے ہیں:

مالیاتی خسارہ: مالیاتی خسارہ اس وقت ہوتا ہے جب حکومتی اخراجات کسی دیے گئے مالی سال میں محصولات سے بڑھ جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے قرض لینا پڑتا ہے۔ گرچہ معاشی بدحالی یا ہنگامی حالات کے دوران نمو کو تیز کرنے یا اہم ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خسارے ضروری ہوسکتے ہیں۔ لیکن مسلسل یا ضرورت سے زیادہ خسارہ کئی منفی نتائج کا باعث بن سکتا ہے۔ اعلیٰ مالیاتی خسارے کے نتیجے میں حکومتی قرضے میں اضافہ ہوسکتا ہے، جس سے عوامی قرضوں کی سطح بلند ہوسکتی ہے۔ اس سے مالیاتی استحکام، قرض کی فراہمی کے اخراجات، اور نجی سرمایہ کاری کے کم ہونے کے بارے میں خدشات بڑھ سکتے ہیں۔ مزید برآں، مالیاتی خسارہ پیداوار میں یکساں اضافے کے بغیر معیشت میں مجموعی طلب کو بڑھا کر افراط زر کے دباؤ کو بڑھا سکتا ہے، جس سے قیمتوں میں اضافہ اور قوت خرید میں کمی واقع ہوتی ہے۔

ٹیکس چوری: ٹیکس چوری حکومتی محصولات کو کم کرکے، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم، بنیادی ڈھانچے اور سماجی بہبود کے پروگراموں جیسی

ضروری خدمات پر عوامی اخراجات کے لیے دستیاب وسائل کو محدود کر کے مالیاتی پالیسی کی تاثیر کو کمزور کرتی ہے۔ مزید بر آں، ٹیکس چوری ٹیکس کی انصاف پسندی اور مساوات کے نقصان کا باعث بنتی ہے، کیونکہ یہ ٹیکس کے بوجھ کو تعمیل کرنے والے ٹیکس دہندگان پر ڈالتا ہے اور ٹیکس کے نظام اور حکومتی اداروں میں عوام کے اعتماد کو مجروح کرتا ہے۔

غیر موثر اخراجات: غیر موثر اخراجات اس وقت ہوتے ہیں جب حکومتی فنڈز غیر موثر یا غیر موثر طریقے سے مختص کیے جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں وسائل کا زیاں ہوتا ہے۔ عوامی اخراجات میں ناکاریاں مختلف عوامل کی وجہ سے پیدا ہو سکتی ہیں، جن میں بدعنوانی، بدانتظامی، شفافیت اور جوابدہی کا فقدان، کرائے کے متلاشی رویے، اور سیاسی تحفظات شامل ہیں۔ غیر موثر اخراجات معاشی ترقی، غربت میں کمی، اور سماجی بہبود کے نتائج پر حکومتی مداخلتوں کے اثرات کو کم کر کے فسکل پالیسی کی تاثیر کو کمزور کر دیتے ہیں۔ اس سے سرکاری اداروں پر عوام کا اعتماد بھی ختم ہوتا ہے اور عوامی پالیسیوں کی تاثیر پر اعتماد کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔

پروسائیکلیکل فسکل پالسی: پروسائیکلیکل فسکل پالیسی اس وقت ہوتی ہے جب حکومتی اخراجات اور ٹیکسیشن معاشی اتار چڑھاؤ کو تقویت دیتے ہیں، بوم کو بڑھاتے ہیں اور کساد بازاری کو بڑھاتے ہیں۔ معاشی پھیلاؤ کے دوران، پروسائیکلیکل فسکل پالیسیوں میں حکومتی اخراجات میں اضافہ اور ٹیکسوں کو کم کرنا شامل ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اثاثوں کے بلبلے، افراط زر کے دباؤ اور حد سے زیادہ گرم معیشت پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کے برعکس، معاشی بدحالی کے دوران، پروسیکلیکل فسکل پالیسیوں میں حکومتی اخراجات میں کمی اور ٹیکسوں میں اضافہ شامل ہوتا ہے، جو کساد بازاری کو بڑھا سکتا ہے، اقتصادی سکڑاؤ کو گہرا کر سکتا ہے، اور بے روزگاری کو طویل عرصے تک بڑھا سکتا ہے۔

سیاسی اقتصادیات کے تحفظات: سیاسی معیشت کے تحفظات، جیسے قلیل مدتی انتخابی چکر، سیاسی مفادات، اور رینٹ-سیکنگ بجو ور، فسکل پالیسی کے فیصلوں اور ترجیحات کو متاثر کر سکتا ہے۔ سیاست دان ایسی پالیسیوں کو ترجیح دے سکتے ہیں جن سے فوری سیاسی فائدہ حاصل ہو یا طویل مدتی معاشی استحکام، فسکل استحکام اور عوامی بہبود کی قیمت پر خصوصی مفاد والے گروہوں کی حمایت ہو۔ مزید بر آں، فسکل پالیسی کے فیصلے لابنگ، اثر ورسوخ کی تجارت، اور بدعنوانی کے تابع ہو سکتے ہیں، جس کے نتیجے میں برے نتائج بر آمد ہوتے ہیں اور پالیسی سازی کے عمل کی سالمیت کو نقصان پہنچتا ہے۔

16.2.3 مانیٹری پالیسی اوبیرونی مالیاتی متحرک کاری

(Monetary Policy and External Mobilization of Resources)

ریزرو بینک آف انڈیا (RBI) کے ذریعے نافذ کردہ مانیٹری پالیسی اقدامات مختلف ذرائع سے غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے ہندوستان کی کشش کو نمایاں طور پر متاثر کر سکتے ہیں۔ یہاں یہ بھی ہے کہ مالیاتی پالیسی کے اقدامات غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے ہندوستان کی کشش کو کس طرح متاثر کرتے ہیں:

شرح سود: مانیٹری پالیسی اقدامات، جیسے پالیسی ریٹ میں تبدیلیاں (مثلاً، ریپوریٹ، ریورس ریپوریٹ)، معیشت میں شرح سود کو براہ راست متاثر کرتی ہیں۔ موافق مانیٹری پالیسی کے ذریعے شرح سود کو کم کرنے سے کاروبار اور سرمایہ کاروں بشمول غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے

قرض لیناسستاہوسکتاہے۔ سود کی کم شرح سرمائے کی لاگت کو کم کرتی ہے، جس سے ہندوستان کو غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے ایک پرکشش مقام بناتاہے جو پروجیکٹوں کی مالی اعانت، آپریشن کو وسعت دینے، یا بانڈز اور ایکویٹی جیسے مالیاتی اثاثوں میں سرمایہ کاری کرنے کے خواہاں ہیں۔ اس کے برعکس، سخت مانیٹری پالیسی کے حصے کے طور پر شرح سود میں اضافہ قرض لینے کی لاگت کو بڑھا سکتا ہے، ممکنہ طور پر سرمایہ کاری کی سرگرمیوں کو کم کرسکتاہے اور ہندوستان کو غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے کم پرکشش بناسکتاہے۔

زرمبادلہ کی شرح: مانیٹری پالیسی کے اقدامات، خاص طور پر غیر ملکی زرمبادلہ کی منڈی میں مداخلت اور شرح سود میں تبدیلی، شرح مبادلہ کو متاثر کرتی ہے، جو غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے ہندوستان کی کشش کو متاثر کرسکتی ہے۔ مانیٹری پالیسی کے اقدامات کے نتیجے میں ہندوستانی روپے کی قدر میں کمی ہندوستانی اثاثوں کو ان کی گھریلو کرنسیوں کے لحاظ سے غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے زیادہ سستی بناسکتی ہے، ممکنہ طور پر غیر ملکی سرمایہ کاری کے بہاؤ کو فروغ دے سکتی ہے۔ اس کے برعکس، روپے کی قدر میں اضافے سے ہندوستانی اثاثے غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے نسبتاً زیادہ مہنگے ہوسکتے ہیں، جو ممکنہ طور پر غیر ملکی سرمایہ کاری کے بہاؤ کو کم کرسکتاہے۔

مارکیٹ کا جذبہ اور اعتماد: مانیٹری پالیسی کے اقدامات سرمایہ کاروں کے جذبات اور ہندوستانی معیشت میں اعتماد کو متاثر کرسکتے ہیں۔ معاشی ترقی اور استحکام کی حمایت کرنے کے عزم کا اشارہ دینے والی مالیاتی پالیسی کے موافق اقدامات سرمایہ کاروں کے اعتماد کو بڑھاسکتے ہیں اور ہندوستان کو غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے مزید پرکشش بناسکتے ہیں۔ دوسری طرف، مانیٹری پالیسی کے اقدامات جو غیر یقینی صورتحال، اتار چڑھاؤ، یا افراط زر کے دباؤ کا اشارہ دیتے ہیں، سرمایہ کاروں کے اعتماد کو کم کرسکتے ہیں اور غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے ہندوستان کی کشش کو کم کرسکتے ہیں۔

لیکویڈیٹی کنڈیشنز: مانیٹری پالیسی کے اقدامات، جیسے اوپن مارکیٹ آپریشنز اور لیکویڈیٹی انجیکشن، مالیاتی منڈیوں میں لیکویڈیٹی کی صورت حال کو متاثر کرتے ہیں۔ مناسب مالیاتی پالیسی کے نتیجے میں کافی لیکویڈیٹی غیر ملکی سرمایہ کاروں کو فنڈنگ تک آسان رسائی فراہم کرسکتی ہے اور مارکیٹ کی لیکویڈیٹی میں اضافہ کرسکتی ہے، جس سے بھارت کو سرمایہ کاری کے لیے زیادہ پرکشش بنایا جاسکتاہے۔ محدود مانیٹری پالیسی اقدامات کے نتیجے میں لیکویڈیٹی کے حالات کو سخت کرنے سے قرض لینے کی لاگت میں اضافہ ہوسکتاہے اور فنانسنگ تک رسائی کم ہوسکتی ہے، ممکنہ طور پر غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے ہندوستان کی کشش کو کم کیا جاسکتاہے۔

افراط زر اور اقتصادی استحکام: قیمتوں میں استحکام کو برقرار رکھنے اور مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لیے مانیٹری پالیسی اقدامات غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے سازگار ماحول پیدا کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ مؤثر مانیٹری پالیسی کے نتیجے میں کم اور مستحکم افراط زر معاشی استحکام کو بڑھا سکتا ہے، غیر یقینی صورت حال کو کم کرسکتاہے، اور غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے منافع کی پیش گوئی کو بہتر بنا سکتاہے، جس سے ہندوستان کو سرمایہ کاری کے لیے زیادہ پرکشش بنایا جاسکتاہے۔ اس کے برعکس، غیر موثر مانیٹری پالیسی بلند افراط زر یا قیمتوں میں اتار چڑھاؤ سرمایہ کاروں کے اعتماد کو ختم کرسکتی ہے، خطرے کے تصور کو بڑھاسکتی ہے، اور غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے ہندوستان کی کشش کو کم کرسکتی ہے۔

1. بیرونی مالیات کو متحرک کرنے میں مانیٹری پالیسی کے استعمال کی حدود

بیرونی مالیات کو راغب کرنے کے لیے مانیٹری پالیسی کے استعمال میں بہت سی حدود ہیں، خاص طور پر شرح مبادلہ کے اتار چڑھاؤ

اور عالمی اقتصادی غیر یقینی صورتحال کے تناظر میں۔ یہاں کچھ اہم چیلنجز ہیں۔

شرح مبادلہ میں اتار چڑھاؤ: شرح مبادلہ میں اتار چڑھاؤ غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے غیر یقینی صورت حال اور خطرات پیدا کر سکتا ہے، جو کسی ملک کے اثاثوں یا مالیاتی منڈیوں میں سرمایہ کاری کرنے کے ان کے فیصلوں کو متاثر کر سکتا ہے۔ مانیٹری پالیسی کے اقدامات، جیسے سود کی شرح میں تبدیلی یا غیر ملکی کرنسی مارکیٹ میں مداخلت، شرح مبادلہ کو متاثر کر سکتی ہے اور شرح مبادلہ میں اتار چڑھاؤ میں حصہ ڈال سکتی ہے۔ شرح مبادلہ میں اتار چڑھاؤ غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے ہیجنگ کی لاگت میں اضافہ کر سکتا ہے اور کسی ملک کے اثاثوں میں سرمایہ کاری کی کشش کو کم کر سکتا ہے، خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جو مختصر مدت کے لیے سرمایہ کاری کے افق رکھتے ہیں۔

عالمی اقتصادی غیر یقینی صورت حال: عالمی اقتصادی غیر یقینی صورت حال، جیسے کہ جغرافیائی سیاسی تناؤ، تجارتی تنازعات، مالیاتی منڈی میں اتار چڑھاؤ، اور بڑی معیشتوں میں معاشی بدحالی، سرمایہ کاروں کے جذبات اور خطرہ مول لینے کی خواہش کو متاثر کر سکتی ہے۔ مالیاتی پالیسی کے اقدامات جن کا مقصد بیرونی مالیات کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہے، عالمی سطح پر بڑھتی ہوئی غیر یقینی صورت حال کے درمیان چیلنجز کا سامنا کر سکتے ہیں، کیونکہ سرمایہ کار زیادہ محتاط رویہ اپنا سکتے ہیں اور محفوظ اثاثوں یا مستحکم معیشتوں میں سرمایہ کاری کو ترجیح دے سکتے ہیں۔ عالمی اقتصادی حالات کے ارد گرد کی غیر یقینی صورت حال سرمائے کے بہاؤ، شرح مبادلہ اور شرح سود کے فرق کو متاثر کر سکتی ہے، جس سے مالیاتی حکام کے لیے ایسی پالیسیوں کو نافذ کرنا مشکل ہو جاتا ہے جو میکرو اکنامک استحکام کو برقرار رکھتے ہوئے بیرونی مالیات کو مؤثر طریقے سے راغب کرتی ہیں۔

خطرے کا ادراک (پرسیپشن) اور ملک کا خطرہ: کسی خاص ملک میں سرمایہ کاری سے وابستہ خطرات کا ادراک، جسے اکثر ملکی خطرہ کہا جاتا ہے، سرمایہ مختص کرنے کے غیر ملکی سرمایہ کاروں کے فیصلوں کو متاثر کر سکتا ہے۔ ملک کے خطرے میں کردار ادا کرنے والے عوامل میں سیاسی عدم استحکام، پالیسی کی غیر یقینی صورت حال، گورننس کے مسائل، ریگولیٹری رکاوٹیں، قانونی فریم ورک، اور میکرو اکنامک کمزوریاں شامل ہیں۔ مالیاتی پالیسی کے اقدامات جن کا مقصد بیرونی مالیات کو راغب کرنا ہے اگر سرمایہ کاروں کو ملک کے بڑھتے ہوئے خطرے کا احساس ہو تو رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، کیونکہ وہ زیادہ منافع کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا اپنے سرمایہ کاری کے فیصلوں میں رسک پریمیم کو شامل کر سکتے ہیں، جس سے ملک میں سرمایہ کاری کی کشش کم ہو جاتی ہے۔

سرمائے کے بہاؤ میں اتار چڑھاؤ: سرمائے کا بہاؤ، بشمول براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI)، پورٹ فولیو سرمایہ کاری، اور سرمائے کی آمد کی دیگر شکلیں، غیر مستحکم ہو سکتی ہیں اور خاص طور پر ابھرتی ہوئی مارکیٹ کی معیشتوں میں اچانک الٹ پھیر کا شکار ہو سکتی ہیں۔ مالیاتی پالیسی کے اقدامات جن کا مقصد بیرونی مالیات کو راغب کرنا ہے، سرمائے کے بہاؤ کے اتار چڑھاؤ کو منظم کرنے میں چیلنجوں کا سامنا کر سکتا ہے، کیونکہ سرمایہ کاروں کے جذبات یا بیرونی حالات میں اچانک تبدیلیاں سرمائے کے اخراج کا باعث بن سکتی ہیں اور مالی منڈیوں کو غیر مستحکم کر سکتی ہیں۔ غیر مستحکم سرمائے کا بہاؤ مانیٹری پالیسی کے نفاذ کو پیچیدہ بنا سکتا ہے، کیونکہ مرکزی بینکوں کو شرح مبادلہ کے استحکام، قیمت کے استحکام اور مالیاتی استحکام کو برقرار رکھنے کی ضرورت کے ساتھ بیرونی مالیات کو راغب کرنے کے مقاصد میں توازن پیدا کرنے کی ضرورت پڑ

سکتی ہے۔

پالیسی ہم آہنگی اور تعاون: عالمی سطح پر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے مالیاتی نظام میں، مرکزی بینکوں اور پالیسی سازوں کے درمیان ہم آہنگی اور تعاون بیرونی مالیاتی بہاؤ کے انتظام اور مشترکہ چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ اہم مرکزی بینکوں کے درمیان مالیاتی پالیسیوں کو مربوط کرنے میں چیلنجز، مختلف ممالک میں پالیسی کے مختلف مقاصد، اور پالیسی کی ترجیحات اور حکمت عملیوں میں فرق بیرونی مالیات کو راغب کرنے اور مالی استحکام کو فروغ دینے کی کوششوں کو پیچیدہ بنا سکتے ہیں۔ مزید برآں، ایک ملک کی طرف سے یک طرفہ مانیٹری پالیسی کے اقدامات دوسری معیشتوں پر اثرات مرتب کر سکتے ہیں، جو عالمی اقتصادی عدم توازن، کرنسی کے تناؤ اور مالیاتی منڈی کے اتار چڑھاؤ میں حصہ ڈالتے ہیں۔

16.2.4 فسکل پالیسی اور بیرونی مالیاتی متحرک کاری

(Fiscal Policy and External Mobilization of Resources)

اقتصادی ماحول، مالیاتی استحکام اور سرمایہ کاری کے ماحول کو تشکیل دے کر غیر ملکی سرمایہ کاروں کے جذبات اور ہندوستان میں اعتماد کو نمایاں طور پر متاثر کر سکتے ہیں۔ یہاں بتایا گیا ہے کہ فسکل پالیسی کے اقدامات غیر ملکی سرمایہ کاروں کے جذبات اور اعتماد کو کس طرح متاثر کر سکتے ہیں۔

حکومتی اخراجات اور بنیادی ڈھانچے کی سرمایہ کاری: فسکل پالیسی کے اقدامات جو بنیادی ڈھانچے کی ترقی، تعلیم، صحت کی دیکھ بھال، اور ترقی کو بڑھانے والے دیگر اقدامات پر حکومتی اخراجات کو ترجیح دیتے ہیں طویل مدتی اقتصادی ترقی اور نمو کے عزم کا اشارہ دے کر سرمایہ کاروں کے اعتماد کو بڑھا سکتے ہیں۔ بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں پر حکومتی اخراجات میں اضافہ کاروباری ماحول کو بہتر بنا سکتا ہے، پیداواری صلاحیت کو بڑھا سکتا ہے، اور تعمیرات، نقل و حمل، توانائی اور ٹیلی کمیونیکیشن جیسے شعبوں میں غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے مواقع پیدا کر سکتا ہے۔

ٹیکس پالیسیاں اور مراعات: ٹیکس سے متعلق مالیاتی پالیسی اقدامات، جیسے کارپوریٹ ٹیکس کی شرحیں، براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) کے لیے مراعات، اور مخصوص صنعتوں یا خطوں کے لیے ٹیکس میں چھوٹ، غیر ملکی سرمایہ کاروں کے جذبات اور فیصلہ سازی کو متاثر کر سکتے ہیں۔ کارپوریٹ ٹیکس کی شرح کو کم کرنا، بعض صنعتوں کے لیے ٹیکس کی چھٹیاں فراہم کرنا، اور ترجیحی شعبوں میں سرمایہ کاری کے لیے ٹیکس مراعات کی پیشکش، کاروبار کرنے کی لاگت کو کم کر کے اور سرمایہ کاری پر منافع کو بہتر بنا کر غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے ہندوستان کو مزید پرکشش بنا سکتا ہے۔

مالیاتی خسارہ اور عوامی قرضوں کا انتظام: فسکل پالیسی کے اقدامات جن کا مقصد مالیاتی نظم و ضبط کو برقرار رکھنا، خسارے کو کنٹرول کرنا، اور عوامی قرضوں کی سطح کو منظم کرنا ہے، معاشی استحکام اور مالیاتی استحکام کو فروغ دے کر سرمایہ کاروں کے اعتماد کو بڑھا سکتے ہیں۔ بلند مالیاتی خسارے اور عوامی قرضوں کی بڑھتی ہوئی سطح غیر ملکی سرمایہ کاروں کے درمیان اپنی مالی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی حکومت کی صلاحیت کے بارے میں تشویش پیدا کر سکتی ہے، جس سے ممکنہ طور پر قرض لینے کے اخراجات، کریڈٹ ریٹنگ میں کمی، اور سرمائے کا اخراج ہو سکتا ہے۔

پالیسی کی پیش گوئی اور شفافیت: فسکل پالیسی کی تشکیل اور نفاذ میں مستقل مزاجی، پیش گوئی اور شفافیت غیر ملکی سرمایہ کاروں میں اعتماد اور اعتماد پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے۔ مالیاتی پالیسی کے اقدامات جو شفاف، اچھی طرح سے بات چیت، اور طویل مدتی اقتصادی مقاصد کے ساتھ منسلک ہیں، حکومت کی پالیسی کی ترجیحات اور ارادوں کو واضح کر کے غیر یقینی صورت حال کو کم کر سکتے ہیں اور سرمایہ کاروں کے جذبات کو بہتر بنا سکتے ہیں۔

سرکاری قرضہ منڈی اور بانڈ کا اجرا: حکومتی قرضوں کی منڈیوں، بانڈ کے اجرا، اور قرض کے انتظام سے متعلق مالیاتی پالیسی کے اقدامات بانڈ مارکیٹ میں پیداوار، لیکویڈیٹی، اور خطرے کے تصورات کو متاثر کر کے غیر ملکی سرمایہ کاروں کے جذبات کو متاثر کر سکتے ہیں۔ درست فسکل پالیسیاں جو مالیاتی سمجھداری، قرض کی پائیداری، اور قرض کے موثر انتظام کو فروغ دیتی ہیں، غیر ملکی سرمایہ کاروں کو ہندوستانی حکومت کی سیکیورٹیز کی طرف راغب کر سکتی ہیں، سرمایہ کی آمد میں حصہ ڈالتی ہیں اور ملک کی مالیاتی منڈیوں میں سرمایہ کاروں کے اعتماد کو مضبوط کرتی ہیں۔

عوامی اخراجات اور گورننس کا معیار: عوامی اخراجات کا معیار، وسائل کی تقسیم میں کارکردگی، اور گورننس کے معیارات غیر ملکی سرمایہ کاروں کے جذبات اور اعتماد کو متاثر کرنے والے اہم عوامل ہیں۔ مالیاتی پالیسی کے اقدامات جو پیداواری اخراجات کو ترجیح دیتے ہیں، عوامی خدمات کی فراہمی کو بہتر بناتے ہیں، حکمرانی کے طریقہ کار کو بڑھاتے ہیں، اور بدعنوانی سے لڑتے ہیں، ہندوستان کے اقتصادی امکانات اور ادارہ جاتی فریم ورک میں غیر ملکی سرمایہ کاروں میں اعتماد پیدا کر سکتے ہیں۔

1. **بیرونی مالیات کو متحرک کرنے میں فسکل پالیسی سے وابستہ چیلنجز**

فسکل پالیسی کے ذریعے بیرونی مالیات کو متحرک کرنے میں کئی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں، جس سے مالیاتی استحکام اور پالیسی کی ساکھ متاثر ہو سکتی ہے۔ بیرونی مالیات کو راغب کرنے میں فسکل پالیسی سے وابستہ کچھ اہم مسائل یہ ہیں:

مالیاتی پائیداری کے خدشات: فسکل پالیسی کے اقدامات جن کے نتیجے میں مسلسل یا ضرورت سے زیادہ مالیاتی خسارے ہوتے ہیں، مالیاتی استحکام کے بارے میں خدشات پیدا کر سکتے ہیں۔ مسلسل خسارے عوامی قرضوں میں اضافے کا باعث بن سکتے ہیں، جس کا اگر احتیاط سے انتظام نہ کیا جائے تو طویل مدت تک غیر پائیدار ہو سکتا ہے۔ عوامی قرضوں کی بلند سطح قرض لینے کے اخراجات میں اضافہ کر سکتی ہے، نجی سرمایہ کاری کو روک سکتی ہے، اور مستقبل کے اخراجات کے لیے مالی جگہ کو محدود کر سکتی ہے۔ بشمول اہم بنیادی ڈھانچے اور انسانی سرمائے میں سرمایہ کاری، غیر ملکی سرمایہ کار ملک کے مالیاتی استحکام کے اشاریوں جیسے قرض سے جی ڈی پی کا تناسب، مالیاتی خسارے سے جی ڈی پی کا تناسب، اور قرض کی خدمات کے اخراجات کی قریب سے نگرانی کرتے ہیں، تاکہ اپنے مالی وعدوں کا احترام کرنے اور مالیاتی خطرات کو مؤثر طریقے سے سنبھالنے کی حکومت کی صلاحیت کا اندازہ لگا سکیں۔

پالیسی کی ساکھ اور مالیاتی نظم وضبط سے وابستگی: بیرونی مالیات کو راغب کرنے کے لیے مالیاتی پالیسی کی ساکھ بہت ضروری ہے، کیونکہ سرمایہ کار مالیاتی انتظام اور پالیسی کی پیشن گوئی کے لیے حکومت کے عزم پر بھروسہ کرتے ہیں۔ متضاد یا صوابدیدی مالی پالیسیاں، ٹیکس کی شرحوں میں

متواتر تبدیلیاں، اور ایڈہاک اخراجات کے فیصلے سرمایہ کاروں کے اعتماد کو ختم کر سکتے ہیں اور مالیاتی نظم وضبط کے لیے حکومت کے عزم کے بارے میں شکوک پیدا کر سکتے ہیں۔ فسکل پالیسی میں ساکھ کا فقدان خطرے کے زیادہ تصورات، قرض لینے کی لاگت میں اضافہ، اور حکومت کے مالیاتی خسارے کو پورا کرنے یا ملک کے اثاثوں میں سرمایہ کاری کرنے کے لیے غیر ملکی سرمایہ کاروں میں کم رضامندی کا باعث بن سکتا ہے۔

مارکیٹ کے تاثرات اور سرمایہ کار کا اعتماد: کسی ملک کی فسکل پالیسیوں اور معاشی انتظام کے بارے میں مارکیٹ کے تاثرات سرمایہ کاروں کے اعتماد اور اس کے مالیاتی خسارے کو پورا کرنے کی خواہش کا تعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مارکیٹ کے منفی تاثرات، جیسے پالیسی کی غیر یقینی صورت حال، سیاسی عدم استحکام، گورننس کی کمزوریوں، یا میکرو اکنامک عدم توازن کے بارے میں خدشات، سرمایہ کاروں کے اعتماد کو کمزور کر سکتے ہیں اور سرمائے کے اخراج کو متحرک کر سکتے ہیں۔ فسکل پالیسی کے اقدامات جو ساختی کمزوریوں، مالیاتی کمزوریوں، یا بیرونی عدم توازن کو دور کرنے میں ناکام رہتے ہیں، مارکیٹ کے خدشات کو بڑھا سکتے ہیں اور مالیاتی منڈیوں میں اتار چڑھاؤ کو بڑھا سکتے ہیں۔

قرض کی پائیداری کے خطرات اور کمزوریاں: فسکل پالیسی کے اقدامات جو قرض کی مالی اعانت پر بہت زیادہ انحصار کرتے ہیں، خاص طور پر بیرونی قرضے، معیشت کو قرض کی پائیداری کے خطرات اور کمزوریوں سے دوچار کر سکتے ہیں۔ بیرونی قرضوں کا جمع ہونا، خاص طور پر غیر ملکی کرنسی سے متعین قرضوں میں، شرح مبادلہ کے اتار چڑھاو، شرح سود کے جھٹکے، اور بیرونی جھٹکوں کے لیے ملک کے خطرے کو بڑھا سکتا ہے۔ غیر پائیدار قرضوں کی سطح غیر ملکی سرمایہ کاروں کے درمیان اپنے قرض کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی حکومت کی صلاحیت کے بارے میں تشویش پیدا کر سکتی ہے، جس کے نتیجے میں کریڈٹ ریٹنگ میں کمی، قرض لینے کے زیادہ اخراجات، اور بیرونی فنانسنگ تک رسائی کم ہو جاتی ہے۔

میکرو فنانشل لنکیجز اور اسپل اوور اثرات: فسکل پالیسی کے فیصلوں سے معیشت، مالیاتی منڈیوں اور سرمایہ کاروں کے جذبات پر وسیع تر میکرو فنانشل روابط اور اسپل اوور اثرات پڑ سکتے ہیں۔ فسکل پالیسی کے اقدامات جو معاشی عدم توازن کو بڑھاتے ہیں، جیسے افراط زر کا دباؤ، بیرونی خسارہ، یا مالی عدم استحکام، سرمایہ کاروں کے اعتماد، سرمائے کے بہاؤ، اور شرح مبادلہ کے استحکام پر منفی اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔ بیرونی سرمایہ کار فسکل پالیسی کی پیش رفت اور میکرو اکنامک استحکام اور مالیاتی مارکیٹ کی حرکیات پر ان کے ممکنہ مضمرات پر گہری نظر رکھتے ہیں، اس کے مطابق اپنی سرمایہ کاری کی حکمت عملیوں اور رسک ایکسپوژرز کو ایڈجسٹ کرتے ہیں۔

بیرونی مالیات کو متحرک کرنے میں فسکل پالیسی سے جڑے ان مسائل کو حل کرنے کے لیے مالیاتی استحکام، پالیسی کی ساکھ، مارکیٹ کے تاثرات، قرض کے انتظام اور معاشی استحکام پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے ایک جامع نقطہ نظر کی ضرورت ہے۔ درست مالیاتی انتظام، پالیسی سازی میں شفافیت، مالیاتی اصولوں اور اہداف کی پابندی، اور سرمایہ کاروں کے ساتھ موثر رابطہ اعتماد پیدا کرنے، اعتماد بڑھانے، اور پائیدار شرائط پر بیرونی مالیات کو راغب کرنے کے لیے ضروری ہے۔

16.2.5 مالیاتی متحرک کاری میں مانیٹری اور فسکل پالیسی کی تاثیر کی موجودہ حالت

(Current Situation of Effectiveness of Monetary and Fiscal Policies in Mobilization of Resources)

مالیاتی موبلائزیشن میں مانیٹری اور فسکل پالیسی کی تاثیر کی موجودہ حالت کا اندازہ لگانے میں اقتصادی ترقی کے لیے مالیات کو متحرک کرنے میں ان کے متعلقہ کرداروں، حکمت عملیوں اور نتائج کا جائزہ لینا شامل ہے۔ مالیاتی موبلائزیشن میں مانیٹری اور فسکل پالیسیوں کی تاثیر کا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا ہے:

1. مانیٹری پالیسی کی تاثیر

مقصد کی ترتیب: ریزرو بینک آف انڈیا (RBI) نے قیمتوں میں استحکام کے اپنے بنیادی مقصد کو برقرار رکھا ہے جبکہ اقتصادی ترقی، روزگار اور مالی استحکام کی حمایت بھی کی ہے۔ تاہم، ان مقاصد کے درمیان ایک نازک توازن حاصل کرنا ایک چیلنج بنی ہوئی ہے، خاص طور پر تیل کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ، عالمی اقتصادی حالات، اور گھریلو ساختی رکاوٹوں جیسی غیر یقینی صورتحال کے درمیان۔

شرح سود کی پالیسی: RBI نے قرض لینے کے اخراجات اور معیشت میں کریڈٹ کی دستیابی کو متاثر کرنے کے لیے شرح سود کے اوزار، جیسے کہ ریپو ریٹ ایڈجسٹمنٹ کا استعمال کیا ہے۔ جبکہ شرحوں میں کمی کا مقصد سرمایہ کاری اور صرف کی حوصلہ افزائی کرنا ہے، ٹرانسمیشن میکانزم کو چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا ہے، خاص طور پر پورے بینکنگ سسٹم میں قرضے کی شرحوں میں پالیسی ریٹ کی تبدیلیوں کے بروقت اور مکمل پاس تھرو کو یقینی بنانے میں۔

لیکویڈیٹی مینجمنٹ: آر بی آئی نے مالیاتی منڈیوں میں مناسب لیکویڈیٹی کو برقرار رکھنے اور پیداواری شعبوں میں قرض کے بہاؤ کو سپورٹ کرنے کے لیے لیکویڈیٹی بڑھانے کے اقدامات، جیسے اوپن مارکیٹ آپریشنز اور ہدف شدہ طویل مدتی ریپو آپریشنز لاگو کیے ہیں۔ ان اقدامات سے لیکویڈیٹی کی رکاوٹوں کو دور کرنے میں مدد ملی ہے، خاص طور پر تناؤ کے ادوار میں، لیکن لیکویڈیٹی کے موثر انتظام اور ترسیل کو یقینی بنانے کے لیے مسلسل کوششوں کی ضرورت ہے۔

ایکسچینج ریٹ مینجمنٹ: ایکسچینج ریٹ مینجمنٹ کے لیے آر بی آئی کے نقطہ نظر نے روپے میں دوطرفہ حرکت کی اجازت دیتے ہوئے غیر ملکی کرنسی مارکیٹ میں منظم حالات کو برقرار رکھنے پر توجہ مرکوز کی ہے۔ شرح مبادلہ کی مداخلتوں کو لچک کے اصولوں اور مارکیٹ سے طے شدہ شرح مبادلہ کی رہنمائی کی گئی ہے، جس کا مقصد حد سے زیادہ اتار چڑھاؤ کو کم کرنا اور بیرونی شعبے کے استحکام کو سپورٹ کرنا ہے۔

2. فسکل پالیسی کی تاثیر

بجٹ کی ترجیحات: فسکل پالیسی کا مقصد معاشی حکمت کے ساتھ ترقی کی ضروریات کو متوازن کرنا ہے، جیسا کہ بجٹ کی ترجیحات جیسے انفراسٹرکچر سرمایہ کاری، سماجی بہبود کے پروگرام، اور پبلک سیکٹر کی اصلاحات سے ظاہر ہوتا ہے۔ تاہم، ترقیاتی اہداف کے ساتھ بجٹ مختص کرنے، وسائل کے استعمال کو بہتر بنانے، اور ترقی کے امکانات پر سمجھوتہ کیے بغیر مالیاتی خسارے کو حل کرنے میں چیلنجز برقرار ہیں۔

ٹیکس اصلاحات: حالیہ ٹیکس اصلاحات، بشمول گڈز اینڈ سروسز ٹیکس (جی ایس ٹی)، نے ٹیکس نظام کو آسان بنانے، ٹیکس کی تعمیل کو بڑھانے اور ٹیکس کی بنیاد کو وسیع کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم، نفاذ کے چیلنجوں، تعمیل کے مسائل، اور محصول میں اتار چڑھاؤ نے ٹیکس نظام کی تاثیر اور کارکردگی کو مضبوط بنانے کے لیے مسلسل اصلاحات کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

عوامی اخراجات کا معیار: عوامی اخراجات کے معیار کو بہتر بنانا فسکل پالیسی کے لیے ایک ترجیح بنی ہوئی ہے، جس میں بنیادی ڈھانچے، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور دیہی ترقی جیسے شعبوں میں پیداواری صلاحیت، کارکردگی اور نتائج کو بڑھانے پر توجہ دی گئی ہے۔ تاہم، عوامی اخراجات میں رساو، نااہلی، اور گورننس کے مسائل کے حوالے سے خدشات برقرار ہیں، اخراجات کے انتظام اور ترسیل کے طریقہ کار کو بڑھانے کے لیے اصلاحات کی ضرورت ہے۔

قرض کا انتظام: فسکل پالیسی کا مقصد عوامی قرضوں کی سطح کو سمجھداری سے منظم کرنا ہے، قرض کی پائیداری کے تحفظات کے ساتھ فنانسنگ کی ضرورت کو متوازن کرنا۔ فنڈنگ کے ذرائع کو متنوع بنانے، قرض کی پختگی کی پروفائلز کو لمبا کرنے، اور قرض کے انتظام کے فریم ورک کو مضبوط بنانے کی کوششوں نے ری فنانسنگ کے خطرات کو کم کرنے اور مالیاتی لچک کو بڑھانے میں مدد کی ہے، لیکن قرض کی پائیداری کے خطرات کو مؤثر طریقے سے منظم کرنے کے لیے جاری چوکسی کی ضرورت ہے۔

16.3 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

- اس اکائی پر غور کرنے کے بعد طلبا ان طریقہ کار کو سمجھنے کے قابل ہیں جن کے ذریعے مانیٹری اور فسکل پالیسیاں ہندوستان میں اندرونی اور بیرونی مالیات کو متحرک کرنے پر اثرانداز ہوتی ہیں۔
- یہ طلبا کو اندرونی اور بیرونی مالیات کو متحرک کرنے میں مانیٹری اور فسکل پالیسی سازوں کو درپیش کلیدی چیلنجوں اور رکاوٹوں کی نشاندہی کرنے کے قابل بنائے گا، جیسے افراط زر کا ہدف، مالی استحکام کے خدشات، اور پالیسی کی ساکھ کے مسائل۔
- طلبا ممکنہ پالیسی اصلاحات کا جائزہ لینے اور پالیسی سازوں کے لیے بصیرت اور سفارشات پیش کرنے کے قابل بھی ہوں گے۔

16.4 فرہنگ (Glossary)

اوپن مارکیٹ آپریشنز: Open Market Operations- لیکویڈیٹی کو منظم کرنے اور مختصر مدت سود کی شرح پر اثرانداز ہونے کے لیے مرکزی بینک کے ذریعہ اوپن مارکیٹ میں سرکاری سیکیورٹیز کی خرید و فروخت۔

فسکل پالیسی : Fiscal Policy- حکومت کی ٹیکس، عوامی اخراجات اور عوامی قرض کی پالیسی۔

قانونی لیکویڈیٹی ریشو : SLR- کل ڈپازٹس کا فیصد جو بینکوں کو صارفین کو کریڈٹ پیش کرنے سے پہلے مائع کیش، سونے کے ذخائر، یا دیگر سیکیورٹیز کی صورت میں برقرار رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

کیش ریزرو ریشو : CRR- بینک کے کل ڈپازٹس کا وہ حصہ جسے مرکزی بینک کے پاس نقد رقم میں ریزرو میں رکھنا ضروری ہے۔

مارجنل اسٹینڈنگ فیسیلٹی:MSF-مانیٹری پالیسی کا ایک طریقہ کار جو بینکوں کو مرکزی بینک سے سرکاری سیکیورٹیز کے خلاف راتوں رات فنڈز ادھار لینے کی اجازت دیتا ہے، عام طور پر ریپوریٹ سے زیادہ شرح پر۔

مانیٹری پالیسی :Monetary Policy- مرکزی بینک یا مانیٹری اتھارٹی کی طرف سے رقم کی فراہمی، شرح سود اور کریڈٹ کی شرائط کو منظم اور کنٹرول کرنے کے لیے کیے گئے اقدامات کا مجموعہ۔

16.5 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

16.5.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. مانیٹری پالیسی کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

(a) مکمل روزگار (b) پائیدار ترقی

(c) قیمت میں استحکام (d) مالی استحکام

2. کس مانیٹری پالیسی ٹول میں سرکاری سیکیورٹیز کی خرید و فروخت شامل ہے؟

(a) کیش ریزرو ریشو (b) اوپن مارکیٹ آپریشنز

(c) قانونی لیکویڈیٹی ریشو (d) مارجنل اسٹینڈنگ فیسیلٹی

3. SLR کا مطلب کیا ہے؟

(a) بچت اور لیکویڈیٹی کا تناسب (b) سیکیورٹیز اور قرض دینے کا تناسب

(c) قانونی لیکویڈیٹی تناسب (d) منظم لیکویڈیٹی کی ضرورت

4. مالیاتی خسارہ اس وقت ہوتا ہے جب:

(a) حکومتی اخراجات محصولات سے زیادہ ہوں (b) حکومتی اخراجات محصولات سے کم ہوں

(c) حکومتی اخراجات آمدنی کے برابر ہوں (d) حکومتی اخراجات کم ہوں جبکہ محصولات میں اضافہ ہوتا ہو

5. فسکل پالیسی میں سبسڈی اور منتقلی کا مقصد کیا ہے؟

(a) مہنگائی میں اضافہ کرنا (b) حکومتی اخراجات کو کم کرنا

(c) مالی مدد اور مدد فراہم کرنا (d) ٹیکس چوری کی حوصلہ افزائی کرنا

6. نان پرفارمنگ اثاثہ جات (NPAs) سے منسلک بنیادی تشویش کیا ہے؟

(a) حکومت کی طرف سے ضرورت سے زیادہ قرض لینا
(b) مالیاتی پالیسی کے مقاصد کے ساتھ عدم تعمیل
(c) قوت خرید کا نقصان
(d) قرض لینے والوں کی طرف سے قرضوں کی عدم ادائیگی

7. وہ کون سے ذرائع ہیں جن کے ذریعے مانیٹری پالیسی کے اقدامات غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے ہندوستان کی کشش کو متاثر کرتے ہیں؟
(a) مالیاتی خسارے اور عوامی قرضوں کا انتظام
(b) زر مبادلہ کی شرح مداخلت اور لیکویڈیٹی انجیکشن
(c) سود کی شرح اور مارکیٹ کے جذبات
(d) ٹیکس کی پالیسیاں اور بنیادی ڈھانچے کی سرمایہ کاری

8. شرح مبادلہ میں اتار چڑھاؤ غیر ملکی سرمایہ کاروں کے فیصلوں کو کیسے متاثر کرتا ہے؟
(a) یہ سرمایہ کاروں کے لیے قرض لینے کے اخراجات کو کم کرتا ہے۔
(b) یہ کسی ملک کے اثاثوں میں سرمایہ کاری کی کشش کو بڑھاتا ہے۔
(c) یہ غیر یقینی صورت حال پیدا کرتا ہے اور ہیجنگ کے اخراجات کو بڑھاتا ہے۔
(d) سرمایہ کاری کے فیصلوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

9. بیرونی مالیات کو متحرک کرنے میں فسکل پالیسی سے منسلک کچھ چیلنجز کیا ہیں؟
(a) شرح سود کا انتظام اور لیکویڈیٹی کی پابندیاں
(b) مالی استحکام کے خدشات اور پالیسی کی ساکھ
(c) شرح مبادلہ میں استحکام اور عالمی اقتصادی غیر یقینی صورت حال
(d) مارکیٹ کے تاثرات اور سرمایہ کاروں کا اعتماد

10. بیرونی مالیات کو راغب کرنے میں مانیٹری پالیسی کے استعمال کی حدود کو دور کرنے کے لیے مندرجہ ذیل میں سے کون سا اقدام نہیں ہے؟
(a) پالیسی کو آرڈینیشن اور تعاون کو بہتر بنانا
(b) مالی استحکام کے خدشات اور پالیسی کی ساکھ
(c) شرح مبادلہ میں استحکام اور عالمی اقتصادی غیر یقینی صورت حال
(d) مارکیٹ کے تاثرات اور سرمایہ کاروں کا اعتماد

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	(b)	(b)	(c)	(b)	(b)	(c)	(c)	(c)	(d)	(c)

16.5.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. مانیٹری پالیسی میں اوپن مارکیٹ آپریشنز (OMOs) کے کردار کی وضاحت کریں۔
2. ہندوستان میں داخلی مالیات کو متحرک کرنے میں مانیٹری پالیسی کو درپیش کلیدی چیلنجز کیا ہیں؟

3. مالیاتی پائیداری کو یقینی بنانے میں مالیاتی خسارے اور عوامی قرضوں کے انتظام کی اہمیت کو بیان کریں۔
4. موافق مانیٹری پالیسی کے ذریعے شرح سود کو کیسے کم کرنا غیر ملکی سرمایہ کاری کو راغب کر سکتا ہے؟
5. بیرونی مالیات کو متحرک کرنے میں فیسکل پالیسی سے منسلک کچھ چیلنجز کیا ہیں، جیسا کہ متن میں روشنی ڈالی گئی ہے؟

16.5.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ہندوستان جیسی ابھرتی ہوئی معیشتوں میں پائیدار اقتصادی ترقی اور ترقی کو فروغ دینے میں مانیٹری اور فسکل پالیسیوں کے کردار پر تبادلہ خیال کریں، انہیں درپیش چیلنجوں اور مواقع پر غور کریں۔
2. ہندوستان میں اندرونی اور بیرونی مالیات کے متحرک ہونے پر عالمگیریت کے اثرات کا جائزہ لیں، اس بات پر تبادلہ خیال کریں کہ کس طرح مانیٹری اور فسکل پالیسیوں کو فوائد سے فائدہ اٹھانے اور عالمی معیشت میں بڑھتے ہوئے انضمام سے وابستہ خطرات کو کم کرنے کے لیے ڈھال لیا جا سکتا ہے۔
3. بیرونی مالیات کو متحرک کرنے میں فسکل پالیسی کے استعمال سے منسلک حدود اور چیلنجوں کا تجزیہ کریں، مالیاتی پائیداری کے خدشات، پالیسی کی ساکھ، مارکیٹ کے تاثرات، قرضوں کی پائیداری کے خطرات، اور میکرو مالیاتی روابط جیسے عوامل پر غور کریں۔

16.6 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Government of India. (Various Years). *Economic survey of India.*
2. Jalan, B. (2000). *India's Economic Policy: Preparing for the Twenty-First Century.* Penguin.
3. Kapila, U. (2023). *Indian Economy: Performance and Polciies.* Academic Foundation.

بلاک V: ہندوستانی زراعت کے مسائل اور امکانات

اکائی 17: معاشی ترقی میں زراعت کا کردار

(Role of Agriculture in Economic Development)

اکائی کے اجزا:

17.0 تمہید(Introduction)

17.1 مقاصد(Objectives)

17.2 زراعت کے معنی اور تعریف(Meaning and Definition of Agriculture)

17.3 زراعت اور معاشی ترقی(Agriculture and Economic Development)

17.3.1 ہندوستانی معاشی ترقی میں زراعت کا کردار
(Role of Agriculture in Indian Economic Development)

17.4 ہندوستانی زراعت کی ترقی(Progress of Indian Agriculture)

17.5 ہندوستان میں پست زرعی پیداواریت کی وجوہات
(Causes of Low Agricultural Productivity in India)

17.6 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

17.7 فرہنگ(Glossary)

17.8 نمونہ امتحانی سولات(Model Examination Questions)

17.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

17.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

17.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

17.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Resources)

17.0 تمہید (Introduction)

ہندوستان میں زراعت صرف ذریعہ معاش ہی نہیں بلکہ یہ اس کے معاشی ڈھانچے کی ریڑھ کی ہڈی اور اس کے سماجی تانے بانے کا ایک بنیادی جزو ہے۔ ہندوستان کے زرعی شعبے نے نہ صرف اپنی ثقافتی شناخت کو تشکیل دیا بلکہ ملک کی معاشی ترقی اور پائیداری میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس اکائی میں ہندوستانی معیشت میں زراعت کی قومی آمدنی، روزگار، اور ملک کی معاشی ترقی میں کردار کی وضاحت کی گئی ہے۔

17.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے درج ذیل مقاصد ہیں:

- ہندوستانی ترقی میں زراعت کے کردار کی وضاحت کرنا۔
- زرعی پیداوار اور پیداواریت کے رجحان کو بیان کرنا۔

17.2 زراعت کے معنی اور تعریف (Meaning and Definition of Agriculture)

جب ہم زراعت کے بارے میں سنتے ہیں تو اکثر ہمارے ذہن میں جو پہلا خیال آتا ہے وہ فصل کی کاشت کاری کا ہوتا ہے۔ اس کے لیے زمین کی تیاری، کھاد، آبپاشی وغیرہ کے انتظامات زراعت میں شامل کیے جاتے ہیں۔ تاہم امریکی مردم شماری بیورو کے شمالی امریکہ کے صنعتی درجہ بندی نظام کے تحت فصل کاشت کاری زراعت، جنگلات، ماہی گیری اور شکار کے شعبے کا صرف ایک عنصر ہے۔ زراعت میں مویشیوں کی پرورش، صنعتی جنگلات، ماہی گیری اور زرعی معاونت کی خدمات جیسے زرعی آلات کی مرمت اور زرعی آمدورفت بھی شامل ہے۔

زراعت انسانی زندگی کو برقرار رکھنے اور معاشی فوائد کے لیے قدرتی وسائل کی کاشت کا عمل ہے۔ یہ جدید پیداواری طریقوں اور ٹیکنالوجی کے استعمال سے فصلیں اگانے اور جانوروں کی پیداوار کو بڑھانے کی مہارت کو یکجا کرنا ہے۔ زراعت ایک تجارت بھی ہے جو ملکی اور عالمی معیشت کو زرعی اشیا جیسے اناج، مویشی، دودھ، فائبر، ایندھن اور صنعتوں کے لیے خام مال (Raw Material) فراہم کرتی ہے۔

17.3 زراعت اور معاشی ترقی (Agriculture and Economic Development)

ممالک کی معاشی ترقی میں زراعت، خاص طور پر ترقی کے ابتدائی مراحل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ خوراک اور خام مال کی فراہمی کے علاوہ مجموعی معاشی ترقی پر زراعت کے دوررس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

17.3.1 ہندوستانی معاشی ترقی میں زراعت کا کردار

(Role of Agriculture in Indian Economic Development)

زراعت ہمیشہ سے ہی ہندوستانی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور گزشتہ چھ دہائیوں میں مربوط صنعت کاری کے باوجود زراعت کی اہمیت برقرار ہے۔ یہ ملک کی کل افرادی قوت (Work Force) کے تقریباً 60 فیصد کو روزگار فراہم کرتی ہے۔ قومی معیشت میں زراعت کی اہمیت کو مختلف شعبوں میں اس کے کردار کے ذریعے واضح کیا جاسکتا ہے۔

1. قومی آمدنی میں زراعت کا حصہ (Share of Agriculture in National Income)

پہلی عالمی جنگ کے وقت قومی آمدنی میں زراعت کی شراکت دو تہائی تھی۔ اس کی بنیادی وجہ ملک میں صنعت اور بنیادی معاشی ڈھانچے (Basic Infrastructure) کی عدم موجودگی تھی لیکن معاشی منصوبہ بندی کے بعد صنعتی اور خدماتی شعبے (Service Sector) کی ترقی کے بعد زراعت کی شراکت کافی کم ہوئی ہے۔

مرکزی شماریاتی تنظیم (Central Statistical Organization) کے اعداد و شمار کے مطابق 51-1950 میں مجموعی ملکی پیداوار میں زراعت کا حصہ تقریباً 55 فیصد تھا۔ جیسے جیسے پانچ سالہ منصوبوں کے تحت صنعت کاری اور معاشی ترقی کی رفتار تیز ہوئی زراعت کی مجموعی ملکی پیداوار (GDP) میں حصہ کم ہوتا چلا گیا۔ 13-2012 میں یہ 13.9 فیصد تھا۔

جدول 17.1: زراعت کی مجموعی داخلی پیداوار میں حصہ

وقت	زراعت کی مجموعی داخلی پیداوار میں حصہ
1950-51	56.5
1970-71	45.9
1990-91	34.0
2000-01	24.7
2001-10	14.5
2020-21	20.3
2021-22	19.0
2022-23	18.3
ماخذ: معاشی سروے کی مختلف اشاعات	

کوویڈ 19 کی وبا میں دوسرے شعبوں کے مقابلے میں زراعت اتنا زیادہ متاثر نہیں ہوا۔ باقی شعبوں کی مجموعی ملکی پیداوار میں حصہ کم ہوا لیکن زراعت کا حصہ بڑھ کر 2022 میں 18 فیصد تک پہنچ گیا۔ یہاں دو اہم حقائق پر توجہ دینا ضروری ہے۔

I. ایک وقت میں ہندوستان کی قومی آمدنی میں زراعت کا بڑا حصہ تھا۔

II. تاہم قومی آمدنی میں زراعت کا حصہ مسلسل کم ہو رہا ہے جبکہ صنعتی اور خدماتی شعبوں کے حصص میں بتدریج اضافہ ہوا ہے۔

2. زراعت اور روزگار (Agriculture and Employment)

زراعت ہندوستانی آبادی کے ایک بڑے حصے کو روزگار مہیا کرتی ہے۔ مردم شماری کے اعداد و شمار کے مطابق 1951 میں 98 ملین لوگ زراعت میں مشغول تھے۔ 2011 میں یہ تعداد بڑھ کر 263 ملین تک پہنچ گئی۔ تاہم تناسبی اعتبار سے زرعی شعبے میں کام کرنے والوں کی تعداد 1951 میں 70 فیصد سے کم ہو کر 2011 میں 54.6 تک ہو گئی۔ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق 2021 میں زرعی شعبے میں مشغول لوگوں کا تناسب 43.95 فیصد ہے۔

جدول 17.2: زرعی روزگار (کل روزگار کا فیصد تناسب)

وقت	زرعی روزگار (کل روزگار کا فیصد تناسب)
1991	63.50
2001	59.08
2011	49.25
2021	43.95
ماخذ: عالمی بینک	

اگر ہندوستانی زرعی روزگار کا موازنہ دوسرے ممالک سے کیا جائے تو معلوم ہوگا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں یہ عدد بہت کم ہے۔ برطانیہ اور امریکہ میں صرف 2 سے 3 فیصد لوگ ہی زرعی روزگار کا حصہ ہیں۔ فرانس میں یہ تناسب تقریباً 7 فیصد اور آسٹریلیا میں تقریباً 6 فیصد ہے۔ پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک میں زراعت میں مصروف آبادی کافی زیادہ ہے۔ مثال کے طور پر مصر میں یہ 35 فیصد، بنگلہ دیش میں 59 فیصد، انڈونیشیا میں 50 فیصد اور چین میں 68 فیصد ہے۔ جدول میں مختلف اوقات میں ہندوستانی زرعی روزگار کو دکھایا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زرعی روزگار میں وقت کے ساتھ کمی آئی ہے۔

3. زراعت اور صنعتی ترقی (Agriculture and Economic Development)

زراعت اہم صنعتوں کو خام مال (Raw Material) فراہم کرتی ہے۔ کپاس اور جوٹ ٹیکسٹائل کی صنعتیں، چینی، آٹے کی چکیاں، ونس پتی اور باغات سب براہ راست زراعت پر منحصر ہیں۔ بہت سی دوسری صنعتیں ہیں جو بالواسطہ طور پر زراعت پر منحصر ہیں۔ بہت سے چھوٹے پیمانے کی صنعتیں (Small Scale Industries) جیسے دست کاری، تیل اور چاول کی صفائی اپنا خام مال زراعت سے حاصل کرتی ہیں۔ ملک کی مجموعی پیداوار میں ان کا حصہ 50 فیصد کے قریب ہے۔

لیکن حالیہ برسوں میں، صنعتوں کے لیے زراعت کی اہمیت کم ہوتی جارہی ہے کیونکہ بہت سی نئی صنعتیں وجود میں آئی ہیں جن کا انحصار زراعت پر نہیں ہے۔ پانچ سالہ منصوبوں کے تحت لوہے اور اسٹیل کی صنعت، کیمیائی صنعت، مشینی آلات اور اور دیگر انجینئرنگ صنعتیں، موٹر گاڑی، اطلاعی و مواصلاتی ٹیکنالوجی صنعت (Information Technology Industry) نے بڑے پیمانے پر ترقی کی ہے۔ تاہم، حالیہ برسوں میں غذا کار صنعتوں (Food Processing Industries) کی اہمیت کو آمدنی اور روزگار فراہم کرنے کے لحاظ سے تیزی سے تسلیم کیا جارہا ہے۔

4. زراعت اور بین الاقوامی تجارت (Agriculture and International Trade)

زراعت کا ہندوستانی بین الاقوامی تجارت میں بہت اہم کردار ہے۔ زرعی مصنوعات جیسے چائے، چینی، تیل کے بیج، تمباکو، مسالے وغیرہ اہم برآمدات ہیں۔ معاشی منصوبہ بندی کے شروعاتی دور میں زرعی برآمدات کل برآمدات (Exports) کا 50 فیصد سے زیادہ تھیں۔ تاہم صنعتی ترقی کے ساتھ زرعی برآمدات کا حصہ کم ہوا ہے۔ 91-1990 میں زرعی برآمدات کا تناسب مجموعی برآمدات میں 18.3 فیصد تھا۔ یہ تناسب 97-1996 میں 20.3 اور 12-2011 میں 12.9 فیصد تھا اور 21-2020 میں 11.9 فیصد حصہ تھا۔

جدول 17.3: زرعی برآمدات (مجموعی برآمدات کا فیصد تناسب)

وقت	زرعی برآمدات (مجموعی برآمدات کا فیصد تناسب)
1990-91	18.5
2000-01	14.2
2010-11	9.7
2021-22	11.09

ماخذ: اقتصاد ہند کے اعداد و شمار کی دستی۔ مرکزی بینک

5. بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے خوراک کی فراہمی (Provision of Food for Rising Population)

ہندوستان میں زراعت بڑھتی ہوئی آبادی کو خوراک فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ملک میں ایک بڑا اور متنوع زرعی

شعبہ ہے جو ملک کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ زراعت نہ صرف بڑھتی ہوئی آبادی کو خوراک فراہم کرتی ہے بلکہ ملک کے معاشی اور سماجی دھاگے کو جوڑنے کا کام بھی کرتی ہے۔ یہ ایک اہم شعبہ ہے جس پر سرمایہ کاری کی ضرورت ہے تاکہ بڑھتی ہوئی آبادی کی غذائی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔

6. تشکیل سرمایہ میں شراکت (Share in Capital Formation)

معاشی ترقی میں تشکیل سرمایہ کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ تشکیل سرمایہ میں اضافے کے بغیر معاشی ترقی ممکن نہیں۔ چونکہ زراعت ہندوستان جیسے ترقی پذیر ملک (Developing Country) میں سب سے بڑی صنعت ہے اسے تشکیل سرمایہ میں اہم کردار ادا کرنا ہوگا۔ اگر ایسا ممکن نہ ہوا تو معاشی ترقی کا پورا عمل متاثر ہوگا۔ ہندوستانی زراعت میں گرتی ہوئی عوامی سرمایہ کاری مسلسل تشویش کا باعث بنی ہوئی ہے۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ عوامی اخراجات کا بڑا حصہ اثاثوں کے بجائے خوراک، آبپاشی، کھاد، بجلی، قرضہ اور دیگر زرعی اشیا کے لیے مالی اعانت (Subsidy) کے طور پر کیا جارہا ہے۔

7. صنعتی پیداوار کے لیے بازار (Market for Industrial Products)

صنعتی ترقی کے لیے دیہی قوت خرید (Rural Purchasing Power) میں اضافہ بہت ضروری ہے کیونکہ ہندوستان کی دو تہائی آبادی دیہات میں رہتی ہے۔ قوت خرید میں اضافہ صنعتی اشیا کی طلب میں اضافہ کرتا ہے جس سے صنعتی سرمایہ کاری کو فروغ ملتا ہے۔ سبز انقلاب (Green Revolution) کے بعد بڑے کسانوں کی بڑھتی ہوئی آمدنی بڑھتی اور ٹیکس نہ ہونے کی وجہ سے ان کی قوت خرید میں اضافہ ہوا۔ اس کا اثر صنعتی مصنوعات کی طلب میں اضافے کی صورت میں ہوا ہے جس سے صنعتی ترقی کی رفتار میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

مذکورہ بالا بحث ہندوستانی معیشت میں زراعت کے کردار اور اہمیت کو واضح طور پر اجاگر کرتی ہے۔ درحقیقت زراعت کی ترقی شعبہ جاتی تنوع اور معاشی ترقی کی ایک پیشگی شرط ہے۔ ملک میں فاضل زرعی پیداوار کی ضرورت ہے تاکہ کم قیمتوں پر خوراک اور زراعت کے خام مال کی رسد میں اضافہ کیا جاسکے، دیہی شعبے کی قوت خرید میں اضافہ کے ذریعے صنعتی اشیا کے لیے مقامی منڈی کو وسیع کیا جاسکے اور سرمائے کی باہمی منتقلی کو آسان بنایا جاسکے۔ صنعتی ترقی اور زرعی برآمدات کے ذریعے زر مبادلہ میں اضافہ کیا جاسکے۔ زرعی شعبے کی ترقی غریبی اور غذا کی کمی کو دور کرنے کے لیے بھی اہمیت کی حامل ہے۔ زراعت کو کسی بھی اصلاحی ایجنڈے یا منصوبہ بندی کے عمل میں مرکزی حیثیت حاصل ہونی چاہیے تاکہ غربت اور غذائیت کی کمی کو پورا کر کے غذائی تحفظ (Food Security) کو یقینی بنایا جاسکے۔ بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ زیادہ تر معاشی منصوبے زرعی اہداف (Targets) حاصل کرنے میں مسلسل ناکام رہے۔ کیونکہ صنعتی اور خدماتی شعبوں کی ترقی کو زرعی شعبے کی ترقی پر ترجیح دی جاتی رہی ہے۔

دوسرا المیہ یہ ہے کہ زرعی شعبے سے آدھی آبادی کے منسلک ہونے کے باوجود ملک کی داخلی پیداوار میں اس کی شراکت بہت کم ہے۔ یہ صورت حال ہندوستانی زراعت کی پست پیداواریت اور پسماندگی کو ظاہر کرتی ہے۔ ہندوستانی زراعت میں مخفی بے روزگاری کا مسئلہ بھی حکومت کی توجہ کا حامل ہے۔

17.4 ہندوستانی زراعت کی ترقی (Progress of Indian Agriculture)

جدول 17.4 میں دیے گئے اعداد و شمار ہندوستانی زراعت کی متاثرہ ترقی کو ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ پانچ سالہ منصوبوں میں طے شدہ اہداف پورے نہیں ہو سکے۔ 51-1950 اور 23-2022 کے درمیان اناج کی پیداوار میں تقریباً چھے گنا، تیل کے بیجوں کی پیداوار میں آٹھ گنا، گنے کی پیداوار میں آٹھ گنا اور کپاس کی پیداوار میں 12 گنا اضافہ ہوا۔ گندم کی پیداوار میں شاندار 18 گنا اضافہ ہوا ہے۔

جدول 17.4: زرعی ترقی کے چند اہم اشارے

	1950-51	1964-65	1990-91	2011-12	2012-13	2013-14	2014-15	2022-23
اناج ر(ملین ٹن)	51	89	176	257	257	265	253	329.6
چاول (ملین ٹن)	21	39	74	104	105	107	105	135.7
گندم (ملین ٹن)	6	12	55	94	94	96	89	110.5
تیل کے بیج (ملین ٹن)	5	9	19	30	31	36	35	41.35
گنا (ملین ٹن)	57	122	241	358	341	352	359	490.5
کپاس (ملین بیلز)	3	6	7	35	34	36	35	33.6
جوٹ و میتا (ملین بیلز)	3	4	8	12	11	11	11	9.3
آلو (ملین ٹن)	3	4	15	47	45	42	NA	NA

ماخذ: زرعی اعداد و شمار ایک نظر میں۔ حکومت ہند

جدول 17.5 میں منصوبہ بندی کے متعارف ہونے کے بعد سے سالانہ مرکب ترقی کی شرح (Compound Annual Growth Rate) کو دکھایا گیا ہے۔ منصوبہ بندی کی پہلی دہائی (61-1951) کے دوران جب پہلے اور دوسرے پانچ سالہ منصوبے نافذ کیے گئے، زراعت میں سالانہ ترقی کی شرح 3.3 فیصد تھی۔

اگلی دو دہائیوں کی منصوبہ بندی کے دوران IAD اور HYVP کے تحت شاندار ترقی کے باوجود زراعت کی مجموعی شرح نمو مایوس کن رہی۔ سالانہ اوسط شرح نمو بالترتیب 2.2 فیصد اور 1.7 فیصد تک گر گئی۔

لیکن منصوبہ بندی کی چوتھی دہائی (91-1981) کے دوران حالات بہتر ہوئے۔ 1980 کی دہائی میں ترقی کی شرح اطمینان بخش (3.9 فیصد) تھی۔ 2001-1991 کی مدت میں مرکب ترقی کی شرح 2.8 فیصد تھی۔ اس کے بعد سے، خاص طور پر 03-2002 کے دوران، زرعی پیداوار میں کافی کمی واقع ہوئی اور شرح نمو منفی 7 فیصد تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد زرعی نمو میں کچھ بہتری آئی لیکن سالانہ 4 فیصد کے ہدف سے کم رہی۔ دسویں معاشی منصوبے نے مجموعی داخلی پیداوار میں 8 فیصد شرح نمو حاصل کرنے کے لیے زراعت میں 4 فیصد کی شرح نمو کا ہدف مقرر کیا تھا لیکن صرف 2.1 فیصد کی شرح نمو حاصل کی جا سکی۔ تاہم زراعت کی ترقی کی شرح میں گیارہویں منصوبے کے دوران 3.6 فیصد تک کی بہتری آئی۔ جدول 17.5 میں زرعی ترقی کی شرح نمو کو مختلف اوقات میں مجموعی داخلی پیداوار کی شرح نمو سے موازنہ کیا گیا

ہے۔

جدول17.5: زرعی شعبے کی ترقی

وقت	زرعی شرح نمو	مجموعی داخلی پیداوار کی شرح نمو
1951-61	3.3	8.3
1961-71	2.1	7.3
1971-81	2.7	3.3
1981-91	3.9	7.5
1991-01	2.8	7.6
2002-07	1.2	5.7
2007-12	3.6	1.8
2012-20	3.6	5.5
ماخذ: معاشیات ہند دت اور سندرم		

جدول سے ظاہر ہوتا ہے کہ زرعی ترقی کی شرح نمو مجموعی داخلی پیداوار کی شرح نمو سے ہمیشہ کم رہی ہے۔ دونوں شرح نمو میں فرق کو مختلف عوامل سے منسوب کیا جاسکتا ہے جو زرعی شعبے کی کارکردگی کو متاثر کرتے ہیں اور کم پیداواریت کا باعث بھی ہیں۔ ان سبھی عوامل کا تجزیہ ہم آگے کریں گے۔

1. ہندوستان میں زرعی پیداواریت (Agricultural Productivity in India)

زرعی پیداواریت زراعت میں استعمال ہونے والے مداخل اور پیداوار کا تناسب ہے۔ مداخل کی ایک مخصوص مقدار کی جتنی زیادہ پیداوار ہوگی اتنی ہی زیادہ زرعی پیداواریت ہوگی۔ ہم درج ذیل مساوات کا استعمال کرتے ہوئے زرعی پیداواریت کا حساب لگاسکتے ہیں:

$$\text{پیدواریت} = \frac{\text{پیداوار}}{\text{ماداخلات}}$$

1950-51 میں منصوبہ بندی کے آغاز کے ساتھ ہی، آبپاشی میں تیزی سے توسیع اور کاشت کے موثر طریقوں کا اطلاق ہوا۔ جدید زرعی طریقوں کو متعارف کرانے اور مخلوط النسل (Hybrid) بیجوں کے استعمال سے تمام فصلوں کی فی ہیکٹر پیداوار میں مسلسل اضافہ ہوا ہے۔

جدول17.6: 1950-51 سے اہم فصلوں کی فی ہیکٹر پیداوار

	1950-51	1964-65	2013-14
غذائی اجناس			
چاول (کوئنٹل)	7.1	10.8	24.2
گندم (کوئنٹل)	6.6	9.1	30.8
موٹا غلہ (کوئنٹل)	4.3	5.1	16.8
دالیں (کوئنٹل)	4.0	5.2	7.6

غیر غذائی اجناس			
تیل کے بیج (کوئنٹل)	5.2	5.6	11.5
گنا (ٹن)	3.4	4.7	7.0
کپاس (کلوگرام)	9.5	12.2	53.2
آلو (کوئنٹل)	6.6	8.4	22.1

ماخذ: زرعی اعداد وشمار ایک نظر میں۔ حکومت ہند

سبز انقلاب سے پہلے (65-1951) چاول کی پیداوار کی شرح نمو سب سے زیادہ رہی۔ 51-1950 میں 7 کوئنٹل فی ہیکٹر سے 65-1964 تک تقریباً 11 کوئنٹل فی ہیکٹر تک پہنچ گئی۔ سالانہ شرح نمو 2.1 فیصد رہی۔ گندم کے معاملے میں فی ہیکٹر پیداوار 51-1950 میں 6.6 کوئنٹل سے 65-1964 میں 9.1 کوئنٹل تک بڑھ گئی، غیر غذائی اجناس میں کپاس اور گنے کے علاوہ تمام فصلوں کی بلند ترین شرح نمو درج کی گئی جبکہ گنے اور کپاس میں اوسط درجے کی شرح نمو درج کی گئی۔

سبز انقلاب کے دوسرے دور (2014-1965) میں سب سے زیادہ ترقی کی شرح گندم (3.0 فیصد سالانہ) میں درج کی گئی۔ آلو کی بھی 1.9 فیصد سالانہ شرح نمو متاثر کن رہی۔ دالوں کی شرح نمو 0.68 فیصد فی سال اور تیل کے بیجوں (Oil Seeds) میں صرف 1.7 فیصد سالانہ شرح نمو حاصل کی گئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نئی حیاتیاتی کیمیائی تکنیک (Biochemical Technology) خاص طور پر گندم کی پیداوار کے لیے موزوں تھی لیکن دوسری فصلوں کے معاملے میں غیر موثر رہی۔

2. زرعی پیداواریت کا بین الاقوامی موازنہ (International Comparison of Agricultural Productivity)

ہندوستان میں کچھ منتخب فصلوں کی فی ہیکٹر پیداوار کا دنیا کے دوسرے ممالک کے ساتھ موازنہ کرنا مفید ہوگا تاکہ یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ ہندوستان دنیا کے دیگر ممالک سے کتنا پیچھے ہے۔ جدول 17.7 درج ذیل باتوں پر روشنی ڈالتی ہے۔

جدول 17.7: دنیا کی سب سے زیادہ پیداوار اور دنیا کے سب سے بڑے پیداکنندہ کی پیداوار کے مقابلے میں ہندوستان کی 2012 میں فی ہیکٹر حقیقی پیداوار (کوئنٹل میں)

	ہندوستانی اعلیٰ پیداواری فصلوں کی ممکنہ پیداوار	ہندوستان کی اصل پیداوار	دنیا کے بڑے پیداکاروں کی اصل پیداوار	ملک	دنیا کی بلند ترین پیداواریت	ملک
غذائی فصلیں						
چاول	40سے50	31.4	67.8	چین	95.3	مصر
گندم	60سے68	24.2	79.9	چین	76.0	فرانس
مکی	60سے80	25.8	77.4	امریکہ	92.1	کینیڈا
غیر غذائی فصلیں						
گنا	NA	670	743	برازیل	1278	پیرو
ناریل	20سے30	17.5	35.7	چین	73.4	برازیل

ماخذ: زرعی اعداد وشمار ایک نظر میں۔ حکومت ہند

جدول ظاہر کرتی ہے

- سال 2012 میں ہندوستان میں اہم غذائی اور غیر غذائی فصلوں کی فی ہیکٹر اصل پیداوار۔
- ملک میں اس فصل کی اصل پیداوار جس میں وہ دنیا میں سب سے بڑا پیداکار ہے۔
- دنیا میں فی ہیکٹر سب سے زیادہ پیداوار۔

چاول کے معاملے میں، دنیا میں سب سے زیادہ پیداوار تقریباً 95.3 کوئنٹل فی ہیکٹر مصر نے درج کی۔ گندم کے معاملے میں، فرانس میں سب سے زیادہ پیداوار 76.0 کوئنٹل فی ہیکٹر سے زیادہ ہے۔

چین جو بالترتیب 67.8 کوئنٹل اور 49.9 کوئنٹل کی اوسط پیداوار کے ساتھ عالمی ریکارڈ میں چاول اور گندم دونوں کا واحد سب سے بڑا پیداکار ہے۔

2012 میں ہندوستان میں اوسط سالانہ چاول کی پیداوار صرف 32.6 کوئنٹل اور گیہوں کی 28.4 کوئنٹل تھی۔ چاول ہندوستان کی اہم فصل ہے لیکن سالانہ پیداوار مصر سے ایک تہائی سے بھی کم اور چین کی سالانہ پیداوار کے نصف سے بھی کم ہے۔

یہاں تک کہ گندم جس میں ہندوستان میں پچھلے 50 سالوں میں سب سے زیادہ اضافہ ہوا ہے کی اوسط سالانہ پیداوار انگلستان (دنیا میں گندم کی بلند ترین پیداواریت) اور چین (دنیا میں گندم کا سب سے بڑا پیداکار) سے بہت کم ہے۔

در حقیقت اگر ہم جدول کا غور سے مطالعہ کریں تو یہ معلوم ہو گا کہ ہندوستان میں اوسط سالانہ پیداوار دنیا کی بلند ترین اوسط پیداوار کے مقابلے میں صرف 30 سے 50 فیصد ہے۔ یہ ایک تشویش کن امر کے ساتھ ساتھ پیداواریت میں اضافی کی گنجائش کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ یہ حقیقت واضح کرتی ہے کہ جدید ٹیکنالوجیز کا تعارف اور سبز انقلاب کے تحت ہندوستان کی پیداوار میں اضافہ صرف ہندوستان کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ دوسرے ترقی پزیر ممالک میں درج کیے گئے اضافے سے بہت کم ہے۔

اس سلسلے میں جدول میں ہندوستانی اعلیٰ پیداواری فصلوں کی ممکنہ پیداوار (Potential Production) کو ظاہر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر چاول کی اصل پیداوار فی ہیکٹر 30.0 کوئنٹل کے مقابلے میں پیداواری صلاحیت 40 سے 58 کوئنٹل کے درمیان ہے۔ گندم کے معاملے میں ہندوستان 60 سے 68 کوئنٹل تک پیدا کر سکتا ہے، لیکن اوسط پیداوار تقریباً 26 کوئنٹل فی ہیکٹر ہے۔ اگر ہم فرض کریں کہ ہندوستان کل ممکنہ پیداوار کا کمترین بھی حاصل کرتا ہے تو چاول کی سالانہ کل پیداوار 168 ملین ٹن (42 ملین ہیکٹر گنا 40 کوئنٹل یا 4 ٹن فی ہیکٹر) ہونی چاہیے لیکن اصل پیداوار 1997 اور 2007 کے درمیان 82 سے 93 ملین ٹن کے درمیان تھی۔ اسی طرح، ہندوستان میں گندم کی کل پیداوار 156 ملین ٹن (26 ملین ہیکٹر 60× کوئنٹل یا 6 ٹن فی ہیکٹر) ہونی چاہیے تاہم 1997 اور 2007 کے درمیان گندم کی اصل پیداوار 69 سے 75 ملین ٹن کے درمیان تھی۔

17.5 ہندوستان میں پست زرعی پیداواریت کی وجوہات

(Causes of Low Agricultural Productivity in India)

اگرچہ زراعت ہمارے ملک کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن زرعی پیداوار کے لحاظ سے ہم بہت سے ممالک سے پیچھے ہیں۔ زراعتی پیداواریت میں پسماندگی کی وجوہات کو تین اقسام میں بانٹا جاسکتا ہے؛ عام عوامل، ادارہ جاتی عوامل اور تکنیکی عوامل۔

عام عوامل (General Factors)

1. زمین پر بڑھتی آبادی کا دباؤ (Population Pressure on Land)

زمین پر آبادی کا بڑھتا ہوا دباؤ ایک اہم آبادیاتی عنصر ہے جو ہندوستانی زرعی پیداوار میں کمی کے لیے ذمہ دار ہے۔ ہماری مزدور قوت کا تقریباً دو تہائی حصہ زراعت پر منحصر ہے۔ 2011 میں تقریباً 263 ملین لوگ زرراعت سے روزگار حاصل کر رہے تھے۔ زمین پر بڑھتے ہوئے دباؤ کی وجہ سے ارضی ملکیت چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ زیر کاشت رقبے میں توسیع کے باوجود فی کاشت کار رقبہ 1901 میں 0.43 ہیکٹر سے کم ہو کر 1981 میں 0.23 ہیکٹر رہ گیا ہے اور اس نے زرعی پیداوار کو بُری طرح متاثر کیا ہے۔

2. مٹی کا انحطاط (Land Degradation)

زرعی پیداواریت میں کمی کی ایک بڑی وجہ مٹی کا انحطاط ہے۔ حکومت ہند کے ایک تخمینے کے مطابق تقریباً 329 ملین ہیکٹر زمین انحطاط کا شکار ہے۔ تقریباً 43 فیصد زمینی انحطاط کی وجہ سے 33 سے 67 فیصد تک پیداواریت میں نقصان ہو رہا ہے جبکہ 5 فیصد زمین اتنی بری طرح سے متاثر ہوئی ہے کہ اب ناقابل کاشت ہو چکی ہے۔ مسلسل کاشت، کیمیائی کھادوں اور کیڑے مار ادویات کے استعمال نے بہت سے علاقوں میں مٹی کی زرخیزی کو متاثر کیا ہے جس کی وجہ سے پیداواریت میں کمی آئی ہے۔ پانی اور تیز ہوا کی وجہ سے مٹی کا کٹاؤ بھی ایک اہم مسئلہ ہے جس سے زمین کی مزید تنزلی ہوتی ہے۔

3. نامناسب دیہی ماحول (Inappropriate Rural Environment)

ہندوستانی کسان عموماً ناخواندہ، جاہل اور قدامت پسند ہیں۔ وہ فرسودہ اور روایتی رسم و رواج جیسے ذات پات، مشترکہ خاندانی نظام وغیرہ کے پابند ہیں اور زرعی سرمایہ کاری کے بجائے رسم و رواج پر زیادہ خرچہ کرتے ہیں۔ کاشت کے جدید طریقوں سے لاعلم ہیں۔ ایسے میں زرعی پیداوار کم ہونا کوئی حیران کن بات نہیں ہے۔

ادارہ جاتی عوامل (Institutional Factors)

1. منقسم ملکیت ارضی (Small Holding Size)

آبادی کے دباؤ کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ ارضی ملکیت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی۔ ہندوستان میں ارضی ملکیت کا اوسط حجم 2 ہیکٹر سے بھی کم ہے۔ نہ صرف ارضی ملکیت چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہوئی ہے بلکہ بکھری ہوئی ہیں۔ اس صورت حال میں نئی ٹکنالوجی اور کاشت کے جدید طریقوں کا استعمال مشکل ہو جاتا ہے۔ مزید برآں، زمینوں کے ٹکڑے ہونے کی وجہ سے کاشت کاری میں بہت زیادہ محنت

اور توانائی ضائع ہو جاتی ہے۔ ان سب وجوہات کی بنا پر زرعی پیداوار ادنیٰ درجے پر ہو پاتی ہے۔

جدول 2015-16:17.8 میں ہندوستان میں ارضی ملکیت کا حجم (ہیکٹر)

حاشیائی ملکیت	چھوٹی ملکیت	نیم متوسط ملکیت	متوسط ملکیت	وسیع ملکیت	مجموعی ملکیت
0.38	1.40	2.69	5.72	17.07	1.08

ماخذ: زرعی اعداد و شمار ایک نظر میں۔ حکومت ہند

2. تصرف زمین کا ناقص ڈھانچہ (Defective Land Tenure System)

ہندوستان میں زرعی ڈھانچہ زراعت کی ترقی کے لیے سازگار نہیں ہے۔ زمینداری نظام میں بڑے زمیندار اپنے اپنے علاقوں میں کافی اثر و رسوخ رکھتے تھے اور مستاجر (Tiller) کو پیداوار کی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اگرچہ زمینداری نظام کو ختم کر دیا گیا تھا، لیکن غیر حاضر جاگیرداری اب بھی غالب ہے۔ بھاریا جارہ اب بھی لیا جاتا ہے اور مستاجر کی مدت کاشت کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ ان حالات میں مالکان زمین کے بے حس رویے کی وجہ سے زرعی پیداوار میں کسی قابل ذکر اضافے کی توقع رکھنا غیر دانشمندانہ ہے۔

آزادی سے پہلے، ہمارے ملک کی زرعی پیداوار ناقص تصرف زمین کی وجہ سے بری طرح متاثر ہوئی تھی۔ اس نظام کے تحت مستاجر کو ان کی زمین سے کسی بھی وقت بے دخل کیا جا سکتا تھا۔ انہیں ان کے جاگیرداروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ ان حالات میں، کاشت کاروں نے پیداواری صلاحیت بڑھانے کے لیے زمین کی بہتری میں زیادہ دلچسپی نہیں لی۔

3. کسانوں میں اتحاد کا فقدان (Lack of farmers Unity)

کسان متحد نہیں ہیں اور ان کے پاس حوصلہ مند رہنما نہیں ہیں۔ روایتی نقطہ نظر، خراب موسم، مان سون کی بے ترتیبی، قیمتوں میں اتار چڑھاؤ اور چھوٹے افسران کا نامناسب رویہ نوجوان نسل کو زرعی شعبے میں آنے اور اس کی ترقی پر توجہ دینے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

تکنیکی عوامل (Technical Factors)

1. کاشتکاری کے فرسودہ طریقے (Outdated Methods of Cultivations)

ہندوستان میں زرعی پسماندگی کی ایک بنیادی وجہ کاشتکاری کی جدید تکنیکوں کا فقدان ہے۔ زیادہ تر کسان اب بھی روایتی کاشتکاری کے طریقے استعمال کرتے ہیں جو کہ ناکارہ ہیں اور فصل کی پیداوار بھی کم ہے۔ غیر معیاری بیج اور لکڑی کا ہل اب بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کے پاس اکثر جدید تکنیکوں کو نافذ کرنے کے لیے ضروری علم اور مہارت کی کمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے فصل کا انتظام خراب ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں پیداوار کم ہوتی ہے۔

2. آبپاشی کی ناقص سہولیات (Poor Irrigation Facilities)

ہندوستانی زراعت کا بہت زیادہ انحصار مانسون پر ہے۔ بدقسمتی سے ملک کی آبپاشی کا بنیادی ڈھانچہ خراب حالت میں ہے۔ پرانے اور ناکارہ نظام آبپاشی کی وجہ سے فصلوں کی کاشت اور برداشت کے اہم ادوار کے دوران اکثر پانی کی قلت ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں فصلوں کی پیداوار کم ہو جاتی ہے اور کسانوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

جدول 17.9: ہندوستان میں آبپاشی علاقہ (کل زرعی علاقے کا فیصد)

وقت	آبپاشی علاقہ
2001	32.30
2005	32.86
2010	34.49
2015	38.05
2020	42.46
2021	42.26

ماخذ: زرعی اعداد و شمار ایک نظر میں۔ حکومت ہند

پچھلے کچھ برسوں میں سیر اب شدہ علاقے میں اضافہ ہوا ہے جدول 17.9 سے ظاہر ہوتا ہے کہ آبپاشی علاقہ 32.30 فیصد سے بڑھ کر 2021 میں 42.26 فیصد ہو گیا۔ 23-2022 میں بھی 2010 ملین ہیکٹر زرعی علاقے میں سے 115 ملین ہیکٹر کو ہی آبپاشی تک رسائی حاصل ہے جو تقریباً 55 فیصد ہے۔

3. **زرعی تحقیق کا فقدان** (Lack of Agricultural Research)

زرعی تحقیق نئی اور بہتر فصلوں کی نشوونما کے ساتھ ساتھ کاشتکاری کی نئی تکنیکوں کی ترقی کے لیے بھی اہم ہے۔ ہندوستان میں مرکزی سطح پر ہندوستانی زرعی تحقیقاتی کونسل اور ریاستی سطح پر محکمہ زراعت اور نجی شعبے کے زرعی ماہرین ملک کی زراعت کی بہتری کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ تاہم زرعی تحقیق کے لیے کچھ حد تک فنڈز اور وسائل کی کمی کا بھی سامنا ہے۔ نتیجے کے طور پر کسانوں کو اب بھی جدید ترین کاشتکاری کی ٹیکنالوجی اور فصلوں کی اقسام تک رسائی نہیں ہے جو ان کی پیداوار اور آمدنی میں اضافہ کر سکتی ہیں۔

4. **ناقص زرعی بازار کاری** (Poor Agricultural Marketing)

زرعی بازار کاری کا بنیادی ڈھانچہ کمزور اور ناقص ہے جس کی وجہ سے کسانوں کے لیے مناسب قیمتوں پر اپنی زرعی اجناس فروخت کرنا مشکل ہے۔ ذخیرہ اندوز اکثر کسانوں کا استحصال کرتے ہیں انہیں ان کی فصلوں کی کم قیمت ادا کرتے ہیں اور ان کے منافع کا ایک بڑا حصہ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ کسانوں کے پاس ذخیرہ کرنے کی مناسب سہولیات اور نقل و حمل کے ذرائع کا نہ ہونا بھی نقصانات کا باعث بنتا ہے۔

5. **قرض کی سہولیات کا فقدان** (Lack of Credit Facilities)

نئی ٹیکنالوجی، بیجوں اور کھادوں میں سرمایہ کاری کرنے کے لیے کسانوں کے لیے قرض تک آسان رسائی ضروری ہے لیکن ہندوستان میں قرض کی سہولیات محدود ہیں۔ اس سے کسانوں کی اُس سرمائے تک رسائی مشکل ہو جاتی ہے جس کی انہیں اپنے فارموں میں سرمایہ کاری کرنے اور پیداواری صلاحیت بڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

حکومت ہند نے قرض کے ادارہ جاتی ذرائع تک کسانوں کی رسائی کو بہتر بنانے کے لیے کئی پالیسی اقدامات شروع کیے ہیں۔ ادارہ جاتی ذرائع میں معاونتی انجمنیں اور تجارتی بینکوں کا بڑا حصہ ہے۔ اس کے نتیجے میں ادارہ جاتی قرض میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ اس کا اندازہ جدول 17.10 میں دئے گئے اعداد و شمار سے لگایا جا سکتا ہے۔

جدول17.10:زرعی قرض کے ذرائع (فیصد)

	1951	1961	1971	1981	1991	2002	2012	2016
ادارہ جاتی	7.2	17.3	29.2	61.2	64.0	57.1	56.1	**69.1**
غیر ادارہ جاتی	92.8	82.7	70.8	38.8	36.0	42.9	43.9	**41.6**

ماخذ: قومی بینک برائے دیہی وزرعی ترقی

ان عوامل سے نمٹنے کے لیے ایک جامع اور کثیر جہتی حکمت عملی کی ضرورت ہے جس میں زمین، آبپاشی کے بنیادی ڈھانچے، قرض تک رسائی، تعلیم، پائیدار اور جدید کاشتکاری کے طریقوں کو فروغ دینا شامل ہے۔ پائیدار زرعی ترقی غذائی تحفظ، دیہی معاش اور ملک کی مجموعی معاشی بہبود کو یقینی بنانے کے لیے اہم ہے۔

17.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبہ درج ذیل کے قابل ہوں گے:

- زراعت کا ہندوستانی ترقی میں کردار۔
- زرعی پیداوار اور پیداواریت کا رجحان۔
- ہندوستان میں پست زرعی پیداواریت کی وجوہات۔

17.7 فرہنگ (Glossary)

زراعت Agriculture:- فصلوں کی کاشت، مویشیوں کی پرورش، اور خوراک اور انسانی بقا اور معاشی ترقی کے لیے ضروری خام مال پیدا کرنے اور دیگر قدرتی وسائل کا انتظام کرنے کا عمل۔

زرعی قرض Agriculture Credit:- کسانوں اور زرعی اداروں کو ان کی پیداواری سرگرمیوں میں معاونت کے لیے فراہم کی جانے والی مالی امداد ہے

زرعی ملکیت Ownership:- کسی فرد، گروہ یا ادارے کا زمین کے استعمال کرنے اور اسے کنٹرول کرنے کا قانونی حق ہے، بشمول اسے منتقل کرنے، لیز پر دینے یا فروخت کرنے کے حقوق کے۔

17.8 نمونہ امتحانی سولات (Model Examination Questions)

17.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. 2021 میں قومی آمدنی میں زراعت کا حصہ ۔۔۔۔۔۔ فیصد تھا؟

(a) 15   (b) 16

(c) 17   (d) 18

2. درج ذیل میں سے کون سا شعبہ کووِڈ19 سے متاثر نہیں ہوا؟

(a) زراعت (b) خدمات

(c) صنعت (d) ریلویز

3. ہندوستان میں زرعی پر آمدات کا حصہ مجموعی بر آمدات کے تناسب میں:

(a) کم ہوا ہے (b) بڑھا ہے

(c) ساکن رہا ہے (d) ان میں سے کوئی نہیں

4. زرعی بر آمدات کا 22-2021 میں مجموعی بر آمدات میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فیصد حصہ ہے۔

(a) 18.5 (b) 14.2

(c) 11.9 (d) 10.3

5. معاشی ترقی میں اضافے کے ساتھ زراعت میں روز گار کی شرح۔۔۔۔۔ ہوتی ہے

(a) بڑھتی ہے (b) کم ہوتی ہے

(c) ساکن رہتی ہے (d) کچھ کہا نہیں جا سکتا

6. ہندوستان میں زرعی روز گار کا تناسب ترقی پزیر ممالک کے مقابلے میں۔۔۔۔۔ ہے

(a) زیادہ ہے (b) کم ہے

(c) بہتر ہے (d) ان میں سے کوئی نہیں

7. سبز انقلاب کا تعلق درج زیل میں۔۔۔۔۔ کی پیداوار میں اضافے سے ہے:

(a) چاول (b) گندم

(c) تیل (d) چاول اور گندم دونوں

8. درج ذیل میں سے کون سا ہندوستان میں زرعی پیداوار کی کمی کا باعث ہے۔

(a) ناقص زرعی بازار کاری (b) زرعی قرض کا فقدان

(c) آبپاشی کی سہولیات کا فقدان (d) درج بالا سبھی

9. 2012 میں کتنا فی صد زرعی علاقہ آبپاشی کی سہولیات سے فیضیاب تھا

(a) 42.26 (b) 33.99

(c) 21.45 (d) 98.78

10. درج ذیل میں سے۔۔۔۔۔۔۔ زرعی ادارہ جاتی قرض کے ذرائع ہیں:

(a) تجارتی بینک (b) معاونتی انجمنیں

(c) حکومت (d) درج بالا سبھی

10	9	8	7	6	5	4	3	2	1	جوابات
d	a	d	d	a	b	c	a	a	d	

17.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. زراعت کے معنی اور تعریف بیان کریں۔
2. زراعت صنعتی ترقی کے لیے کیوں ضروری ہے؟
3. ہندوستانی زرعی اصل اور ممکنہ پیداوار پر نوٹ قلم بند کریں۔
4. ہندوستان میں زرعی قرض کے ادارہ جاتی ذرائع کی شراکت پر تبادلہ خیال کریں۔
5. منقسم ارضی ملکیت کیسے زرعی ترقی میں رکاوٹ ہے؟

17.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ہندوستانی معاشی ترقی میں زراعت کے کردار کو اجاگر کیجیے۔
2. زرعی پیداوار اور پیداواریت کے رجحانات پر نوٹ لکھیے۔
3. ہندوستان میں پست زرعی پیداوار کی وجوہات پر نوٹ لکھیے۔

17.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Anand, N. (2014). An Overview of Indian Economy (1991-2013). *IOSR Journal of Economics and Finance, 3*(3), 19-24.
2. Kapila, U. (Ed.). (2008). *Indian Economy Since Independence* (33rd ed.). Academic Foundation.
3. Puri, V. K., Misra, S. K., & Garg, B. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.

اکائی 18: ہندوستانی زراعت میں ادارہ جاتی اور تکنیکی تبدیلیاں

(Institutional and Technological Changes in Indian Agriculture)

اکائی کے اجزا:

18.0 تمہید (Introduction)

18.1 مقاصد (Objectives)

18.2 اصلاحاتِ ارضی (Land Reforms)

18.2.1 اصلاحاتِ ارضی کے مقاصد (Objectives of Land Reforms)

18.2.2 ہندوستان میں اصلاحات اراضی کی خامیاں (Shortcomings of Land Reforms in India)

18.3 تکنیکی اصلاحات (Technological Changes)

18.3.1 سبز انقلاب (Green Revolution)

18.4 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

18.5 فرہنگ (Glossary)

18.6 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

18.6.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

18.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

18.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

18.7 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

18.0 تمہید (Introduction)

آزادی کے وقت ہندوستانی زراعت کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ پچھلی اکائی میں بیان کیے گئے عوامل کی وجہ سے پیداوار اور پیداواریت بہت کم تھی۔ آبادی کا 70 فی صد حصہ براہ راست زراعت سے منسلک ہونے کے باوجود بھی اس شعبے کی شرح نمو مجموعی داخلی پیداوار کی شرح نمو ہمیشہ سے کم رہی۔ زراعت کی حالت کو سدھارنے کے لیے اصلاحات کی شدید ضرورت تھی۔ موٹے طور پر زراعت میں اصلاحات کی ضرورت درج ذیل وجوہات کی بنا پر ناگزیر تھی۔

- آبی وسائل کی غیر مساوی تقسیم
- تصرف زمین کا ناقص نظام
- زراعت کی مایوس کن کارکردگی
- تقریباً 70 فیصد آبادی کا زراعت پر انحصار
- برطانوی آبادکاری کے تحت بگاڑ
- صنعتی شعبے کو شروع کرنے کے لیے خام مال کی ضرورت

ہندوستانی زراعت میں ادارہ جاتی اور تکنیکی اصلاحات خوراک کی بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کرنے، کسانوں کی معاشی حالات کو بہتر بنانے اور ماحولیاتی استحکام کو یقینی بنانے کے لیے ضروری تھے۔ مندرجہ بالا مشکلات سے نمٹنے کے لیے زرعی رقبہ بڑھایا گیا اور ذیلی صنعتوں کی ترقی پر توجہ مرکوز کی گئی۔ یہ ایک کامیاب کوشش تھی جس کی وجہ سے پیداوار میں اضافہ ہوا اور معیشت میں استحکام آیا۔ دوسرے پانچ سالہ منصوبے میں حکومت کی توجہ ثانوی شعبے کی طرف منتقل ہونے کے ساتھ زراعت کو دھچکا لگا اور ملک غذائی بحران کا شکار ہوا۔ غذائی بحران کی ذلت برداشت کرنے کے بعد خود کفالت کا سفر شروع کیا اور پھر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

زراعت میں ہوئی اصلاحات دو قسم کی ہیں۔ ایک ادارہ جاتی اور دوسری تکنیکی۔ ادارہ جاتی اصلاحات میں اصلاحات ارضی، فصل بیمہ، زراعتی ترقی کے پروگرام وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ تکنیکی اصلاحات میں زیادہ پیداوار دینے والے (HYV) بیج، کیمیائی کھاد، آبپاشی کی بہتر سہولیات، کاشت کاری کے جدید طریقوں کا استعمال شامل ہے۔ اکائی کے اس حصے میں ہم ادارہ جاتی اصلاحات میں سے اصلاحات ارضی پر تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔ اگلے حصے میں تکنیکی عوامل بھی زیر بحث آئیں گے۔

18.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے درج ذیل مقاصد ہیں:

- ہندوستانی زراعت میں ادارہ جاتی اور تکنیکی تبدیلیوں کی ضرورت کو سمجھنا۔
- اصلاحات اراضی کی پیش رفت اور خامیوں کو اجاگر کرنا۔

- سبز انقلاب ٹیکنالوجی کے منفی اور مثبت اثرات کو جاننا۔

18.2 اصلاحات ارضی (Land Reforms)

ادارہ جاتی عوامل، جیسے جاگیر دارانہ نظام، منقسم ارضی ملکیت، مستاجر کی ضمانت کی عدم موجودگی وغیرہ کسانوں کی بچت اور سرمایہ کاری کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی محنت کے پھل سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت کو بھی کمزور کر دیتے ہیں۔ ادارہ جاتی اصلاحات میں کاشت کار طبقے کے حق میں زمین کی ملکیت، ارضی ملکیت کے حجم کو بہتر بنانا اور مستاجر کو تحفظ فراہم کرنا شامل ہے تاکہ انہیں دیہی زندگی میں شرکت کا احساس دلایا جاسکے۔ اصلاحات ارضی کی ضرورت آزادی سے پہلے کے استحصالی تصرف زمین (Land Tenure) کے نظام کے تحت پڑی ۔ برطانوی ہندوستان میں تصرفِ زمین کا تین طرح کا نظام تھا۔

1. زمینداری نظام (Zamindari System)

زمینداری نظام کو کارنوالیس نے 1793 میں مستقل تصفیہ قانون کے ذریعے متعارف کرایا تھا۔ اس نظام کے تحت زمیندار زمین کے مالک تھے اور مستاجروں سے محصول وصول کرنے کا حق رکھتے تھے۔ کل محصول کا $\frac{10}{11}$ حصہ حکومت کا تھا اور باقی کا مالک زمیندار تھا۔ یہ تمام رقم نقدی ادا کرنا تھی۔ اس کا کوئی تعلق پیداوار سے نہیں تھا۔ پیداوار زیادہ ہو یا کم محصول میں کوئی رعایت نہیں تھی۔ یہ نظام مغربی بنگال، بہار، اڈیشہ، یوپی، آندھرا پردیش اور مدھیہ پردیش میں سب سے زیادہ رائج تھا۔

اس نظام سے کاشت کاروں کا استحصال ہوتا تھا۔ ان کو محصول کی صورت میں بہت زیادہ رقم انگریزی حکومت کو دینا پڑتی تھی۔ اگر وہ یہ محصول ادا نہیں کر پاتے تھے تو ان کو زمین سے بے دخل کر دیا جاتا تھا۔

2. رعیت واری نظام (Ryotwari System)

یہ نظام الیگزینڈر ریڈ اور سر تھامس منرو نے اٹھارویں صدی کے آخر میں وضع کیا تھا۔ اسے سر تھامس منرو نے اس وقت متعارف کرایا تھا جب (26-1819) وہ مدراس کے گورنر تھے۔ اس نظام میں مالگزاری براہ راست حکومت کو ادا کی جاتی تھی۔ مستاجر کو لگان کے عوض زمین کے مکمل حقوق حاصل تھے اور اس کو زمین سے بے دخل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہ نظام زیادہ تر جنوبی ہندوستان میں رائج تھا جو پہلے تمل ناڈو میں متعارف ہوا اور بعد میں اسے مہاراشٹرا، بیرار، مشرقی پنجاب، کورگ اور آسام تک بڑھا دیا گیا۔ اس نظام کے فوائد دلالوں کا خاتمہ تھا جو اکثر دیہاتیوں پر ظلم کرتے تھے۔

اس نظام پر مہاجنوں اور ساہوکاروں کا غلبہ تھا جو کاشت کاروں کو اپنی زمین گروی رکھ کر قرض دیتے تھے۔ ساہوکاروں نے کاشت کاروں کا استحصال کیا اور قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں انہیں زمین سے بے دخل کر دیا۔

3. محلواری نظام (Mahalwari System)

انیسویں صدی کے اوائل تک کمپنی کے حکام اس بات پر قائل ہو چکے تھے کہ مالگزاری نظام کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ محصولات

کو ایسے میں مستقل طور پر طے نہیں کیا جاسکتا۔ جب کمپنی کو اپنے انتظامیہ اور تجارتی اخراجات کو پورا کرنے کے لیے مزید رقم کی ضرورت ہو تب استعمال کیا جاتا تھا۔ 1822 میں ہولٹ میکنزی نے بنگال پریزیڈنسی کے شمال مغربی صوبوں میں ایک نیا نظام وضع کیا جسے محلواری نظام کا نام دیا گیا (اس کا زیادہ تر علاقہ اب اتر پردیش میں ہے)۔ اس نظام کے تحت گاؤں کے سربراہ (زمیندار نہیں) کسانوں سے مالگزاری وصول کرتے تھے۔ مالگزاری کے لیے پورے گاؤں کو ایک بڑی اکائی میں تبدیل کیا جاتا تھا جو محل کہلاتا تھا۔ محلواری نظام کے تحت آمدن کی وقتاً فوقتاً نظر ثانی کی جاتی تھی اور مستقل طور پر یہ طے نہیں کی جاتی تھی۔ اس نظام کو لارڈ ولیم بینٹنک (Lord William Bentinck)) نے آگرہ اور اودھ میں مقبول کیا اور بعد میں اسے مدھیہ پردیش اور پنجاب تک بڑھا دیا گیا۔

برطانوی ہندوستان میں زمینی محصولات کے نظام نے زرعی ڈھانچے، سماجی تعلقات اور معاشی حالات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ ان نظاموں کے اثرات تمام خطوں میں مختلف تھے اور آزاد ہندوستان میں بھی جاری رہے۔

18.2.1 اصلاحاتِ ارضی کے مقاصد (Objectives of Land Reforms)

اصل کاشت کار کے استحصال کو روکنے اور اس کو زمین کی ملکیت دینے کے لیے حکومت کی طرف سے اصلاحات اراضی کے اقدام کیے گئے۔ حکومت نے اس مشق کے مقاصد کچھ اس طرح بیان کیے۔

- زرعی پیداوار میں ان رکاوٹوں کو دور کرنا جو ماضی کے زرعی ڈھانچے کے تحت پیدا ہوئی تھیں اور
- زرعی نظام میں ہر قسم کے استحصال اور سماجی ناانصافیوں کو ختم کر کے کاشت کار کو تحفظ فراہم کرنا اور دیہی آبادی کے تمام طبقوں کے لیے سماجی و اقتصادی برابری کو یقینی بنانا۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے درج ذیل اقدامات کیے گئے

1. ثالثوں کا خاتمہ (Abolition of Intermediaries)
2. مستاجروں کے تعلق سے اصلاحات (Tenancy Reform)
3. زراعت کی تنظیم نو (Reorganization of Agriculture)

1. ثالثوں کا خاتمہ (Abolition of Intermediaries)

اگرچہ اس سے قبل بھی ثالثوں کے خاتمے کے لیے اقدامات کیے گئے تھے لیکن حقیقی معنوں میں اس کے خاتمے کی کوشش 1948 میں مدراس میں قانون سازی کے ساتھ شروع ہوئی۔ تمام ریاستوں میں قانون سازی کی گئی لیکن اس کی رفتار یکساں نہیں تھی۔ چنانچہ مغربی بنگال جو زمینداری نظام سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والی ریاست تھی نے سب سے آخر میں قانون سازی کی۔ ملکیت کے حقوق کی فراہمی کے نتیجے میں تقریباً 30 لاکھ کاشت کاروں اور حصہ داروں نے ملک بھر میں 62 لاکھ ایکڑ کے کل کاشت شدہ رقبے پر ملکیتی حقوق حاصل کیے۔

جبکہ اس کا مقصد کاشت کار اور ریاست کے درمیان ثالثوں کو ختم کرنا تھا لیکن عملی طور پر قانون سازی نے ثالثوں کو زمینداروں

کے برابر کر دیا اور اس کے نتیجے میں رعیتداروں اور غیر حاضر زمینداروں کے ایک طبقے کو چھوٹ مل گئی۔ حالانکہ سرکاری دستاویز یہ دعوہ کرتے ہیں کہ زمینداری کا مکمل خاتمہ ہو چکا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تبدیلی برائے نام ہی رہی۔ پرانے زمیندار جو کرائے دے کر کاشت کرواتے تھے وہ اب بڑے مالکان زمین ہیں اور ایک نئی استحصالی جماعت کی شکل میں موجود ہیں۔

لیکن اس کے باوجود اس میں کوئی شک نہیں کہ آزادی کے بعد مستاجروں کا استحصال زمینداری نظام کے کمزور ہونے سے بہت حد تک کم ہوا ہے۔ اس سلسے میں کیرالہ اور مغربی بنگال کی کامیابی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

2. مستاجروں کے تعلق سے اصلاحات (Tenancy Reform)

ثالثوں کے خاتمے کی قانون سازی کا مقصد کاشت کار کو زمین فراہم کرنا تھا لیکن اس سے ان کی مشکلات ختم نہیں ہوئیں۔ مستاجر تین طرح کے تھے۔ ایک وہ جن کو زمین کی ملکیت کا حق حاصل تھا اور ان کو کرائے کے عوض میں مکمل حقوق حاصل تھے اور بے دخل نہیں کیے جاسکتے تھے لیکن ایسے بھی مستاجر تھے جو صرف مالک زمین کی مرہون منت (Tenants at Will) تھے اور پھر مکمل حقوق والے مستاجروں نے بھی ذیلی مستاجر (Sub Tenants) رکھے تھے۔ ان دونوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ان کی حفاظت کی لیے حکومت کو خاص قوانین لانے کی ضرورت پڑی۔ 54-1953 میں تقریباً 20 فی صد کاشت کاری زمین پر اسی نظام کے تحت کاشت کی جارہی تھی۔ اس سلسے میں کیے گئے اقدامات درج ذیل ہیں۔

A. انضباط کرایہ (Regulation of Rent)

آزادی سے پہلے کرائے یا تو اپنی مرضی کے مطابق طے کیے جاتے تھے یا بازاری (طلب و رسد) قوتوں کا نتیجہ تھے۔ زمین کی بڑھتی طلب اور دستکاری کے زوال کے نتیجے میں کرائے میں تیز رفتار اضافہ لازمی تھا۔ کل پیداوار کا آدھا یا اس سے بھی زیادہ کرائے میں چلا جاتا تھا جو کسی بھی اعتبار سے منصفانہ معاملہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی لیے اس مسئلے کے لیے قانون سازی ناگزیر تھی۔ چناچہ پہلے اور دوسرے معاشی منصوبے میں فیصلہ کیا گیا کہ کرایہ مجموعی پیداوار کے ایک چوتھائی یا پانچویں حصے سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ مختلف ریاستوں میں یہ شرح مختلف تھی۔ گجرات، مہاراشٹر اور راجستھان میں مجموعی پیداوار کا چھٹا حصہ زیادہ سے زیادہ کرائے کے طور پر مقرر کیا گیا ہے۔ آسام، کرناٹک، منی پور اور تریپورہ میں زیادہ سے زیادہ کرایہ مجموعی پیداوار کے ایک چوتھائی سے پانچویں حصے کے درمیان اور پنجاب میں پیداوار کا ایک تہائی حصہ مناسب کرائے کے طور پر طے کیا گیا۔ جب کہ تمل ناڈو میں یہ مجموعی پیداوار کے 33.3 سے 40 فیصد کے درمیان تھا۔ جموں و کشمیر میں کل پیداوار کا ایک تہائی حصہ، آندھرا پردیش میں سیراب شدہ زمینوں کے لیے مجموعی پیداوار کا ایک چوتھائی حصہ اور دیگر معاملات میں پانچواں حصہ کرائے کے طور پر مقرر کیا گیا۔

عملی طور پر ان قوانین کی اکثر خلاف ورزی ہوتی رہی ہے۔ زمیندار اپنے سیاسی و سماجی اثر و رسوخ کا استعمال کر کے ہمیشہ زیادہ کرایہ وصول کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

B. مستاجر کی میعاد کی ضمانت (Security of Tenure)

میعاد کی ضمانت سے متعلق قانون سازی کے تین اہم مقاصد تھے۔ پہلا یہ کہ کرایہ داروں کا بڑے پیمانے پر اخراج نہیں ہونا چاہیے۔ دوسرا زمین کی بحالی صرف ذاتی کاشت کے لیے کی جاسکتی ہے اور تیسرا، بحالی کی صورت میں مستاجر کے پاس ایک مقررہ کم از کم رقبہ باقی رہے گا لیکن ان قوانین کی کامیابی اس بات پر منحصر ہے کہ

- مستاجر کی تعریف کیا ہے؟
- ایسے حالات جن میں مالک ذاتی کاشت کے لیے زمین کو مستاجر سے واپس لے سکتا ہے۔
- ذاتی کاشت کی تعریف کیا ہے؟
- زمین کے ریکارڈ کی دستیابی ہے یا نہیں۔

C. مستاجر کو حقِ ملکیت (Ownership Right of the Tenants)

زمینداری کے خاتمے کے عمل میں ذاتی کاشت کو شروع کرنے کے تحت مستاجروں کو بڑے پیمانے پر زمین سے بے دخل کیا گیا۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ذاتی کاشت کی اجازت ہونی چاہیے لیکن اس سے بڑے پیمانے پر مستاجروں کی بے دخلی نہیں ہونی چاہیے۔ اس مقصد کے لیے حفاظتی اقدامات کی ضرورت تھی۔ دوسرے معاشی منصوبے کے دوران ریاستوں نے مندرجہ ذیل تین مختلف نمونوں پر وسیع پیمانے پر دوبارہ کاشت کاری شروع کرنے کے لیے دفعات تیار کیں:

- مالکان کو ذاتی کاشت کا حق دیے بغیر تمام مستاجروں کو میعاد کی ضمانت دی گئی۔
- مالکان کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ ایک محدود علاقے کو ذاتی کاشت کے لیے استعمال کرسکتے ہیں تاہم اس شرط پر کہ مستاجر کے پاس کم از کم رقبہ باقی رہ جائے۔
- مالکان کی ذاتی کاشت کے لیے ایک حد مقرر کی گئی لیکن مستاجر ہر صورت میں کم کچھ رقبے کا حقدار نہیں ہوگا۔

اتر پردیش، مغربی بنگال اور دہلی پہلے اور گجرات، کیرالہ، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر، اڑیسہ، راجستھان، ہماچل پردیش، آسام اور پنجاب دوسرے زمرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جموں وکشمیر، منی پور، تریپورہ اور مغربی بنگال (حصہ داروں کے معاملے میں) تیسرے زمرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے، دوسری قسم کی قانون سازی کو ریاستوں نے بڑے پیمانے پر قبول کیا ہے۔

3. زراعت کی تنظیم نو (Reorganization of Agriculture)

زراعت کی تقسیم نو کے تحت درج ذیل اقدامات کیے گئے:

A. زرعی ملکیت کی حدبندی (Ceiling on Land Holdings)

ہندوستان میں اصلاحات اراضی میں یہ تصور کیا گیا تھا کہ ایک مخصوص حد کے بعد زمینداروں کی تمام زمینیں ریاست کے قبضے میں

لے لی جائیں گی اور چھوٹے کسانوں کو دی جائیں گی تا کہ ان کی ملکیت کو معاشی طور پر سود مند بنایا جاسکے یا بے زمین مزدوروں کی زمین کی مانگ کو پورا کیا جاسکے۔ اس میں زرعی ملکیت پر حکومت کی طرف سے ایک حد مقرر کی گئی جس کے دو پہلو ہیں:

- مستقبل میں ملکیت کے حصول کی حد بندی
- موجودہ ملکیت کی حد بندی

پہلے معاشی منصوبے میں صرف سابقہ کو لاگو کیا گیا کیونکہ مؤخر الذکر سے مالیات اور انتظام کے زبردست مسائل پیدا ہونے کی توقع تھی۔ یہ صرف دوسرا منصوبہ تھا جس نے واضح طور پر موجودہ زرعی ملکیت پر حد لگانے کی سفارش کی تھی۔ اس میں یہ سفارش کی گئی کہ زرعی ملکیت کی حد تین خاندانی ملکیت کے برابر مقرر ہو گی لیکن دیہی ہندوستان میں زمیندار اور مالکان کی طاقت اور بے زمین اور غریبوں کی کمزور حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے ملکیت کی حد بندی کے قوانین کا نفاذ مشکل نظر آتا ہے۔

B. زرعی املاک کی یکجائی (Consolidation of Land Holdings)

یہ فیصلہ ملکیت کو چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہونے سے روکنے کے لیے کیا گیا۔ اس میں کسان کو اس کے بکھرے ہوئی ٹکڑوں کے برابر کے رقبے کا ایک بڑا ٹکڑا دیا جاتا ہے۔ شروع میں یہ پروگرام رضاکارانہ بنیادوں پر شروع کیا گیا تھا لیکن بعد میں اسے لازمی کر دیا گیا۔ تاہم پروگرام کے تحت پیش رفت بہت سست رہی ہے۔ جیسا کہ دسویں منصوبے میں بتایا گیا کہ یکجائی کا عمل جاری رہنا ہے لیکن زیادہ تر ریاستوں نے یہ کارروائی روک دی ہے۔ 31 مارچ 2002 تک 142 ملین ہیکٹر کے کل قابل کاشت رقبہ کے مقابلے میں صرف 66.10 ملین ہیکٹر کے رقبے میں یکجائی کا عمل ہوا تھا۔ یکجائی کا بڑا حصہ پنجاب، ہریانہ، مہاراشٹر، اتر پردیش، بہار اور اڑیسہ میں ہے۔ کچھ ریاستوں میں تو شروعات تک نہیں ہوئی ہے۔ درحقیقت صرف پندرہ ریاستوں نے یکجائی کے قوانین منظور کیے ہیں۔

C. باہمی کاشت کاری (Cooperative Farming)

اس اصلاح کی وکالت املاک کی ذیلی تقسیم سے پیدا ہونے والے مسئلے کو حل کرنے کے لیے کی گئی تھی۔ اس میں چھوٹی ملکیتوں والے کسان اکٹھے ہو کر سب ملکیتوں کو ملا کر کاشت کریں گے۔ چھوٹی ملکیتوں پر معاشی طور پر فائدہ مند کاشت ممکن نہیں ہے۔ ہندوستان میں 2003 میں 85 فیصد زرعی املاک کا حجم 2 ہیکٹر سے کم ہے اور یہ کل قابل کاشت رقبہ کا 44.6 فیصد ہے۔ تاہم اگر ایسے چھوٹے کسان اپنی زمین اور وسائل کو اکٹھا کریں اور مشترکہ طور پر کاشت کریں تو وہ بڑے پیمانے پر کاشت کاری کے فائدے اٹھا سکتے ہیں۔

18.2.2 ہندوستان میں اصلاحات اراضی کی خامیاں

(Shortcomings of Land Reforms in India)

1. نامکمل نفاذ (Incomplete Application)

اصلاحات اراضی کے اقدامات اکثر سیاسی، سماجی اور انتظامی مشکلات کی وجہ سے نامکمل طور پر نافذ کیے گئے ہیں۔ سیاسی ارادے کی کمی اور طاقتور زمینداروں کی مزاحمت نے زمین کی تقسیم نو کے مکمل عمل میں رکاوٹ ڈالی ہے۔

2. زرعی املاک کا انشقاق (Disintegration of land Holdings)

زمین کی تقسیم نو بعض اوقات زمین کے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کا باعث بنتی ہے جن پر معاشی طور پر فائدہ مند کاشت مشکل ہو جاتی ہے اور کسانوں کے لیے جدید زرعی تکنیکوں کو اپنانا مشکل ہو سکتا ہے۔

3. مستاجروں کے مسائل (Problems of Tenants)

اصلاحات اراضی کے اقدامات نے اکثر مالکان اور کاشت کاروں میں زمین کی تقسیم نو پر توجہ مرکوز کی ہے اور حصص کاشت (Sharecroppers) کرنے والوں کو درپیش مسائل کو نظر انداز کیا ہے۔ مستاجروں کے مسائل جیسے غیر محفوظ حقوق بدستور برقرار ہیں۔

4. بدعنوانی اور انتظامی تاخیر (Corruption and Administrative delay)

زمین کی تقسیم نو کا عمل بدعنوانی اور افسر شاہی کی تاخیر سے متاثر ہوا۔ زمین کے جعلی ریکارڈ، فہرست مستفدین(Beneficiary Lists) میں ہیرا پھیری اور زمین کی حقیقی منتقلی میں تاخیر کے واقعات کی وجہ سے نظام پر اعتماد کا فقدان ہے۔

ہندوستان میں اب بھی بہت سے چھوٹے اور پسماندہ کسان موجود ہیں جو ساہوکاروں کے چنگل میں ہیں اور مقروض رہتے ہیں۔ دیہی غربت اب بھی موجود ہے۔

زرعی ملکیت کی حد بندی یکساں نہیں ہے، مختلف ریاستوں میں مختلف قوانین ہیں۔

ان سب خامیوں کے باوجود اصلاحات اراضی کے عمل نے کافی ترقی کی ہے اور زرعی پیداوار کو بڑھانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے

18.3 تکنیکی اصلاحات (Technological Changes)

کسی بھی شعبے میں پیداوار کو بہتر بنانے کے لیے جدید تکنیکی تبدیلیوں کو اپنانا ضروری ہے۔ جدید ٹکنالوجی کا استعمال تمام شعبوں میں ہونا ضروری ہے ورنہ غیر متوازن علاقائی ترقی کے نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس میں حکومتی ادارے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ زراعت میں ہونے والی تکنیکی اصلاحات کی وجہ سے پیداواریت میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے۔ اس لیے اس کو سبز انقلاب کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس پس منظر میں یہاں ہم ہندوستانی زراعت میں ہونے والی تکنیکی تبدیلیوں کا ذکر کریں گے۔ بالفاظ دیگر ہم سبز انقلاب کے پیچھے کار فرما عناصر پر روشنی ڈالیں گے۔

18.3.1 سبز انقلاب (Green Revolution)

سبز انقلاب سے مراد 1950 اور 1960 کی دہائیوں کے دوران میکسیکو میں مکئی اور گندم کی بہتری کے بین الاقوامی مرکز اور فلپائن کے بین اقوامی تحقیقی ادارہ برائے چاول (IRRI) میں زرعی ماہرین کی ایک ٹیم کے ذریعے تیار کی گئی نئی زرعی ٹیکنالوجی ہے۔ ان دونوں مراکز میں تیار کی گئی ٹیکنالوجی کو بعد میں ایشیا اور لاطینی امریکہ کے زیادہ تر ترقی پذیر ممالک نے اپنایا جس نے ان ممالک میں زرعی پیداوار کو بہتر بنانے اور غذائی اجناس میں خود کفالت حاصل کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ اس ٹیکنالوجی میں اعلیٰ پیداواری (HYV) بیجوں اور جدید

زرعی آلات کا استعمال (جیسے کیمیائی کھاد، کیڑے مار ادویات، آبپاشی کے جدید طریقے، ٹریکٹر اور برقی ڈیزل پمپ وغیرہ) شامل تھے۔ اگرچہ ابتدائی طور پر نئی زرعی حکمت عملی بنیادی طور پر گندم اور چاول کی فصلوں تک محدود تھی بعد میں یہ دوسری فصلوں تک پھیل گئی۔ اس تکنیکی کامیابی کو بیان کرنے کے لیے 'سبز انقلاب' کی اصطلاح ڈاکٹر ولیم گاڈ (یو ایس ایڈ کے اس وقت کے ایڈمنسٹریٹر) نے وضع کی تھی۔ اس ٹیکنالوجی کو تیار کرنے میں ڈاکٹر نارمن بورلاگ کا کردار بہت اہم ہے اور ان کو سبز انقلاب کے بانی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ڈاکٹر بورلاگ نے گہری تحقیق کی اور 1950 کی دہائی کے وسط میں گندم کی اعلیٰ پیداواری قسمیں (High Yielding Verities) ایجاد کرنے میں کامیاب ہوئے۔ گندم کے لیے HYV بیجوں کے استعمال کے ساتھ میکسیکو 1960 کی دہائی کے اوائل تک گندم کی پیداوار میں خود کفیل ہو گیا اور یہاں تک کہ برآمد کرنا شروع کر دیا۔

ہندوستان کو 1950 اور 1960 کی دہائیوں کے دوران خوراک کی شدید قلت تھی اور اناج درآمد کرنا پڑا۔ غذائی اجناس کی قلت پر قابو پانے کے لیے زرعی ماہرین کی فورڈ فاؤنڈیشن (Ford Foundation) کی سفارشات پر ہندوستان نے زرعی طور پر ترقی یافتہ منتخب علاقوں میں زیادہ غذائی اجناس خاص طور پر گندم اور چاول اگانے کے لیے نئی زرعی حکمت عملی اپنائی۔ 1960 کی دہائی میں فورڈ فاؤنڈیشن نے حکومت کی منظوری سے زرعی پیداوار کو بڑھانے کے لیے بہتر تکنیکی معلومات کے ساتھ انٹینسیو ایگریکلچرل ایریا پروگرام (Intensive Agriculture Area Programme) شروع کیا۔ ان علاقوں پر زیادہ توجہ مرکوز کی گئی جہاں زرعی ترقی کے امکانات زیادہ تھے تاکہ غذائی اجناس کی پیداوار میں تیزی سے اضافہ کیا جا سکے۔ منتخب اضلاع میں کسانوں کو ضروری معلومات اور خدمات فراہم کی گئیں اور یہ پروگرام غذائی اجناس کی پیداوار بڑھانے میں کافی کارگر ثابت ہوا۔ IAAP کے حوصلہ افزا نتائج اور غذائی اجناس کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے تحت حکومت نے (1964-65 کے دوران) 114 منتخب اضلاع میں انٹینسیو ایگریکلچر ڈسٹرکٹ پروگرام (Intensive Agriculture District Programme) شروع کیے جہاں زرعی ترقی کے امکانات زیادہ تھے۔ ہندوستان میں سبز انقلاب کے حصول کے لیے یہ دونوں پروگرام اہم بلکہ بہت زیادہ اہمیت کے حامل تھے۔ ڈاکٹر نارمن بورلاگ اور ڈاکٹر ایم ایس سوامیناتھن (زرعی سائنسدان) اور شری سی سبرامنیم (اس وقت کے وزیر زراعت) نے ہندوستان میں نئی زرعی ٹکنالوجی لانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ نئی حکمت عملی کا بنیادی مقصد کاشت کاروں کو ضروری مداخل اور خدمات تک رسائی فراہم کر کے غذائی اجناس میں خود کفالت حاصل کرنا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے زرعی تحقیق کی توسیع کی گئی اور زرعی مارکیٹنگ کا بنیادی ڈھانچہ تیار کیا گیا۔ آبپاشی، زرعی آلات اور کھادوں کی تیاری پر سرمایہ کاری میں اضافہ کیا گیا۔ دیگر اہم اقدامات میں زرعی قیمتوں کے تعین کے لیے کمیشن اور کسانوں کو قرض کی سہولیات فراہم کرنے کے لیے نجی بینکوں کی قومیائی اور باہمی قرض ادارے قائم کیے گئے۔ اس کے علاوہ ٹیوب ویل ٹیکنالوجی کی آمد نے بھی زرعی پیداوار کے اضافے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ خاص طور پر پنجاب، ہریانہ اور مغربی اترپردیش میں کامیاب ہوا۔ تھوڑے ہی عرصے میں گندم کا انقلاب پورے شمالی ہندوستان میں پھیل گیا اور گندم کی پیداوار میں زبردست اضافہ ہوا۔ بعد میں چاول کی پیداوار میں بھی ایسا ہی انقلاب آیا۔

حالانکہ سبز انقلاب کی ٹیکنالوجی کو مساوات اور ماحولیات کے تعلق سے شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا لیکن اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہے کہ اس جدید ٹیکنالوجی نے ہندوستانی معیشت کا رخ بدل کر رکھ دیا۔ اس کی بدولت نہ صرف یہ کہ ہندوستان غذائی اجناس میں خود کفیل ہوا بلکہ غذائی تحفظ کی طرف بھی گامزن ہوا۔ اب ہم اپنی ضرورت سے زائد اجناس پیدا کرتے ہیں جو ہماری برآمدات میں اضافے میں مددگار ثابت ہو رہا ہے۔

1. **سبز انقلاب ٹکنالوجی کے اجزا** (Components of Green Revolution Technology)

نئی زرعی حکمت عملی کے بنیادی اجزا یہ ہیں:

- اعلیٰ پیداواری بیجوں کا استعمال: یہ ایسے بیج ہیں جن کی فصل جلد پک جاتی ہے اور پیداوار بھی زیادہ ہوتی ہے۔
- ایک سے زیادہ فصل کے نمونے جو کسانوں کو ایک ہی زمین پر دو یا زیادہ فصلیں اگانے کی اجازت دیتے ہیں کیونکہ HYV بیج تیزی سے پک جاتے ہیں۔ اس سے کل پیداوار میں اضافے میں مدد ملی۔
- زراعت میں مشینوں جیسے ٹریکٹر، ہارویسٹر، پمپ سیٹ وغیرہ کا استعمال۔
- سبز انقلاب کے دور میں بہتر نقل و حمل، آبپاشی، گودام، مارکیٹنگ کی سہولیات، اور دیہی بجلی کاری کے لحاظ سے بہتر ڈھانچے کی سہولیات تیار کی گئیں۔
- حکومت نے مختلف فصلوں کے لیے کم از کم امدادی قیمتوں کی فراہمی کو یقینی بنایا تاکہ کسانوں کو ان کی پیداوار کی مناسب قیمت مل سکے۔
- تجارتی بینکوں اور کوآپریٹو بینکوں کے وسیع جال سے قرض کی سہولیات کی فراوانی سے کسانوں کی بہتر مالی امداد ممکن ہوئی۔ حکومت نے قومی بینک برائے زرعی و دیہی ترقی کو زرعی امدادی اداروں کے نگراں کے طور پر قائم کیا۔

2. **سبز انقلاب ٹیکنالوجی کے نتائج** (Outcomes of Green Revolution Technology)

مثبت نتائج (Positive Outcomes)

سبز انقلاب کے نتیجے میں زرعی پیداوار میں مقداری اور معیاری ترقی ہوئی۔ مقداری بہتری زرعی پیداوار میں زبردست اضافے کی صورت میں ہوئی اور معیاری بہتری میں زراعت میں جدید ٹکنالوجی کا استعمال ہوا۔ سبز انقلاب کے اثرات کا احاطہ یہاں اختصار کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

زرعی پیداوار میں شاندار اضافہ (Spectacular Increase in Agricultural Production): سبز انقلاب سے ہندوستان میں غذائی اجناس کی پیداوار میں زبردست اضافہ دیکھا گیا۔ گندم کی پیداوار میں اضافہ خاص طور سے قابل ذکر ہے جس سے پیداوار منصوبے کے ابتدائی مرحلے میں ہی 55 ملین ٹن ہو گئی۔ سبز انقلاب ٹیکنالوجی نے فی ایکڑ پیداوار میں بھی اضافہ کیا۔ گندم کی فی ہیکٹر پیداوار 708 کلوگرام فی ہیکٹر سے بڑھ کر ناقابل یقین حد تک 3440 کلوگرام فی ہیکٹر تک پہنچ گئی۔

جدول 18.1: ہندوستان میں اہم غذائی اناج کی فی ہیکٹر پیداوار (کلو گرام فی ہیکٹر)

	سبز انقلاب سے پہلے			سبز انقلاب کے بعد					
	1955-56	1960-61	1965-66	1970-71	1979-80	1989-90	1999-00	2009-10	2019-20
گندم	708	851	827	1307	1436	2121	2728	2839	3440
چاول	874	1013	862	1123	1074	1745	1986	2125	2722
جوار	387	533	429	466	699	869	847	860	989
باجرہ	302	286	314	622	373	610	650	731	1374
مکی	703	925	1005	1279	979	1632	1792	2024	3006
کل	605	710	629	872	876	1349	1704	1798	2343

ماخذ: زرعی اعداد و شمار ایک نظر میں 2022۔ حکومت ہند

پیداوار میں اضافے سے ہندوستان غذائی اجناس میں خود کفیل ہو گیا اور درآمدات پر انحصار کم ہو گیا۔ اس کے علاوہ بڑھتی ہوئی آبادی کی طلب کو پورا کرنے اور ہنگامی حالات کے لیے ذخیرہ کرنے کے لیے بھی اجناس وافر مقدار میں دستیاب رہتا ہے۔

سبز انقلاب کے آغاز میں یہ فکر لاحق تھی کی تجارتی کھیتی بے روزگاری کا باعث بنے گی لیکن نتیجہ بالکل اس کے برعکس نکلا۔ دیہی روزگار میں اضافے کے ساتھ ذیلی صنعتیں جیسے نقل و حمل، آبپاشی، غذاکاری، مارکیٹنگ وغیرہ نے افرادی قوت کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کیے ہیں۔

کسانوں کی آمدنی میں نمایاں اضافہ دیکھنے میں آیا جس نے انہیں غذائی کھیتی سے تجارتی کھیتی کی طرف منتقل ہونے کے قابل بنایا۔

منفی اثرات (Negative Effects)

مثبت نتائج کے ساتھ ساتھ اس ٹکنالوجی کے کچھ منفی نتائج بھی سامنے آئے جو مندرجہ ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں:

ماحولیاتی انحطاط (Environmental Degradation): کیمیائی کھادوں اور کیڑے مار ادویات کے وسیع استعمال سے ماحولیاتی تنزلی ہوئی ہے۔ مٹی کی زرخیزی میں کمی آئی ہے اور پانی کے وسائل آلودہ ہوئے ہیں جس سے ماحولیاتی توازن کو گہرا نقصان پہنچا ہے۔

سماجی عدم مساوات (Social Inequality): سبز انقلاب کے فوائد یکساں طور پر تقسیم نہیں ہوئے۔ بڑے اور امیر کسان نئی ٹکنالوجی کو اپنانے کے لیے بہتر حالت میں تھے جس سے ان کی آمدنی میں اضافہ ہوا جبکہ چھوٹے اور پسماندہ کسانوں کو نقصان پہنچا۔ سبز انقلاب کے نتائج جغرافیائی اعتبار سے بھی یکساں نہیں تھے جن کی وجہ سے غیر متوازن زرعی ترقی ہوئی۔ ان سب حالات نے موجودہ سماجی اور معاشی عدم مساوات کو مزید بڑھا دیا۔

مالی بوجھ (Financial Burden): نئی ٹکنالوجی کو اپنانے کے لئے بہت سے غریب کسانوں نے قرض لیے جس سے ان پر مالی بوجھ بڑھ گیا۔ فصل کی ناکامی یا مارکیٹ میں اتار چڑھاؤ کے وقت کسانوں کو اپنے قرضوں کی ادائیگی کے لیے جدوجہد کرنا پڑتی تھی۔

حیاتیاتی تنوع کا نقصان (Loss of Biodiversity): فصل کی چند اعلیٰ پیداواری اقسام پر توجہ مرکوز کرنے کی وجہ سے روایتی اور

مقامی طور پر موافقت پذیر اقسام کو نظر انداز کیا گیا۔ اس یک ثقافتی نقطہ نظر کے نتیجے میں حیاتیاتی تنوع کا نقصان ہوا جس سے زراعت میں آفات اور بیماریوں کا امکان زیادہ ہو گیا۔

یہ بات ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ سبز انقلاب کے منفی اثرات ہندوستان کے تمام خطوں میں یکساں نہیں تھے۔ کچھ علاقوں نے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ سنگین نتائج کا سامنا کیا۔ پائیدار زرعی طریقوں اور مزید جامع ترقیاتی حکمت عملیوں کے ذریعے ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

18.4 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا اس قابل ہو گئے ہیں کہ وہ:

- ہندوستان میں اصلاحات اراضی کی ضرورت، اقدامات اور خامیوں کو اجاگر کر سکیں۔
- زراعت کی نئی ٹکنالوجی کو جانیں۔
- ہندوستانی زراعت پر نئی ٹکنالوجی کے مثبت اور منفی اثرات کا جائزہ لیں۔

18.5 فرہنگ (Glossary)

اصلاحات اراضی Land Reforms: زمین کی ملکیت، تقسیم، اور استعمال کی پالیسیوں میں حکومت کی طرف سے شروع کی گئی تبدیلیاں جن کا مقصد عدم مساوات اور زرعی نظام میں نااہلی کے مسائل کو حل کرنا ہے۔

سبز انقلاب Green Revolution: جدیدیت اور پیداواری ترقی کا دور جو 1960 کی دہائی میں شروع ہوا، جس کی خصوصیت اعلیٰ پیداوار دینے والی فصلوں کی اقسام، آبپاشی کے بہتر طریقے، اور کھادوں اور کیڑے مار ادویات کے بڑھتے ہوئے استعمال سے خوراک کی پیداوار خاص طور پر چاول اور گندم میں کئی گنا اضافہ ہے۔

زرعی ملکیت Land Holding: کسی فرد، گروہ یا ادارے کا زمین کے استعمال کرنے اور اسے کنٹرول کرنے کا قانونی حق بشمول اسے منتقل کرنے، لیز پر دینے یا فروخت کرنے کے حقوق کے۔

اعلیٰ پیداواری بیج High Yielding Seeds(HYV): بیج کی قسمیں جو منتخب افزائش نسل یا جینیاتی تبدیلی کے ذریعے تیار کی گئیں تاکہ روایتی اقسام کے مقابلے میں زیادہ پیداوار حاصل ہو سکے۔

18.6 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

18.6.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. زمین داری نظام کس نے متعارف کرایا؟

(a) کارنوالیس (b) ولیم بینٹک

(c) لارڈ کرزن (d) لارڈ مونٹ بیٹن

2. زمین داری نظام میں زمین کا مالک کون تھا؟

(a) مستاجر (b) زمین دار

(c) حکومت (d) ان میں سے کوئی نہیں

3. کس نظام میں مالگزاری براہ راست حکومت کو ادا کی جاتی تھی؟

(a) محلواری نظام (b) زمین داری نظام

(c) رعیت واری نظام (d) درج بالا سبھی

4. محلواری نظام کب لاگو ہوا؟

(a) 1819 (b) 1820

(c) 1821 (d) 1822

5. درج ذیل میں کون سا اصلاحات اراضی کا حصہ ہے؟

(a) ثالثوں کا خاتمہ (b) مستاجروں کے تعلق سے قانون سازی

(c) زراعت کی تنظیم نو (d) درج بالا سبھی

6. زرعی املاک کی ذیلی تقسیم سے پیدا ہونے والے مسئلے کو حل کرنے کے لیے۔۔۔۔ پر زور دیا گیا۔

(a) باہمی کاشت کاری (b) آبادی میں اضافہ

(c) کھاد کا استعمال (d) اعلیٰ پیداواری بیجوں کا استعمال

7. سبز انقلاب کی اصطلاح کس نے وضع کی تھی؟

(a) ڈاکٹر سوامی ناتھن (b) ڈاکٹر ولیم گاڈ

(c) ڈاکٹر امبیڈکر (d) دادا بھائی نارو جی

8. سبز انقلاب کے بانی کون تھے؟

(a) ڈاکٹر نارمن بورلاگ (b) لوک کرسٹیانسن

(c) کرسٹوفر اُدری (d) جاک آر اینڈرسن

9. درج ذیل میں سے کون سا سبز انقلاب کا نتیجہ ہے؟

(a) سماجی عدم مساوات (b) پیداوار میں اضافہ

(c) ذیلی صنعتوں کی ترقی (d) روزگار کی فراہمی

10. سبز انقلاب سے کس فصل کی فی ہیکٹر پیداوار میں سب سے زیادہ اضافہ ہوا؟

(a) مکئی (b) جوار

(c) باجرہ (d) گندم

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	a	b	c	d	d	a	b	a	a	a

18.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ہندوستانی زراعت میں اصلاحات کی ضرورت کیوں پیش آئی؟
2. ادارہ جاتی اصلاحات اور تکنیکی اصلاحات سے کیا مراد ہے؟
3. زمین داری نظام پر نوٹ قلم بند کریں
4. سبز انقلاب سے کیا مراد ہے؟
5. سبز انقلاب کا تاریخی پس منظر بیان کریں۔

18.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ہندوستان میں اصلاحات اراضی کے اقدامات پر روشنی ڈالیں۔
2. اصلاحات اراضی کی خامیوں کو اجاگر کریں۔
3. سبز انقلاب کے مثبت اور منفی اثرات پر نوٹ تحریر کریں۔

18.7 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Anand, N. (2014). An Overview of Indian Economy (1991-2013). *IOSR Journal of Economics and Finance, 3*(3), 19-24.
2. Kapila, U. (2022). *Indian Economy Since Independence* (33rd ed.). Academic Foundation.
3. Puri, V. K., Misra, S. K., & Garg, B. (2023). *Indian Economy.* Himalaya Publishing House.

اکائی 19: زرعی قرض، بازارکاری اور قیمتوں کی پالیسی

(Agriculture Credit, Marketing and Price Policy)

اکائی کے اجزا:

19.0 تمہید(Introduction)

19.1 مقاصد(Objectives)

19.2 ہندوستان میں زرعی قرض کے ذرائع(Sources of Agricultural Credit In India)

19.3 زرعی بازارکاری(Agricultural Marketing)

19.3.1 ہندوستان میں زرعی بازارکاری کی موجودہ حالت
(Current situation of Agricultural Marketing in India)

19.3.2 ہندوستان میں زرعی بازارکاری کی خامیاں
(Defects of Agricultural Marketing in India)

19.3.3 حالیہ پیش رفت اور حکمت عملی(Recent Developments and Policy)

19.4 ہندوستان میں زرعی پیداوار کی قیمتوں کی پالیسی(Agricultural Price Policy in India)

19.4.1 زرعی قیمتوں کی پالیسیوں کا ارتقاء(Evolution of Agricultural Price Policy)

19.5 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

19.6 فرہنگ(Glossary)

19.7 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

19.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

19.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

19.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

19.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Resources)

19.0 تمہید (Introduction)

قرض کا مطلب ہے کسی دوسرے فرد یا ادارے کے سرمائے کو مستقبل میں کسی مخصوص وقت پر واپس کرنے کے وعدے کے ساتھ اپنے لیے استعمال کرنا۔ لہٰذا یہ ”قرض لینے کی صلاحیت“ اور ”قرض ادا کرنے کی صلاحیت“ کا مجموعہ ہے۔ قرض کی تعریف قوت خرید کی عارضی منتقلی کے طور پر بھی کی جاسکتی ہے۔ زرعی قرض وہ رقم ہے جو زراعت میں سرمایہ کاری کے لیے زرعی شعبے سے باہر کے وسائل سے دستیاب ہوتی ہے۔

زرعی قرض کو تمام زرعی ترقیاتی پروگراموں کے انعقاد کے لیے بنیادی مداخل سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں زرعی قرضوں کی اہمیت یہاں کے کسانوں کی غریبی کو مد نظر رکھتے ہوئے اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ شروع سے ہی ہندوستان میں زرعی قرضے کا بنیادی ذریعہ ساہوکار رہے ہیں۔

آزادی کے بعد حکومت نے مختلف ذرائع جیسے باہمی قرض ادارے، تجارتی بینکوں اور علاقائی دیہی بینکوں وغیرہ کے ذریعے ادارہ جاتی قرض کا طریقہ اپنایا تاکہ کسانوں کو سستی شرح سود پر مناسب قرضہ فراہم کیا جاسکے۔ مزید برآں، سبز انقلاب کے بعد کے دور میں زراعت کی بڑھتی ہوئی جدیدیت کے ساتھ حالیہ برسوں میں زرعی قرضے کی ضرورت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

19.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مقاصد درج ذیل ہیں:

- ہندوستان مین زرعی قرض کی اہمیت کو پہچاننا اور اس کے مختلف ذرائع کا مطالعہ۔
- زرعی بازار کاری کی مختلف خامیوں کو اجاگر کرنا اور حکومت کی طرف سے لیے گئے اقدامات کا مطالعہ۔
- زرعی قیمتوں کی پالیسی کا مطالعہ۔

19.2 ہندوستان میں زرعی قرض کے ذرائع (Sources of Agricultural Credit In India)

ہندوستان میں زرعی قرض دو وسائل سے دستیاب ہوتا ہے۔ پہلا غیر ادارہ جاتی قرض اور دوسرا ادارہ جاتی قرض۔

1. غیر ادارہ جاتی ذرائع (Non-Institutional Sources)

آزادی سے پہلے ادارہ جاتی ذرائع سے قرض کی سہولیات دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کسانوں کو مجبوراً غیر ادارہ جاتی ذرائع پر انحصار کرنا پڑتا تھا۔ اس میں اہم ذرائع ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

ساہوکار: دیہی علاقوں میں دو طرح کے ساہوکار ہوتے ہیں۔ ایک ایسے امیر کسان یا زمیندار ہیں جو کھیتی باڑی کے ساتھ ساتھ قرض بھی دیتے ہیں اور دوسرا پیشہ ور ساہوکار بھی ہیں جن کا واحد پیشہ قرض فراہم کرنا ہی ہے۔ حکومت اور مرکزی بینک مسلسل اس بات کی نشاندہی کر رہے

ہیں کہ ساہوکاروں کے قرضے تیزی سے کم ہو رہے ہیں تاہم اب بھی دیہی علاقوں میں ساہوکاروں کی برتری بنی ہوئی ہے جس کی بہت سی وجوہات ہیں

a) ساہوکار آزادانہ طور پر کسانوں کو غیر پیداواری اور قلیل مدتی اور طویل مدتی قرض فراہم کرتے ہیں۔

b) ساہوکار تک رسائی آسان ہے اور قرض دار اس کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتا ہے جو نسل در نسل بھی ہو سکتا ہے۔

c) قرض فراہم کرنے کا طریقہ سادہ اور لچک دار ہوتا ہے۔

d) اس کے پاس مقامی علم اور تجربہ ہے اور اس وجہ سے وہ زمین کے ساتھ ساتھ وعدہ نامہ کے عوض بھی قرض دے سکتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ قانونی اور غیر قانونی طریقوں سے خود کو ڈیفالٹر سے کیسے بچانا ہے۔

تاجر اور آڑھتی: یہ فصلوں کے پکنے سے بہت پہلے ہی کسانوں کو پیداواری مقاصد کے لیے رقوم فراہم کرتے ہیں۔ وہ کسانوں کو اپنی پیداوار کم قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور اپنے سودے کے لیے بھاری کمیشن وصول کرتے ہیں۔ نقدی فصلوں جیسے کپاس، مونگ پھلی، تمباکو وغیرہ اور پھل جیسے آم کے باغات وغیرہ کے معاملے میں قرض کا یہ ذریعہ کافی اہم ہے۔

رشتہ دار: کسان اکثر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے بھی قرض لیتے ہیں۔ یہ قرض اکثر بنا سود کے ہوتا ہے اور اصل کٹائی کے وقت واپس کیا جاتا ہے۔

زمیندار و مالک مکان: کسان، خاص طور پر چھوٹے کسان اور کرایہ دار اپنی مالی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مالک مکان اور دوسروں پر انحصار کرتے ہیں۔ مالیات کے اس ذریعے میں ساہوکاروں، تاجروں اور آڑھتی سے وابستہ تمام خرابیاں ہیں۔ شرح سود بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اکثر چھوٹے کسانوں کو دھوکہ دے کر ان کی زمینیں ہتھیالی جاتی ہیں۔ بے زمین مزدور بندھوا غلام بننے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس سے بدتر بات یہ ہے کہ مالیات کا یہ ذریعہ زیادہ اہم ہوتا جا رہا ہے۔

2. **ادارہ جاتی ذرائع** (Institutional Sources)

غیر ادارہ جاتی قرض کی استحصالی فطرت کو دیکھتے ہوئے حکومت ہند نے آزادی کے بعد ادارہ جاتی قرض کے ذرائع کو ترقی دینے کی کاوشیں شروع کیں۔ ادارہ جاتی قرض کا بنیادی مقصد زرعی پیداوار اور کسانوں کی آمدنی میں اضافہ کرنا تھا۔ ہندوستان میں زرعی قرض کے چند اہم ادارہ جاتی ذرائع درج ذیل ہیں۔

باہمی انجمنیں برائے قرض (Cooperative Credit Societies): ہندوستان میں دیہی قرضوں کا سب سے سستا اور بہترین ذریعہ یقینی طور پر کوآپریٹو فنانس ہے۔ باہمی انجمنیں برائے قرض ہندوستانی دیہات کے تقریباً 86 فیصد کا احاطہ کرتی ہیں اور ملک کی کل دیہی آبادی کا تقریباً 36 فیصد بنتی ہیں۔

بینک برائے ارضی ترقی (Land Development Banks): یہ ادارے کسانوں کو ان کی املاک کے بدلے رقم دیتے ہیں۔ قرضے جائیداد کی مستقل بہتری، کاشتکاری کے آلات کی خریداری اور ماضی کے قرض کی ادائیگی کے لیے دستیاب ہوتے ہیں۔ یہ بنیادی طور پر

کسانوں کو 15 سے 20 سال تک سستی شرح سود پر ان کی جائیداد کے رہن کی بنیاد پر فراہم کرتے ہیں۔ اس قسم کے قرضے عام طور پر زمینی ترقیاتی کاموں جیسے کنویں کھودنا، زمین خریدنے اور پہلے کے قرضوں کی ادائیگی کے لئے دئے جاتے ہیں۔ اگرچہ ان اداروں نے کافی ترقی کی ہے لیکن ان کی شراکت زیادہ نہیں ہے کیونکہ زیادہ تر کسان ان سے لاعلم ہیں۔

تجارتی بینک (Commercial Banks) : تجارتی بینکوں نے ابتدا میں دیہی قرضوں کو فروغ دینے میں معمولی کردار ادا کیا۔ تاہم 1969 میں قومیانے کے بعد، انہوں نے اپنی دیہی شاخوں کو بڑھایا اور کسانوں کی براہ راست مالی امداد شروع کی۔ اس سے قبل یہ بینک صرف شہری آبادی سے امانتیں (ڈپازٹ) قبول کرتے تھے اور صرف صنعت اور تجارت کو قرضے جاری کرتے تھے۔ انہوں نے عام طور پر زراعت اور دیہی کاروبار کو نظر انداز کیا کیونکہ اس میں نقصان کا اندیشہ زیادہ تھا۔ تاہم، آج یہ بینک براہ راست اور بالواسطہ زرعی سرمایہ کاری فراہم کرتے ہیں۔ یہ ادارے قلیل مدتی اور طویل مدتی دونوں قرضے فراہم کرتے ہیں۔ مزید بر آں، انہوں نے "گاؤں گود لینے کی اسکیم" کو لاگو کیا ہے، جو اصل میں ہندوستان دولت بینک (State Bank of India) کے ذریعے شروع کی گئی تھی اور کسانوں کی قرض اور دیگر ضروریات کی جانچ کرتی ہے۔

دیہی علاقائی بینک (Regional Rural Banks): ہندوستانی معیشت میں زراعت کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے حکومت نے کسانوں کو بینکوں سے جوڑنے اور مالیاتی لین دین کو آسان بنانے کے لیے دیہی علاقائی بینکوں کا قیام عمل میں لایا۔ ان کی سفارش نرسمہم گروپ نے کی تھی اور ان اداروں کا قیام 1975 میں کسانوں، زرعی مزدوروں اور چھوٹے تاجروں کو قرض اور دیگر مالی خدمات فراہم کرنے کے بنیادی مقصد کے ساتھ کیا گیا۔ پرتھما گرامین بینک جو اس نوعیت کا پہلا بینک ہے 2 اکتوبر 1975 کو قائم ہوا۔ دسمبر 1975 تک ہندوستان میں 84 دیہی علاقائی بینک تھے جن کی تعداد 2022 میں 43 تک پہنچ گئی۔

دیہی علاقائی بینک دور دراز علاقوں میں رہنے والے کسانوں کو بینکنگ کی سہولیات فراہم کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان بینکوں کی ضمانت کسی بڑے بینک کے ذمے ہوتی ہے۔ جیسے کیرالہ گرامین بینک، کینرا بینک کے ذمہ ہے۔ دیہی علاقائی بینک لوگوں کو ان کے بچت کھاتوں پر مناسب سود فراہم کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ، دیہی علاقوں میں زیادہ تر آبادی زرعی شعبے سے منسلک ہے اس طرح یہ بینک کسانوں کو فصلوں اور کھادوں کی خریداری کے لیے کافی کم شرح پر قرضے بھی فراہم کرتے ہیں۔

قومی بینک برائے زرعی اور دیہی ترقی (NABARD): جولائی 1982 میں اس ادارے کا قیام دیہی قرضوں کی توسیع کے لیے کام کر رہے اداروں کی نگرانی کے لیے کیا گیا تھا۔ اس نے ہندوستانی مرکزی بینک کے وہ تمام کام سنبھالے جو دیہی قرض کے میدان میں انجام دیے جاتے تھے۔ اس کا بنیادی مقصد دیہی قرض کے اداروں کی مدد کرنا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بینک غیر زرعی شعبوں کو مربوط دیہی ترقی اور پسماندہ دیہی علاقوں کی خوش حالی کے فروغ کے لیے بھی مدد فراہم کرتا ہے۔ 17-2016 میں زرعی قرض میں ادارہ جاتی ذرائع کا حصہ 72 فی صد اور غیر ادارہ جاتی ذرائع کا حصہ 28 فیصد تھا۔

19.3 زرعی بازارکاری (Agricultural Marketing)

زرعی بازارکاری کی اصطلاح دو الفاظ پر مشتمل ہے-زراعت اور بازارکاری۔زراعت کا مطلب عام طور پر فصلوں اور مویشیوں کی افزائش یا پرورش ہے جبکہ بازارکاری میں سامان کو پیداوار کے مقام سے صرف کے مقام تک منتقل کرنے میں شامل سرگرمیوں کا ایک سلسلہ شامل ہے۔امریکن بازارکاری انجمن نے بازارکاری کی تعریف اس طرح سے کی ہے: یہ وہ کاروباری سرگرمیاں ہیں جو پیداکار سے صارفین تک سامان اور خدمات کے بہاؤ کو سرانجام دیتی ہیں

19.3.1 ہندوستان میں زرعی بازارکاری کی موجودہ حالت

(Current Situation of Agricultural Marketing in India)

پیداوار کی بازاکاری کسان کے لیے کافی اہمیت کی حامل ہے۔اس کی اہمیت چھوٹے کسانوں کے لیے اور بھی زیادہ ہے جن کے پاس بازارکاری کے لیے وسائل کی قلت ہوتی ہے۔کسان اپنی فاضل پیداوار کو مختلف طریقوں سے بیچ سکتا ہے۔ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اپنی زائد پیداوار کو گاؤں کے ساہوکار اور تاجر کو بیچ دیا جائے جو اسے یا تو خود خرید سکتا ہے یا پڑوسی 'منڈی'، یا کسی بڑے تاجر کے ایجنٹ کے طور پر خرید سکتا ہے۔ایک اندازے کے مطابق پنجاب میں 60 فیصد گندم، 70 فیصد تیل اور 35 فیصد کپاس گاؤں میں ہی فروخت ہوتی ہے۔

دوسرا طریقہ جو ہندوستان میں کسان اپناتے ہیں وہ یہ ہے کہ اپنی پیداوار کو گاؤں کے ہفتہ وار بازاروں جن کو 'ہاٹ' کے نام سے جانا جاتا ہے میں بیچتے ہیں۔ اس کے علاوہ سال میں ایک بار اہم دیہاتوں یا قصبوں میں مذہبی تہواروں کے سلسلے میں میلے لگتے ہیں۔ 'ہاٹوں' اور میلوں میں کسان اپنی پیداوار کے ساتھ ساتھ مویشی بھی لاتے اور بیچتے ہیں۔

زرعی بازارکاری کا تیسرا طریقہ چھوٹے اور بڑے شہروں میں منڈیوں کے ذریعے ہے۔منڈی کئی میل کے فاصلے پر واقع ہو سکتی ہیں اور اسی لیے کسان کو اپنی پیداوار منڈی تک لے جانے کے لیے خاص کوشش کرنی پڑتی ہے۔منڈیوں میں ایسے دلال ہوتے ہیں جو کسانوں کو ان کی پیداوار کو تھوک فروشوں کو بکوانے میں مدد کرتے ہیں جنھیں 'آڑھتی' کہا جاتا ہے۔ تھوک فروش اس زرعی پیداوار کو آگے خوردہ فروشوں یا فلور ملوں اور پروسیسنگ یونٹوں کو بیچتے ہیں۔ مثال کے طور پر گندم جیسے اناج کی صورت میں وہ فلور ملوں یا خوردہ فروش کو فروخت کرتا ہے۔

19.3.2 ہندوستان میں زرعی بازارکاری کی خامیاں (Defects of Agricultural Marketing in India)

ہندوستان میں زرعی بازارکاری کی حالت اب بھی افسوسناک ہے۔

اول یہ کہ ہندوستانی کسان کے پاس اپنی پیداوار کو ذخیرہ کرنے کی سہولیات نہیں ہے۔ اس وقت گاؤں میں ذخیرہ کرنے کی جو سہولتیں دستیاب ہیں وہ اتنی ناقص ہیں کہ 10 سے 20 فیصد پیداوار چوہے کھا جاتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ اوسط کسان اتنا غریب اور مقروض ہے کہ وہ بہتر قیمتوں کا انتظار کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ وہ اپنی پیداوار

ساہوکار یا تاجر کو بیچنے پر مجبور ہے تا کہ اپنے قرضوں کو ادا کر سکے۔ اس طرح کی ہنگامی فروخت اوسط ہندوستانی کسان کی پہلے سے ہی کمزور حالت کو مزید کمزور کرتی ہے۔

تیسرا، دیہی علاقوں میں نقل و حمل کے حالات بدستور خراب ہیں یہاں تک کہ امیر کسان جن کے پاس بڑی مقدار میں فاضل پیداوار ہوتی ہے منڈیوں میں جانے میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ زیادہ تر سڑکیں کچی ہوتی ہیں اور برسات کے موسم میں ناقابل استعمال ہوتی ہیں۔

چوتھا، منڈیوں کے حالات ایسے ہیں کہ کسان کو اپنی پیداوار کو بیچنے کے لیے کچھ وقت انتظار کرنا پڑ سکتا ہے اور اس دوران اس کے پاس گوداموں کی مناسب سہولتیں نہیں ہیں۔ لین دین کا طریقہ عام طور پر کسان کے مفاد کے خلاف ہوتا ہے۔ منڈیوں میں کسان اپنی پیداوار آڑھتی کو فروخت کرنے کے لیے دلال کی خدمات استعمال کرتا ہے۔ دلال اکثر آڑھتی کے ساتھ ملی بھگت میں ہوتا ہے اور اس لیے جو قیمت طے کی جاتی ہے وہ عام طور پر آڑھتی کے فائدے میں ہوتی ہے نہ کہ کسان کے۔ مزید برآں، اس درخواست پر غیر ضروری کٹوتی کے ذریعے کہ اس کی پیداوار کمتر معیار کی ہے کسان اکثر منڈیوں میں نقصان اٹھاتا ہے۔

پانچویں، کسان اور اس کی پیداوار کے آخری صارف کے درمیان بچولیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان پر مارجن بھی بہت زیادہ ہے۔

کسانوں کو عام طور پر بڑی منڈیوں میں مروجہ قیمتوں کے بارے میں معلومات نہیں ملتیں۔ نتیجتاً کسانوں کو جو بھی قیمت بتائی جاتی ہے اس کو قبول کرنا پڑتا ہے اور تاجر جو کچھ بتاتے ہیں اسے ماننا پڑتا ہے۔

19.3.3 حالیہ پیش رفت اور حکمت عملی (Recent Developments and Policy)

حکومت نے ایک موثر زرعی بازارکاری کے نظام کی اہمیت کو محسوس کیا ہے تا کہ کسانوں کو نہ صرف بہترین ممکنہ قیمت حاصل کرنے میں مدد فراہم کی جا سکے بلکہ دیگر فصلوں اور کاروباری اداروں کی طرف تنوع پیدا کرنے اور بین الاقوامی منڈیوں کے فوائد حاصل کرنے میں بھی مدد ملے۔ اسی مناسبت سے، زرعی پیداوار کی بازارکاری میں کچھ اہم پیش رفت ذیل میں درج ہیں۔

1. تھوک بازار کی کارکردگی کو بہتر بنانا

ملک میں 7000 سے زیادہ منضبط تھوک بازار ہیں۔ اس نظام کو مضبوط بنانے کے لیے حکومت ہند نے 2003 اور 2017 کے دوران مختلف قوانین اور اقدامات تجویز کیے ہیں۔ سولہ سے زیادہ ریاستوں نے نجی / کوآپریٹو سیکٹر کے تحت براہ راست بازارکاری اور منڈیوں کی فراہمی کو متعارف کرایا ہے۔ ان اقدامات کے نتیجے میں، 50 سے زیادہ نجی منڈیاں قائم ہو چکی ہیں / لائسنس جاری کیے گئے ہیں (Directorate of Marketing and Inspection)۔ اتحادی مجوزوں کا جاری کرنا بھی تھوک بازاروں میں تجارتی سرگرمیوں کو بہتر بنانے کے لیے بھی اہم اقدام ہے۔ کل 72260 اتحادی مجوزے 20 سے زیادہ ریاستوں / UTs کی طرف سے جاری کیے گئے ہیں۔

2. سبزیوں اور پھلوں پر مارکیٹ فیس کی چھوٹ اور ضوابط کی آزادی

جلد خراب ہونے والی اشیا کی بازارکاری کو فروغ دینے اور پھلوں اور سبزیوں کے لیے متبادل مارکیٹنگ چینلز کی حوصلہ افزائی کرنے

کے لیے، مختلف ریاستوں نے پھلوں اور سبزیوں پر مارکیٹ فیس ختم کی ہے اور قانونی پابندیوں پر چھوٹ دی ہے۔ آسام، اوڈیشہ، میگھالیہ، گجرات، مغربی بنگال، مدھیہ پردیش، دہلی، ناگالینڈ، کرناٹک، ہماچل پردیش، ہریانہ، چھتیس گڑھ اور مہاراشٹر جیسی ریاستوں نے اپنی ریاست میں خراب ہونے والی اشیا کی بازار کاری کی حوصلہ افزائی کے لیے مختلف شکلوں میں اس اقدام کی حمایت کی ہے۔

3. کسانوں کی منڈیوں کی مضبوطی

کسانوں کی منڈی کے تصور کو مختلف ریاستوں میں مختلف ناموں سے آزمایا گیا ہے جیسے پنجاب اور ہریانہ میں اپنی منڈی۔ یہ تصور بعض ترمیمات کے ساتھ، تلنگانہ اور آندھرا پردیش میں رائتھو بازاروں، کرناٹک میں رائتھا سانتھے اور تمل ناڈو میں ازہور سنتھائی کے ذریعے مقبول ہوا ہے۔ حکومت ہند (2017) کے مطابق تقریباً 488 ایسے کسانوں کے بازار ملک کی مختلف ریاستوں میں کام کر رہے ہیں۔ تاہم، یہ بازار بنیادی طور پر مغربی تصور کے برعکس مقامی طور پر اگائی جانے والی تازہ پیداوار کی فراہمی کے لیے پیداکار اور صارفین کے درمیان براہ راست لین دین کا ایک پلیٹ فارم مہیا کرتی ہیں جہاں اس پلیٹ فارم کو بازار کاری کے علاوہ تعلیم اور توسیع کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

4. بنیادی ڈھانچے کی ترقی

منڈیوں میں بنیادی ڈھانچے کی دستیابی، فصل کے بعد ہونے والے نقصانات کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تاہم، کسانوں کی آمدنی کو دوگنا کرنے کی رپورٹوں کے مطابق، مارکیٹ میں بنیادی ڈھانچے کی صورت حال زیادہ حوصلہ افزا نہیں ہے۔ احاطہ شدہ اور کھلی نیلامی کے پلیٹ فارم صرف دو تہائی منضبط بازاروں میں موجود ہیں، جبکہ صرف ایک چوتھائی بازاروں میں مشترکہ خشک کرنے والے صحن ہیں۔ سرد خانے بازار کے دسویں حصے سے بھی کم میں موجود ہیں اور ایک تہائی سے بھی کم منڈیوں میں درجہ بندی کی سہولیات موجود ہیں۔ الیکٹرانک ترازو صرف چند بازاروں میں دستیاب ہیں۔ مثال کے طور پر، تمل ناڈو کے مختلف منضبط بازاروں میں صرف 447 گودام اور 334 خشک صحن دستیاب ہیں۔ حکومت نے مختلف اسکیمیں متعارف کروائی ہیں جیسے انٹیگریٹڈ اسکیم فار ایگریکلچرل مارکیٹنگ (ISAM) اور زرعی انفراسٹرکچر فنڈ تاکہ مارکیٹ سے متعلق بنیادی ڈھانچے کی تخلیق میں مدد مل سکے۔

5. آن لائن تجارت کا تصور

e-NAM (e-National Agriculture Market) کا تصور حکومت نے پائلٹ بنیادوں پر 08 ریاستوں سے APMC بازاروں میں شروع کیا تھا۔ اس وقت 21 ریاستوں / مرکز کے زیر انتظام علاقوں سے کل 1000 بازاروں کو الیکٹرانک پورٹل کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔ FPOs کی شرکت کے لیے گوداموں پر مبنی تجارتی ماڈیول متعارف کروا کر پلیٹ فارم کو جامع اور زیادہ صارف دوست بنایا گیا ہے۔ تلنگانہ اور آندھرا پردیش کے تقریباً 37 گوداموں کو پہلے ہی ڈیمڈ مارکیٹ (Deemed Market) قرار دیا جا چکا ہے۔ تاہم، تاجروں اور کسانوں کی شرکت کی موجودہ شرح کچھ کم ہے۔

6. ہر گاؤں میں مقامی منڈی کی دستیابی

مقامی منڈیوں کا قیام جہاں کاشتکار اپنی فصل براہ راست صارفین یا خریداروں کو فروخت کر سکیں بہت فائدہ مند ثابت ہوں گے۔

کسانوں کو اس نیٹ ورک کے فوائد حاصل کرنے کے لیے حکومتی مداخلت ضروری ہے۔ دیہی ہاٹوں یا دیہی متواتر بازاروں کو Digital Financial Inclusion-DFI رپورٹ کے تحت GrAM (Gramin Agricultural Markets) میں تیار کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے تا کہ وہ جمع کرنے اور تقسیم کرنے کے مراکز کے طور پر کام کریں۔

7. حکومت اور تھوک بازاروں کی طرف سے وبائی امراض کے دوران اٹھائی گئی حکمت عملی

مرکزی اور ریاستی حکومتوں نے وبائی صورت حال سے نمٹنے کے لیے مختلف اقدامات کیے ہیں۔ زمینی سطح پر مختلف ضروریات پر مبنی اختراعات ہو رہی ہیں۔ زرعی بازارکاری کے محکموں اور مارکیٹنگ بورڈز نے تھوک منڈیوں میں مختلف کارروائیوں کو انجام دینے کے لیے معیاری طریقہ کار (SOPs) پر عمل کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

تھوک منڈیوں میں مناسب سماجی دوری اور حفظان صحت کو برقرار رکھنے پر زور دیا گیا۔ روزانہ کی بنیاد پر منڈی کے احاطے میں تجویز کردہ کیمیائی چھڑکاؤ کیا جاتا تھا۔ کسانوں کی گاڑیوں اور دوسری گاڑیوں کے لیے الگ الگ جگہوں کی نشاندہی کی گئی۔ مختلف سرگرمیوں کے لیے الگ الگ اوقات مقرر کیے گئے تھے۔ تھوک منڈی کے زائرین پر تھرمل اسکین کیے گئے تھے تا کہ کسی بھی علامات کا پتہ لگایا جا سکے۔ کٹائی کے موسم کے دوران کٹائی کا اجازت نامہ جاری کیا گیا تھا۔ کچھ منڈیوں میں جہاں مارکیٹنگ سیزن کے دوران بہت زیادہ آمد ہوتی ہے، رش سے بچنے کے لیے ٹوکن کا استعمال کیا گیا۔ کسانوں سے کہا گیا کہ وہ فصل کو ہدایات کے مطابق خشک کریں اور اگر نمی کی سطح زیادہ ہو تو ان کی پیداوار کو مسترد کر دیا جائے گا۔ اس کی وجہ سے فصل کی بازارکاری کا وقت بڑھ گیا اور لمبی قطاروں سے بچا گیا۔

آخر میں، ہندوستانی منڈیوں کو مختلف مشکلات کا سامنا ہے جیسے زرعی پیداوار کے لیے نقل و حمل کی ناکافی سہولیات، بازار کا کمزور بنیادی ڈھانچہ، معلومات کا فقدان، عمل کاری اکائیوں (Processing Units) کی عدم دستیابی اور ذخیرہ کرنے کی سہولت اور قیمتوں میں اتار چڑھاؤ ان بازاروں کو اپنی پوری صلاحیت کے ساتھ کام کرنے سے محدود کرتے ہیں۔

بچولیوں کی کثیر تعداد کو منظم کرنا، ذخیرہ کرنے کی سہولیات اور دیگر بنیادی ڈھانچے کی فراہمی، کسانوں کو ادارہ جاتی قرضے سے جوڑنا، مناسب دام پر نقل و حمل کی سہولیات اور تمام متعلقین کی استعداد بڑھانے کی ضرورت ہے تا کہ کسانوں کو منڈی کے ساتھ مناسب طریقوں سے مربوط کرنے اور ان کی پیداوار کی بہترین ممکنہ قیمت دلانے میں مدد مل سکے۔

19.4 ہندوستان میں زرعی پیداوار کی قیمتوں کی پالیسی (Agricultural Price Policy in India)

زرعی قیمتوں کی پالیسی ہندوستانی معیشت میں بالعموم اور خاص طور پر زرعی شعبے میں ترقی اور مساوات کے حصول میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ حکومت کی قیمتوں کی پالیسی کا بنیادی مقصد پیداکاروں اور صارفین دونوں کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔ غذائی تحفظ کو یقینی بنانا حکومت ہند کی بڑی مشکلات میں سے ایک ہے۔

فی الحال غذائی تحفظ کا نظام اور زرعی قیمتوں کی پالیسی بنیادی طور پر تین آلات پر مشتمل ہے۔

1. قیمت خرید یا کم از کم امدادی قیمتیں (Procurement Prices/Minimum Support Prices)
2. احتیاطی ذخائر (Buffer Stocks)
3. اناج کی عوامی تقسیم کا نظام (Public Distribution system- PDS)

زرعی قیمتی پالیسی کاشتکاروں کی پیداوار، روزگار اور آمدنی کو بہتر بنا کر غذائی تحفظ کے حصول کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے۔

مقاصد

ہندوستان کی زرعی قیمت کی پالیسی کے درج ذیل مقاصد ہیں:

i. زرعی مصنوعات کی قیمتوں میں استحکام فراہم کرنا۔
ii. پیداکاروں (کسانوں) کے مفادات کے تحفظ کو یقینی بنا کر ان کی فصلوں کی بہترین ممکنہ قیمت فراہم کرنا۔
iii. قیمتوں میں بے تحاشہ اضافے کے خلاف صارفین کے مفادات کا تحفظ کرنا۔
iv. قلت کے وقت صارفین کو خوراک مہیا کرنا۔
v. ہنگامی فروخت سے کسانوں کو بچانا اور عوامی تقسیم کے لئے اناج کی خریداری کرنا ہے۔
vi. زرعی مصنوعات کی پیداوار اور برآمدات میں اضافہ کرنا۔
vii. ملک کے مختلف علاقوں کے درمیان قیمتوں کے فرق کو دور کرنا۔
viii. غذائی اجناس اور غیر غذائی اجناس کی قیمتوں کے درمیان تعلق کو یقینی بنانا۔
ix. صنعتوں کو مناسب قیمت پر خام مال فراہم کرنا۔

19.4.1 زرعی قیمتوں کی پالیسیوں کا ارتقا (Evolution of Agricultural Price Policy)

ہندوستان میں، زرعی قیمتوں کی پالیسی اور اس سے منسلک آلات آزادی سے پہلے کے دور میں تیار ہوئے تھے۔ اہم غذائی اجناس کی تقسیم شروع کی گئی اور اور قانونی قیمتیں مقرر کی گئیں۔ لیکن ان پر سختی سے عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ آزادی کے بعد کے دور میں غذائی تحفظ کے حصول کو ماحولیات سے منسلک کیا گیا۔ اس پالیسی کا مقصد سرمایہ کاری اور پیداوار کے لیے منافع بخش قیمتوں کا تعین کرنا تھا اگرچہ حکومت نے بازار کی قیمتیں گرنے پر مقررہ قیمتوں پر اناج خریدنے کا فیصلہ کیا لیکن 1954 تک خوراک کی قیمتوں میں تیزی سے کمی نہیں ہوئی۔

آزادی کے آغاز پر ابتدائی قیمتوں کی پالیسی بڑی حد تک دوسری عالمی جنگ کے دوران استعمال کی گئی پابندیوں پر مبنی تھی۔ اس میں ایک ریاست سے دوسری ریاست میں فصلوں کی نقل و حرکت پر سخت پابندی پیداکاروں اور ملز پر لازمی محصول کے ذریعے اناج کی خریداری، کھلی منڈی میں خریداری، اور عملی طور پر تمام ریاستوں میں پابندیاں شامل تھیں۔ 1947 میں غذائی اجناس کی تجارت کی سلسلہ وار آزادی کے لیے تشکیل دی گئی کمیٹی کی سفارشات پر پابندیوں میں نرمی کی گئی۔ تاہم 1948 میں غذائی بحران پیدا ہوا اور خوراک کی قیمتوں میں کافی اضافہ ہوا۔ اس کے مطابق پابندیوں کو متعارف کرایا گیا۔ 54-1953 میں صورت حال میں نرمی آئی اور پابندیوں کو عملی طور پر ختم کر دیا

گیا۔1955 کے وسط سے قیمتیں بڑھنا شروع ہوئیں اور جزوی پابندیاں دوبارہ متعارف کرائی گئیں۔

غذائی اجناس کی جانچ پڑتال کمیٹی (Food Grains Enquiry Committee-1957) کی سفارشات پر غذائی اجناس کی تھوک تجارت پر سماجی پابندی اور نومبر 1958 میں قومی انجمن برائے ترقی کی طرف سے اس کی حمایت کی بنا پر حکومت ہند نے اپریل 1959 میں اناج کی ریاستی تجارت کا تجربہ کیا۔ اس اسکیم کے مطابق، ریاستی تجارت کو دو اہم اجناس گندم اور چاول تک محدود رکھا جانا تھا۔ تاہم، یہ اسکیم مشکلات میں پڑ گئی کیونکہ اسے معاشی قوتوں کا ادراک لیے بغیر بے ترتیب طریقے سے عمل میں لایا گیا تھا۔ مثال کے طور پر، گندم کی مقررہ قیمتیں بازار میں طلب اور رسد کی قوتوں کے ذریعے طے کی گئی قیمت سے بہت کم تھیں۔ جس کی وجہ سے زیادہ پیداوار کے باوجود اناج کی منڈیوں میں آمد کم تھی۔ کچھ ریاستوں نے تاجروں پر بہت بھاری لازمی محصول عائد کیا جس نے ایک طرف تھوک فروشوں کی حوصلہ شکنی کی اور دوسری طرف انہیں غیر منصفانہ اور بدعنوان طرز عمل اختیار کرنے پر اکسایا۔

1. غذائی خطوں کی تنظیم (Organization of Food Zones)

زرعی قیمتوں میں استحکام کے لیے مارچ 1964 میں غذائی خطوں کا انعقاد کیا گیا۔ ملک کو آٹھ گندم کے خطوں میں تقسیم کیا گیا۔ جنوبی ہندوستان میں چاول کے خطے مقرر کیے گئے۔ اس تجربے کی ناکامی کے نتیجے میں ہر ریاست کو الگ خطہ بنا دیا گیا۔ ان خطوں میں اناج کی نقل و حرکت مفت تھی لیکن ایک خطے سے دوسرے خطے میں نقل و حرکت پر پابندیاں عائد تھیں۔ فاضل غذائی اجناس والی ریاستوں سے غذائی اجناس کی خریداری اور عوامی تقسیم کے نظام کے ذریعے خسارے والی ریاستوں میں تقسیم کرنے کا کام حکومت نے خود سنبھال لیا۔

2. فوڈ کارپوریشن آف انڈیا (Food Corporation of India-FCI)

حکومت ہند نے جنوری 1965 میں فوڈ کارپوریشن آف انڈیا (FCI) کو فوڈ کارپوریشن ایکٹ 1964 کے تحت قائم کیا۔ FCI ملک میں اناج کی خریداری، ذخیرہ کرنے اور تقسیم کرنے کا ذمہ دار ہے۔ ایف سی آئی حکومت کی طرف سے مقرر کردہ قیمت پر اناج کی خریداری کا انتظام کرتا ہے اور عوامی تقسیم کے نظام (PDS) کے ذریعے اناج کی فروخت کرتا ہے۔

ایف سی آئی کے مقاصد ہیں۔

i. کسانوں کو مناسب قیمت فراہم کرنا۔

ii. خاص طور پر معاشرے کے کمزور طبقے کو مناسب قیمتوں پر اناج تقسیم کرنا۔

iii. ملک میں کافی احتیاطی ذخائر کو برقرار رکھنا۔

3. حکومت کی طرف سے کم از کم امدادی قیمتوں اور قیمت خرید کا تعین

(Fixation of Minimum Support Price and Procurement Price by the Government)

غذائی اجناس کی قیمتوں پر تشکیل دی گئی کمیٹی (Food Grains Price Committee-1964) نے زرعی قیمتوں کی نگرانی کے لیے ایک کمیشن کے قیام کی سفارش کی۔ اس میں کہا گیا کہ یہ ضروری ہے کہ "تمام زرعی اجناس کی قیمتوں کی پالیسی زرعی قیمتوں کے کمیشن

کے دائرہ کار میں آنی چاہیے تا کہ قیمتوں کا ایک متوازن اور مربوط ڈھانچہ تیار کیا جا سکے۔" سفارشات کے مطابق جنوری 1985 مین کمیشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔

اسے 1985 میں کمیشن برائے زرعی لاگت اور قیمتوں (Commission for Agriculture Costs and Prices) کا نام دیا گیا تھا۔ اپنے قیام کے بعد سے، کمیشن کم از کم امدادی قیمتوں، خریداری کی قیمتوں اور جاری قیمتوں کا اعلان کرتا رہا ہے۔ اسی کے مطابق حکومت گزشتہ کئی سالوں سے مختلف زرعی اجناس کے لیے یہ قیمتیں طے کر رہی ہے۔

کم از کم امدادی قیمتیں کسانوں کے لیے ایک طویل مدتی گارنٹی کی نوعیت میں ہوتی ہیں تا کہ گراوٹ کی صورت میں قیمتوں کو ان اعلان کردہ کم سے کم قیمتوں سے نیچے نہ جانے دیا جائے۔ اس کو یقینی بنانے کے لیے، حکومت کی اعلان کردہ کم سے کم قیمتوں پر اناج کی بڑے پیمانے پر خریداری میں ملوث ہے۔

خریداری کی قیمتیں (Procurement Prices) کم از کم امدادی قیمتوں کے مقابلے اعلیٰ سطح پر طے کی جاتی ہیں اور ان کا مقصد بنیادی طور پر حکومت کو عوامی تقسیم کے نظام کو برقرار رکھنے اور احتیاطی ذخائر کے لیے درکار مقدار کی خریداری کے لیے ہوتا ہے۔ جاری کردہ قیمتیں (Issue Prices) ان قیمتوں کی نشاندہی کرتی ہیں جن پر حکومت راشن ڈپو کے ذریعے اناج کی سپلائی کرتی ہے۔

جہاں تک گندم کا تعلق ہے، 65-1964 میں کم از کم امدادی قیمت روپے 37.50 فی کوئنٹل مقرر کی گئی تھی۔ یہ 69-1968 میں بڑھا کر 57.50 کر دیا گیا۔ اس کے بعد حکومت نے گندم کی کم از کم امدادی قیمتوں کا اعلان نہیں کیا اور تمام گندم کو قیمت خرید پر خریدا جو کم از کم امدادی قیمتوں سے زیادہ ہیں۔ قیمت خرید 65-1964 میں 56 فی کوئنٹل پر رکھی گئی تھی اور اس میں مسلسل اضافہ کیا گیا ہے۔ 91-1990 میں یہ 225 فی کوئنٹل مقرر کیا گیا تھا اور 95-1994 میں 360 فی کوئنٹل، 14-2013 میں 1400 فی کوئنٹل اور 15-2014 میں مزید 1450 فی کوئنٹل کر دیا گیا تھا۔ دھان (عام قسم) کی خریداری کی قیمت 78-1977 میں 77 فی کوئنٹل رکھی گئی تھی۔ اسے 91-1990 میں بڑھا کر 205 کر دیا گیا اور بعد میں اس قیمت کو 15-2014 میں مزید بڑھا کر 1360 روپے فی کوئنٹل کر دیا گیا تھا۔

موٹے اناج کی خریداری کی قیمت 66-1965 میں 48.29 فی کوئنٹل مقرر کی گئی تھی، اور 01-2000 میں اسے مسلسل 415 تک بڑھا دیا گیا تھا، حالیہ برسوں میں، مختلف سطحوں پر مختلف موٹے اناج کی قیمتیں طے کی گئیں۔ مثال کے طور پر 15-2014 میں باجرے کی خریداری کی قیمت 1,250 فی کوئنٹل، مکئی کی 1,310 فی کوئنٹل، اور جوار اور راگی کی 1,550 روپے فی کوئنٹل مقرر کی گئی تھی۔ درحقیقت، گزشتہ چند سالوں کے دوران تقریباً تمام فصلوں کی خریداری کی قیمتوں میں کافی اضافہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ پیداوار کی بڑھتی ہوئی لاگت کے پیش نظر یقیناً کچھ اضافہ ضروری ہے، لیکن خریداری کی قیمتوں میں بے تحاشہ اضافہ ملک میں کسانوں کی بڑی لابی کے بڑھتے ہوئے غالب سیاسی کردار کی وجہ سے ہے۔

4. راشن ڈپو کے ذریعے اناج کی منصفانہ قیمتوں پر تقسیم

(Distribution of Food Grains through Fair Price Shops)

ہمارے ملک میں عوامی تقسیم کا نظام راشن کی دکانوں اور مناسب قیمت کی دکانوں کے نیٹ ورک کے ذریعے کام کرتا ہے۔ مناسب قیمت کی دکانوں کا مقصد معاشرے کے کمزور طبقوں کی کم از کم ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ تاہم، یہ دکانیں، فی الحال، ہر قسم کی ضروریات کو پورا کر رہی ہیں۔ اناج کی اضافی ضرورت کے لیے، اگر کوئی ہو، تو صارفین آزاد منڈی کا رخ کر سکتے ہیں۔ فیئر پرائس شاپس (Fair Price Shops) کی کل تعداد مارچ 1979 میں 2.39 لاکھ سے بڑھ کر 2023 میں تقریباً 4.75 لاکھ ہو گئی ہے۔

بظاہر بڑے پیمانے پر احاطے کے باوجود عوامی تقسیم کا نظام در حقیقت معاشرے کے تمام کمزور طبقوں کی غذائی اجناس کی کل ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ مثال کے طور پر یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ 100 کلو گرام فی غریب فرد سالانہ اناج فراہم کرنے کے لیے اضافی 20 ملین ٹن اناج کی ضرورت ہو گی۔

5. قومی انجمن برائے باہمی زرعی بازار کاری

(National Agricultural Co-operative Marketing Federation-NAFED)

قومی انجمن برائے باہمی زرعی بازار کاری تیل کے بیجوں اور دالوں کے لیے قیمتوں میں معاونت کا کام کرتی ہے۔ یہ کسانوں سے تیل کے بیج اور دالیں اس وقت خرید لیتا ہے جب ان کی قیمتیں کم از کم امدادی قیمتوں سے نیچے آجاتی ہیں۔ اسی طرح کاٹن کارپوریشن آف انڈیا بھی کپاس کے معاملے میں یہی کام کرتا ہے۔

6. دیگر اقدامات (Other Measures)

مذکورہ بالا اقدامات کے علاوہ حکومت نے کسانوں کے لیے سازگار منافع اور صارفین کو مناسب قیمتوں کو یقینی بنانے کے لیے کئی دوسرے اقدامات شروع کیے ہیں۔ ان میں احتیاطی ذخائر، ریاستی تجارت، گندم اور چاول کی تھوک تجارت کا قومیانہ، تھوک فروشوں سے خریداری، غذائی اجناس کی درآمدات وغیرہ شامل ہیں۔

19.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے اکتسابی نتائج حسب ذیل ہیں:

- ہندوستان میں زرعی قرض کے اداراجاتی اور غیر ادارہ جاتی قرض کے بارے میں جانکاری۔
- ہندوستان میں زرعی بازار کاری کے مختلف پہلوؤں سے آگاہی۔
- زرعی قیمتوں کی پالیسی کی ضرورت اور ارتقاء سے طلبا کی آشنائی۔

19.6 فرہنگ (Glossary)

کم از کم امدادی قیمت Minimum Support Price:- وہ قیمت جس پے حکومت مروجہ قیمتوں کے قطع نظر کسانوں سے فصل

خریدنے کا وعدہ کرتی۔

زرعی بازار کاری   :Agriculture Marketing- تمام سرگرمیاں جو پیداکار سے صارفین تک سامان اور خدمات کے بہاؤ کو سرانجام دیتی ہیں

زرعی قرض   :Agriculture Credit- رقم جو زراعت میں سرمایہ کاری کے لیے زرعی شعبے سے باہر کے وسائل سے دستیاب ہوتی ہے

غذائی اجناس   :Food Grains- اجناس جو غذا کے طور پر استعمال ہوتے ہیں مثلاً چاول اور گندم۔

19.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

19.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ہندوستان میں زرعی قرض کے ذرائع کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے؟

(a) دو حصوں میں   (b) تین حصوں میں

(c) چار حصوں میں   (d) پانچ حصوں میں

2. آزادی کے وقت ہندوستان مین درج زیل مین سے کون سے زرعی قرض کے ذرائع کی اہمیت زیادہ تھی؟

(a) ساہوکار   (b) تجارتی بینک

(c) قومی بینک برائے دیہی ترقی   (d) ان میں سے کوئی نہیں

3. زرعی قرض کے مختلف ذرائع کی نگرانی کا کام۔۔۔۔۔۔ کرتا ہے:

(a) ہندوستانی مرکزی بینک   (b) دیہی علاقائی بینک

(c) قومی بینک برائے دیہی وعلاقائی ترقی   (d) ہندوستانی مرکزی بینک

4. درج ذیل میں سے کون سا زرعی بازارکاری میں رکاوٹ ہے؟

(a) ذخیرہ کرنے کی سہولیات کا فقدان   (b) خراب سڑکیں

(c) بازاری قیمتوں کی ناآشنائی   (d) درجہ بالا سبھی

5. ہندوستان میں زرعی قیمتوں کا اعلان کون کرتا ہے؟

(a) ہندوستانی مرکزی بینک   (b) قومی بینک برائے دیہی وعلاقائی ترقی

(c) کمیشن برائے زرعی لاگت وقیمت   (d) وزیراعظم

6. درج زیل میں سے کون سا زرعی قرض کا ادارہ جاتی ذریعہ ہے؟

(a) ساہوکار (b) مالک مکان و دوست

(c) رشتہ دار (d) تجارتی بینک

7. قومی بینک برائے دیہی و علاقائی ترقی کا قیام کب ہوا؟

(a) جولائی 1990 (b) فروری 1982

(c) جولائی 1982 (d) اکتوبر 1988

8. بازار میں قیمتیں گرنے کی صورت میں حکومت کسانوں کو بھاری نقصان سے بچانے کے لیے ایک مقررہ قیمت پر اجناس خرید لیتی ہے۔ اسے کہا جاتا ہے:

(a) قیمت خرید (b) کم از کم امدادی قیمت

(c) سبسڈی (d) قرضہ

9. ہندوستان میں زرعی قیمتوں کی پالیسی کس کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے بنائی جاتی ہے؟

(a) کسان (b) صارفین

(c) کسان اور صارفین دونوں (d) ان میں سے کوئی نہیں

10. غذائی خطوں کے انعقاد کا مقصد کیا تھا؟

(a) زرعی قیمتوں میں استحکام (b) اناج کی تقسیم

(c) یہ تحقیقی ادارے ہیں (d) زرعی درآمدات کو بڑھانا

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	a	a	c	d	c	d	c	b	c	a

19.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. زرعی بازارکاری کی تعریف بیان کریں؟
2. بینک برائے ارضی ترقی کا زرعی قرض میں کیا کردار ہے؟
3. زرعی قرض کے غیر استحصالی ذرائع کیا ہیں؟
4. کم از کم امدادی قیمت اور قیمت خرید میں کیا فرق ہے؟
5. زرعی قیمتوں کی پالیسی کے مقاصد بیان کریں۔

19.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. زرعی قرض کے ادارہ جاتی و غیر ادارہ جاتی ذرائع بیان کریں۔

2. زرعی بازارکاری کی خامیوں کو اجاگر کریں اور اس ضمن میں حکومتی اقدامات قلم بند کریں

3. زرعی قیمتوں کے استحکام میں کم از کم امدادی قیمتوں کے کردار کو واضح کریں۔

19.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Anand, N. (2014). An Overview of Indian Economy (1991-2013). *IOSR Journal of Economics and Finance, 3*(3), 19-24.
2. Kapila, U. (Ed.). (2022). *Indian Economy Since Independence* (33rd ed.). Academic Foundation.
3. Puri, V. K., Misra, S. K., & Garg, B. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.

اکائی 20: زرعی مزدوروں کا مسئلہ اور غذائی تحفظ کا مسئلہ

(Problem of Agricultural Labour and Problem of Food Security)

اکائی کے اجزا:

20.0 تمہید(Introduction)

20.1 مقاصد(Objectives)

20.2 زرعی مزدوری کی تعریف(Definition of Agricultural Labour)

20.3 زرعی مزدوروں کے حالات اور مسائل
(Conditions and Problems of Agricultural Labourers)

20.4 حکومت کی طرف سے اٹھائے گئے اقدامات
(Measures Adopted by the Government)

20.5 غذائی تحفظ کا مسئلہ(Problem of Food Security)

20.5.1 ہندوستان میں عوامی تقسیم کا نظام(Public Distribution System -PDS)

20.5.2 بچوں کی نشو نما کے لیے مربوط خدمات(Integrated Child Development Services)

20.5.3 مڈ ڈے میل اسکیم(Mid Day Meal Scheme)

20.6 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

20.7 فرہنگ(Glossary)

20.8 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

20.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

20.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

20.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

20.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Resources)

20.0 تمہید (Introduction)

ہندوستانی دیہی ڈھانچے میں سب سے زیادہ نظر انداز کیا گیا طبقہ زرعی مزدور ہیں۔ ان کی آمدنی کم ہے اور روزگار بے قاعدہ ہے۔ چونکہ ان کے پاس کوئی مہارت یا تربیت نہیں ہے اس لیے ان کے پاس روزگار کے متبادل مواقع بھی نہیں ہیں۔ سماجی طور پر زرعی کارکنوں کی ایک بڑی تعداد کا تعلق شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائب سے ہے۔ یہ طبقات منظم نہیں ہیں اور اپنے حقوق کے لیے لڑ بھی نہیں سکتے۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر چھ دہائیوں کی معاشی منصوبہ بندی کے بعد بھی ان کی معاشی حالت بہتر نہیں ہو سکی۔ ایسا لگتا ہے کہ (پنجاب، ہریانہ اور مغربی اتر پردیش میں کچھ علاقوں کو چھوڑ کر) منصوبہ بندی کے عمل نے انہیں نظر انداز کر دیا ہے۔

20.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے درج ذیل مقاصد ہیں:

- زرعی مزدوروں کے مسائل کو سمجھنا اور ان کے تدارک کے لیے حکومتی اقدامات کا جائزہ لینا۔
- غذائی تحفظ کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنا۔
- غذائی تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے حکومت ہند کے تین نکاتی پروگرام کا ناقدانہ تجزیہ کرنا۔

20.2 زرعی مزدوری کی تعریف (Definition of Agricultural Labour)

1950-51 کی زرعی مزدوروں پر تشکیل دی گئی پہلی کمیٹی (Agriculture Labour Enquiry Committee) نے ان لوگوں کو زرعی مزدور قرار دیا جو اجرت پر فصلوں کی پرورش میں مصروف تھے۔ چونکہ ہندوستان میں مزدوروں کی ایک بڑی تعداد سارا سال اجرت پر کام نہیں کرتی ہے اس لیے یہ تعریف نامکمل تھی۔ اس کے مطابق کمیٹی نے یہ طے کیا کہ ان لوگوں کو زرعی کارکن سمجھا جائے جنہوں نے اجرت پر 50 فیصد یا اس سے زیادہ دن کام کیا۔ اس لیے ان لوگوں کو بھی زرعی مزدوروں کے زمرے میں شامل کیا گیا جن کے پاس کچھ زمین تھی یا وہ دیہی کاریگر تھے لیکن جنہوں نے اجرت پر دوسروں کی زمین پر 50 فیصد یا اس سے زیادہ دن کام کیا۔ کمیٹی نے زرعی مزدور گھرانے کی بھی تعریف کی۔ کمیٹی کی رائے میں اگر کسی گھرانے کا سربراہ یا اس کے 50 فیصد افراد زرعی مزدوری کو اپنا بنیادی پیشہ بتاتے ہیں تو اس خاندان کو زرعی مزدور گھرانے کے طور پر درجہ بند کیا جانا چاہیے۔

زرعی مزدوروں پر تشکیل دی گئی دوسری کمیٹی 1956-57 نے زرعی سرگرمیوں کا احاطہ وسیع کیا اور اس سے منسلک سرگرمیوں جیسے کہ مویشی پالنے، ڈیری، پولٹری، سور پالنے وغیرہ میں مصروف کارکنان کو بھی زرعی مزدور کی درجہ بندی میں شامل کیا۔ دوسری کمیٹی نے بتایا کہ یہ جاننے کے لیے کہ کیا کوئی گھرانہ ایک زرعی مزدور گھرانہ ہے ہمیں اس کے بنیادی ذرائع آمدنی کا جائزہ لینا چاہیے۔ اگر اس کی آمدنی کا 50 فیصد یا اس سے زیادہ زراعت میں کیے جانے والے کام کی اجرت کے طور پر حاصل کیا جاتا ہے، تب ہی اس کی درجہ بندی زرعی مزدور گھرانے کے طور پر کی جا سکتی ہے۔ تاہم یہ بھی خامیوں کے بغیر نہیں ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گھر کا سربراہ عارضی طور پر غیر منظم

شعبے میں کام کرنے کے لیے شہر میں آجاتا ہے یا کسی عوامی تعمیراتی پروگرام میں نوکری ڈھونڈتا ہے جب کہ اس کے خاندان کے دیگر افراد گاؤں میں اجرت پر زرعی کام کرتے ہیں۔ اس گھرانے کو ایک زرعی مزدور گھرانے کے طور پر درجہ بند کیا جانا چاہیے چاہے وہ اپنی آمدنی کا بڑا حصہ دوسرے پیشوں سے حاصل کرے۔

قومی کمیشن برائے مزدور (National Labour Commission) کے مطابق زرعی کارکنوں کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ زمین پر کام کرنے کے نتیجے میں حاصل ہونے والی اجرت کی شکل میں ہے۔ ان مزدوروں کے پاس روزی کمانے کے لیے سوائے محنت کے کچھ نہیں ہے۔ وہ عام طور پر غیر ہنر مند اور غیر منظم ہوتے ہیں۔ ہندوستان کی 1961 کی مردم شماری میں ان تمام کارکنوں کو زرعی کارکنوں کے زمرے میں شامل کیا گیا تھا جو دوسروں کے کھیتوں پر کام کرتے تھے اور رقم یا اشیا (یا دونوں) میں ادائیگی وصول کرتے تھے۔ 1971 کی مردم شماری نے ان لوگوں کو زرعی مزدوروں سے خارج کر دیا جن کے لیے دوسروں کے کھیتوں پر کام کرنا ثانوی پیشہ تھا۔ یہ مختصر تجزیہ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ ماہرین زرعی مزدوری کی تعریف پر متفق نہیں ہیں۔ وہ تمام افراد جو اپنی آمدنی کا ایک بڑا حصہ دوسروں کے کھیتوں پر کیے گئے کام کی اجرت کے طور پر حاصل کرتے ہیں، انہیں زرعی کارکن نامزد کیا جاسکتا ہے۔

1. **زرعی مزدوروں کے زمرے** (Categories of Agricultural Labour)

پہلی کمیٹی (Agriculture Labour Enquiry Committee1950-51) نے زرعی کارکنوں کو دو زمروں میں تقسیم کیا تھا۔ منسلک مزدور (Attached Labourer)، آزاد مزدور (Casual Labourer)۔ ہندوستانی تناظر میں یہ بنیادی درجہ بندی ہے۔ منسلک مزدوروں کو تحریری یا زبانی معاہدے کی بنیاد پر کچھ کاشت کار گھرانوں سے منسلک کیا جاتا ہے۔ ان کی ملازمت مستقل اور باقاعدہ ہے۔ اس کے مطابق جب بھی مالک چاہے وہ اس کی زمین پر کام کر سکتے ہیں۔ عام طور پر وہ کسی اور جگہ کام کرنے کے لیے آزاد نہیں ہوتے۔ بہت سے واقعات میں منسلک مزدور زمین پر کام کرنے کے علاوہ گھریلو ملازموں کا کام بھی کرتے ہیں۔ کام کے اوقات بہت لمبے ہوتے ہیں اور بعض صورتوں میں منسلک زرعی مزدوروں کو اپنے آجروں کے گھروں اور کھیتوں میں صبح سے شام تک کام کرنا پڑتا ہے۔

تمام کارکن جو منسلک مزدوروں کے زمرے میں نہیں آتے وہ آزاد مزدور ہیں۔ وہ کسی بھی کسان کے کھیت میں کام کرنے کے لیے آزاد ہیں اور عام طور پر انہیں روزانہ کی بنیاد پر اجرت دی کی جاتی ہے۔ ہندوستان میں وسیع پیمانے پر تین قسم کے آزاد زراعتی کارکن ہیں۔

I. چھوٹے کسان جن کے پاس بہت کم زمین ہے اور اس طرح وہ دوسروں کے کھیتوں پر کام کرنے پر مجبور ہیں تاکہ اپنی ضروریات کو پورا کرسکیں۔

II. کرایہ دار جو لیز پر دی گئی زمین پر کام کرتے ہیں لیکن یہ ان کی آمدنی کا بنیادی ذریعہ نہیں ہے (ان کی آمدنی کا بنیادی ذریعہ دوسروں کی زمین پر کام کرنا ہے)۔

III. پھر ایسے مزدور جو دوسروں کی زمین پر حصہ دار (Share Cropper) کے طور پر کام کرتے ہیں۔

20.3 زرعی مزدوروں کے حالات اور مسائل

(Conditions and Problems of Agricultural Labourers)

زرعی مزدوروں کا طبقہ دیہی درجہ بندی میں سب سے زیادہ استحصال زدہ اور مظلوم طبقہ ہے۔ آزادی سے پہلے ان کا مقام غلاموں سے بہتر نہیں تھا۔ انہیں آقا کے ہر حکم کی تعمیل کرنی پڑتی اور گھریلو نوکروں کی طرح کام کرنا پڑتا تھا۔ وہ سماجی امتیاز اور معاشی استحصال کا شکار تھے۔ اگر وہ زمین دار کا حکم بجالانے میں ناکام رہے تو انہیں مارا پیٹا اور تشدد کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ ان کو معمولی قرضے دے کر زمیندار اور جاگیر دار اکثر ان غریبوں کو اپنے جال میں پھنسانے اور انہیں غلاموں میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ یہ غلامی نسل در نسل جاری رہی اور زرعی مزدوروں کو محرومیوں اور جبر کی زندگی کا سامنا تھا۔ آزادی کے بعد اس صورت حال میں بہتری آئی ہے۔ اگرچہ اب بھی زرعی مزدوروں کا طبقہ دیہی علاقوں میں سب سے غریب اور بے وسیلہ طبقہ ہے لیکن اب یہ انتہائی قسم کے جبر کا شکار نہیں ہے لیکن معاشی استحصال جاری ہے۔ اب بھی ان کی آمدنی بہت کم اور انتہائی ناکافی ہے۔ اب بھی ان کے صرف کا معیار بہت کم ہے۔ روزگار کے متبادل ذرائع کی عدم موجودگی میں وہ زمینداروں پر انحصار کرنے پر مجبور ہیں جو ان کا استحصال کرتے ہیں۔ چونکہ ان کی رسد ان کی طلب کے مقابلے میں زیادہ ہے اس لیے انہیں انتہائی کم اجرت پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔

1. زرعی کارکنوں کی پسماندگی (Backwardness of Agricultural Labourer)

زراعت میں افرادی قوت (کاشت کاروں کے علاوہ زرعی مزدور) 1951 میں 97.2 ملین تھے اور 2011 میں یہ بڑھ کر 263 ملین ہو گئے۔ اس کے مقابلے میں زرعی مزدوروں کی تعداد 1951 میں 27.5 ملین سے بڑھ کر 2011 میں 144.3 ملین ہو گئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دوران زرعی مزدوروں کی تعداد میں پانچ گنا اضافہ ہوا ہے۔ زراعت میں افرادی قوت میں زرعی مزدوروں کا تناسب 1951 میں 28 فیصد سے 2011 میں 55 فیصد ہوا ہے۔ مجموعی داخلی پیداوار میں زراعت اور اس سے منسلک سرگرمیوں کا حصہ 51-1950 میں 50 فیصد سے کم ہو کر حالیہ برسوں میں 13 فیصد ہو گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آزادی کے بعد کی دہائیوں میں زرعی اور غیر زرعی کارکنان میں آمدنی کا فرق وسیع ہوا ہے۔ یہ زرعی مزدوروں کی پسماندگی کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔

2. اجرت اور آمدنی (Wage and Income)

ہندوستان میں زرعی مزدوروں کی زرعی اجرت اور خاندانی آمدنی بہت کم ہے۔ پہلی کمیٹی (Agriculture Labour Enquiry Committee1950-51) نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ 51-1950 میں زرعی مزدور خاندانوں کی فی کس سالانہ آمدنی بے حد معمولی یعنی 104 روپے تھی جبکہ گھرانے کی اوسط سالانہ آمدنی 447 روپے تھی۔ دوسری (Agriculture Labour Enquiry Committee 1956-57) نے زرعی مزدوروں کی حالت میں مزید خرابی کی اطلاع دی۔ اس طرح 57-1956 میں فی کس سالانہ آمدنی گھٹ کر 99.4 روپے رہ گئی اور زرعی مزدور گھرانوں کی اوسط سالانہ آمدنی 437 روپے رہ گئی۔

سبز انقلاب کے ساتھ اجرت کی شرح بڑھنے لگی تاہم قیمتوں میں بھی کافی اضافہ ہونے کی وجہ سے حقیقی اجرت کی شرح میں زیادہ

اضافہ نہیں ہوا۔ 71-1970 سے 85-1984 کے عرصے پر محیط "ہندوستان میں زرعی اجرت" پر ان کے مطالعے میں اے وی جوز نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ "حقیقت میں ہمارے تجزیہ کی مدت کے بڑے حصے کے دوران حقیقی اجرتوں میں جمود یا کمی ظاہر ہوتی ہے۔ پیداوار میں اضافہ کچھ ریاستوں میں حقیقی اجرتوں میں اضافے کا باعث بنا" لیکن حقیقی اجرتوں میں اس طرح کا اضافہ مختصر مدت کا رہا ہے اور شاید ہی کوئی ایسی ریاست ہو جو مستقل اضافے کو برقرار رکھنے میں کامیاب رہی ہو۔

جی پارتھا سارتھی نے 95-1984 میں یومیہ اجرت روپے 6 سے 11 روپے کے درمیان ہونے کا اندازہ لگایا تھا (پنجاب، ہریانہ اور کیرالہ کو چھوڑ کر جہاں زیادہ تھی)۔ اس کے برعکس، کم از کم معیار کی بنیادی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے درکار کم از کم اجرت یومیہ 22 روپے تھی جو مروجہ اجرت سے کہیں زیادہ تھی۔ مختصراً، زرعی مزدوروں کے حالات زندگی واقعی قابل رحم تھے۔

3. **مقروض ہونا** (Indebtedness)

آمدنی کم ہونے کی وجہ سے زرعی مزدور قرض لیتے ہیں۔ تاہم، ان کی انتہائی غربت کی وجہ سے وہ کسی قسم کی ضمانت فراہم کرنے کی حالت میں نہیں ہوتے۔ اس لیے ادارہ جاتی ادارے انہیں قرضے فراہم کرنے سے گریزاں ہیں۔ انہیں غیر ادارہ جاتی ذرائع سے قرض لینا پڑتا ہے جیسے نجی ساہوکار جو زیادہ شرح سود وصول کرتے ہیں اور کئی دیگر طریقوں سے بھی ان کا استحصال کرتے ہیں۔ درحقیقت زرعی مزدوروں کا قرض نسل در نسل چلتا ہے اور کبھی پوری طرح ادا نہیں ہوتا۔

4. **ملازمت اور کام کے حالات** (Employment and Working Conditions)

زرعی مزدوروں کو بے روزگاری کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سال کا کافی حصہ انہیں بے روزگار رہنا پڑتا ہے کیونکہ کھیتوں میں کوئی کام نہیں ہوتا اور روزگار کے متبادل ذرائع موجود نہیں ہوتے۔ چونکہ وہ منظم نہیں ہیں، اس لیے وہ کم از کم اجرت کے لیے بھی نہیں لڑ سکتے۔ کام کے اوقات کے تعین کا بھی کوئی بندوبست نہیں ہے۔ بوائی اور کٹائی کے وقت زرعی کارکنوں کو صبح سے شام تک کھیتوں میں کام کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ وہ روزانہ کی بنیاد پر ملازمت کرتے ہیں، اس لیے ان کے لیے چھٹی یا دیگر مراعات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگرچہ ملک میں بندھوا مزدوری ختم کر دی گئی ہے، پھر بھی دیہی ہندوستان میں اس نظام کے وجود کی خبریں ملک کے مختلف حصوں سے آتی رہتی ہیں۔

5. **بچہ مزدوری کے زیادہ واقعات** (High Incidence of Child Labour)

ہندوستان میں بچہ مزدوری کے واقعات زیادہ ہیں اور تخمینہ شدہ تعداد 17.5 ملین سے 44 ملین کے درمیان ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ایشیا میں ایک تہائی بچہ مزدور بھارت میں ہیں۔ ان کی زیادہ تعداد زراعت سے وابستہ ہے۔ بچوں کی ملازمت سے آجر کو فائدہ ہوتا ہے لیکن غریب طبقے کے طور پر اس سے بری طرح متاثر ہوتا ہے حالانکہ یہ بچوں کی مزدوری فراہم کرنے والے گھرانے کی آمدنی میں اضافہ کر سکتا ہے۔ غریبوں کی حالت بد سے بدتر ہو جاتی ہے کیونکہ بچوں کا روزگار اجرت کی سطح کو نیچے لاتا ہے۔ مزید یہ کہ مزدور کے طور پر کام کرنے والے بچے تعلیم سے محروم ہیں۔ نتیجے کے طور پر ان کے مستقبل کی ممکنہ آمدنی کم رہتی ہے۔

6. مہاجر مزدوری میں اضافہ (Increase in Migrant Labour)

سبز انقلاب نے یقینی آبپاشی والے علاقوں میں منافع بخش اجرت کے روزگار کے مواقع میں نمایاں اضافہ کیا جب کہ بارش پر منحصر نیم بنجر علاقوں میں روزگار کے مواقع کم ہو گئے۔ لہٰذا آبپاشی کے علاقوں میں مہاجر مزدوروں کا ایک بڑا بہاؤ رہا ہے۔ پریشانی کے شکار مزدوروں کی بین ریاستی تعداد 10 ملین کے قریب بتائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وافر افرادی قوت والے علاقوں میں بھی آجر دیہی مہاجر مزدوروں کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ان مزدوروں کے کسی سماجی ذمہ داری کی پرواہ کیے بغیر استعمال کیا جاسکتا ہے۔

7. زمیندار اور مزدور کا رشتہ (The Landlord-labour relationship)

زمیندار اور مزدور کا رشتہ پورے ملک میں یکساں نہیں ہے۔ نہ صرف مختلف ریاستوں میں بلکہ ایک ہی ریاست کے مختلف دیہاتوں کے درمیان ملازمت کی مدت، ادائیگی کا طریقہ اور اجرت کی مدت، نقل و حرکت کی آزادی، زمینداروں کے مقابلے میں سودے بازی کی طاقت اور بیگار وغیرہ کے حوالے سے کافی فرق ہے۔ موٹے طور پر دیکھا جائے تو زمینداروں اور زرعی مزدوروں کا رشتہ دو طرح کا ہوتا ہے پہلی قسم میں وہ مزدور ہیں جو آزاد ہیں۔ اس لیے اگر وہ چاہیں تو کسی خاص زمیندار کے لیے مروجہ اجرت کی شرح پر کام کرنے سے انکار کرسکتے ہیں۔ وہ اپنا گاؤں چھوڑ کر کام کے لیے کسی اور جگہ جاسکتے ہیں۔ دوسری قسم میں وہ زرعی مزدور شامل ہیں جو منسلک مزدور کے طور پر کام کرتے ہیں۔ انہیں اپنے آقاؤں کے کھیت میں کام کرنا ہے اور انہیں جو بھی اجرت پیش کی جائے اسے قبول کرنا ہوگا۔ انہیں کئی طریقوں سے ان کی آزادی سے محروم رکھا گیا ہے۔ سماجی رسوم ورواج، جبر اور زبردستی محکومی، قرضوں کا بوجھ وغیرہ سب نے ان کی غلامی کی زنجیریں مضبوط کرنے میں کردار ادا کیا ہے۔

20.4 حکومت کی طرف سے اٹھائے گئے اقدامات (Measures Adopted by the Government)

زرعی مزدوروں کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے حکومت کی طرف سے اٹھائے گئے اقدامات کو درج ذیل عنوانات کے تحت سمجھا جاسکتا ہے۔

1. کم از کم اجرت (Minimum Wages)

کم از کم اجرت کا قانون 1948 میں منظور کیا گیا تھا اور اس کے بعد سے اسے زراعت پر لاگو کرنے کی ضرورت مسلسل محسوس کی جاتی رہی ہے۔ تاہم، متعدد مشکلات کی وجہ سے زیادہ تر علاقوں میں زرعی مزدوروں کے لیے کم از کم اجرت کا تعین کرنا ممکن نہیں ہو پایا۔ بنیادی مشکلات میں زرعی مزدوروں کی کم پیداواریت، کسانوں کے چھوٹی ملکیت اور اس کے نتیجے میں زیادہ اجرت ادا کرنے میں ان کی ناکامی، روایتی طریقوں سے اجرت کا تعین اور زمینداروں کی طرف سے تبدیلی کی مخالفت اور زرعی مزدوروں میں تنظیم کی کمی تھی۔ منصوبہ بندی کی مدت کے دوران کچھ تبدیلیاں آئی ہیں۔ بیشتر ریاستوں میں زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے۔ کسانوں کی خوشحالی نے کچھ جگہوں پر زرعی کارکنوں کو مزید اجرت کا مطالبہ کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ مزید یہ کہ ارضی اصلاحات کے ساتھ ہونے والی تبدیلیوں نے بھی زرعی مزدوروں کی امنگوں میں اضافہ کیا۔ اس بدلتے ہوئے ماحول میں حکومت نے زرعی مزدوروں کے لیے کم از کم اجرت طے کرنے کے لیے کئی

اقدامات شروع کیے ہیں۔ فی الحال، جموں و کشمیر، ناگالینڈ اور سکم کو چھوڑ کر تمام ریاستوں میں کم از کم اجرت طے کرنے کے لیے قانون سازی کی گئی ہے۔ تاہم، عملی مشکلات اور مزدوروں کی ضرورت سے زیادہ رسد کی وجہ سے قانون سازی سے حاصل ہونے والے فوائد بہت محدود ہیں۔ سودے بازی کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے زرعی کارکن کم از کم اجرت کے لیے دباؤ نہیں ڈالتے۔

2. بندھوا مزدوری کا خاتمہ (Abolition of Bonded Labour)

آزادی کے بعد بندھوا مزدوری کی برائی کو ختم کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں کیونکہ یہ استحصالی، غیر انسانی اور سماجی انصاف کے تمام اصولوں کی خلاف ورزی ہے۔ آئین میں بنیادی حقوق کے باب میں کہا گیا ہے کہ انسانوں کی تجارت کرنا اور انہیں بھکاری بننے پر مجبور کرنا ممنوع اور قانوناً جرم ہے۔ تاہم اس کے باوجود ملک میں بندھوا مزدوری کا سلسلہ جاری ہے۔ اکتوبر 1975 میں ہی حکومت نے اس رواج کو ختم کرنے کا نوٹیفکیشن جاری کیا تھا۔ بعد میں ایک قانون منظور ہوا جسے بندھوا مزدوری کے خاتمے کا قانون 1976 کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس قانون کے تحت بندھوا مزدوری کے نظام کو ختم کر دیا گیا اور ہر بندھوا مزدور کو آزاد کر دیا گیا۔ اس کے مطابق، بندھوا مزدوری کے تمام معاہدوں، بندھوا قرض کی وصولی وغیرہ کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔ اس قانون کے نتیجے میں ملک کے مختلف حصوں میں 2,82,368 بندھوا مزدوروں کی شناخت کی گئی اور انہیں آزاد کیا گیا۔

تاہم قانون کی منظوری کے بعد بھی اکثر ملک کے مختلف حصوں سے بندھوا مزدوری کی شکایات سننے کو ملتی ہیں۔ ساہوکار اور بڑے زمیندار اکثر متعدد عوامل کی وجہ سے زرعی کارکنوں کو بندھوا مزدور بننے پر مجبور کرتے ہیں۔ اول تو بہت سے زرعی مزدور اس طرح کے قانون سے واقف نہیں ہیں۔ دوم، اپنی انتہائی غربت اور معاشی مجبوریوں کی وجہ سے کچھ زرعی مزدور رضاکارانہ طور پر بندھوا مزدور بن جاتے ہیں جبکہ کچھ دیگر کے معاملے میں ساہوکار صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زرعی مزدوروں کو بندھوا مزدوری میں داخل ہونے پر مجبور کرتے ہیں۔

3. بے زمین مزدوروں کو زمین فراہم کرنا (Providing Land to the Landless Labourer)

حکومت نے بے زمین مزدوروں کو ان کی معاشی حالت بہتر بنانے کے لیے زمینیں تقسیم کی ہیں۔ پہلے منصوبے میں بے زمین مزدوروں کو زمین تقسیم کرنے اور اس کے ساتھ ساتھ قابل کاشت بنجر زمین پر دوبارہ آبادکاری کے لیے 1.5 کروڑ روپے مختص کئے۔ ستمبر 1957 میں، قومی ترقیاتی کونسل (National Development Council) نے تجویز پیش کی کہ حد بندی کے قوانین کے نفاذ کے نتیجے میں حاصل کی گئی زمینیں اور بھودان اور گرام دان میں عطیہ کی گئی زمینیں بے زمین مزدوروں کی آبادکاری کے لیے وقف کی جائیں۔ زمین کی تقسیم میں درج فہرست ذاتوں (Scheduled Caste) اور درج فہرست قبائل (Scheduled Tribes) سے تعلق رکھنے والے بے زمین مزدوروں کو ترجیح دی جائے۔ اب تک تقریباً 70 لاکھ ہیکٹر زمین بے زمین مزدوروں میں تقسیم کی جا چکی ہے۔ تاہم ان مزدوروں کے لیے دستیاب زیادہ تر زمین کاشت کے قابل نہیں ہے۔ اگرچہ اس نے ان کی زمین کی بھوک مٹائی ہے لیکن یہ ان کی معاشی حالت کو بہتر نہیں بنا سکا ہے۔

4. مکان کے لیے زمین کی فراہمی (Provision of Housing Sites)

کئی ریاستوں میں زرعی کارکنوں کو گاؤں میں مکانات فراہم کرنے کے لیے قانون منظور کیے گئے ہیں۔ دوسرے منصوبے کے دوران مکانات مفت یا مالی اعانت (Subsidy) کی بنیاد پر فراہم کرنے کے لیے متعدد اقدامات کیے گئے۔ چوتھے منصوبے کے دوران ایک اسکیم متعارف کرائی گئی تھی جس کے تحت ریاستوں کو 91 مربع میٹر کے رقبے کے اندر مکانات کی فراہمی کے لیے مالی امداد دی گئی۔ ساتویں منصوبے کے دوران اسکیم کو ریاستی شعبے میں کم از کم ضرورت کے پروگرام (Minimum Need Programme) کے حصے کے طور پر شامل کیا گیا۔ اس اسکیم کے دو اجزا ہیں۔ مکان کے لیے زمین کی مفت فراہمی اور تعمیراتی امداد کی فراہمی۔

5. روزگار فراہم کرنے کے لیے خصوصی اسکیمیں (Special Schemes for Providing Employment)

دیہی غریبوں کو روزگار فراہم کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی مدت میں کئی اسکیمیں شروع کی گئی ہیں، جن میں سے اہم ہیں؛ دیہی روزگار پروگرام (Rural Work Programme-RWP)، مہاراشٹر میں شروع کی گئی روزگار گارنٹی اسکیم (Employment Guarantee Scheme-EGS)، کام کے لیے خوراک پروگرام (Food for Work Programme-FWP) قومی دیہی روزگار پروگرام (National Rural Employment Programme-NREP) اور دیہی بے زمین روزگار گارنٹی پروگرام (Rural Landless Employment Guarantee Programme-RLEGP) اہم ہیں۔ NREP کو چھٹے پانچ سالہ منصوبے میں شروع کیا گیا تھا۔ RLEGP اگست 1983 میں خاص طور پر دیہی بے زمین مزدوروں کو روزگار فراہم کرنے کے مقصد سے متعارف کرایا گیا تھا۔ یہ 100 فیصد مرکزی فنڈ سے چلنے والا پروگرام تھا۔ NREP اور RLEGP کو 90-1989 میں جواہر روزگار یوجنا (JRY) کے ساتھ ملا دیا گیا۔ JRY کی اپریل 1999 سے تشکیل نو کی گئی اور اسے جواہر گرام سمردھی یوجنا (JGSY) کا نام دیا گیا۔ ایک ایمپلائمنٹ ایشورنس اسکیم (EAS) اکتوبر 1993 میں 772 شناخت شدہ پسماندہ بلاکس میں شروع کی گئی۔ EAS کا بنیادی مقصد غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے والے دیہی غریبوں کے لیے دستی کام کے ذریعے اجرت کے روزگار کے مواقع پیدا کرنا تھا۔ ثانوی مقصد مستقبل میں روزگار اور ترقی کو برقرار رکھنے کے لیے پائیدار کمیونٹی، سماجی اور اقتصادی اثاثوں کی تخلیق تھا۔ سمپورن گرامین روزگار یوجنا (SGRY) ستمبر 2001 سے شروع کی گئی تھی تاکہ دیہی علاقوں میں روزگار فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ غذائی تحفظ اور سماجی اور اقتصادی اثاثوں کی تخلیق کی جاسکے۔ یکم اپریل 2002 سے EAS اور JGSY کو SGRY کے ساتھ ضم کر دیا گیا۔ نومبر 2004 میں کام کے لیے خوراک کے قومی پروگرام (NFFWP) کو ملک کے 150 پسماندہ اضلاع میں شروع کیا گیا تھا تاکہ غذائی تحفظ کے ساتھ روزگار پیدا کیا جا سکے۔ SGRY اور NFFWP کو اب مہاتما گاندھی دیہی روزگار اسکیم (Mahatma Gandhi National Rural Employment Guarantee Scheme- MGNREGS) میں ضم کر دیا گیا ہے۔ یہ اسکیم فروری 2006 میں شروع کی گئی۔ MGNREGS کا مقصد غیر ہنر مند افراد کو 100 دن کی گارنٹی شدہ روزگار فراہم کرنا ہے۔

6. دیگر اقدامات (Other Measures)

حکومت کی طرف سے وقتاً فوقتاً اپنائے گئے مختلف دیگر اقدامات نے براہ راست یا بالواسطہ طور پر زرعی کارکنوں کی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے طور پر، چھوٹی اور کاٹیج صنعتوں اور دیہی دستکاری کے فروغ اور دیہی علاقوں میں چھوٹی صنعتوں کی ترقی نے زرعی کارکنوں کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کیے ہیں۔

20.5 غذائی تحفظ کا مسئلہ (Problem of Food Security)

عالمی خوراک اجلاس 1996 نے غذائی تحفظ کی تعریف کچھ یوں کی ہے "جب تمام افراد کو صحت مند اور متحرک زندگی گزارنے کے لیے ہمہ وقت کافی مقدار میں محفوظ و قوت بخش غذا تک رسائی حاصل ہو" اس تعریف میں خوراک تک طبعی و اقتصادی دونوں رسائی شامل ہیں جو لوگوں کی غذائی ضروریات کے ساتھ ساتھ ان کی ترجیحات کو بھی پورا کرتی ہیں۔

اس کے لیے نہ صرف مجموعی سطح پر خوراک کی مناسب فراہمی کی ضرورت ہے بلکہ فرد کے ساتھ کافی مقدار میں خریداری کی صلاحیت بھی ضروری ہے۔ جہاں تک 'مناسب فراہمی' کا سوال ہے، اس میں دو پہلو شامل ہیں:

I. مقداری پہلو (اس لحاظ سے کہ معیشت میں خوراک کی مجموعی دستیابی کافی ہونی چاہیے تا کہ کل طلب کو پورا کیا جاسکے)، اور

II. معیاری پہلو (اس لحاظ سے کہ آبادی کی غذائی ضروریات کا مناسب خیال رکھا جاتا ہے)۔

جہاں تک قوت خرید کا سوال ہے اس میں روزگار پیدا کرنے کے پروگراموں کو متعارف کرانا شامل ہے تا کہ لوگوں کی آمدنی اور قوت خرید میں اضافہ ہو۔ غذائی تحفظ کے مقداری اور معیاری پہلوں کو پورا کرنے کے لیے حکومت ہند نے تین نکاتی پروگرام مرتب کیے ہیں۔

1) عوامی تقسیم کا نظام (Public Distribution System-PDS)

2) بچوں کی نشو نما کے لیے مربوط خدمات (Integrated Child Development Services-ICDS)

3) مڈ ڈے میل پروگرام (Mid Day Meal-MDM)

جہاں تک عوام کو قوت خرید فراہم کرنے کا معاملہ ہے تو وقتاً فوقتاً روزگار کے مختلف پروگرام متعارف کروائے جاتے رہے ہیں۔ بے روزگاری کے اسباب اور اس کے خاتمے کے لیے حکومتی تدابیر پر بحث اس باب کا موضوع نہیں ہے۔ یہاں ہماری بحث کا محور غذائی تحفظ کے اقدامات ہیں۔ ان میں سے بھی، چونکہ PDS عوامی تقسیم کا نظام گزشتہ برسوں سے زیادہ تر توجہ اور بحث کا مرکز رہا ہے، اس لیے یہاں اس پر مفصل بحث کی جائے گی۔

1. مسئلہ کی نوعیت (Nature of the Problem)

مقداری پہلو(Quantitative Aspect): آزادی کے بعد ملک کو خوراک کی شدید قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوراک

کے معاملے میں خود کفالت حاصل کرنا حکومت کی اولین ترجیحات میں سے ایک ہے۔ تیسرے منصوبے کے بعد کے عرصے میں غذائی اجناس کی پیداوار (خاص طور پر گندم اور حالیہ برسوں میں، چاول بھی) میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ اس نے معیشت کو غذائی اجناس کی قلت کے مسائل پر قابو پانے اور کسی بھی قلت کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے غذائی اجناس کا بڑا ذخیرہ تیار کرنے کے قابل بنایا۔ درحقیقت جیسا کہ آر رادھا کرشنا نے لکھا ہے کہ ہندوستان نے 1970 کی دہائی میں غذائی اجناس میں خود کفالت حاصل کی اور تب سے اسے برقرار رکھا ہے۔ اس نے ایف سی آئی (Food Corporation of India) کے ذریعے بڑے احتیاطی ذخائر کا اہتمام کیا اور عوامی تقسیم کے نظام کے ذریعے غذائی اجناس کو تقسیم کیا۔ اسے خوراک کی فراہمی میں سال بہ سال اتار چڑھاؤ سے نمٹنے میں کافی مدد ملی۔ حالیہ برسوں میں کافی مرتبہ احتیاطی ذخائر مطلوبہ ہدف سے تجاوز کر گئے۔ یکم جنوری 2015 کو غذائی اجناس کے کل ذخائر مطلوبہ 21.41 ملین ٹن کے مقابلے میں 61.6 (23.5 ملین ٹن چاول اور 37.3 ملین ٹن گندم) ملین ٹن تھے۔

مجموعی طور پر غذائی اجناس کی صورت حال تسلی بخش نظر آتی ہے لیکن کچھ ایسے مسائل بھی ہیں جو باعث تشویش ہیں۔ تجزیہ کار بتاتے ہیں کہ آبادی اور آمدنی میں اضافے کے ساتھ لوگوں کی خوراکی ترجیحات میں تبدیلی آنے والے برسوں میں گندم کی طلب کو کافی حد تک بڑھا دے گی جبکہ پیداوار میں اضافے کا امکان نہیں ہے کیونکہ نہ ہی گندم کے زیر کاشت رقبے میں اضافے کا کائی امکان ہے اور نہ ہی پیداواری صلاحیت بڑھتی دکھائی دیتی ہے۔

جہاں تک چاول کا تعلق ہے، حالیہ برسوں میں اس کی پیداوار 03-2002 کے علاوہ صرف سے زیادہ رہی ہے۔ تاہم 1990 کی دہائی کے اواخر سے ہی چاول کی فی ہیکٹر پیداوار 2000 کلو گرام پر ہی رکی ہوئی ہے۔ اسی مناسبت سے بہت سے مبصرین کا خیال ہے کہ چاول کی پیداوار بھی سطح مرتفع پر پہنچ گئی ہے۔ جہاں تک سبزیوں کے تیل اور دالوں کا تعلق ہے، ہندوستان پہلے ہی ان کی بڑی مقدار درآمد کرتا ہے۔

معیاری پہلو (Qualitative Aspect): معیاری پہلو زیادہ تشویشناک ہے۔

i. عالمی بھوک مری کے اشاریہ (Global Hunger Index-2014) کے مطابق، ہندوستان 76 ترقی پذیر ممالک کے ایک گروپ میں 55ویں نمبر پر ہے۔ 2023 میں ہندوستان 125 ممالک کی درجہ بندی میں 111ویں نمبر پر تھا۔ ہمسایہ ممالک جیسے چین، نیپال اور سری لنکا وغیرہ کی صورت حال اتنی تشویشناک نہیں ہے۔

ii. 13-2011 کے دوران ہندوستان کی آبادی میں غذائی قلت کے شکار افراد کا تناسب 17 فیصد (ہر چھ میں سے ایک فرد) تھا۔

iii. 13-2009 کے دوران پانچ سال سے کم عمر کے 30.7 فیصد بچوں کا وزن کم تھا۔

iv. 2012 میں پانچ سال سے کم عمر کے بچوں کی شرح اموات 5.6 تھی۔

v. NSSO کے 66ویں سروے کے مطابق غذائیت جس کی پیمائش کیلوریز میں کی گئی 94-1993 میں 2153 کیلوریز فی فرد فی دن سے کم ہو کر 10-2009 میں 2020 کیلوریز پر آ گئی۔ شہری علاقوں میں یہ 2071 سے کم ہو کر 1946 تک پہنچ گئی۔

vi. تیسرا اور آخری (National Family Health Survey-2005-06) NFHS میں کیا گیا تھا۔ اس سروے کے

مطابق، پانچ سال سے کم عمر کے تقریباً نصف بچے اپنی عمر کے لحاظ سے بہت چھوٹے تھے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کافی عرصے سے غذائی قلت کا شکار تھے، 20 فیصد ضائع ہو چکے تھے یا ان کے قد کے لحاظ سے بہت پتلے تھے جو کہ ناکافی خوراک یا حالیہ بیماری کی وجہ سے ہو سکتے تھے۔ یہاں تک کہ زندگی کے پہلے چھ ماہ کے دوران جب زیادہ تر بچوں کو دودھ پلایا جاتا ہے 20 سے 30 فیصد بچے غذائی قلت کا شکار تھے۔

vii. خون کی کمی ہندوستان میں صحت کا ایک بڑا مسئلہ ہے، خاص طور پر خواتین اور بچوں میں۔ (NFHS-III,2005-06) کے مطابق 6 سے 59 ماہ کی عمر کے تقریباً 70 فیصد بچے خون کی کمی کا شکار تھے۔ جہاں تک خواتین کا تعلق ہے، تقریباً 55 فیصد کو خون کی کمی تھی۔

پچھلے 20 سالوں میں ہندوستان میں فی کس کیلوری کی صرف میں کمی کے بھی پختہ ثبوت موجود ہیں۔ اس لیے جب اقتصادی ترقی اور غذائیت کے نتائج کے درمیان تعلق کی بات کی جائے تو ہندوستان کو ایک عالمی معمہ کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ جہاں عالمی سطح پر عدم غذائیت، مجموعی داخلی پیداوار کی شرح نمو کے مقابلے میں نصف تک گرتی ہے وہیں ہندوستان میں 1990 سے 2005 کے عرصے کے دوران، اوسطاً سالانہ جی ڈی پی کی شرح نمو 4.2 فیصد تھی جو صرف 0.65 فیصد کی عدم غذائیت کی اوسط سالانہ کمی سے منسلک تھی۔

20.5.1 ہندوستان میں عوامی تقسیم کا نظام (Public Distribution System -PDS)

آیئے اب ہندوستان میں اناج کی عوامی تقسیم کی بحث کی طرف آتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے یہ حکومت ہند کی طرف سے غذائی تحفظ کے لیے متعارف کرایا گیا یہ سب سے اہم پروگرام ہے۔

مقاصد اور توسیع (Objectives and Expansion)

ہندوستان میں عوامی تقسیم کے نظام کا بنیادی مقصد صارفین کو سستی اور رعایتی قیمتوں پر ضروری اشیائے خوردنی فراہم کرنا ہے تاکہ وہ ان اشیاء کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے اثرات سے محفوظ رہ سکیں اور کم از کم غذائیت کے ہدف کو برقرار رکھ سکیں۔ اس نظام کو چلانے کے لیے حکومت کچھ فاضل اجناس، پیداکاروں اور تاجروں سے خرید لیتی ہے۔ اس طرح خریدا گیا اناج (بنیادی طور پر گندم اور چاول) کو راشن / منصفانہ قیمت کی دکانوں کے نیٹ ورک کے ذریعے صارفین میں تقسیم کرنے اور / یا احتیاطی ذخائر بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کھانے کے اناج کے علاوہ اس نظام کو ہندوستان میں خوردنی تیل، چینی، کوئلہ، مٹی کے تیل اور کپڑے کی تقسیم کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں PDS کے تحت سب سے اہم اشیاء چاول، گندم، چینی اور مٹی کا تیل ہیں۔ موٹے اناج (جوار، باجرہ، مکئی وغیرہ) عملی طور پر پی ڈی ایس میں شامل نہیں ہیں کیونکہ ان کی مشترکہ فروخت پی ڈی ایس کی کل فروخت کے 1 فیصد سے بھی کم ہے۔ دالیں جو غریبوں کے لیے پروٹین کا ایک اہم ذریعہ ہیں PDS کی کل فروخت کا 0.2 فیصد سے کم ہیں۔ ہندوستان میں PDS پوری آبادی کا احاطہ کرتا ہے۔ ایسے تمام گھرانے جن کے پاس مکمل رہائشی پتہ حکومتی اداروں کے پاس درج ہے کو راشن کارڈ جاری کیے جاتے ہیں۔ فیئر پرائس شاپس (Fair Price Shops) کی تعداد 1960 کے آخر میں 0.47 لاکھ سے بڑھ کر 3.12 لاکھ ہو گئی ہے۔ ان کی موجودہ (2022 میں) تعداد

5.27 لاکھ ہے۔

ہندوستان میں یہ نظام سالانہ 160 ملین خاندانوں کو 30000 کروڑ روپے کی اشیا تقسیم کرتا ہے اور یہ شاید اس نوعیت کا دنیا کا سب سے بڑا پروگرام ہے۔

پی ڈی ایس کے ذریعے فراہم کی جانے والی مقدار 1963 تک 5 ملین ٹن سے کم رہی، 1960 کی دہائی کے وسط تک یہ بڑھ کر 14 ملین ٹن تک پہنچ گئی۔ 1970 کی دہائی میں یہ مقدار تقریباً 10 ملین ٹن رہی اور 1980 کی دہائی کے دوران اوسطاً 16 ملین ٹن تھی۔ 92-1991 میں پی ڈی ایس سے اشیا کی فراہمی 19.0 ملین ٹن کی بلند ترین سطح پر پہنچ گئی لیکن اس کے بعد اس میں کمی واقع ہوئی۔ در حقیقت پی ڈی ایس کی جانب سے مختص اور فراہمی کے درمیان فرق چاول اور گیہوں کے لیے کافی بڑھا لیکن یہ فرق خاص طور پر گندم کی فراہمی میں نمایاں ہے۔

92-1991 میں پی ڈی ایس کے تحت چاول اور گندم کی مشترکہ مختص مقدار 21.92 ملین ٹن تھی جب کہ فراہمی 19.0 ملین ٹن تھی۔ اس طرح فراہم کی گئی مقدار مختص کا 86.7 فیصد تھا۔ 02-2001 میں، پی ڈی ایس کے تحت 30.37 ملین ٹن چاول اور گیہوں کی مشترکہ مختص کے مقابلے میں تقسیم محض 13.84 ملین ٹن تھی۔ اس طرح، فراہمی صرف مختص کا 45.6 فیصد تھا۔ یہ کمی تشویش کی وجہ بن گئی کیونکہ PDS میں فروخت نہ ہونے والے ذخایئر کی وجہ سے سرکاری اداروں پر ذخیرہ اور دیکھ بھال کے بھاری اخراجات ہوتے ہیں۔

مختص اور تقسیم میں فرق کی وجہ 1990 کی دہائی میں حکومت کی طے شدہ گندم اور چاول کی قیمتوں میں اضافہ تھی۔ بازاری قیمتوں اور حکومتی قیمتوں میں کافی فرق آگیا۔ بازاری قیمتیں حکومتی قیمتوں سے کم ہونے کے نتیجے میں بازار سے خریداری زیادہ ہونے لگی اور عوامی تقسیم کے لیے مختص اناج کی طلب کم ہوگئی۔ اس مسئلے کے حل کے لیے حکومت کو قیمتیں کم کرنا پڑیں۔ مثال کے طور پر غریبی کی سطح سے اوپر کے خاندانوں کے لیے قیمتیں پیداواری لاگت کے مقابلے 70 فی صد کم کی گئی۔

عوامی تقسیم کے نظام کی خامیاں (Flaws in PDS)

ہندوستان میں پی ڈی ایس کو مختلف حوالوں سے تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے جن میں اہم تنقیدیں درج ذیل ہیں:

غریبوں کو محدود فائدہ: بہت سے تجرباتی مطالعات سے پتہ چلتا ہے کہ دیہی غریبوں کو پی ڈی ایس سے زیادہ فائدہ نہیں ہوا ہے کیونکہ ان کا انحصار زیادہ تر اشیاء کے لیے پی ڈی ایس سے زیادہ کھلی منڈی پر رہا ہے۔ اسی طرح شہری غریبوں نے بھی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی حد تک کھلی منڈی پر انحصار کیا ہے۔ غریبوں تک پہنچنے میں پی ڈی ایس کی کامیابی پر ایک مطالعہ میں کرت ایس پاریکھ کہتے ہیں کہ اس نظام کے ذریعہ خرچ ہونے والے ہر روپے میں سے 22 پیسے ہی غریبوں تک پہنچ پاتے ہیں۔ اس لحاظ سے عوامی تقسیم کے نظام نے کیرالہ اور آندھرا پردیش کو چھوڑ کر باقی ریاستوں میں غذائیت اور غریبی پر کوئی خاص اثر نہیں ڈالا۔

علاقائی تفاوت: عوامی تقسیم میں علاقائی تفاوت پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر 1995 میں چار جنوبی ریاستیں آندھرا پردیش، کرناٹک، کیرالہ اور تمل ناڈو کا ملک میں پی ڈی ایس کی کل اناج کی خریداری کا تقریباً نصف (48.7 فیصد) حصہ تھا جب کہ غریبی کی سطح سے نیچے کی آبادی میں ان کا حصہ صرف 18.4 فی صد تھا۔ اس کے مقابلے میں چار شمالی ریاستیں بہار، مدھیہ پردیش، راجستھان اور اتر پردیش کو کل 10.4 فیصد اناج

تقسیم کیا گیا جبکہ ان ریاستوں میں غریبی کی سطح سے نیچے کی کل آبادی کا 47.6 فیصد تھا۔

بد عنوانی: عوام کے لیے مختص شدہ اناج کو بازار میں بیچ دینے یا چوری ایک بڑا مسئلہ ہے۔ اناج کی کسی دوسری جگہ منتقلی، جعلی راشن کارڈ اور رشوت خوری اس مسئلے کو اور سنگین بنا دیتی ہے۔

سلسلہ فراہمی کی مشکلات: اناج کو گوداموں سے راشن ڈپو تک پہنچانے میں نقل و حمل میں اناج کا ضائع ہونا اور فراہمی میں تاخیر عوامی تقسیم کی کارکردگی کو متاثر کرتے ہیں۔

ان خامیوں کو دور کرنے کے لیے ایک کثیر جہتی نقطہ نظر کی ضرورت ہے جس میں پالیسی اصلاحات، تکنیکی مداخلت، بہتر طرز حکمرانی، اور عوامی تقسیم کے نظام کی کارکردگی، شفافیت، اور جامعیت کو بڑھانے کے لیے سماجی شرکت شامل ہو۔ حکومت نے ان خامیوں کے تدارک کے لیے کافی اقدامات کئے ہیں۔ ان اقدامات میں مخصوص عوامی تقسیم کا نظام (Targeted PDS) اور غذائی تحفظ کا قانون (Food Security Act-2013) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

20.5.2 بچوں کی نشو نما کے لیے مربوط خدمات (Integrated Child Development Services)

(ICDS) 1975 میں وزارت برائے فروغ انسانی وسائل حکومت ہند کی طرف سے شروع کی گئی۔ اس اسکیم کی منصوبہ بندی اور عملی اخراجات مرکزی حکومت کے ذمہ ہیں جبکہ ریاستی حکومتیں پروگرام کے نفاذ اور اپنے وسائل سے اضافی غذائیت فراہم کرنے کی ذمہ دار ہیں۔ ICDS ضمنی غذائیت کو بنیادی صحت کی دیکھ بھال اور غیر رسمی تعلیم کے ساتھ مربوط کرتا ہے۔ بچوں کی نشو نما کے لیے یہ دنیا کا سب سے بڑے پروگراموں میں سے ایک ہے جس میں 6 سال تک کی عمر کے بچوں اور حاملہ اور دودھ پلانے والی ماؤں کے لیے چھ بنیادی خدمات کا ایک جامع پیکج ہے۔ یہ خدمات حسب ذیل ہیں:

i. غذائیت: ICDS بچوں کو 300 دنوں کے لیے خوراک فراہم کرتا ہے، جس میں 500 کیلوریز اور 12 سے 15 گرام پروٹین ہوتا ہے اور حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین کو 600 کیلوریز اور 18 سے 20 گرام پروٹین پر مشتمل خوراک کا راشن دیا جاتا ہے۔

ii. حفاظتی ادویات کی فراہمی

iii. صحت کی جانچ

iv. علاج معالجے کے لیے حوالہ جاتی خدمات

v. بالغ خواتین کے لیے صحت اور غذائیت کی رہنمائی، اور

vi. 3-6 سال کی عمر کے بچوں کے لیے غیر رسمی پری اسکول کی تعلیم۔

یہ پروگرام مختلف منصوبوں کے ذریعے ہر ایک کمیونٹی بلاک میں رائج کیا گیا جہاں دیہی اور شہری علاقوں کی تقریباً 1,00,000 آبادی اور قبائلی علاقوں کی 35,000 آبادی شامل ہے۔ کمیونٹی بلاک میں واقع ICDS پروجیکٹ کا ہدف چھ سال سے کم عمر کے 17,000

بچوں میں سے 40 فیصد اور حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین کی 40 فیصد کو خوراک فراہم کرنا ہے۔ آئی سی ڈی ایس کو ایک پلیٹ فارم یعنی آنگن واڑی سنٹر یا بچوں کی دیکھ بھال کے سینٹر (Child Care Centre) کے ذریعے لاگو کیا جارہا ہے۔ عملے میں منصوبے کے مدیر (Chief Development Officer)، نگراں، آنگن واڑی کارکنان اور مددگار شامل ہیں۔ ICDS کے تحت سب سے اہم پروگرام 8,000 کروڑ سالانہ تکمیلی غذائیت کا پروگرام (Supplementary Nutrition Programme-SNP) ہے جو بچوں کی غذائی قلت سے کو پورا کرنے کے لیے مختص ہے۔

آئی سی ڈی ایس کی توسیع (Expansion of ICDS)

ایک معمولی شروعات کے بعد اس اسکیم کو مسلسل توسیع دی گئی۔ اور اب (2022 میں) حکومت ہند نے مجموعی طور پر 7,076 منصوبے اور 14 لاکھ AWCs بشمول 20,000 آنگن واڑیوں کو منظور کرتے ہوئے اسے عالمگیر بنا دیا ہے۔ ICDS اسکیم کو ہمہ گیر بنانے کے علاوہ، حکومت نے مختلف اقدامات کیے ہیں، جیسے کہ موجودہ مالیاتی اصولوں میں نظر ثانی بشمول غذائی پروگرام (SNP)، اضافی غذائیت اور خوراک کے اصولوں میں نظر ثانی، اور عالمی ادارہ صحت WHO کی ترقی کے نئے معیارات کا تعارف۔ اس کے علاوہ، حکومت ہند نے 2009-10 سے مرکز اور شمال مشرقی ریاستوں کے درمیان SNP سمیت تمام اجزا کے لیے 90:10 کے تناسب سے لاگت کا اشتراک بھی متعارف کرایا۔ یہ دیگر ریاستوں کے لیے SNP میں 50:50 اور دیگر تمام اجزا کے لیے 90:10 ہوگا۔ اسکیم کی بتدریج توسیع کے ساتھ ساتھ اس کے بجٹ میں مختص رقم میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ 2012-13 میں ICDS کے تحت اخراجات 15,850 کروڑ تھے۔ مرکزی بجٹ 2013-14 میں مالی سال 2013-14 کے لیے ICDS کے لیے 17,700 کروڑ کی رقم مختص کی گئی ہے۔ بارہویں منصوبہ (2012-17) کی پوری مدت میں ICDS کے لیے مختص رقم 1,23,500 کروڑ رکھی گئی ہے۔ 2019-20 میں 1992779 لاکھ کی رقم اسکیم کے لیے مختص کی گئی تھی۔ 2022 میں ICDS7,025 پروجیکٹس اور 13.31 لاکھ AWCs کام کر رہے تھے۔

20.5.3 مڈ ڈے میل سکیم (Mid Day Meal Scheme)

یہ پرائمری تعلیم کے لیے غذائی امداد کا قومی پروگرام ہے جسے 1995 میں شروع کیا گیا اور مڈ ڈے میل (MDM) اسکیم کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ ایک ملک گیر مرکزی اسکیم ہے جس کا مقصد اندراج اور باقاعدگی سے حاضری کو بہتر بنانا اور بچوں کا تعلیم مکمل کئے بنا اسکول چھوڑ دینے (Drop Outs) کو کم کرنا ہے MDM دنیا کا سب سے بڑا اسکول فیڈنگ پروگرام ہے جو ملک بھر میں 12 لاکھ سے زیادہ اسکولوں (EGS) مراکز میں تقریباً 11 کروڑ بچوں تک پہنچتا ہے۔ اس اسکیم کو تمام ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں لاگو کیا گیا ہے۔ کھانے کے معیار کو بہتر بنانے اور بنیادی ڈھانچے کی بہتر سہولیات کو یقینی بنانے کے لیے اس اسکیم میں کئی سالوں میں کئی بار نظر ثانی کی گئی ہے۔ جیسا کہ ستمبر 2004 میں طے کیا گیا۔ اس اسکیم کا مقصد سرکاری اور امداد یافتہ اسکولوں اور متبادل اور اختراعی مراکز میں جماعت I-IV میں پڑھنے والے تمام بچوں کو 300 کیلوریز اور 8 سے 12 گرام پروٹین کے ساتھ پکا ہوا کھانا فراہم کرنا تھا۔ اناج کی مفت فراہمی کے علاوہ اس میں کچھ دوسری امداد بھی شامل ہیں۔

i. فی بچہ فی اسکولی دن ایک روپے کی شرح سے کھانا پکانے کی لاگت۔

ii. خصوصی زمرہ کی ریاستوں کے لیے سو روپے فی کوئنٹل کے نقل و حمل کی مالی اعانت اور دیگر ریاستوں کے لیے 76 روپے فی کوئنٹل کی مالی اعانت۔

iii. انتظام، نگرانی اور تشخیص کے اخراجات کو اجناسی لاگت کے دو فیصد کے حساب سے مالی مدد۔

iv. خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں گرمیوں کی تعطیلات کے دوران دوپہر کے کھانے کی فراہمی۔

جولائی 2006 میں اسکیم پر نظر ثانی کی گئی اور شمال مشرقی ریاستوں کے لیے کھانا پکانے کے اخراجات کے لیے امداد کو بڑھا کر 1.80 فی بچہ فی اسکولی دن اور دیگر ریاستوں کے لیے فی اسکولی دن 1.50 فی بچہ کر دیا گیا۔ اکتوبر 2007 میں اس اسکیم کو ابتدائی طور پر 3,479 تعلیمی طور پر پسماندہ بلاکس (EBBs) میں اپر پرائمری (کلاس VI سے VIII) کے بچوں کا احاطہ کرنے کے لیے بڑھایا گیا تھا۔ 09، اپریل 2008 سے نافذ العمل یہ اسکیم حکومتی، مقامی اداروں، حکومت کی امداد سے چلنے والے پرائمری اور اپر پرائمری اسکولوں اور متبادل اور اختراعی تعلیمی مراکز بشمول مدرسہ اور مکتب کا احاطہ کرتی ہے۔ جو SSA (سرو اشکشا ابھیان)) کے تحت تعاون یافتہ ہیں۔ پورے ملک کے تمام علاقوں میں اپر پرائمری مرحلے میں دوپہر کے کھانے کی کیلوریفک مقدار کم از کم 700 کیلوریز اور 20 گرام پروٹین فی اسکول کے دن فی بچہ مقرر کی گئی ہے جس میں 150 گرام اناج (چاول / گندم) فراہم کیا جائے گا۔ 1 اپریل 2010 سے کھانا پکانے کی لاگت پرائمری کے لیے 2.29 فی بچہ فی دن اور اپر پرائمری بچوں کے لیے 4.03 بڑھائی گئی۔ 07-2006 میں MDM اسکیم کے لیے مختص رقم 5,348 کروڑ تھی جسے 13-2012 میں بڑھا کر 13,215 کروڑ کر دیا گیا۔ حالیہ برسوں میں اس اسکیم کے لیے مختص کی گئی رقم میں کمی آئی ہے۔ 21-2020 میں یہ رقم 12900 کروڑ روپے تھی۔

20.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد قارئین سے درج ذیل توقعات وابستہ کی جاسکتی ہیں:

- غذائی تحفظ کیا ہے اس کے مختلف پہلوں کا علم۔
- غذائی تحفظ کے لیے حکومتی اقدامات اور اس کی خامیاں کیا ہیں۔
- زرعی مزدور کس کو کہا جائے گا اور ان کے مسئلے کیا ہیں۔
- حکومت نے ان مسائل کو حل کرنے کے لیے کیا اقدامات اٹھائے ہیں۔

20.7 فرہنگ (Glossary)

زرعی مزدور   :Agriculture Labor- افراد جو اجرت پر سال میں 50 فیصد یا اس سے زیادہ دن کھیتی میں مصروف ہوں۔

غذائی تحفظ   :Food Security- جب تمام افراد کو صحت مند اور متحرک زندگی گزارنے کے لیے ہمہ وقت کافی مقدار میں

محفوظ و قوت بخش غذا تک رسائی حاصل ہو۔

کم از کم اجرت Minimum Wage:- وہ اقل رقم جو آجروں کو قانونی طور پر اپنے ملازمین کو ادا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

20.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

20.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. درج ذیل میں سے کون سا طبقہ استحصال کا شکار ہے؟

(a) تاجر (b) زرعی مزدور
(c) حکومتی افسر (d) ڈاکٹر

2. پہلے منصوبے میں بے زمین مزدوروں کو زمین تقسیم کرنے اور آبادکاری کے لیے کتنی رقم مختص کی گئی؟

(a) 1.5 کروڑ (b) 2.5 کروڑ
(c) 3.5 کروڑ (d) 4.5 کروڑ

3. مہاتما گاندھی دیہی روزگار اسکیم کب شروع کی گئی تھی؟

(a) 2003 (b) 2004
(c) 2005 (d) 2006

4. مہاتما گاندھی دیہی روزگار اسکیم کے تحت کتنے دن کے روزگار کی ضمانت ہے؟

(a) 100 (b) 150
(c) 200 (d) 365

5. ہندوستان میں بندھوا مزدوری آزادی کے بعد ـــــــــ ہوئی ہے؟

(a) ختم ہوئی ہے (b) بڑھی ہے
(c) اس کا تخمینہ نہیں لگایا گیا (d) ان میں سے کوئی نہیں

6. بندھوا مزدوری کے خاتمے کا قانون کب لاگو کیا گیا؟

(a) 1973 (b) 1974
(c) 1975 (d) 1976

7. غذائی تحفظ میں غذا میں کس قسم کی رسائی شامل ہے؟

(a) طبعی (b) اقتصادی
(c) دونوں (d) دونوں میں سے کوئی نہیں

8. عالمی بھوک مری میں 2023 میں ہندوستان کس نمبر پر تھا؟

(a) 130 (b) 111
(c) 113 (d) 115

9. ہندوستان میں عوامی تقسیم سے کون سی اشیاء تقسیم نہیں کی جاتی؟

(a) چاول (b) گندم
(c) تیل (d) برتن

10. درج ذیل میں سے کون سا عوامی تقسیم کا مسئلہ ہے؟

(a) بدعنوانی (b) اجناس کی چوری
(c) رشوت خوری (d) درج بالا سبھی

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	b	a	d	a	a	d	c	b	d	d

20.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ہندوستان میں زرعی گھرانے کی درجہ بندی کے لیے کیا ضروریات ہیں؟
2. منسلک اور آزاد مزدور میں کیا فرق ہے؟
3. غذائی تحفظ کی تعریف کریں۔
4. ICDS کے کیا مقاصد ہیں؟
5. مڈڈے میل اسکیم (Mid-Day Meal) کے مقاصد بیان کریں۔

20.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ہندوستان میں زرعی مزدوروں کے مختلف مسائل تفصیل سے بیان کریں۔
2. عوامی تقسیم کے مقاصد اور خامیوں کو اجاگر کریں۔
3. زرعی مزدوروں کے مسائل کو حل کرنے کے لیے حکومتی اقدامات کا جائزہ لیں۔

20.9 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Anand, N. (2014). An Overview of Indian Economy (1991-2013). *IOSR Journal of Economics and Finance, 3*(3), 19-24.
2. Kapila, U. (Ed.). (2008). *Indian Economy Since Independence* (33rd ed.). Academic Foundation.
3. Puri, V. K., Misra, S. K., & Garg, B. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.

بلاک III: ہندوستانی صنعت کے مسائل اور امکانات

اکائی 21: صنعت اور اقتصادی ترقی، صنعتی پیداوار اور پیداوری میں رجحانات

(Industry and Economic Development, Trends in Industrial Production and Productivity)

اکائی کے اجزا:

21.0 تمہید (Introduction)

21.1 مقاصد (Objectives)

21.2 صنعت اور اقتصادی ترقی (Industry and Economic Development)

21.2.1 بڑی صنعتیں اور اقتصادی ترقی میں ان کا تعاون (Major Industries & Their Contribution in Economic Development)

21.3 صنعتی پیداوار میں رجحانات (Trends in Industrial Production)

21.3.1 پہلا مرحلہ (1951-1965)

21.3.2 دوسرا مرحلہ (Second Phase 1965-1980)

21.3.3 تیسرا مرحلہ (Phase Third 1980-91)

21.3.4 چوتھا مرحلہ - پوسٹ ریفارم پیریڈ (Fourth Phase-Post Reform Period)

21.4 صنعتی پیداوار میں رجحانات (Trends in Industrial Productivity)

21.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

21.6 فرہنگ (Glossary)

21.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

21.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

21.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

21.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

21.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

21.0 تمہید (Introduction)

اقتصادی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ صنعت کاری دنیا بھر میں اقتصادی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ صنعتی ترقی کی سطح براہ راست کسی بھی ملک کی معاشی خوش حالی کی سطح کی عکاسی کرتی ہے۔ امریکہ، جاپان، جرمنی اور روس جیسی ترقی یافتہ قومیں اپنی کامیابیوں کو انتہائی ترقی یافتہ صنعتوں سے منسوب کرتی ہیں۔ صنعتی طور پر کم ترقی یافتہ ممالک اپنی بنیادی اشیا اور قدرتی وسائل برآمد کرتے ہیں اور تیار شدہ اور کیپٹل گڈز زیادہ قیمتوں پر درآمد کرتے ہیں اور معاشی طور پر پسماندہ ہی رہتے ہیں۔ ہندوستان دنیا کی سب سے تیزی سے ترقی کرنے والی معیشتوں میں سے ایک ہے، اس کا صنعتی شعبہ اس کی اقتصادی ترقی کا ایک بڑا محرک ہے۔ صنعتی شعبے نے اقتصادی ترقی کے عمل میں بہت زیادہ اہمیت حاصل کی ہے اور پالیسی سازی میں اس پر بہت زیادہ توجہ دی گئی ہے۔ اس لیے صنعت کاری اور اقتصادی ترقی کے درمیان تعلق کو سمجھنا ضروری ہے۔ موجودہ اکائی اقتصادی ترقی میں صنعت کاری کے کردار پر روشنی ڈالتا ہے اور صنعتی پیداوار اور پیداواری صلاحیت کے رجحانات کو ہندوستان کے حوالے سے پیش کرتا ہے۔

21.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے درجہ ذیل مقاصد ہیں:

- اقتصادی ترقی میں صنعت کاری کے کردار کو اجاگر کرنا۔
- ہندوستان میں صنعتی پیداوار (Industrial Production) کے رجحانات اور پیٹرن کا تجزیہ کرنا۔
- ہندوستان میں صنعتی پیداواری (Industrial productivity) کے رجحانات کو ظاہر کرنا۔

21.2 صنعت اور اقتصادی ترقی (Industry and Economic Development)

صنعت کاری سامان اور خدمات کی فراہمی کے لیے استعمال ہونے والی ٹیکنالوجی کو آگے بڑھانے کا عمل ہے۔ ولبرٹ مور اور جی آر مدن (Wilbert Moore and G. R. Madan) کے مطابق، صنعتیں زراعت، توانائی، نقل و حمل اور خدمات جیسے شعبوں کے ساتھ مربوط ہو کر وسیع تر اقتصادی ترقی میں حصہ ڈالتی ہیں، اس طرح پیداواری صلاحیت، روزگار اور اختراعات (Innovations) کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔ تقریباً تمام ترقی یافتہ ممالک میں مضبوط صنعتی ڈھانچے ہیں جنہوں نے ان کی اقتصادی ترقی کو بڑھاوا دیا۔ اسی طرح زیادہ تر ترقی پذیر ممالک نے بھی اقتصادی ترقی کے ہدف کو حاصل کرنے کے لیے صنعت کاری کو ترجیح دی۔ ہندوستان کی آزادی کے بعد سے، صنعت کاری کی پالیسی کو بہت زیادہ توجہ ملی ہے۔ جس کے نتیجے میں ہندوستان میں صنعتی شعبے کی توسیع اور استحکام ہوا اور یہ معیشت کی ترقی میں نمایاں طور پر حصہ ڈال رہا ہے۔ صنعتی شعبہ اب ہندوستان کی جی ڈی پی میں 27.5 فیصد حصہ ڈال رہا ہے جو آزادی کے وقت صرف 15 فیصد تھا۔ یہ تیز رفتار اور پائیدار ترقی دونوں کے لیے ضروری ہے۔ یہ شعبہ ملک کی تقریباً 40 فیصد افرادی قوت کو ملازمت دیتا ہے۔ نتیجتاً، صنعتیں قومی آمدنی اور روزگار دونوں کا اہم ذریعہ بن گئی ہیں۔ ہندوستانی حکومت قواعد و ضوابط کو آسان بنا کر، انفرااسٹرکچر میں سرمایہ کاری اور اختراعات

اور تحقیق کو فروغ دے کر ملک میں صنعتی ترقی کو فروغ دینے کے لیے اقدامات کر رہی ہے۔ اس طرح، صنعتوں اور اقتصادی ترقی کے درمیان باہمی تعامل کو سمجھنا موثر پالیسیوں اور حکمت عملیوں کو تیار کرنے کے لیے بہت ضروری ہے اقتصادی ترقی کے عمل میں صنعت کاری کی اہمیت کو ذیل میں اجاگر کیا گیا ہے۔

روزگار کی تخلیق: صنعتی شعبہ ترقی کے ساتھ ساتھ روزگار کے مواقع کو نمایاں طور پر بڑھاتا ہے۔ ہندوستانی صنعتی شعبہ منظم شعبوں میں ایک بڑا آجر ہے، اور صنعتوں کے قیام کے ساتھ ساتھ ملازمت کے مواقع بھی بڑھے ہیں۔ ہندوستان میں، صنعتوں، خاص طور پر MSMEs نے، نیم ہنر مند مزدوروں کو جذب کیا یعنی تقریباً 11 کروڑ کارکنوں کو ملازمتیں فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

خود کفیل معیشت: سرمایہ دارانہ اشیا (Capital Goods) کی صنعتوں کی ترقی نہ صرف زراعت، نقل و حمل اور مواصلات کی ترقی کو فروغ دیتی ہے بلکہ مختلف اشیا خورد و نوش (Consumer Goods) کی بڑے پیمانے پر، لاگت سے موثر (Cost Effective) پیداوار میں بھی سہولت فراہم کرتی ہے۔ مزید برآں، یہ ضروری اشیا کی فراہمی کے لیے دوسری قوموں پر ہمارے انحصار کو کم کرنے کا کام کرتا ہے اس لیے ملک کو خود کفیل بناتا ہے۔

بین الاقوامی تجارت میں اہمیت: صنعت کاری تجارت کے فروغ کو نمایاں طور پر متاثر کرتی ہے۔ صنعتی طور پر پسماندہ ممالک کے مقابلے ترقی یافتہ ممالک تجارت سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پسماندہ ممالک اکثر بنیادی مصنوعات برآمد کرتے ہیں اور صنعتی سامان درآمد کرتے ہیں۔ زرعی مصنوعات کی عام طور پر لچکدار طلب کے ساتھ قیمتیں کم ہوتی ہیں، جب کہ صنعتی مصنوعات کی غیر لچکدار طلب کے ساتھ قیمتیں زیادہ ہوتی ہیں، جس سے تجارتی خلا پیدا ہوتا ہے۔ ادائیگی کے توازن (Balance of Payments) کے خسارے سے نمٹنے کے لیے ممالک درآمدی متبادل (Import substitutes) پیدا کرنے یا صنعتی ترقی کے ذریعے برآمدات کے فروغ کو ترجیح دینے پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔

ٹرکل ڈاؤن اثر (Trickle-Down effect): صنعتی شعبے کی ترقی دیگر شعبوں بالخصوص زراعت میں ترقی کو متحرک کرتی ہے۔ زرعی شعبے کو صنعتوں سے نمایاں فائدہ ہوتا ہے، جو اسے اہم ضروریات جیسے جدید فارم، مشینری، کیمیائی کھاد، کیڑے مار ادویات، اور اسٹور یج اور ٹرانسپورٹ کی سہولیات فراہم کرتی ہیں۔ ہماری گھریلو صنعتیں ان اشیا اور سہولیات کو مناسب طریقے سے استعمال کرتی ہیں، اور یہ زرعی ترقی میں مدد فراہم کرتی ہیں۔ نیز، صنعتی ترقی سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کو آگے بڑھاتی ہیں۔ صنعتیں نئی مصنوعات کو اختراع کرنے اور بنانے کے لیے تحقیق میں مشغول ہوتی ہیں، جیسے ایتھنول بطور بائیو فیول۔ مزید برآں، وہ فضلے کے استعمال کو دریافت کرتے ہیں، جس سے جیٹروفا کے بیجوں سے بائیوڈیزل جیسی پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ صنعت کاری نے اٹامک سائنس، سیٹلائٹ کمیونیکیشن اور میزائل ٹیکنالوجی وغیرہ جیسے شعبوں میں ترقی کو آگے بڑھایا ہے۔ صنعت دوسرے شعبوں کی تکمیل کرتی ہے اور پیداوار اور پیداواری صلاحیت میں اضافہ کرتی ہے۔

قومی اور فی کس آمدنی کو بڑھانے میں صنعتی ترقی کا کردار: صنعتی ترقی قومی اور فی کس آمدنی دونوں میں تیزی سے اضافہ کرنے میں اہم کردار

ادا کرتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی معاشی ترقی کی تاریخ اس بات پر روشنی ڈالتی ہے کہ صنعتی ترقی اور فی کس آمدنی اور قومی آمدنی کی سطح کے درمیان ایک مضبوط مثبت تعلق ہے۔ صنعت کاری معاشی ترقی کا باعث بنتی ہے اور یہ جی ڈی پی میں زراعت کے حصہ میں کمی اور جی ڈی پی میں صنعتوں کے بڑھتے ہوئے حصہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

شہری کاری (Urbanization): صنعت کاری شہری کاری کے ایک اہم محرک کے طور پر کام کرتی ہے، شہری مراکز بنا کر مکمل غربت کو مؤثر طریقے سے کم کرتا ہے۔ UNDP کی رپورٹ کے مطابق، ہندوستان نے صنعتی شعبوں میں ملازمت کے معیار کو بہتر بنا کر تقریباً 250 ملین لوگوں کو غربت سے نکالا ہے۔

21.2.1 بڑی صنعتیں اور اقتصادی ترقی میں ان کا تعاون

(Major industries & Their Contribution in Economic Development)

ہندوستان کا ایک متنوع صنعتی ڈھانچہ ہے اور اسے بعض معیارات کی بنیاد پر مختلف اقسام میں درجہ بندی کی جا سکتی ہے۔ اس میں سرکاری اور نجی شعبے کی دونوں صنعتیں شامل ہیں جن کا سائز مختلف ہو سکتا ہے جیسے: بڑے پیمانے کی صنعتیں، درمیانے اور چھوٹے پیمانے کی صنعتیں، دیہی اور کاٹیج انڈسٹریز۔ ہندوستانی معیشت کی ترقی میں مختلف قسم کی صنعتوں کے تعاون کو سمجھنا ضروری ہے۔ روایتی طور پر، ہندوستان میں چھ اہم صنعتیں تھیں: لوہا اور اسٹیل، ٹیکسٹائل، جوٹ، چینی، سیمنٹ اور کاغذ۔ مزید، اس شعبے میں ابھرنے والی چار نئی صنعتیں ہیں: پیٹروکیمیکل، آٹوموبائل، انفارمیشن ٹیکنالوجی (IT)، اور بینکنگ و انشورنس۔ یہ صنعتیں ہندوستان کی معیشت کے لیے اہم ہیں۔ لہٰذا، ان صنعتوں کی اہمیت اور ترقی کو سمجھنا ملک کی اقتصادی ترقی میں ان کے کردار کے بارے میں قابل قدر بصیرت فراہم کرتا ہے۔

آئرن اینڈ اسٹیل انڈسٹری: آئرن اینڈ اسٹیل انڈسٹری کل سرمایہ کاری میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے اور یہ بنیادی طور پر پبلک سیکٹر پلانٹس پر مشتمل ہے۔ یہ ایک بنیادی صنعت ہے اور اس کی مصنوعات کئی دوسری صنعتوں کے لیے خام مال کے طور پر کام کرتی ہیں۔ یہ روزگار کا ایک اہم ذریعہ ہے جس میں تقریباً 2.5 لاکھ کارکنان براہ راست ملازم ہیں۔ جیسا کہ ورلڈ اسٹیل ایسوسی ایشن کی طرف سے نوٹ کیا گیا ہے، ہندوستان کا شمار دنیا کے 10 عالمی اسٹیل پروڈیوسروں میں ہوتا ہے، اس اہم کردار کے باوجود، قوم سالانہ خاطر خواہ مقدار میں اسٹیل درآمد کرتی ہے۔

جوٹ کی صنعت: جوٹ غیر ملکی زرمبادلہ کمانے میں ایک نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والا شعبہ ہے۔ بھارت عالمی جوٹ کی پیداوار میں تقریباً 30% حصہ ڈالتا ہے۔ یہ تقریباً 250,000 افراد کو براہ راست ملازمت دیتا ہے اور جوٹ کی کاشت میں مصروف تقریباً 4 ملین خاندانوں کی مدد کرتا ہے۔ مزید برآں، تیز رفتار مشینوں اور ٹیکنالوجی کو اپنایا جا رہا ہے جس سے حالیہ برسوں میں برآمدات کے حجم میں بھی قابل ذکر اضافہ دیکھا گیا ہے۔

شوگر انڈسٹری: ہندوستان کا شمار دنیا کے سرکردہ چینی پیدا کرنے والوں ملکوں میں ہوتا ہے اور اس کی چینی کی صنعت ملک کا دوسرا سب سے بڑا زرعی شعبہ ہے۔ تقریباً 3.25 لاکھ کارکنوں کو براہ راست ملازمت دیتے ہوئے، یہ تقریباً 45 ملین افراد کے لیے بالواسطہ روزگار بھی پیدا

کرتا ہے، جن میں گنے کی کاشتکار، تقسیم کرنے والی تجارتی ایجنسیاں، اور ذیلی صنعتیں بھی شامل ہیں۔ ہندوستان میں 500-400 شوگر فیکٹریوں کا وسیع نیٹ ورک ہے۔

ٹیکسٹائل انڈسٹری: ٹیکسٹائل کی صنعت، جو کپاس اور مصنوعی ٹیکسٹائل دونوں پر مشتمل ہے، ہندوستان میں ایک کثیر الجہتی شعبہ ہے۔ اس میں جدید مشینی ملز، پاور لومز، روایتی ہاتھ سے بنائی اور کتائی شامل ہیں۔ مجموعی طور پر، یہ ہندوستان کی سب سے بڑی صنعت ہے، جو 20 ملین سے زیادہ لوگوں کو ملازمت دیتی ہے اور صنعتی پیداوار میں تقریباً 20 فیصد کا حصہ ڈالتی ہے۔ مزید برآں، یہ ملک کی برآمدات کو نمایاں طور پر بڑھاتی ہے، جو برآمدات سے حاصل شدہ کل آمدنی کا تقریباً 33 فیصد بنتا ہے۔

سیمنٹ کی صنعت: سیمنٹ کی صنعت انفرااسٹرکچر کی ترقی، ڈیموں، سڑکوں اور عمارتوں کی تعمیر کے لیے اہم ہے۔ ہندوستان کی سیمنٹ کی صنعت کو دنیا کی دوسری سب سے بڑی سیمنٹ صنعت کے طور پر درجہ دیا جاتا ہے۔ ہندوستان کی سیمنٹ صنعت میں دیگر نجی سیمنٹ پلانٹس کے ساتھ ساتھ مختلف ریاستی حکومتوں کے زیر انتظام 10 بڑے پلانٹس شامل ہیں۔ ان بڑے پلانٹس کی نصب صلاحیت 148.28 ملین ٹن سالانہ ہے، جب کہ چھوٹی تنصیبات مجموعی طور پر 11.10 ملین ٹن سالانہ سیمنٹ فراہم کرتی ہیں۔ فی الحال، ہندوستانی سیمنٹ کا شعبہ گھریلو طلب کو پورا کرنے کے لیے 280 ملین ٹن پیدا کرتا ہے، جس میں اضافی 5 ملین ٹن برآمدات کے لیے مختص کی گئی ہیں۔ پیشین گوئیاں بتاتی ہیں کہ سال 2025 تک سیمنٹ کی طلب 600-550 ملین ٹن سالانہ تک بڑھ جائے گی۔

کاغذ کی صنعت: ہندوستان کی منصوبہ بند ترقی کے دور کے دوران، کاغذ کی صنعت نے تیزی سے توسیع کا تجربہ کیا کیونکہ جنگلات سے وافر مقدار میں خام میٹریل دستیاب تھا۔ سال 10-2009 میں، ملک نے تقریباً 49.6 لاکھ ٹن کاغذ کی پیداوار حاصل کی تھی۔ تاہم، آج، صنعت فرسودہ بنیادی ڈھانچے کے ساتھ جدوجہد کر رہی ہے اور حکومت کی مقرر کردہ کاغذی قیمتیں (Govt.-Fixed Paper Prices) سرمایہ کاری پر خاطر خواہ منافع فراہم کرنے میں ناکام رہی ہیں۔

بینکنگ اور انشورنس انڈسٹری: 1969 میں، ہندوستان نے 14 بڑے تجارتی بینکوں کو قومی بینک بنالیا اور ملک کے 85% ڈیپازٹس کو کنٹرول کیا۔ بینکنگ سیکٹر نے تیزی سے تکنیکی ترقی کو اپنایا، الیکٹرانک فنڈز کی منتقلی سے آن لائن بینکنگ میں منتقل ہو کر، ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ آج ہندوستان میں مختلف قسم کے بینک کام کر رہے ہیں جن میں سیونگ بینک، کمرشل بینک، انڈسٹریل یا ڈیولپمنٹ بینک، کوآپریٹو بینک اور فارن ایکسچینج بینک شامل ہیں۔ ہندوستانی آئین کے ساتویں شیڈول کے تحت، صرف مرکزی حکومت ہی انشورنس پر قانون سازی کر سکتی ہے۔ کچھ نجی فرموں کے انشورنس کی پیشکش کے باوجود، سب سے بڑی ہندوستانی لائف انشورنس کمپنی سرکاری ملکیت میں ہے۔ 10-2009 میں، ہندوستان کی انشورنس انڈسٹری کی قیمت 41$ بلین تھی، پھر بھی میڈی کلیم کوریج محدود ہے۔ اس کے برعکس، 75 فیصد سے زیادہ امریکیوں کے پاس انشورنس ہے۔ نجی کمپنیوں کے اس شعبے میں داخل ہونے کے ساتھ اب یہ منظر نامہ جلد ہی بدل سکتا ہے۔

پیٹروکیمیکل انڈسٹری: پیٹروکیمیکل انڈسٹری توانائی اور ایندھن کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ستر کی دہائی کے آخر میں، بڑودہ میں انڈین پیٹروکیمیکلز کارپوریشن لمیٹڈ (آئی پی سی ایل) کے قیام اور دیگر کئی اداروں نے پیٹروکیمیکل صنعت کو مضبوط کیا۔ مزید برآں، بھارت کے مغربی ساحل

کے ساتھ سمندر کے کنارے خام تیل اور قدرتی گیس کی دریافت نے پیٹرو کیمیکل کی توسیع کے لیے نئی راہیں کھول دیں۔

آٹو موبائل انڈسٹری: ٹرانسپورٹ کے بنیادی ڈھانچے میں آٹو موبائل انڈسٹری کا ایک اہم مقام ہے۔ہندوستانی معیشت کے لبرلائزیشن نے آٹو موبائل انڈسٹری کے لیے قابل ذکر توسیع کی سہولت فراہم کی۔ جدید ٹیکنالوجی سے لیس ابھرتے ہوئے مینوفیکچررز نے تیزی سے روایتی کھلاڑیوں کی جگہ لے لی۔ مارکیٹ کے اندر شدید مسابقت نے، اخراج کے سخت ضوابط کے ساتھ، صنعت کے معیارات میں ایک بلندی کو متحرک کیا۔

انفارمیشن ٹکنالوجی (IT) انڈسٹری: یہ ہندوستان کی صنعتی فہرست میں ایک نووارد ہے اور تیزی سے توسیع کا سامنا کر رہی ہے۔ اس نمو کو امریکہ اور یورپی یونین کی فرموں اور ہندوستان میں کنٹریکٹ ایجنسیوں کے درمیان شراکت داری سے تقویت ملتی ہے، جس سے بین الاقوامی سطح پر آئی ٹی سافٹ ویئر اور خدمات کی آؤٹ سورسنگ میں سہولت ہوتی ہے۔ یہ باہمی انحصار ایک جیت کا منظر پیش کرتا ہے: امریکی کمپنیاں ہندوستان میں کام کو آؤٹ سورس کر کے اپنی لاگت کا تقریباً 58 فیصد بچا سکتی ہیں، جبکہ مقامی معیشتیں بڑھتی ہوئی عالمی نمائش اور سرمایہ کاری سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ نتیجتاً، IT انڈسٹری نہ صرف اقتصادی ترقی کو آگے بڑھاتی ہے بلکہ تعاون اور عالمگیریت کو بھی فروغ دیتی ہے، جس سے ہندوستان کو عالمی تکنیکی مارکیٹ میں ایک کلیدی کھلاڑی کے طور پر جگہ ملتی ہے۔

21.3 صنعتی پیداوار میں رجحانات (Trends in Industrial Production)

آزادی کے وقت ہندوستان صنعتی طور پر پسماندہ تھا، اس لیے نہ صرف چھوٹی اور کاٹیج صنعتوں بلکہ بھاری صنعتوں پر بھی توجہ دینے کی انتہائی ضرورت محسوس کی گئی۔ صنعتی پیداوار کو بڑھانے کے لیے منصوبہ بندی کی مدت کے دوران ہندوستان میں مختلف پالیسیاں اور پروگرام شروع کیے گئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ملک نے صنعتی پیداوار کے حجم میں اضافہ اور متنوع شعبوں میں پیداواری صلاحیتوں میں بھی اضافہ دیکھا گیا۔ منصوبہ بندی کے دور میں ہندوستان میں صنعتی پیداوار کے رجحان کو ماہر معاشیات نے چار الگ مراحل میں تقسیم کیا ہے۔

21.3.1 پہلا مرحلہ (1951-1965)

اس مرحلے نے ابتدائی تین، پانچ سالہ منصوبوں (Five-Year Plans) کا احاطہ کیا اور مستقبل کی صنعتی ترقی کی بنیاد رکھی۔ اس عرصے کے دوران، ایک مضبوط صنعتی ڈھانچہ قائم کیا گیا تھا، جس نے بعد میں ترقی کی منزلیں طے کیں۔ پہلی پانچ سالہ منصوبہ بندی کے موقع پر، ملک میں صنعتی ترقی میں بنیادی طور پر اشیا صرف (Consumption Goods) شعبے کا غلبہ تھا، جس میں کاٹن ٹیکسٹائل، چینی، نمک اور چمڑے کے سامان جیسی مصنوعات شامل تھیں۔ تاہم، کوئلہ، سیمنٹ، اور اسٹیل جیسی درمیانی اشیا کی پیداوار میں شامل صنعتیں موجود تھیں لیکن اپنی پیداواری صلاحیت کی سطح سے بہت نیچے چل رہی تھیں۔ 1950 کی دہائی کے شروع میں اشیا صرف کی صنعتوں اور کیپٹل گڈز انڈسٹری کا تناسب 62:38 تھا۔ جب کہ اشیا صرف کی صنعتیں اچھی طرح سے قائم تھیں اور کیپٹل گڈز کی صنعتیں نمایاں طور پر پیچھے تھیں۔ صنعتی شعبہ شدید طور پر پسماندہ تھا، خاص طور پر ناقص انفرااسٹرکچر کے ساتھ، حکومتی تعاون کی عدم موجودگی کو پسماندگی کی ایک اہم وجہ سمجھا جاتا تھا۔ ان مسائل کی طرف یکسوئی سے، قومی رہنماؤں نے اتفاق کیا کہ اقتصادی خودمختاری اور آزادی کا حصول فوری صنعت کاری اور

صنعتی انفرااسٹرکچر کو بہتر بنانے پر منحصر ہے۔

پہلا پانچ سالہ منصوبہ: صنعتی شعبے میں پہلے پانچ سالہ منصوبے کا مقصد موجودہ صلاحیت کے استعمال کو بڑھانا اور کچھ تزئین و آرائش اور جدید کاری کی کوششیں کرنا تھا۔ اس منصوبے میں ہیروڈ-ڈومر ماڈل (Harrod Domar Model) کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے سرمایہ جمع (Capital Accumulation) کرنے کے لیے سرمایہ کاری (Investment) پر زور دیا گیا تھا۔ اس منصوبے میں بڑے پیمانے پر اقدامات کی تجویز نہیں کی گئی تھی لیکن اس کا مقصد سرکاری اور نجی دونوں شعبوں میں ترقی کو فروغ دے کر ہندوستانی معیشت کو عملی شکل دینا تھا۔ پبلک سیکٹر میں کئی صنعتیں قائم کی گئیں بشمول ہندوستان شپ یارڈ، ہندوستان ٹولز، انٹیگرل کوچ فیکٹری، سندھری فرٹیلائزر فیکٹری، چترنجن لوکوموٹیو ورک وغیرہ۔ تاہم، صرف 55 کروڑ روپے، جو کہ 1960 کروڑ روپے کے کل اخراجات کا تقریباً 2.8 فیصد تھا، صنعت اور معدنیات پر خرچ ہوئے۔ اس کے باوجود، پہلی منصوبہ بندی کی مدت میں صنعتی پیداوار میں مجموعی طور پر 38 فیصد اضافہ دیکھا گیا۔

دوسرا پانچ سالہ منصوبہ: دوسرے پانچ سالہ منصوبے نے مشہور مہالانوبس ماڈل (Mahalonobis Model) سے متاثر ہو کر صنعت کاری کو انتہائی اہمیت دی ہے۔ اس ماڈل نے بڑے پیمانے پر بنیادی اور سرمایہ دارانہ سامان (Basic and Capital Goods) کی صنعتوں کے قیام کی وکالت کی، جس کا مقصد صنعتی ترقی کی مضبوط بنیاد رکھنا تھا۔ اس منصوبے میں اہم شعبوں جیسے لوہے اور اسٹیل، کوئلہ، بھاری انجینئرنگ، مشین سازی، بھاری کیمیکلز اور سیمنٹ کی صنعتوں میں نمایاں سرمایہ کاری پر زور دیا گیا اور صنعتی ترقی کو آگے بڑھانے میں ان کی بنیادی اہمیت کو تسلیم کیا گیا۔ تین اسٹیل پلانٹس جن کی صلاحیت 10 لاکھ ٹن تھی کو بھیلائی، راؤرکیلا، اور درگاپور میں پبلک سیکٹر میں قائم کیے گئے تھے۔ صنعت اور معدنیات پر اخراجات بڑھ کر 938 کروڑ روپے ہو گئے، جو کہ 4672 کروڑ روپے کے کل اخراجات کا 20.1 فیصد تھا۔ ہندوستان کی معیشت کو ترقی دینے میں سوشلزم کے اصولوں پر عمل کرنے کے فیصلے کا نتیجہ ایک ایسی پالیسی کے نتیجے میں ہوا جس میں ریاست نے کلیدی صنعتوں پر کنٹرول سنبھال لیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ معیشت کے لیے ضروری سمجھی جانے والی صنعتوں پر ریاست کا مکمل اختیار رہے۔ اس نقطہ نظر کے ساتھ ہم آہنگی میں، 1956 میں صنعتی پالیسی ریزولوشن نافذ کیا گیا تھا، جس کا مقصد سوشلزم پر مبنی معاشرے کی بنیاد رکھنا تھا۔

تیسرا پانچ سالہ منصوبہ: تیسرے منصوبے میں مشین سازی کے شعبوں پر خصوصی توجہ کے ساتھ بنیادی سرمایہ اور پیداواری سامان کی صنعتوں کے قیام کو ترجیح دے کر دوسرے منصوبے کی حکمت عملی کو جاری رکھا گیا۔ ایسے پروگرام جن کا مقصد بھاری انجینئرنگ اور مشین سازی کی صنعتوں کی صلاحیت کو بڑھانا اور متنوع بنانا ہے (بشمول کاسٹنگ اور فورجنگ، الائے، ٹولز اور خصوصی اسٹیل) کو لاگو کیا گیا۔ مزید برآں، کھادوں اور پیٹرولیم مصنوعات کی پیداوار کو بڑھانے کے لیے اقدامات کیے گئے۔ تیسرے منصوبے میں صنعت پر ہونے والے اخراجات 1726 کروڑ روپے تھے، جو کہ 8577 کروڑ روپے کے کل اخراجات کا 20.1 فیصد تھا۔

نتیجتاً، ابتدائی تینوں منصوبوں میں صنعتی پیداوار کی نمو میں زبردست تیزی آئی جس کی عکاسی صنعتی پیداوار کے اشاریہ (Index of Industrial Production-IIP) سے ہو رہی ہے۔ اس مدت کے دوران، شرح نمو (IIP) بالترتیب پہلے، دوسرے اور تیسرے

منصوبوں کے دوران ٪5.7% سے بڑھ کر ٪7.2%، اور بالآخر ٪9.0% ہو گئی۔ خاص طور پر، سب سے اہم مشاہدہ کیپٹل گڈز کی صنعت میں قابل ذکر نمو تھا، جسے جدید صنعت کاری کا سنگ بنیاد سمجھا جاتا ہے، جو پہلے، دوسرے اور تیسرے منصوبوں کے دوران بالترتیب ٪9.8، ٪13.1، اور ٪19 کی شرح سے پھیلی تھی۔ پہلے تین پانچ سالہ منصوبوں میں صنعتی ترقی کی شرح کو تصویر 21.1 میں ظاہر کیا گیا ہے۔

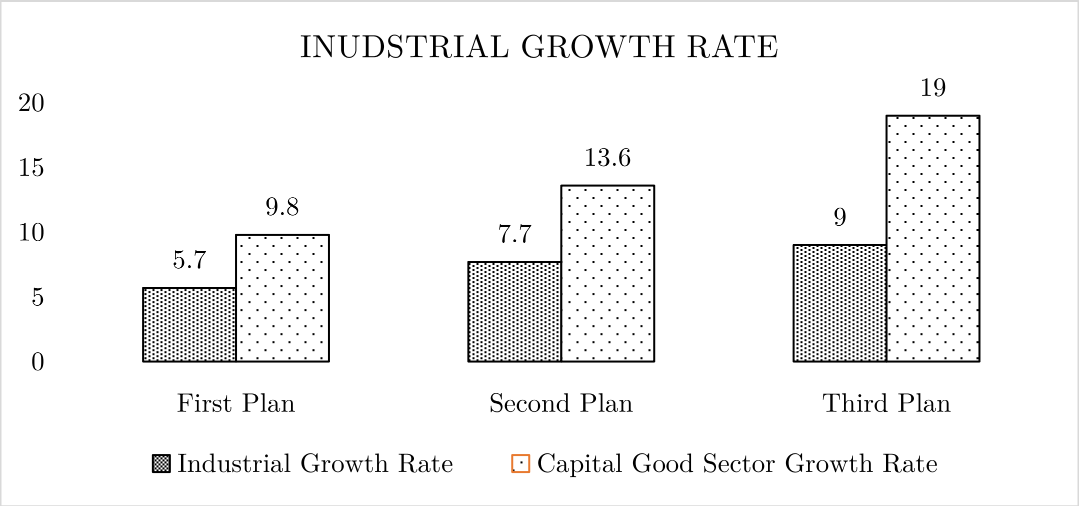

Source: Government of India, Handbook of Industrial Statistics

تصویر 21.1: پہلے تین پانچ سالہ منصوبوں میں صنعتی ترقی کی شرح

21.3.2 دوسرا مرحلہ (Second Phase 1965-1980)

یہ مرحلہ صنعتی تنزلی اور ساختی پسپائی (Industrial Deceleration and Structural Retrogression) کے مرحلے کے طور پر نمایاں ہے۔ اس مرحلے میں صنعتی ترقی میں سست روی اور ساختی دھچکے رونما ہوئے۔ معاشی عدم استحکام اور پالیسی میں تبدیلی جیسے چیلنجوں نے جمود کے اس دور میں اہم کردار ادا کیا۔ صنعتی ترقی کے دوسرے مرحلے میں چوتھے اور پانچویں منصوبوں کے ساتھ تین ایڈہاک سالانہ منصوبے شامل تھے۔ 1965 سے 1976 تک پھیلے ہوئے اس دور میں صنعتی توسیع میں شدید مندی آئی اور یہ مہلانوبس (Mahalonobis) حکمت عملی کے لیے ایک دھچکا تھا۔ سال 66-1965 تک ہندوستان کو خوراک کی کمی کے شدید بحران کا سامنا کرنا پڑا، جس نے حکمت عملی کی ناکامی کو واضح کیا۔ تیسرے منصوبے کے دوران شرح نمو ٪9% سالانہ سے گر کر سال 1965 اور 1976 کے درمیان محض 4.1% سالانہ رہ گئی۔ دوسرے مرحلے کے آخری سال 80-1979 میں، پچھلے کے مقابلے منفی صنعتی ترقی کی شرح (-6%) دیکھی گئی اور یہ صنعتی شعبے میں ساختی پسپائی کا اشارہ کرتی ہے۔ تصویر 21.2 میں چوتھے اور پانچویں منصوبے کے دوران صنعتی ترقی کی شرح کو ظاہر کیا گیا ہے۔

پہلے مرحلے میں قابل ذکر صنعتی ترقی کے بعد، دوسرے مرحلے کے دوران کیپٹل گڈز کی صنعتوں کی شرح نمو میں نمایاں کمی واقع ہوئی۔ اس کے بعد کے 11 سالوں میں، ان صنعتوں نے صرف 2.6 فیصد کی سالانہ شرح سے ترقی کی۔ تاہم، پانچویں منصوبہ بندی کی مدت میں، کیپٹل گڈز کی صنعتوں کی شرح نمو 5.7 فیصد تک پہنچ گئی۔ اہمیت کی حامل متعدد صنعتوں نے پچھلے پانچ سالہ اوسط کے مقابلے میں کم ترقی

دیکھی، جو کہ تیسرے منصوبے کے بعد بنیادی اور کیپٹل گڈز کی صنعتوں کی شرح نمو میں واضح کمی کی نشاندہی کرتی ہے۔ ساختی پسپائی کا یہ رجحان اس عرصے کے دوران صنعتی شعبے کو درپیش چیلنجوں کی نشاندہی کرتا ہے۔

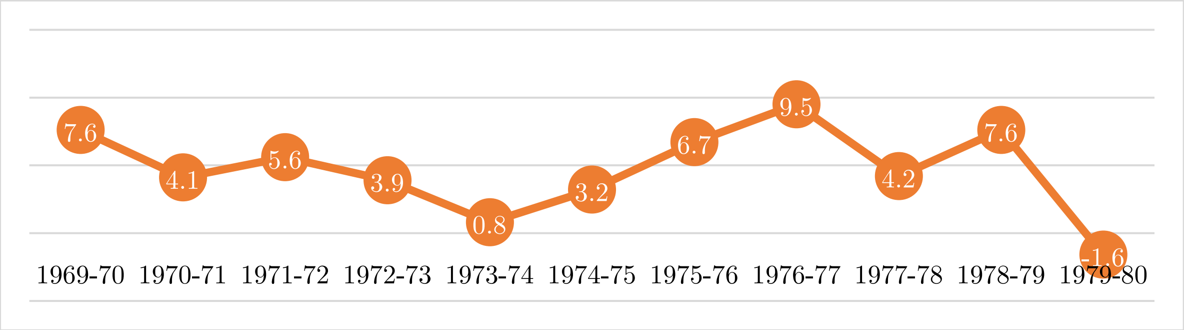

Source: Source: Ministry of Commerce, GOI

تصویر21.2:چوتھے اور پانچویں منصوبے میں صنعتی ترقی کی شرح

. حکومت نے ترقی کی سست رفتاری کی وجہ مختلف بیرونی عوامل کو قرار دیا، جن میں 1965 اور 1971 کی جنگیں، خشک سالی کے ادوار، بنیادی ڈھانچے کی رکاوٹیں اور 1973 کا تیل کا بحران شامل ہیں۔ کے این راج نے دعویٰ کیا کہ زرعی شعبے میں سست ترقی نے خام مال کی سپلائی کو محدود کرنے اور صنعتی سامان کی مانگ کو محدود کر کے صنعتی ترقی کو روک دیا۔ ٹی این سری نواسن اور این ایس ایس نارائن نے دلیل دی کہ دوسرے مرحلے کے دوران حقیقی سرمایہ کاری میں نمایاں کمی، خاص طور پر پبلک سیکٹر میں، صنعتی ترقی کی شرح میں کمی کا باعث بنی۔ مزید برآں، پی پٹنائک اور ایس کے راؤ نے تجویز پیش کی کہ سرکاری سرمایہ کاری میں کمی کے بعد نجی سرمایہ کاری میں کمی، سرمایہ کاری کی ترغیبات کے نقصان کی وجہ سے ہوئی۔

21.3.3 تیسرا مرحلہ (Phase Third 1980-91)

اس مرحلے کو صنعتی بحالی کے مرحلے کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ 1980 کی دہائی میں صنعتی ترقی کی شرح میں بحالی کا مشاہدہ کیا گیا۔ اس عرصے میں صنعتی سرگرمیوں میں نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کا مشاہدہ کیا گیا، جس کی نشاندہی اس شعبے کو دوبارہ تخلیق کرنے کی کوششوں سے ہوئی۔ اس مرحلے میں ایسے اقدامات دیکھنے میں آئے جن کا مقصد صنعتی پیداوار اور مسابقت کو مضبوط کرنا تھا۔ چھٹے منصوبے کے دوران صنعتی ترقی 6% سے تجاوز کر گئی، جب کہ ساتویں منصوبے میں ٪8.5% تک غیر معمولی اضافہ دیکھا گیا۔ وجے ایل کیلکر اور راجیو کمار کے مطابق، یہ 1960 اور 1970 کی دہائی کے آخری نصف میں دیکھی گئی تقریباً ٪4% شرح نمو سے ایک قابل ذکر اضافے کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس دور میں مینوفیکچرنگ اور کیپٹل گڈز کے شعبوں میں بھی نمایاں بہتری دیکھنے میں آئی۔ کیمیکل اور کیمیائی مصنوعات کی صنعتوں نے 9% کی اوسط سالانہ ترقی کی شرح کا تجربہ کیا، جو مشین بنانے کے شعبے میں 4.47% کی شرح نمو سے بہتر ہے۔ مزید برآں، اسی مدت کے دوران لوہے اور اسٹیل، بنیادی دھاتیں اور مرکب دھاتیں، اور دھاتی مصنوعات میں بالترتیب صرف 5.15%، 4.94%، اور 3.95% کی شرح نمو ریکارڈ کی گئی۔

صنعتی شعبے کی بحالی کو ہندوستانی صنعتوں کی پیداواری صلاحیت میں اضافے سے منسوب کیا گیا۔ تصویر 21.3 اس مدت کے دوران

صنعتی ترقی کی شرح کو ظاہر کرتی ہے۔

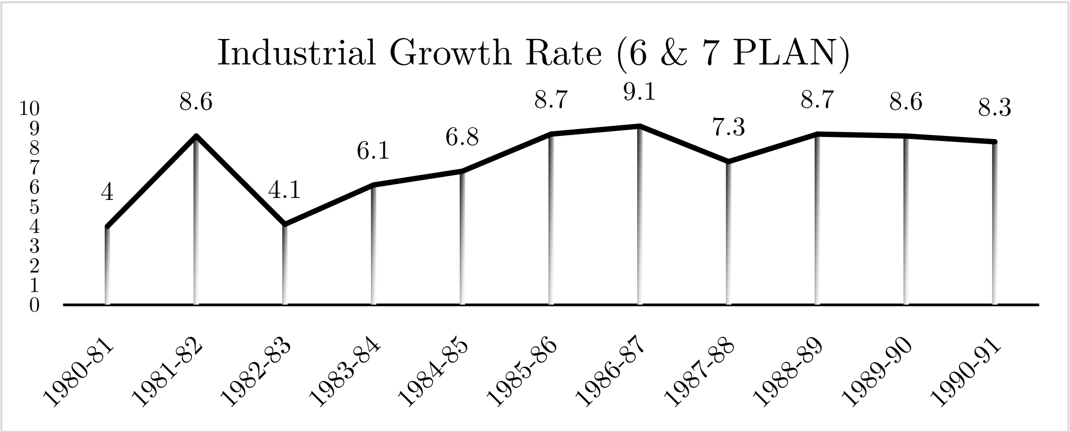

Source: Source: Ministry of Commerce, GOI

تصویر 21.1:(1980-1991) کے دوران صنعتی ترقی کی شرح

صنعتی بحالی میں اہم کردار ادا کرنے والے عوامل درج ذیل تھے۔

- بجٹ کے خسارے کو برقرار رکھنا جس کا مقصد ترقی کو فروغ دینا ہے۔
- معاشی سرگرمیوں کو تیز کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے وسیع پیمانے پر قرض لینا۔
- سرمایہ کاری کی سرگرمیوں کو فروغ دینا۔
- صنعتوں کے لیے قرض لینے کے لیے لبرل صنعتی شرحوں کا نفاذ کرنا۔
- حکومت کی طرف سے قائم کی گئی صنعتی اور تجارتی پالیسیوں کا لبرلائزیشن کرنا۔
- گھریلو رکاوٹوں میں کمی اور مسابقتی منڈیوں کی توسیع کرنا۔
- مکمل بیوروکریٹک کنٹرول کو آسان بنانا۔
- درآمد شدہ ٹیکنالوجی اور خام مال تک رسائی کی سہولت فراہم کرنا۔
- زرعی پیداوار میں بہتری جو سبز انقلاب سے منسوب ہے۔
- پائیدار سامان کی کھپت میں اضافہ۔
- سروس سیکٹر کی ترقی

21.3.4 چوتھا مرحلہ-پوسٹ ریفارم پیریڈ (Fourth Phase-Post Reform Period)

اس مرحلے میں صنعتی پسماندگی اور اتار چڑھاؤ کا مشاہدہ کیا گیا۔ 1991 کی اقتصادی اصلاحات کے بعد، ہندوستان صنعتی ترقی کے ایک نئے دور میں داخل ہوا۔ اس مرحلے میں لبرلائزیشن، پرائیویٹائزیشن اور گلوبلائزیشن کی پالیسی اختیار کی گئی۔ سال 1991 میں ہندوستان میں

اقتصادی لبرلائزیشن کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ صنعتی شعبے کی کارکردگی کو بڑھانے کے لیے اہم فیصلے کئے گئے۔ جن میں قابل ذکر اصلاحات مندرجہ ذیل ہیں۔

- صنعتی لائسنسنگ کا خاتمہ کیا گیا۔
- کاروبار شروع کرنے کے لیے طریقہ کار اور ریگولیٹری کی ضرورت کو آسان بنایا۔
- پبلک سیکٹر کے لیے مخصوص شعبوں میں کمی۔
- پبلک سیکٹر کے منتخب اداروں کی غیر سرمایہ کاری کی۔
- ہندوستانی فرموں میں سرمایہ کاری کے لیے غیر ملکی سرمایہ کاروں کو کھولنا۔
- تجارت اور شرح مبادلہ کی پالیسیوں کو لبرلائز کرنا۔
- کسٹمز اور ایکسائز ڈیوٹی میں معقولیت اور خاطر خواہ کمی۔
- کاروبار کو فروغ دینے کے لیے آمدنی اور کارپوریٹ ٹیکس میں کمی۔

صنعتی ترقی پر ان اصلاحاتی اقدامات کے اثرات کی وضاحت کرنے کے لیے اس مدت کو دو مرحلوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے۔

1. 1990 کی دہائی کا دورانیہ

صنعتی ترقی کا چوتھا مرحلہ نوے کی دہائی کے ابتدائی سالوں پر محیط ہے، جو 92-1991 سے 98-1997 تک پھیلا ہوا ہے۔ اس مختصر مدت کے دوران، ملک نے صنعتی پیداوار میں زبردست کمی کا سامنا کیا، جس کے بعد تیزی سے بحالی ہوئی۔ ملک کو سال 91-1990 میں 8.5 فیصد صنعتی ترقی کی شرح کے برعکس، 92-1991 میں 0.10 فیصد کی منفی شرح نمو کے ساتھ سکڑاؤ کا سامنا کرنا پڑا، جو کہ ایک اہم صنعتی بدحالی کی نشاندہی کرتا ہے۔ تاہم، 96-1995 تک اس میں ایک قابل ذکر اضافہ ہوا کیونکہ سالانہ ترقی کی شرح 11.7 فیصد تک بڑھ گئی۔ اس کے

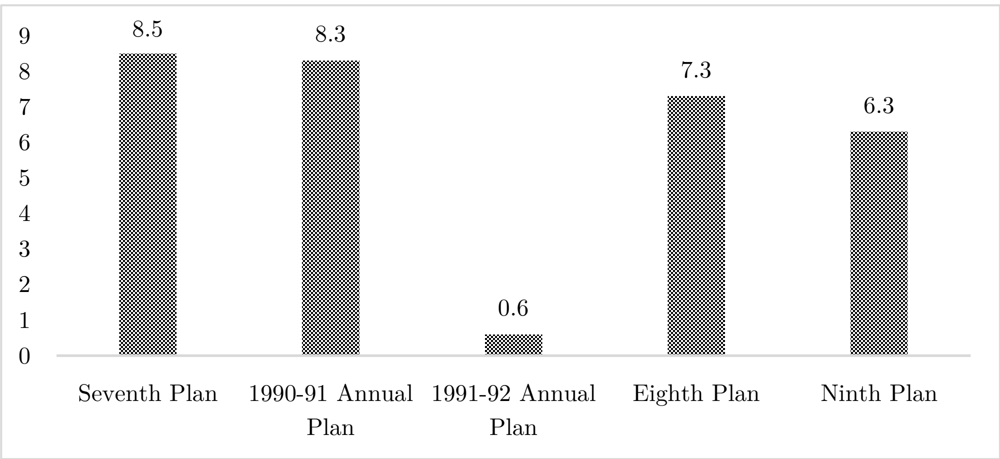

Source: Source: Ministry of Commerce, GOI

تصویر 21.4: 1990 کی دہائی کے دوران صنعتی ترقی کی شرح

بعد، 97-1996 میں صنعتی پیداوار میں 7.1 فیصد اور 98-1997 میں مزید 8.6 فیصد اضافہ ہوا۔

ان بہتریوں کے باوجود، نویں منصوبے میں ترقی کی شرح صرف 6.0 فیصد تک پہنچی، جو کہ 8.2 فیصد کی ہدف کی شرح سے نمایاں طور پر کم ہے۔ مزید برآں، اس شعبے نے نویں منصوبے کے آخری سالوں میں اپنی بدترین کارکردگی کا تجربہ کیا، جس میں شرح نمو 2 فیصد تک گر گئی تصویر 21.4، 1990 کی دہائی کے دوران صنعتی ترقی کی شرح کو ظاہر کرتی ہے۔

2. 2002–2011 کی مدت

نئے ہزاریہ کے عرصے سے، صنعتی شعبے میں قابل ذکر بحالی ہوئی ہے۔ دسویں اور گیارہویں دونوں منصوبوں میں صنعتی پیداوار میں خاطر خواہ ترقی ہوئی۔ ابتدائی طور پر دسویں منصوبے کے دوران صنعتی شعبے میں 5 فیصد کی شرح نمو دیکھی گئی۔ اس کے بعد کے سالوں میں ترقی کی رفتار تیز ہوئی 04-2003 میں 7%، 05-2004 میں 8%، اور 07-2006 میں 11% تک بڑھ گئی۔ دسویں منصوبے کی تکمیل کے دوران شرح نمو اوسطاً 8.2 فیصد رہی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ترقی کے اس اضافے کی قیادت مینوفیکچرنگ سیکٹر نے کی، جس میں کیپٹل گڈز کے شعبے میں نمایاں اضافہ دیکھا گیا، جو مجموعی اقتصادی ترقی کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

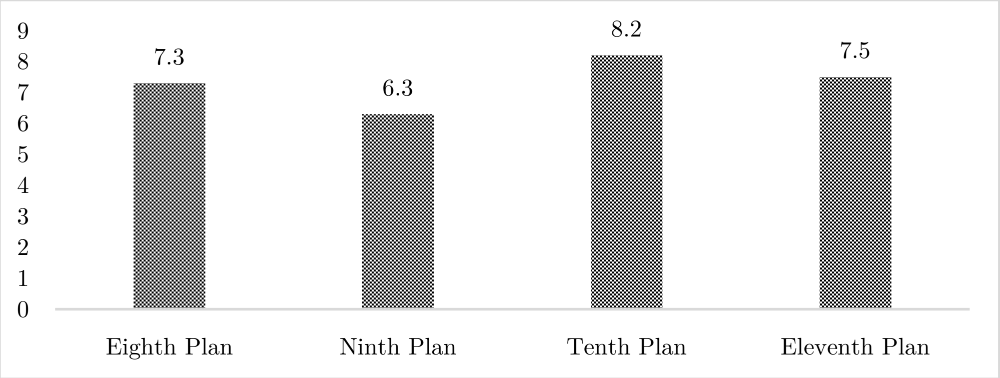

Source: Source: Ministry of Commerce, GOI

تصویر 21.2: آٹھویں سے گیارہویں منصوبے کے دوران صنعتی ترقی کی شرح

گیارہویں منصوبے کے دوران، صنعتی ترقی نے قابل ذکر اتار چڑھاؤ کا تجربہ کیا۔ 8 فیصد سے زیادہ ہونے والی مضبوط توسیع کے بعد، سال 09-2008 میں نمو 2.8 فیصد تک گر گئی، جس کی بڑی وجہ عالمی مالیاتی بحران ہے جس نے سال 2008 میں دنیا کو متاثر کیا۔ تاہم، سال 10-2009 میں بحالی شروع ہوئی اور صنعتی ترقی 10 فیصد کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ ناکامیوں کا سامنا کرنے کے باوجود، صنعتی ترقی نے سال 2010-11 میں ایک بار پھر 8.2 فیصد کی شرح حاصل کی۔ تصویر 21.4 آٹھویں سے گیارہویں منصوبے کے دوران صنعتی ترقی کی شرح کی نشاندہی کرتی ہے۔

3. 2011 کے بعد سے اب تک کا عرصہ:

12-2011 کے عرصے میں صنعتی ترقی اور پیداوار میں واضح کمی دیکھنے میں آئی جس کی وجہ مختلف عوامل ہیں جیسے:

- عالمی مالیاتی بحران کے بعد ترقی یافتہ مغربی ممالک سے برآمدات کی مانگ میں کمی۔

- گھریلو مانگ میں کمی۔
- RBI کا مسلسل بلند افراط زر کی سطح کے جواب میں اعلیٰ سود کی شرح کو بر قرار رکھنا۔
- سرمایہ کاری پر کم منافع کی وجہ سے نجی شعبے کی سرمایہ کاری میں کمی۔
- پبلک سیکٹر کے بینکوں کے بڑھتے ہوئے نان پرفارمنگ اثاثے (این پی اے)، جس کے نتیجے میں قرضے اور قرض دینے کی صلاحیتیں کم ہو رہی ہیں۔
- نجی شعبے کے ماضی کے منصوبوں کی ناکامی۔

سال 14-2013 سے 21-2020 تک مجموعی صنعتی ترقی (IIP) 5% سے بھی کم رہی تاہم وبائی امراض کے بعد کے عرصے میں اس نے کچھ بحالی دکھائی ہے۔ اقتصادی سروے 22-2021 اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ صنعتی شعبہ 21-2020 میں 7% سکڑاؤ سے 2021-22 میں 11.8% کی متاثر کن توسیع کی طرف واپس آ گیا ہے۔

21.4 صنعتی پیداوار میں رجحانات (Trends in Industrial Productivity)

نظام پیداکاری (Production System) میں، پیداواری (Productivity) کارکردگی کا اوسط پیمانہ ہے، جس کا حساب آؤٹ پٹ والیوم اور ان پٹ والیوم کے تناسب سے کیا جاتا ہے۔ یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ آمدنی پیدا کرنے کے لیے وسائل کو کس طرح مؤثر طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے۔ پیداواری صلاحیت پیداوار کی مقدار (Output) اور پیداواری عمل کے دوران استعمال ہونے والے وسائل (Inputs) کے درمیان تعلق کی عکاسی کرتی ہے۔

$$Productivity\ (P) = \frac{Output(O)}{Input\ (I)}$$

جہاں آؤٹ پٹ (O) کا مطلب پیداوار ہے جبکہ ان پٹ (I) کا مطلب ہے زمین، محنت، سرمایہ، انتظام وغیرہ ہے۔

پیداواری صلاحیت کو بنیادی طور پر تین اہم نقطہ نظر سے تشکیل دیا گیا ہے: معاشیات، صنعتی انجینئرنگ، اور انتظامیہ۔ معاشیات میں، صنعتی پیداواری صلاحیت کو عام طور پر لیبر کی پیداواری صلاحیت، سرمائے کی پیداواری صلاحیت، اور ٹوٹل فیکٹر پروڈکٹیوٹی (TFP) سے ماپا جاتا ہے۔ لیبر کی پیداواری صلاحیت فی کارکن یا فی یونٹ لیبر ٹائم کی پیداوار کی پیمائش کرتی ہے، جب کہ سرمائے کی پیداواری صلاحیت کا اندازہ انکریمنٹل کیپٹل آؤٹ پٹ ریشو (ICOR) سے کیا جاتا ہے۔ کم ICOR اعلیٰ صنعتی پیداواری صلاحیت کو ظاہر کرتا ہے۔ محنت اور سرمائے کی پیداوری دونوں صنعتی پیداواری صلاحیت میں جزوی بصیرت پیش کرتے ہیں۔ تاہم، ایک جامع تشخیص کے لیے، ہم کل فیکٹر پروڈکٹیوٹی (TFP) کا استعمال کرتے ہیں۔ ٹنبرجن (1942) نے کل فیکٹر پروڈکٹیوٹی (TFP) کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ پیداواری عمل میں استعمال ہونے والے تمام ان پٹس کی وزنی رقم میں شامل حقیقی قدر ہے۔

(The TFP is defined as the real value added to a weighted sum of all the inputs

used in the production process)-Tinbergen(1942)

کل فیکٹر پروڈکٹیوٹی (TFP) پیداواری صلاحیت اور وسائل کی کارکردگی کی پیمائش کے طور پر استعمال ہوتا ہے جو تکنیکی ترقی، وسائل کے بہتر استعمال، سیکھنے کے منحنی خطوط (Learning Curves) اور بہتر ان پٹ معیار وغیرہ جیسے عوامل کے اثرات کا احاطہ کرتا ہے۔

مجموعی طور پر، منصوبہ بندی کے ادوار کے دوران صنعتی شعبے کی کارکردگی کو معتدل حوصلہ افزا قرار دیا جا سکتا ہے۔ تاہم، شعبے کی کارکردگی کا جامع جائزہ لینے کے لیے، پیداکاری (Production) کے اعداد و شمار کے ساتھ، صنعتی پیداواری (Productivity) کے رجحانات پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔ سال 06-2005 کا اقتصادی سروے اقتصادی ترقی کے لیے وسائل کی کارکردگی اور پیداواری صلاحیت کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ ایک خاص حد سے آگے بڑھتے ہوئے وسائل کے استعمال سے منافع میں کمی آتی ہے۔ لہٰذا، زیادہ وسائل کے استعمال سے بہتر، وسائل کی کارکردگی اور پیداواری صلاحیت کو بڑھانا پائیدار اقتصادی ترقی کے لیے بہت ضروری ہے۔

یہ حصہ اصلاح سے پہلے اور اصلاح کے بعد کے دور میں ہندوستان میں ٹوٹل فیکٹر پروڈکٹیوٹی (TFP) کا جائزہ لیتا ہے۔ TFP کی نمو کا تخمینہ لگانے کے لیے منصوبہ بندی کی مدت کے دوران مختلف ماہرین اقتصادیات نے مطالعہ کیا۔ تاہم، مختلف وقتی ادوار اور تجزیہ کردہ مجموعوں کی وجہ سے نتائج وسیع پیمانے پر مختلف تھے۔ کچھ نے بڑے پیمانے پر رجسٹرڈ مینوفیکچرنگ پر توجہ مرکوز کی تو کچھ نے تمام رجسٹرڈ مینوفیکچرنگ پر، اور کچھ مینوفیکچرنگ اور بجلی پر۔ مختلف طریقہ کاروں کے استعمال سے بھی نتائج میں اختلافات ہو سکتا ہے۔ وسیع طور پر، یہ مطالعہ مندرجہ ذیل نتائج اخذ کرتا ہے:

- کل فیکٹر پروڈکٹیوٹی کے رجحانات (TFP) ہندوستانی صنعتی شعبے کے اندر ترقی کو ظاہر کرتے ہیں۔
- اصلاح سے پہلے کی مدت کے مقابلے میں اصلاح کے بعد کی مدت میں کل فیکٹر پروڈکٹیوٹ (TFP) کی ترقی میں کمی آئی ہے۔

دو مطالعات کے نتائج، بلنٹ یونیل (2003) اور ٹاٹا سروسز لمیٹڈ (2003)، اس دوسرے مشاہدے کو چیلنج کرتے ہیں۔ یونیل کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ مجموعی مینوفیکچرنگ میں TFP کی اوسط سالانہ ترقی کی شرح اصلاحات سے پہلے کی دہائی (80-1979) سے (91-1990) کے دوران 1.8 فیصد سالانہ تھی، جو 92-1991 سے 98-1997 تک 2.5 فیصد سالانہ تک بڑھ گئی۔ اس کے برعکس، ٹاٹا سروسز لمیٹڈ (Tata Services Limited–TSL) نے اصلاح سے پہلے کی مدت کے لیے مینوفیکچرنگ میں کل فیکٹر پروڈکٹیوٹی (TFP) کی اوسط سالانہ شرح نمو کا تخمینہ 0.68 فیصد لگایا، جو کہ اصلاح کے بعد کی مدت (94-1993 سے 2000-1999) میں بڑھ کر 0.97 فیصد ہو گیا۔ بشواناتھ گولڈرز (2004) ان دونوں مطالعات کا تنقیدی جائزہ پیش کرتا ہے اور ان کے طریقہ کاروں کی خامیوں کو اجاگر کرتا ہے۔ گولڈر کے نتائج اصلاحات کے بعد کے عرصے کے دوران صنعتی پیداواری نمو میں کمی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ گولڈر کی اپنی تحقیق کے مطابق کل فیکٹر پروڈکٹیوٹی (TFP)، اصلاحات سے پہلے کی دہائی (80-1979 سے 91-1990) کے دوران مجموعی مینوفیکچرنگ میں اوسط

سالانہ شرح نمو2.14 فیصد تھی۔ تاہم، 92-1991 سے 98-1997 تک اس کے بعد کے عرصے میں یہ تعداد نمایاں طور پر کم ہو کر 1.0 فیصد سالانہ رہ گئی۔

گولڈر نے ٹاٹا سروسز لمیٹڈ (TSL) مطالعہ میں اہم تکنیکی خرابیوں کی بھی نشاندہی کی۔ ان غلطیوں کو درست کر کے اور اسی طریقہ کار کو لاگو کرتے ہوئے، گولڈر کل فیکٹر پروڈکٹیویٹی (TFP) کی اوسط سالانہ شرح نمو میں قابل ذکر کمی کو ظاہر کرتا ہے۔ خاص طور پر، یہ شرح اصلاحات سے پہلے کی دہائی (81-1980 سے 91-1990) کے دوران 0.92 فیصد سے کم ہو کر اصلاح کے بعد کی دہائی (92-1991 سے 2000-1999) کے دوران 0.65 فیصد رہ گئی۔

غرض ہم یہ خلاصہ کر سکتے ہیں کہ اصلاح کے بعد کے دور میں صنعتی پیداواری ترقی کی شرح میں اصلاحات سے پہلے کی دہائی کے مقابلے میں واضح کمی واقع ہوئی ہے۔ یہ رجحان تشویشناک ہے اور اس رجحان کو ختم کرنے کے لیے اقدامات شروع کرنے کی ضرورت ہے۔ ریاستی سطح پر، کئی مطالعات سے پتہ چلتا ہے کہ کرناٹک، اتر پردیش، اور مدھیہ پردیش نے مجموعی مینوفیکچرنگ سیکٹر کے اندر کل فیکٹر پروڈکٹیویٹی (TFP) کی بلند ترین سطح کی نمائش کی، جب کہ گجرات، بہار، اور راجستھان نے سب سے کم سطح درج کی ہے۔

اگرچہ اہم پیش رفت ہوئی ہے، لیکن ہندوستان کو اب بھی کچھ چیلنجوں کا سامنا ہے جو ہندوستان میں اس کی صنعتی پیداوار اور پیداواری صلاحیت میں رکاوٹ ہیں۔ ان چیلنجوں میں بنیادی ڈھانچے کی رکاوٹیں، زیادہ ٹیکس کا بوجھ، بدعنوانی، ہنر کا فرق، ضوابط وغیرہ شامل ہیں۔ ان چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے، ہندوستانی حکومت کو بنیادی ڈھانچے کو بڑھانے، ٹیکسوں کے بوجھ کو کم کرنے، بدعنوانی کا مقابلہ کرنے، اور ہنر کی ترقی میں سرمایہ کاری کو فروغ دینے کو ترجیح دینی چاہیے۔ ان اقدامات کو نافذ کرنے سے ہندوستان میں صنعتی ترقی کے لیے زیادہ سازگار ماحول پیدا ہوگا۔ مزید برآں، حکومتی اقدامات کے ساتھ ساتھ، کاروباری اداروں کو مسابقت اور ملازمت کی تخلیق کو بڑھانے کے لیے جدت اور ٹیکنالوجی میں سرمایہ کاری کرنی چاہیے۔ ہندوستان کا صنعتی شعبہ تزویراتی پالیسیوں اور سرمایہ کاری کے ذریعے مستقبل میں تیز رفتار ترقی کی امید افزا صلاحیت رکھتا ہے۔ ترقی کی یہ رفتار نہ صرف روزگار کے مواقع پیدا کرے گی بلکہ معاشی ترقی کو بھی تحریک دے گی جس سے غربت میں بھی کمی آئے گی۔ حکومت اور کاروباری کوششوں کے علاوہ، سرمایہ کاری اور علم کے تبادلے کے لیے بین الاقوامی شراکت داروں کے ساتھ تعاون سے ہندوستان کی صنعتی ترقی کی کوششوں کو مزید فروغ مل سکتا ہے، وسیع تر اقتصادی انضمام اور پائیدار ترقی میں سہولت فراہم کی جا سکتی ہے۔

21.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا اس قابل ہیں کہ:

- اقتصادی ترقی کے عمل میں صنعت کاری کی اہمیت کا اندازہ لگائیں اور صنعت کاری کے ذریعے فروغ پانے والے کلیدی شعبوں کی نشاندہی کریں۔
- ہندوستان کی اقتصادی ترقی میں بڑی صنعتوں کی اہم شراکت پر روشنی ڈال سکیں۔

- آزادی کے بعد سے ہندوستان میں صنعتی پیداوار اور پیداوری کی رجحانات کو سمجھیں۔

21.6 فرہنگ (Glossary)

صنعت کاری :Industrialization- زرعی یا وسائل پر مبنی معیشت سے ہٹ کر میکانائزڈ مینوفیکچرنگ پر مبنی معیشت کی طرف تبدیلی۔

انکریمنٹل کیپٹل آؤٹ پٹ ریشو

:ICOR- انکریمنٹل کیپیٹل اور آؤٹ پٹ کے درمیان تناسب۔ یہ اس کی عکاسی کرتا ہے کہ پیداوار کی ایک اور اکائی پیدا کرنے کے لیے سرمائے کی کتنی اکائیاں درکار ہیں۔

ٹرکل ڈاؤن اثر :Trickle Down Effect- وہ عمل جس کے ذریعے معاشی ترقی سے حاصل ہونے والے معاشی فوائد پورے معاشرے میں گزرتے ہیں اور آخر کار جامع ترقی کو جنم دیتے ہیں۔

ٹوٹل فیکٹر پروڈکٹیویٹی :TFP- ایک معاشی تصور جو بڑھتی ہوئی پیداوار کے اس حصے کو بیان کرتا ہے جس کی وضاحت بڑھتے ہوئے سرمائے یا لیبر ان پٹ سے نہیں کی جاسکتی اور اس طرح اسے آپریشنل کارکردگی کا ایک پیمانہ سمجھا جاتا ہے۔ TFP کو Solow Residual کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

21.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

21.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ہندوستان کی منصوبہ بندی میں مہالانوبس کا منصوبہ کا ان میں سے کس کے ساتھ منسلک ہے؟

(a) پہلا پانچ سالہ منصوبہ (b) دوسرا پانچ سالہ منصوبہ

(c) تیسرا پانچ سالہ منصوبہ (d) چوتھا پانچ سالہ منصوبہ

2. مندرجہ ذیل میں سے کون سا ہندوستان میں صنعتی شعبے کے بارے میں درست ہے؟

(a) یہ ہندوستان کی جی ڈی پی میں 15% سے بھی کم حصہ ڈالتا ہے۔

(b) یہ ہندوستان کی افرادی قوت کو صرف 10% ملازمت فراہم کرتا ہے۔

(c) یہ آزادی کے بعد سے جمود کا شکار ہے۔

(d) یہ نمایاں طور پر پھیل چکا ہے اور اب ہندوستان کی جی ڈی پی میں 27.5 فیصد کا حصہ ڈالتا ہے۔

3. درج ذیل میں سے کون سی صنعت پبلک سیکٹر سے تعلق رکھتی ہے؟

(a) جے کے سیمنٹ (b) ٹاٹا آئرن اینڈ اسٹیل پلانٹ

(c) بوکارو آئرن اینڈ اسٹیل پلانٹ (d) ریمنڈز سنتھیٹکس

4. مندرجہ ذیل میں سے کون سی صارفی صنعت ہے؟

(a) پیٹرو کیمیکل (b) لوہا اور فولاد

(c) چترنجن لوکوموٹیوز (d) شوگر انڈسٹری

5. اقتصادی ترقی کے ساتھ ساتھ، قومی آمدنی میں صنعتوں کا حصہ ------ ہے۔

(a) بڑھتا ہے (b) کم ہو جاتا ہے

(c) دونوں (a) اور (b) (d) ساکن رہتا ہے

6. 1950 کی دہائی کے شروع میں اشیائے خورد و نوش کی صنعتوں اور پیداواری سامان کی صنعتوں کا تناسب کیا تھا؟

(a) 60:30 (b) 70:30

(c) 50:50 (d) 62:38

7. پہلے پانچ سالہ منصوبے کے موقع پر ہندوستان میں صنعتی ترقی کا غالب شعبہ کون سا تھا؟

(a) کیپٹل گڈز سیکٹر (b) اشیائے صرف کا شعبہ

(c) سروس سیکٹر (d) زرعی شعبہ

8. ہندوستان میں 1980 کی دہائی میں صنعتی ترقی کی کیا خصوصیات تھیں؟

(a) جمود (Stagnation) (b) پستی (Decline)

(c) بحالی (Recovery) (d) بوم (Boom)

9. 1980 کی دہائی کے دوران صنعتی شعبے کی بحالی کا ایک اہم مشاہدہ کیا تھا؟

(a) پیداواری صلاحیت میں کمی (b) پیداواری صلاحیت میں اضافہ

(c) پیداواری صلاحیت میں جمود (d) پیداواری صلاحیت سے غیر متعلق

10. 1950 کی دہائی کے شروع میں صنعتی شعبے میں پسماندگی کی ایک اہم وجہ کیا تھی؟

(a) ہنر مند لیبر کی کمی (b) ناقص انفرااسٹرکچر

(c) حکومتی تعاون کی عدم موجودگی (d) صنعتی مصنوعات کی کم مانگ

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	b	d	c	d	a	d	b	c	b	c

21.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. روزگار پیدا کرنے اور بین الاقوامی تجارت پر اس کے اثرات کو اجاگر کرتے ہوئے، ہندوستان میں صنعتی ترقی کے کردار پر تبادلہ خیال

کریں۔

.2 معیشت کے لیے ان کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے ہندوستان میں روایتی صنعتوں کی شناخت اور ان پر تبادلہ خیال کریں۔

.3 ملک میں اقتصادی منصوبہ بندی کے پہلے مرحلے نے صنعتی ترقی کی بنیاد کیسے رکھی، خاص طور پر ابتدائی تین پانچ سالہ منصوبوں کے نفاذ کے حوالوں کے ذریعے ظاہر کریں۔

.4 1965 سے 1980 تک ہندوستان کی صنعتی ترقی کے دوسرے مرحلے پر بحث کریں۔

.5 ہندوستان میں صنعتی پیداواری رجحانات کی وضاحت کریں۔

21.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

.1 اقتصادی ترقی کے عمل میں صنعتوں کے کردار کی وضاحت کریں۔

.2 ہندوستان میں کون سی اہم صنعتیں ہیں جو ہندوستان کی اقتصادی ترقی میں حصہ ڈالتی ہیں؟

.3 چوتھا مرحلہ، جسے عام طور پر پوسٹ ریفارم پیریڈ کہا جاتا ہے، کس طرح نوے کی دہائی میں ہندوستان کے صنعتی منظر نامے میں ایک اہم تبدیلی کا نشان بنا؟

21.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Elizabethrani, R. (2019). Contribution of Industries in the Economic Development of India and Recommendations of New Industrial Policies. *Shanlax International Journal of Economics, 7*(4), 57-65.

2. Kapila, U. (2022). *Indian Economy: Performance and Policies* (23rd ed.). Academic Foundation.

3. Puri, V. K., Misra, S. K., & Garg, B. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.

اکائی 22: صنعتی ترقی کے مسائل، پبلک سیکٹر کا کردار اور کارکردگی

(Problems of Industrial Development, Role and Performance of Public Sector)

اکائی کے اجزا:

22.0 تمہید(Introduction)

22.1 مقاصد(Objectives)

22.2 ہندوستان میں صنعتی ترقی کے مسائل
(Problems of Industrial Development in India)

22.3 پبلک سیکٹر کا کرداکار اور کارکردگی(Role and Performance of Public Sector)

22.3.1 پبلک سیکٹر کی ضرورت اور مقاصد

22.3.2 پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کا کردار(Role of Public Sector Enterprises)

22.3.3 پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کی کارکردگی(Performance of Public Sector Enterprises)

22.4 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

22.5 فرہنگ(Glossary)

22.6 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

22.6.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

22.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

22.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

22.7 تجویز کردہ اکتسابی مواد(Suggested Learning Resources)

22.0 تمہید (Introduction)

آج ہندوستان تیزی سے عالمی سطح پر ایک ضروری صنعتی مرکز کے طور پر ابھر رہا ہے اور اس کی ترقی کا زیادہ تر حصہ پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کی موجودگی اور شراکت سے منسوب ہے۔ ان اداروں کی براہ راست نگرانی اور فنڈنگ ملک کی مرکزی اور ریاستی حکومتیں کرتی ہیں اور یہ ملک کی معیشت کو فروغ دینے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ تاہم، ہندوستان کی صنعتی ترقی تشویش کا موضوع بنی ہوئی ہے۔ چین کے مقابلے میں ہندوستان کے صنعتی شعبے کا جی ڈی پی میں حصہ بہت کم ہے۔ مثال کے طور پر، 2019 میں، چین کے صنعتی اور مینوفیکچرنگ کے شعبوں کا جی ڈی پی میں بالترتیب 39 فیصد اور 27 فیصد حصہ تھا، جب کہ ہندوستان کے اعداد و شمار 25 فیصد اور 14 فیصد تھے۔ اس سال دونوں ممالک میں کل روزگار کے یکساں تناسب کے باوجود (چین کے لیے 27 فیصد اور ہندوستان کے لیے 25 فیصد)، مؤخر الذکر اعداد و شمار ہندوستان کے صنعتی منظرنامے کی نسبتاً کم پیداواری صلاحیت کو واضح کرتا ہے۔ صنعت کاری کے لیے پالیسی ترجیح کے باوجود اس شعبے کو مختلف محاذ پر بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے اس باب میں صنعتی شعبے کو درپیش بنیادی مسائل اور پبلک سیکٹر کے اداروں کی ضرورت اور کردار پر روشنی ڈالی جائے گی۔

22.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے درج ذیل مقاصد ہیں:

- ہندوستان میں صنعتی ترقی سے جڑے مسائل کی نشاندہی اور تجزیہ کرنا۔
- پبلک سیکٹر کی اہمیت کو سمجھنا اور ہندوستان کی معیشت میں اس کے اہم کردار کو تسلیم کرنا۔
- ہندوستان میں پبلک سیکٹر کی کارکردگی کا جائزہ لینا۔

22.2 ہندوستان میں صنعتی ترقی کے مسائل (Problems of Industrial Development in India)

ہندوستان کو آزادی کے وقت صنعتی طور پر پسماندہ معیشت ورثے میں ملی تھی۔ آزادی کے بعد ترقی اور علاقائی ترقی کے حصول کے لیے صنعت کاری کے عمل کو تیز کرنے کے لیے پالیسی سازی میں کئی کوششیں کی گئیں۔ ابتدائی سالوں میں صنعتی شعبے کو حکومت کے سخت ضابطوں کے ذریعے کنٹرول کیا جاتا تھا۔ 1990 کی دہائی کے شروع میں نافذ کی گئی اصلاحات کے باوجود، جن کا مقصد ہندوستانی صنعت کو پہلے کے سخت کنٹرول سے آزاد کرنا تھا، اس کی کارکردگی سست رہی ہے۔ نہ صرف ہندوستانی صنعت چین سے نمایاں طور پر پیچھے ہے، بلکہ دیگر ترقی پذیر ممالک کے مقابلے میں بھی کم ہے۔ اصلاحات کے بعد کے دور میں قومی سطح پر صنعت کا مجموعی جمود صنعتی پیداوار اور روزگار سے متعلق ریاستوں کے حصص اور درجہ بندی میں جمود سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہندوستان میں صنعتی ترقی سے وابستہ مسائل پر ذیل میں تبادلہ خیال کیا گیا ہے۔

1. تاریخی مسائل

ہندوستان کو آزادی کے وقت پسماندہ اور روایتی صنعتی سیٹ اپ وراثت میں ملا تھا جو کہ آزادی سے پہلے کے دور میں معذور تھا۔ انگریزوں نے ملک کے وسائل کا استحصال کیا اور اپنے ہی ملک میں مینوفیکچرنگ کے بڑے عمل کو ترجیح دی۔ انہوں نے صنعتی شعبے میں بڑی سرمایہ کاری نہیں کی اور ہندوستان میں کیپٹل گڈز کی صنعتیں بنانے میں ناکام رہے۔ اس لیے حکومت نے آزادی کے وقت صنعت کاری کا عمل نئے سرے سے شروع کیا جو کئی سالوں تک پسماندہ رہا اور ترقی یافتہ ممالک کی قائم شدہ صنعتوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ آزادی کے بعد منصوبہ بندی کے دور نے صنعت کاری کو بہت زیادہ ترجیح دی لیکن حکومت کے پاس دستیاب محدود وسائل اس کی بنیادوں کو تیزی سے نہیں بڑھا سکے۔

2. اہداف اور کامیابیوں کے درمیان فرق

جب کہ صنعتی شعبہ 1980 کی دہائی کے دوران اپنے ترقی کے اہداف کو پورا کرنے میں کامیاب رہا، پچھلی منصوبہ بندی کے ادوار میں مقررہ اہداف کے مقابلے کامیابیوں میں مسلسل کمی دیکھی گئی۔ تجزیہ بتاتا ہے کہ لبرلائزیشن سے پہلے ہر منصوبہ بندی کے مرحلے کے دوران صنعتی ترقی میں اوسطاً 20 فیصد کی کمی واقع ہوئی۔ 1991 سے پہلے کے اس تجربے پر غور کرتے ہوئے، راکیش موہن نے نوٹ کیا کہ تین سے چار دہائیوں کے دوران اوسط صنعتی ترقی کی شرح تقریباً 6.2 فیصد رہی، جو کہ متوقع 8.0 فیصد تھی۔ پرائمری اور ترتیری (tertiary) شعبوں میں وابستہ نمو میں فیکٹرنگ، یہ کمی اسی مدت کے دوران فی کس جی این پی میں تخمینہ 1.2 سے 1.4 فیصد کم سالانہ نمو کے مقابلے میں ہے۔

3. درمیانی شعبے کی عدم موجودگی

درمیانی شعبے (Middle Sector) کی عدم موجودگی ہندوستانی صنعت کا ایک اہم مسلہ ہے۔ دونوں چھوٹے کاروباری ادارے (6 سے 9 کارکنوں کو ملازمت دینے والے) اور بڑے ادارے (500 سے زائد کارکنان کو ملازمت دینے والے) آبادی کے بڑے حصے کو روزگار فراہم کرتے ہیں اور درمیانے درجے کے کاروباری ادارے نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ رجحان 85-1984 کے اعدادوشمار میں واضح ہے، جہاں 40.3 فیصد کارکن چھوٹے اداروں میں اور 30.2 فیصد بڑے اداروں میں ملازم تھے۔ اصلاحات کے بعد کی مدت میں لبرلائزیشن کے نفاذ اور صنعتی شعبے میں اصلاحات کے پیکج کے باوجود، اس طرز میں تقریباً کوئی تبدیل نہیں ہوئی ہے۔ جیسا کہ دیپک مزومدار اور سندیپ سرکار (Deepak Mazumdar and Sandeep Sarkar) نے بحث کی ہے، "گمشدہ مڈل سیکٹر" کا تصور چھوٹی فرموں کی ترقی اور انٹرپرینیورشپ کے فروغ میں کمی کو واضح کرتا ہے۔ یہ دلیل دی جاسکتی ہے کہ مختلف جغرافیائی اور اقتصادی خطوں میں کاروباری اور صنعتی ٹیکنالوجی کے پھیلاؤ کا انحصار درمیانے درجے کے کاروباری اداروں کے ابھرنے پر ہوتا ہے، جو چھوٹی اکائیوں کی ترقی کے لیے راستہ فراہم کرتے ہیں۔ مزید برآں، مزومدار اور سرکار کے تجزیہ کے مطابق وسیع تر صنعتی ڈھانچے میں درمیانے درجے کے کاروباری اداروں کی محدود شمولیت مارکیٹ کی تقسیم کی حمایت اور حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ صنعتی مصنوعات کی مارکیٹ کم آمدنی والے صارفین کے لیے کم معیار کی اشیا میں تقسیم ہوتی ہے، جو چھوٹے مقامی پروڈیوسروں سے حاصل کی جاتی ہے، اور اعلیٰ معیار کے طبقے جو کہ محدود تعداد میں متمول صارفین کو

نشانہ بناتے ہیں۔ مارکیٹ کا یہ ٹوٹا تیار شدہ اشیائے صرف کے لیے بڑے پیمانے پر منڈیوں کی ترقی میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔

4. پبلک سیکٹر کی کارکردگی

منصوبہ بندی کی مدت کے دوران، پبلک سیکٹر میں قابل ذکر توسیع ہوا۔ تاہم، پبلک سیکٹر کی کارکردگی نے کافی تشویش کو جنم دیا۔ یہ واضح ہے کہ ان اکائیوں کا صرف اور صرف منافع کی بنیاد پر جائزہ لینا ناکافی ہے، کیونکہ ان کا مقصد وسیع تر سماجی و اقتصادی مقاصد کو پورا کرنا ہے۔ بہر حال، ان اداروں میں کافی نقصانات کا جمع ہونا فوری تدارک کے اقدامات کا مطالبہ کرتا ہے۔ ان پر مسلط کردہ غیر منافع بخش قیمتوں کی پالیسیوں نے مؤثر طریقے سے نجی شعبے کو بالواسطہ سبسڈی فراہم کی، جس کے نتیجے میں سرکاری خزانے کی قیمت پر نجی شعبے کے منافع میں اضافہ ہوا۔

5. پیداواری صلاحیت کا کم استعمال

بہت سی صنعتیں اپنی صلاحیتوں کو نمایاں طور پر کم استعمال کرتی ہیں۔ "صلاحیت" کو درست طریقے سے بیان کرنے میں درپیش چیلنجوں کے نتیجے میں ہندوستانی صنعتوں میں کم استعمال (Underutilization) کے تخمینوں میں وسیع فرق ہے، جو کہ 20 سے 30 فیصد سے لے کر 60 سے 70 فیصد تک بتایا جاتا ہے۔ تاہم، عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ متعدد ہندوستانی صنعتوں میں استعمال کی اوسط سطح تقریباً 50 سے 60 فیصد کے درمیان اتار چڑھاؤ آتا ہے۔ اس صورتحال کی وجوہات میں تکنیکی رکاوٹیں، خام مال کی قلت، بجلی کی بار بار بندش، حکومتی پالیسیاں، مزدوروں کے تنازعات، اور طلب میں اتار چڑھاؤ، اور دیگر عوامل شامل ہیں۔

6. صنعتی ترقی میں علاقائی عدم توازن (Regional imbalances)

ہندوستان میں صنعتی ترقی بنیادی طور پر کچھ ہی ریاستوں میں نمایاں رہی ہے اور دوسری کئی ریاستیں پیچھے رہ گئی ہیں۔ مثال کے طور پر، 18-2017 میں، مہاراشٹر، گجرات، کرناٹک، اور تمل ناڈو کا اکیلے ملک کے کل کارخانوں کا 42.9 فیصد، سرمایہ کاری کا 46.5 فیصد، اور صنعتی شعبے کی پیداوار کا 39.3 فیصد حصہ تھا۔ اقتصادی اور صنعتی ترقی کے درمیان قریبی تعلق کو دیکھتے ہوئے، یہ واضح ہے کہ اقتصادی طور پر کئی پسماندہ ریاستوں کو ترقی کے عمل سے بڑی حد تک نظر انداز کیا گیا جب کہ بہار، اڈیشہ اور مدھیہ پردیش میں اہم سرمایہ کاری کی گئی، ترقی کے متوقع فوائد حاصل نہیں ہو سکے، جس سے ان ریاستوں کے بڑے حصے ترقی سے اچھوتے رہ گئے۔ ان علاقوں کی ترقی کے لیے پچھلی اسکیمیں غیر موثر ثابت ہوئیں۔ ان کم ترقی یافتہ خطوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے بجائے، کیپٹل سبسڈی اور مالی مراعات کو ترقی یافتہ ریاستوں کے اندر پہلے سے خوشحال علاقوں کی طرف موڑ دیا گیا۔ اس رجحان کو درست کرنے اور تمام ریاستوں میں مساوی ترقی کو یقینی بنانے کے لیے فوری کارروائی کی ضرورت ہے۔

7. بنیادی ڈھانچے کی رکاوٹیں

صنعتی ترقی کی راہ میں ایک اہم رکاوٹ ناکافی انفرااسٹرکچر اور انفرااسٹرکچر سے وابستہ زیادہ اخراجات ہیں، خاص طور پر بجلی اور نقل و حمل میں۔ کوئلے کی سپلائی مسلسل طلب سے کم رہتی ہے، جس کی وجہ سے بجلی کی قلت ہوتی ہے، جب کہ گیس کی کمی پیداوار کے نقصان کو

مزید بڑھا دیتی ہے۔ ہندوستان کا ٹرانسپورٹ نیٹ ورک صلاحیت اور معیار میں محدود ہے، خاص طور پر اہم اقتصادی مراکز کو جوڑنے والے بین ریاستی ایکسپریس ویز کی عدم موجودگی۔ سڑکوں کی خراب صورتحال اور ہجوم کے نتیجے میں ٹرک اور بس کی رفتار صرف 40-30 کلومیٹر فی گھنٹہ ہے، جو متوقع شرح سے نصف ہے۔ مزید برآں، ہائی ڈینسٹی ریل کوریڈورز (railway corridors) کو صلاحیت کی شدید رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بنیادی ڈھانچے کی یہ کمی نہ صرف صنعتی ترقی کو روکتی ہے بلکہ بدلتے ہوئے عالمی اقتصادی ماحول میں ہندوستانی صنعتوں کی مسابقت کو بھی کم کرتی ہے۔

8. صنعتی ناکارہ پن

بہت سی صنعتیں ناکارہ پن کا شکار ہوتی ہیں جو اکثر انتظامیہ کے ناقص طریقوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ جیسا کہ چھٹے پانچ سالہ منصوبے (85-1980) میں روشنی ڈالی گئی ہے، کہ صنعتی ترقی کے پیٹرن کی، لاگت کے حوالے سے، مؤثر طریقے سے رہنمائی نہیں کی گئی۔ بین الاقوامی مسابقت سے تحفظ کے تحت، صنعتیں اکثر بہترین صلاحیتوں پر کام نہیں کرتیں جو ایک اعلیٰ لاگت والے صنعتی فریم ورک کے ظہور کا باعث بنتی ہیں۔ مزید یہ کہ تکنیکی ترقی اور مصنوعات کے معیار میں اضافہ پر ناکافی توجہ دی گئی ہے۔ یہ عوامل بعض صنعتوں میں ناکارہ پن کے پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

9. غیر ملکی مسابقت

ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (WTO) کے ایک بانی رکن کے طور پر، ہندوستان نے تمام درآمدی مقدار کی پابندیاں ہٹا دی ہیں، جس سے مسابقت میں شدت پیدا ہونے کی راہ ہموار ہوئی ہے۔ اس تبدیلی نے متعدد صنعتی یونٹوں کو بند ہونے پر مجبور کیا، خاص طور پر چھوٹے پیمانے پر جو وسائل سے مالامال کثیر القومی کارپوریشنوں کے مقابلے کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں جو جدید ٹیکنالوجی کی حامل ہیں۔ یہاں تک کہ پرائیویٹ سیکٹر کی بڑی کمپنیاں بھی ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کے خلاف جدوجہد کر سکتی ہیں مگر بنیادی اور کیپٹل گڈز کی صنعتوں کو دھچکے کا سامنا کرنا پڑ سکتا۔ صنعتوں کو قیمت اور معیار دونوں محاذوں پر غیر ملکی اشیاء کے ساتھ مقابلہ کرنے کے چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مثال کے طور پر، بارہویں پانچ سالہ منصوبہ، چین سے شدید مسابقت کی وجہ سے ہندوستان کے کیپٹل گڈس سیکٹر کے کٹاؤ کو نمایاں کرتا ہے۔ مشین ٹولز اور پاور جنریشن آلات جیسے شعبوں میں چین سے درآمدات ملکی ضروریات کا تقریباً دو تہائی حصہ ہیں اور مزید بڑھ رہا ہے۔ جس کی وجہ چینی کرنسی کی مصنوعی طور پر قدر میں کمی، حکومتی مراعات جیسے ٹیکس فوائد اور سبسڈیز، کم شرح سود، آسان لیبر قوانین، اور اعلیٰ انفرااسٹرکچر، اور مارکیٹ پر غالب ہیں۔ سستی چینی اشیاء کی اس آمد نے ہندوستانی صنعتوں کے لیے مقابلہ کرنا مشکل بنا دیا۔ مزید یہ کہ، ہندوستانی صنعت کاروں کو بہت سارے ٹیکسوں اور ڈیوٹیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو ان کی قیمتوں کو متاثر کرتے ہیں۔ چین کی صنعتی حکمت عملی، جیسا کہ منصوبے میں مشاہدہ کیا گیا ہے، ہندوستان کی کوششوں سے آگے نکل گئی ہے لہٰذا گھریلو مسابقت کو بڑھانے کے لیے اسٹریٹجک مداخلت کی ضرورت ہے۔

22.3 پبلک سیکٹر کا کردار اور کارکردگی (Role and Performance of Public Sector)

صنعتی پالیسی ریزولوشن 1948 اور 1956 نے پبلک سیکٹر کو ہندوستان کی معیشت میں ایک اہم کردار تفویض کیا۔ آزادی کا وقت،

ہندوستان پسماندگی کے چیلنجوں سے دوچار تھا جیسے بنیادی طور پر کمزور صنعتی بنیاد کے ساتھ زرعی معیشت، وسیع پیمانے پر بے روزگاری، کم سے کم بچت اور سرمایہ کاری، اور بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کا فقدان تھا۔ ان حالات کے پیش نظر ہندوستانی معیشت کو ایک اہم تحریک کی ضرورت تھی۔ تاہم، مالیاتی حدود اور انتظامی کوتاہیوں کی وجہ سے مجبور نجی شعبے کے پاس ترقی کے لیے ضروری طویل مدتی سرمایہ کاری کرنے کی صلاحیت کا فقدان تھا۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ زرعی اور صنعتی پیداوار دونوں کو تیز کرنے، روزگار کے مواقع بڑھانے اور غربت کے خاتمے کے لیے خاطر خواہ، منصوبہ بند حکومتی مداخلت ناگزیر ہے۔ اس لیے عوامی شعبے کو خود انحصاری اقتصادی ترقی کے پیچھے محرک کے طور پر تجویز کیا گیا تھا، جس کا مقصد ایک مضبوط زرعی اور صنعتی بنیاد کو فروغ دینا، معیشت کو متنوع بنانا اور موجودہ معاشی اور سماجی پسماندگی پر قابو پانا تھا۔ اس سیکشن کا مقصد ہندوستان میں پبلک سیکٹر کی ضرورت، مقاصد، کردار اور کارکردگی کو بیان کرنا ہے۔

22.3.1 پبلک سیکٹر کی ضرورت اور مقاصد

ہندوستان میں پبلک سیکٹر کے قیام کے پیچھے کلیدی مقاصد درج ذیل ہیں:

1. بنیادی ڈھانچے کی تخلیق اور توسیع کے ذریعے تیز رفتار اقتصادی ترقی کی سہولت فراہم کرنا۔
2. ترقیاتی اقدامات کو تیز کرنے کے لیے مالی وسائل پیدا کرنا۔
3. معاشرے میں آمدنی اور دولت کی منصفانہ تقسیم کو فروغ دینا۔
4. بے روزگاری کے چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کرنا۔
5. پسماندہ انفرااسٹرکچر والے خطوں میں سرمایہ کاری کر کے متوازن علاقائی ترقی کو فروغ دینا۔
6. چھوٹے پیمانے اور ذیلی صنعتوں کی ترقی کی حوصلہ افزائی کرنا۔
7. عالمی معیشت میں ہندوستان کی شرکت کو بڑھانے کے لیے برآمدات کو فروغ دینے اور درآمدی متبادل کی حکمت عملیوں کی حمایت کرنا۔

ٹنڈولکر (Tendulkar) نے کئی وجوہات کا حوالہ دیتے ہوئے، پبلک سیکٹر کے لیے الگ ترجیح کا خاکہ پیش کیا:

- یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مارکیٹ کی قوتوں کی غیر چیک شدہ کارروائی اقتصادی طاقت کے ارتکاز کا باعث بن سکتی ہے۔ پیداوار کے ذرائع پر عوامی ملکیت کو بڑھا کر اس تشویش کو کم کیا جاسکتا ہے۔
- نجی سرمایہ کار بعض صنعتوں میں سرمایہ کاری کے لیے، جو سماجی طور پر جائز سمجھا جاتا ہے اس سے زیادہ، رسک پریمیم حاصل کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، آف شور آئل ڈرلنگ اس تفاوت کی مثال دیتی ہے۔
- کچھ صنعتیں، خاص طور پر جن کو بھاری انفرااسٹرکچر میں خاطر خواہ سرمایہ کاری کی ضرورت ہوتی ہے، اکیلے نجی شعبے کی سرمایہ اکٹھا کرنے کی صلاحیت سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ مثالوں میں سٹیل ملز اور بھاری برقی مشینری شامل ہیں۔

- پبلک سیکٹر، اپنی پیداوار کے لیے مناسب قیمت کی پالیسیوں کو لاگو کر کے، مزید اقتصادی سرمایہ کاری کے لیے 'قابلِ سرمایہ سرپلسز (Investable Surplus) پیدا کر سکتا ہے۔
- مزید یہ کہ، کوئلہ، اسٹیل اور بجلی جیسے عالمگیر انٹرمیڈیٹ آدانوں کی پیداوار اور تقسیم دونوں کے ذریعے، ریاست سماجی طور پر فائدہ مند سمت میں نجی اقتصادی سرگرمیوں کی تشکیل کو کنٹرول کر سکتی ہے۔
- آخر میں، پبلک سیکٹر ایک ماڈل آجر (Model Employer) کے طور پر کام کر سکتا ہے، نجی شعبے میں ملازمت اور اجرت کی پالیسیوں کو اپنے طرز عمل کے ذریعے متاثر کر سکتا ہے، اس طرح نجی شعبے کی پالیسیوں میں اعتدال کو فروغ دیتا ہے۔

1960 اور 1970 کی دہائیوں کے دوران، پبلک سیکٹر، صنعتی پالیسی ریزولوشن 1956 سے بہت زیادہ متاثر ہوا، جس نے اسے معیشت میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ پچھلی چار دہائیوں کے دوران پبلک سیکٹر کی پوزیشن کو متحرک کرنے کے لیے خاطر خواہ سرمایہ کاری کی گئی ہے۔ اس وقت، متعدد کلیدی شعبے عوامی اداروں کے زیرِ اثر ہیں جنھوں نے نہ صرف پیداوار کو فروغ دیا ہے بلکہ ٹیکنالوجی میں پیش رفت بھی کی ہے، جو مختلف ڈومینز میں تکنیکی مہارت کا خزانہ حاصل کر رہے ہیں۔

نتیجتاً، صنعت کاری کے لحاظ سے دیگر ترقی پذیر ممالک کے مقابلے ہندوستان کا مقام خاصا بلند ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، پبلک سیکٹر نے نمایاں طور پر توسیع کی ہے، جس میں 473 سنٹرل پبلک سیکٹر انڈرٹیکنگز (PSUs) کی موجودہ گنتی ہے۔ ان میں سے 104 فہرست میں ہیں جبکہ 369 غیر فہرست ہیں۔ ریاستی سطح پر، اضافی 1160 ریاستی PSUs ہیں۔ مالیاتی تجزیہ کاروں کا اندازہ ہے کہ مرکزی PSUs کی قیمت فی الحال 450$ سے 500$ بلین ہے جو ملک کی جی ڈی پی کے 45 فیصد کے برابر ہے۔

22.3.2 پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کا کردار (Role of Public Sector Enterprises)

حکومت ہند پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کا قیام اور انتظام کرتی ہیں۔ وہ پبلک سیکٹر انٹرپرائزز یا تو کمپنیز ایکٹ کے تحت سرکاری کمپنیوں کے طور پر کام کر رہے ہیں یا پارلیمنٹ کے مخصوص قوانین کے تحت چلنے والی قانونی کارپوریشنوں کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ ان انٹرپرائزز میں مرکزی حکومت کے پاس اداشدہ شیئر کیپیٹل کا 50% سے زیادہ حصہ ہوتا ہے۔ یہ عوامی کاروباری ادارے خود انحصاری اقتصادی ترقی کے حصول کے لیے اہم آلات کے طور پر کام کرتے ہیں، اور گزشتہ برسوں میں ہندوستانی معیشت کے اندر پائیدار ترقی کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔

آزادی کے بعد سے، ہندوستان کی ترقیاتی حکمت عملی کا مقصد سماجی انصاف کے ساتھ ترقی، جمہوری سیاسی فریم ورک کے اندر کام کرنا اور مخلوط معیشت کے تصور کو اپنانا تھا۔ سرکاری شعبے کی توسیع کو ایک اہم ذریعہ سمجھا جاتا تھا جس کے ذریعے ریاست، مخلوط معیشت کے اندر، اپنے سماجی مقاصد کی تکمیل کے لیے اقتصادی سرگرمیوں کی رفتار اور نوعیت دونوں کو تشکیل دے سکتی ہے۔ ہندوستان کی منصوبہ بندی کے دستاویزات اور پالیسی بیانات کے دوران، عوامی شعبے کے لیے معقولیت واضح ہے، چاہے واضح طور پر بیان کیا گیا ہو یا مضمر ہو۔

ہندوستان کی صنعتی پالیسی 1948 سے شروع ہوئی ہے۔ اس سال کے صنعتی پالیسی ریزولوشن نے ایک متحرک قومی پالیسی کی

ضرورت کو اجاگر کیا جس کا مقصد پیداوار میں مسلسل اضافہ کرنا اور اس کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنانا تھا۔ صنعتی ترقی میں ریاست کے تیزی سے فعال کردار ادا کرنے کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے، اس نے ریاست کی صلاحیت اور وسائل پر موجودہ حالات کی وجہ سے پیدا ہونے والی حدود کو تسلیم کیا۔ تاہم، پہلے پانچ سالہ منصوبے میں ایک واضح ترقیاتی حکمت عملی کا فقدان تھا اور اس لیے اس میں پبلک سیکٹر کے حوالے سے کوئی آپریشنل بیانات شامل نہیں تھے۔

1947 سے پہلے، ہندوستانی معیشت میں عملی طور پر کوئی 'پبلک سیکٹر' نہیں تھا۔ قابل ذکر مستثنیات میں ریلوے، پوسٹ اور ٹیلی گراف، پورٹ ٹرسٹ، آرڈیننس اور ہوائی جہاز کے کارخانے، اور حکومتی نمک اور کوئینائن (Quinine) فیکٹریوں جیسے مٹھی بھر ریاست کے زیر انتظام منصوبے شامل ہیں۔ تاہم، آزادی کے بعد کے عرصے میں، عوامی شعبے کی توسیع نے 1956 کی صنعتی پالیسی کے ایک لازمی پہلو کے طور پر زور پکڑا۔ پبلک سیکٹر کی اس توسیع کو مہلانوبس کی حکمت عملی اور درآمدی متبادل کے تناظر میں وسعت ملی۔

1956 کی صنعتی پالیسی کی قرارداد کی منظوری، سوشلسٹ فریم ورک کو ہمارے قومی ہدف کے طور پر اپنانے کے ساتھ، عوامی شعبے کے کردار میں بامقصد توسیع کا باعث بنی۔ ہندوستانی معیشت میں پبلک سیکٹر کے کردار کا اندازہ لگانے کے لیے کسی ایک پیمانہ کا استعمال کرنا مناسب نہیں ہوگا، بلکہ چند اشاریوں کا استعمال کرنا مناسب ہوگا۔ روزگار، سرمایہ کاری، پیداوار کی قدر، پیدا ہونے والی قومی آمدنی، بچت کے سرمائے کی تشکیل اور سرمایہ کا ذخیرہ۔

1. روزگار میں پبلک سیکٹر کی شراکت

دو اہم زمرے پبلک سیکٹر میں روزگار فراہم کرتے ہیں: ایک حکومتی انتظامیہ اور دفاع، جس میں ضروری سرکاری خدمات جیسے کہ صحت کی دیکھ بھال، تعلیم، تحقیق، اور اقدامات شامل ہیں جن کا مقصد اقتصادی ترقی کو فروغ دینا ہے دوسرا وہ پبلک سیکٹر جس میں مرکزی، ریاستی اور مقامی حکومتوں کے زیر ملکیت اقتصادی ادارے ہیں۔ اقتصادی سروے 08-2007 کے مطابق، پبلک سیکٹر میں افرادی قوت میں گزشتہ برسوں کے دوران نمایاں طور پر اضافہ ہوا ہے۔ 1971 میں، اس شعبے نے 111 لاکھ افراد کو ملازمت دی، جو مارچ 2006 تک بڑھ کر تقریباً 182 لاکھ تک پہنچ گئی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ، عوامی شعبے میں ملازمتوں کا ایک بڑا حصہ ہے، جس میں ہندوستانی معیشت کے منظم شعبے کے اندر 67.4 فیصد کارکنان ملازمت کرتے ہیں۔ سرکاری شعبے کی کل ملازمتوں کا تقریباً 51 فیصد سرکاری انتظامیہ، کمیونٹی اور ذاتی خدمات کے لیے مختص کیا گیا تھا۔ بقیہ 49 فیصد مرکزی، ریاستی اور مقامی حکومتوں کے ذریعے چلائے جانے والے مختلف اقتصادی اداروں میں تقسیم کیا گیا۔ ان اقتصادی اداروں میں روزگار کا سب سے بڑا حصہ نقل و حمل، اسٹوریج اور مواصلات میں تھا، جس کی کل تعداد تقریباً 26.75 لاکھ تھی۔ مینوفیکچرنگ کے شعبے میں تقریباً 11 لاکھ لوگوں کو روزگار ملا تھا۔ مزید برآں، تقریباً 4.7 لاکھ افراد زراعت اور اس سے منسلک سرگرمیوں میں مصروف ہیں، جو روایتی پیداواری کوششوں کے بجائے روزگار کی گارنٹی اسکیم میں ان کی شرکت کی نشاندہی کرتے ہیں۔

منظم شعبے (Organized Sector) کے اندر کل روزگار میں پبلک سیکٹر کا حصہ بعض صنعتوں میں قابل ذکر غلبہ رکھتا ہے۔

خاص طور پر نقل و حمل اور مواصلات، بجلی، گیس، پانی اور تعمیرات جیسے شعبوں میں، پبلک سیکٹر کا 95 سے 98 فیصد تک کا حصہ روز گار میں ہے، جو ان ڈومینز میں مکمل کنٹرول کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ شعبے تاریخی طور پر نو آبادیاتی دور سے ہی پبلک سیکٹر کے خصوصی دائرہ کار میں رہے ہیں۔ اس کے برعکس، مینوفیکچرنگ میں، پبلک سیکٹر کا حصہ کل روز گار میں تقریباً 27 فیصد ہے۔ مینوفیکچرنگ میں پبلک سیکٹر کی شمولیت نسبتاً حالیہ ہے، جو روایتی ڈومینز سے ایک تبدیلی کی نشاندہی کرتی ہے۔ پبلک سیکٹر کے اثر و رسوخ میں قابل ذکر پیش رفت کوئلے کی کانوں کو قومیانے (Nationalization) اور 20 بڑے تجارتی بینکوں کے حصول کے ساتھ ہوئی اس طرح اس کی پوزیشن میں نمایاں بہتری آئی۔ مجموعی طور پر، پبلک سیکٹر ایک اہم آجر ہے، جو ہندوستانی معیشت کے منظم شعبے میں کل روز گار کا 67.4 فیصد فراہم کرتا ہے۔

2. جی ڈی پی میں پبلک سیکٹر کی شراکت

گزشتہ پانچ دہائیوں کے دوران، مجموعی ملکی پیداوار (جی ڈی پی) میں پبلک سیکٹر کی شراکت نے مسلسل بہتری کا رجحان ظاہر کیا ہے۔ موجودہ قیمتوں کے حساب سے، سال 51-1950 کی جی ڈی پی میں پبلک سیکٹر کا حصہ 7.5 فیصد تھا۔ یہ حصہ نمایاں طور پر بڑھ کر 94-1993 تک 23.6 فیصد تک پہنچ گیا۔ تاہم، 08-2007 تک، اس اعداد و شمار میں معمولی کمی دیکھی گئی اور یہ 20.5 فیصد رہ گیا، حالانکہ اب بھی قومی پیداوار میں پبلک سیکٹر کا ایک چوتھائی حصہ برقرار رہا ہے۔ یہ توسیع بنیادی طور پر پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کی تیز رفتار ترقی سے منسوب ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ 51-1950 اور 08-2007 کے درمیان عوامی انتظامیہ اور دفاع کا حصہ 4.5 فیصد سے بڑھ کر 7.9 فیصد ہو گیا، جو ان اہم شعبوں میں ریاست کی شمولیت میں خاطر خواہ اضافے کی نشاندہی کرتا ہے۔ ان ترقیوں کے باوجود، نجی شعبہ معیشت میں ایک غالب پوزیشن کو برقرار رکھتا ہے۔ زراعت اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں جیسے شعبوں میں ریاست کی موجودگی نہ ہونے کے برابر ہے، جب کہ بیمہ، دفاعی سازوسامان، اور مقامی خام تیل کی پیداوار جیسے شعبوں میں حکومت کی ملکیت مطلق ہے۔

3. بچت اور سرمائے کی تشکیل میں پبلک سیکٹر کی شراکت

بچت اور سرمائے کی تشکیل میں پبلک سیکٹر کی شراکت وقت کے ساتھ ساتھ نمایاں اتار چڑھاؤ سے گزری ہے۔ مجموعی گھریلو سرمائے کی تشکیل (Gross domestic capital formation) میں پہلے پلان کے دوران مجموعی قومی پیداوار (GNP) کے 10.7 فیصد سے آٹھویں منصوبہ بندی کی مدت کے دوران 24.6 فیصد تک کافی اضافہ دیکھا گیا۔ تاہم، سرمائے کی تشکیل میں سرکاری شعبے کا حصہ پہلے منصوبے (51-1950) کے دوران 3.5 فیصد سے آٹھویں منصوبے کے دوران 9.2 فیصد تک بڑھ گیا۔ ابتدائی طور پر، پبلک سیکٹر کا حصہ، جو پہلے منصوبے کے دوران سرمایہ کی تشکیل کا ایک تہائی حصہ تھا، چھٹے منصوبے کے دوران آہستہ آہستہ بڑھ کر تقریباً نصف ہو گیا۔ تاہم، بعد میں یہ 08-2007 تک تقریباً 23.5 فیصد تک گر گیا۔

اس کے برعکس، پبلک سیکٹر کی جانب سے بچت کا حصہ اسی طرح کے رجحان کی پیروی نہیں کرتا تھا۔ اگرچہ مجموعی گھریلو بچت میں پبلک سیکٹر کا حصہ 56-1951 کے دوران جی ڈی پی کے 1.7 فیصد سے بڑھ کر پانچویں منصوبے کے دوران 4.6 فیصد ہو گیا، لیکن بعد میں یہ کم ہو کر آٹھویں منصوبے کے دوران 1.4 فیصد کی کم ترین سطح پر پہنچ گیا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ حصہ 2000-1999 اور 04-2003 کے

دوران منفی ہو گیا۔ کل بچتوں میں سرکاری شعبے کے حصہ میں کمی کو تین بنیادی عوامل سے منسوب کیا جا سکتا ہے:

- ریاستی محصولات میں اضافے کی شرح کے مقابلے ریاستی اخراجات میں تیزی سے اضافہ۔
- حکومت اور پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کی نااہلی ان کے سرمائے کے سٹاک کی توسیع کے متناسب اندرونی سرپلس پیدا کرنے کی ان کی صلاحیت کو روکتی ہے۔ یہ تفاوت مجموعی بچت میں ان کے تعاون کو محدود کرتی ہے۔
- بینکنگ سیکٹر سے ضرورت سے زیادہ قرض لینے پر حکومت کا انحصار، جسے عام طور پر خسارہ فنانسنگ کہا جاتا ہے، وسائل کی کمی کو بڑھاتا ہے۔

تاہم، پبلک سیکٹر میں پیداوار کی فی یونٹ پر لگایا جانے والا سرمایہ (Capital per Unit of Output) نجی شعبے سے نمایاں طور پر زیادہ ہے۔ یہ تفاوت بڑی حد تک سرکاری شعبے میں سرمایہ کاری کی نوعیت میں فرق سے پیدا ہوتا ہے۔ جیسے:

a. پبلک سیکٹر کی سرمایہ کاری کا کافی حصہ اقتصادی انفرااسٹرکچر جیسے سڑکوں، عمارتوں، آبپاشی کے کاموں، اور پلوں کی طرف جاتا ہے، جو اقتصادی ترقی کے لیے اہم ہیں۔ ان کے اہم کردار کے باوجود، یہ بنیادی ڈھانچے کی سرمایہ کاری عام معنوں میں پیداوار میں براہ راست شمول نہیں ہوتی۔

b. پبلک سیکٹر نے معیشت کے اہم شعبوں جیسے کہ ریلوے، لوہے اور اسٹیل، بجلی کی پیداوار، تیل کی تلاش اور آبپاشی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان شعبوں کو اعلیٰ سرمایہ کی شدت کی وجہ سے فطری طور پر خاطر خواہ سرمایہ کاری کی ضرورت ہوتی ہے۔

c. پبلک سیکٹر کے ذریعے شروع کیے جانے والے پروجیکٹس میں عام طور پر طویل مدتی سرمایہ کاری شامل ہوتی ہے اور منافع حاصل کرنے میں وقت لگتا ہے۔ یہ جزوی طور پر بھاری اور بنیادی صنعتوں میں شامل تکنیکی پیچیدگی اور جزوی طور پر پراجیکٹ پر عمل درآمد میں سرکاری ایجنسیوں کی نااہلی سے منسوب ہے۔

4. انفرااسٹرکچر کی ترقی میں پبلک سیکٹر کا کردار

کسی بھی پسماندہ ملک میں اقتصادی ترقی کی بنیاد اس کے بنیادی ڈھانچے کی تیز رفتار ترقی پر منحصر ہے۔، بجلی کی پیداوار اور توانائی کی تقسیم میں خاطر خواہ توسیع، نقل و حمل، مواصلاتی نیٹ ورک اور بنیادی اور بھاری صنعتوں کے قیام کے بغیر صنعت کاری برقرار نہیں رہ سکتی۔ ہندوستان کو اپنے نوآبادیاتی ماضی سے ایک پسماندہ انفرااسٹرکچر وراثت میں ملا اور آزادی کے بعد اہم چیلنجوں کا سامنا کیا۔ پرائیویٹ سیکٹر کے پاس بنیادی ڈھانچے کی ترقی کی قیادت کرنے کے لیے قوت ارادی اور وسائل دونوں کی کمی تھی۔ مالی اور تکنیکی حدود نے فوری طور پر بھاری صنعت کے قیام کو روک دیا۔ حکومتوں کو سرمایہ جمع کرنے، بڑے پیمانے پر تعمیرات کو مربوط کرنے اور تکنیکی ماہرین کو تربیت دینے کی صلاحیت کے پیش نظر، صنعت کاری کے لیے ریاستی مداخلت ناگزیر ہو گئی۔ حکومت نے سڑکوں، ریلوے، ہوائی راستوں اور سمندری راستوں سمیت نقل و حمل کے طریقوں کو بڑھانے کے لیے کوششیں کیں، جن سے ان کی رسائی میں نمایاں اضافہ ہوا۔ پبلک سیکٹر کے اس فعال رویے نے مستقبل کی معاشی ترقی کی مضبوط بنیاد رکھی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس سرمایہ کاری نے نہ صرف سرکاری شعبے کو فائدہ پہنچایا

ہے بلکہ نجی شعبے کو بھی آگے بڑھایا ہے۔

5. ہندوستان میں مضبوط صنعتی بنیاد تیار کرنے میں پبلک سیکٹر کا کردار

منصوبہ بندی کی مدت کے دوران، صنعتی شعبہ، جس میں مینوفیکچرنگ، تعمیرات، بجلی، گیس، اور پانی کی فراہمی شامل ہیں، نے مجموعی گھریلو پیداوار (GDP_{FC}) میں اپنی شراکت میں مسلسل اور بتدریج اضافہ دکھایا۔ 51-1950 میں 13.6 فیصد سے شروع ہونے والا، یہ حصہ 82-1981 تک مسلسل بڑھ کر 22.4 فیصد ہو گیا اور 07-2006 تک بڑھ کر 24.6 فیصد ہو گیا، جس سے ہندوستانی معیشت میں صنعت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ یہ ترقی 51-1950 میں اپنے قیام کے بعد سے ہندوستان کی صنعتی بنیاد کی قابل ذکر مضبوطی کی نشاندہی کرتی ہے۔ خاص طور پر قابل ذکر دفاعی صنعتوں اور حکمت عملی کے لحاظ سے اہم صنعتوں میں خاطر خواہ ترقی ہے۔ یہ پیش رفت بہت زیادہ حکومتی مداخلتوں کی مرہون منت ہے، جس نے اہم شعبوں جیسے لوہا اور اسٹیل، ہیوی انجینئرنگ، کوئلہ، بھاری الیکٹریکل مشینری، پیٹرولیم اور قدرتی گیس کے ساتھ ساتھ کیمیکلز اور فارماسیوٹیکلز میں صنعتوں کے قیام کو ترجیح دی ہے۔

ان کی محدود قلیل مدتی منافع کی صلاحیت کے باوجود، ان شعبوں میں صنعتیں بہت اہم ہیں۔ یہ صنعتیں نجی شعبے کی سرمایہ کاری کے لیے پرکشش نہیں ہیں۔ پھر بھی، ان کا قیام اشیائے صرف کی صنعتوں کی مسلسل ترقی کے لیے ضروری ہے۔ ان بنیادی صنعتوں کو نظر انداز کرنے سے نہ صرف ان کی ترقی بلکہ پرائیویٹ سیکٹر میں کام کرنے والی اشیائے خوردونوش کی صنعتوں کو بھی خطرہ لاحق ہے۔

6. ایکسپورٹ پروموشن اور امپورٹ متبادل میں پبلک سیکٹر کا کردار

پبلک سیکٹر کے زیادہ تر ادارے ابتدائی طور پر پیداوار اور تقسیم کے لحاظ سے ہندوستانی معیشت کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے قائم کیے گئے تھے۔ تاہم، ملک کئی کی برآمدات کو آگے بڑھانے میں کلیدی کھلاڑی بن کر ابھرے ہیں۔ ان میں سے، اسٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن (STC) اور منرلز اینڈ میٹلز ٹریڈنگ کارپوریشن (MMTC) نے پوری دنیا میں، خاص طور پر مشرقی یورپی ممالک میں برآمدات کے فروغ میں شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کی اولین کوششوں نے خاص طور پر دھاتوں کو ہندوستان کی برآمدی فہرست میں دوسرا سب سے بڑا آئٹم بنا دیا۔ مزید برآں، ہندوستانی دستکاری، ہلکی انجینئرنگ کے سامان، اور مختلف ابھرتی ہوئی برآمدی اشیاء کی برآمدات کو بڑھانے میں اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ ہندوستان اسٹیل لمیٹڈ، بھارت الیکٹرانکس لمیٹڈ، اور ہندوستان مشین ٹولز جیسے عوامی ادارے اپنے بیرون ملک مارکیٹ شیئر کو بڑھا کر برآمدی آمدنی میں تیزی سے حصہ ڈال رہے ہیں۔

کچھ پبلک سیکٹر انٹرپرائزز ایسے سامان کی پیداوار کے مخصوص مقصد کے ساتھ قائم کیے گئے تھے جو پہلے درآمد کی گئی تھیں اور اس طرح زرمبادلہ کو بچانا تھا۔ ہندوستان اینٹی بائیوٹکس لمیٹڈ اور انڈین ڈرگس اینڈ فارماسیوٹیکل لمیٹڈ (IDPL) نے اس شعبے میں غیر ملکی اداروں کی اجارہ داری کی گرفت کو توڑنے کے لیے فارماسیوٹیکل مینوفیکچرنگ میں قدم رکھا، جس کے نتیجے میں زرمبادلہ کی نمایاں بچت ہوئی جو پہلے درآمدات کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ اسی طرح، آئل اینڈ نیچرل گیس کمیشن اور انڈین آئل کارپوریشن لمیٹڈ ایسے عوامی ادارے ہیں جو ملک کی خودمختاری کو بڑھانے اور درآمدات پر ہمارا انحصار کم کرنے کی براہ راست کوشش کرتے ہیں۔ مکمل خود کفالت شاید فی الحال ممکن

نہ ہو لیکن اس مقصد کو کم سے کم وقت میں حاصل کرنے کے لیے پر عزم کوشش کی جا رہی ہے۔

7. علاقائی تفاوتوں کو دور کرنے میں پبلک سیکٹر کا کردار

ہندوستانی حکومت نے صنعتی ترقی میں علاقائی تفاوت کو کم کرنے کے لیے صنعتوں کے قیام کو فعال طور پر استعمال کیا ہے۔ آزادی سے پہلے، صنعتی ترقی بنیادی طور پر ممبئی، کولکاتہ اور چنئی کے بندرگاہی شہروں میں اور اس کے آس پاس مرکوز تھیں، جن سے ملک کے دیگر حصے نمایاں طور پر پسماندہ تھے۔ تاہم، 1951 میں منصوبہ بندی کے عمل کی آمد کے ساتھ، حکومت نے اس مسئلے کو زیادہ توجہ کے ساتھ حل کرنا شروع کیا، نجی شعبے کی طرف سے نظر انداز کیے گئے علاقوں میں صنعتیں قائم کرنا شروع کیں۔ پبلک سیکٹر کی سرمایہ کاری کا کافی حصہ اقتصادی طور پر پسماندہ ریاستوں کی طرف تھا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ عوامی ملکیت میں تمام چار بڑے اسٹیل پلانٹ؛ بھیلائی اسٹیل پلانٹ، راؤرکیلا اسٹیل پلانٹ، درگاپور اسٹیل پلانٹ، اور بوکارو اسٹیل پلانٹ، حکمت عملی کے لحاظ سے ان کم ترقی یافتہ ریاستوں میں واقع تھے۔ اس اقدام کے پیچھے یہ عقیدہ تھا کہ معاشی طور پر پسماندہ علاقوں میں بڑے پیمانے پر پبلک سیکٹر کے منصوبوں کا قیام اقتصادی ترقی میں مدد کرے گا اور آس پاس کے علاقوں میں ترقی کو تحریک دے گا۔

8. داخلی وسائل پیدا کرنے اور سرکاری خزانے میں حصہ ڈالنے میں پبلک سیکٹر کا کردار

پبلک سیکٹر کی طرف سے اندرونی وسائل کی پیداوار تیزی سے اہم ہو گئی ہے، نہ صرف اس کی اپنی منصوبہ بند توسیع اور ترقی کے لیے فنڈز فراہم کرنے کے لیے بلکہ دیگر ترجیحی شعبوں کی مدد کے لیے اضافی رقم پیدا کرنے کے لیے بھی۔ یہ داخلی وسائل بنیادی طور پر فرسودگی اور برقرار منافع پر مشتمل ہیں۔ لگاتار پانچ سالہ منصوبوں کے دوران، پبلک سیکٹر نے داخلی وسائل کو متحرک کرنے میں قابل ذکر اضافے کا مظاہرہ کیا ہے۔ دسویں پانچ سالہ منصوبے (2003-07) کے دوران، سنٹرل پبلک سیکٹر انٹرپرائزز (CPSEs) کی طرف سے پیدا کردہ مشترکہ اندرونی وسائل کی رقم ₹395,686 کروڑ تھی، جو کہ اس کی اپنی ترقی کو فنانس کرنے کے لیے اور وسیع تر اقتصادی ایجنڈے پر پبلک سیکٹر کی بڑھتی ہوئی صلاحیت کو نمایاں کرتا ہے۔ اندرونی وسائل کی تخلیق اور منافع کی ادائیگی کے علاوہ، عوامی ادارے کارپوریٹ ٹیکس، ایکسائز ڈیوٹی، کسٹم ڈیوٹی اور دیگر ڈیوٹیوں کی ادائیگی کے ذریعے حکومتی خزانے میں خاطر خواہ حصہ ڈال رہے ہیں۔ اس طرح، وہ ملک کی منصوبہ بند ترقی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے فنڈز جمع کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ اس طرح ہر ایک زاویے سے، پبلک سیکٹر کی اہمیت میں اضافہ ہوا ہے اور اس نے ہندوستانی معیشت میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔

9. پیمانے کی کفایتوں والی صنعتوں کو منظم کرنا

پبلک سیکٹر کے اندر بڑے پیمانے پر صنعتوں کا قیام، جہاں تکنیکی ضروریات کو خاطر خواہ سرمایہ کاری کی ضرورت ہے، نجی ہاتھوں میں اقتصادی اور صنعتی طاقت کے ارتکاز کو کم کر سکتی ہے۔ یہ بڑے پیمانے پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ بڑے پیمانے پر اہم معیشتیں اکثر آزاد منڈی کے میکانزم کی کارکردگی کو چیلنج کرتی ہیں۔ نتیجتاً، معاشی کارکردگی کے خدشات کسی حد تک حکومتی ضابطے یا عوامی ملکیت کے حامی ہیں۔ یہاں تک کہ امریکہ میں بھی، بجلی، قدرتی گیس، ٹیلی کمیونیکیشن، اور دیگر شعبوں میں کمپنیاں، وفاقی اور ریاستی ریگولیٹری کمیشنوں کے ضابطے کے تابع

ہیں۔ اسی طرح، فرانس اور برطانیہ جیسے ممالک نے مرکزی کنٹرول اور ضروری خدمات تک مساوی رسائی کے فوائد کو تسلیم کرتے ہوئے واضح طور پر ان اسٹریٹیجک شعبوں میں عوامی ملکیت کی حمایت کی ہے۔

22.3.3 پبلک سیکٹر انٹر پرائزز کی کارکردگی (Performance of Public Sector Enterprises)

نجی شعبے کے اداروں کی کارکردگی کو ان کے خالص منافع یا نقصان کی بنیاد پر جانچنا ایک عام عمل ہے کیونکہ ان کی بنیادی توجہ زیادہ سے زیادہ منافع پر رہے۔ تاہم، اس معیار کو اکثر پبلک سیکٹر کے اقدامات کا جائزہ لینے کے لیے لاگو کرنا ناکافی ثابت ہوتا ہے۔ اس طرح کی اکائیاں اکثر ایسے شعبوں میں شروع کی جاتی ہیں جن کی خصوصیت کم منافع اور طویل مدت کی ہوتی ہے، جیسے انفرااسٹرکچر اور بنیادی صنعتیں۔ نتیجتاً، ابتدائی منافع کم سے کم ہونے کا امکان ہے، اور بعض اوقات منفی بھی۔ اس کے باوجود، یہ سرمایہ کاری ایک اہم کردار ادا کرتی ہے کیونکہ یہ مستقبل کی صنعتی توسیع کی بنیاد رکھتی ہیں۔ اسٹیل، کھاد، پاور پروجیکٹس، اور کان کنی جیسی صنعتوں میں پبلک سیکٹر کی سرمایہ کاری اس زمرے میں آتی ہے۔ مزید برآں، بعض صورتوں میں، پبلک سیکٹر، پرائیویٹ سیکٹر کو ان پٹ فراہم کرتا ہے، جیسے مشین بنانے اور آٹوموبائل صنعتوں کو لوہا اور اسٹیل مہیہ کرانے میں۔ اگرچہ یہ صنعتیں آسانی سے پیداوار کی قیمتوں میں اضافہ کر کے خاطر خواہ منافع کما سکتی ہیں، لیکن یہ نقطہ نظر نجی شعبے کی صنعتی سرگرمیوں پر منفی اثر ڈالنے اور قیمتوں میں اضافے کا خطرہ بن سکتی ہیں۔ ان کے مطابق، پبلک سیکٹر کے منافع میں نمایاں کمی کے باوجود بین الاقوامی قیمتیں اکثر کم رکھی جاتی ہیں۔ مزید برآں، جیسا کہ ہزاری اور اوزا (Haazari and Oza) نے مشاہدہ کیا ہے، کہ نجی شعبے نے بنیادی طور پر صارفین اور ہلکی اشیا میں سرمایہ کاری کی ہے، جو بنیادی طور پر پبلک سیکٹر کی طرف سے تیار کی جانے والی کیپٹل گڈز کے مقابلے بیرونی مسابقت کے خلاف زیادہ تحفظ حاصل کرتی ہیں۔ ان کیپٹل گڈز کو امداد اور غیر ملکی نجی سرمایہ کاری کے ذریعے مالی اعانت کی جانے والی درآمدات سے سخت مقابلے کا سامنا ہوتا ہے۔

ان تحفظات کو دیکھتے ہوئے، اکثر یہ دلیل دی جاتی ہے کہ پبلک سیکٹر یونٹس کی کارکردگی کا صرف ان کے منافع کی کمائی کی بنیاد پر جائزہ نہیں لیا جانا چاہیے بلکہ ان کی مجموعی شراکت کی بنیاد پر کیا جانا چاہیے جو وہ معیشت کے سامان اور خدمات کے بہاؤ میں کرتے ہیں۔ لہٰذا، منافع پر توجہ مرکوز کرنے کے بجائے، پیمائش کسی انٹرپرائز کی فروخت کی کل قیمت سے ہونی چاہیے۔ مثال کے طور پر، اگر ایک آئرن اینڈ اسٹیل پلانٹ ایک مخصوص مدت کے اندر ₹5000 کروڑ مالیت کا اسٹیل تیار کرتا ہے لیکن اس کا ان پٹ کے طور پر استعمال کرنے والی صنعتوں کو کم قیمتوں پر اسٹیل فراہم کرنے کے مقصد کی وجہ سے منافع پیدا نہیں کرتا، تو اس کی کارکردگی کا اندازہ صرف منافع کی بنیاد پر لگانا غلط ہوگا۔ ملک کی صنعتی ترقی کے لیے جو چیز اہم ہے وہ یہ ہے کہ اس پلانٹ نے سماجی اشیا اور خدمات کی پیداوار میں ₹5000 کروڑ کے اسٹیل کا حصہ ڈالا ہے۔

پبلک سیکٹر نے اپنے مخصوص مقاصد کے حوالے سے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے جیسے کہ روزگار پیدا کرنا، جی ڈی پی میں شراکت، برآمدات کو فروغ دے کر ملکی معیشت کو سہارا دینا اور درآمدات کے متبادل پیدا کرنا وغیرہ جن کی وضاحت پچھلے حصہ میں کی گئی ہے۔

1. مرکزی پبلک سیکٹر انٹر پرائزز کے منافع کا سوال (The Question of Central PSEs Profitability)

ابھی تک ہم نے بحث کی ہے کہ منافع ہی پبلک سیکٹر انٹر پرائزز کی کارکردگی کا اندازہ لگانے کا واحد پیمانہ نہیں ہے، لیکن قومی خزانے میں ان کی لاگت کے پیش نظر، ان کی مالی کارکردگی اہم تشویش کا معاملہ بھی ہے۔ سنٹرل پبلک سیکٹر انٹر پرائزز (CPSEs) ہندوستانی معیشت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ محکمہ پبلک انٹر پرائزز کے مطابق، 31 مارچ 2018 تک 339 CPSEs تھے۔ 18-2017 کے دوران، ان میں سے 257 آپریشنل تھے، جبکہ 82 غیر فعال تھے۔ 257 آپریشنل CPSEs میں سے، 184 منافع بخش تھے، 71 کو نقصان ہوا، اور دو بغیر نفع ونقصان کے کام کر رہے تھے۔ منافع بخش CPSEs نے 159,635 ₹ کروڑ اکٹھا کیے، جبکہ خسارے میں رہنے والے پبلک سیکٹر انٹر پرائزز سے 31,261 ₹ کروڑ جمع ہوئے۔ 257 آپریشنل CPSEs کے اجتماعی خالص منافع میں اسی مدت کے دوران 2.29 فیصد اضافہ دیکھا گیا، جو کہ کل 1,28,374 کروڑ روپے ہے۔ تاہم، یہ قابل ذکر ہے کہ کل مرکزی خزانے میں CPSEs کا حصہ گزشتہ سال کے مقابلے 18-2017 میں 2.98 فیصد کم ہوا۔

مختلف شعبوں میں پانچ سالہ اوسط خالص منافع کے مارجن (فیصد میں) کا استعمال کرتے ہوئے منتخب CPSEs اور نجی شعبے کے اداروں کی کارکردگی کا تقابلی تجزیہ CPSEs کے اندر بہتری لانے کی گنجائش تجویز کرتے ہیں۔ بعض شعبوں میں، پرائیویٹ سیکٹر کی فرموں نے اپنے پبلک سیکٹر کے ہم منصبوں کے مقابلے میں نسبتاً بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔

2. پبلک سیکٹر اور 1991 کی صنعتی پالیسی (Public Sector and 1991 Industrial Policy)

سرکاری شعبے کی کارکردگی کو بڑھانے کے لیے، حکومت ہند (GoI) نے جولائی 1991 میں ایک نئی صنعتی پالیسی متعارف کرائی، جس میں عوامی اداروں کے متعلق کئی اہم فیصلوں کا خاکہ پیش کیا گیا۔ مثلاً

- GoI نے اسٹریٹجک، ہائی ٹیک، اور ضروری بنیادی ڈھانچے کے شعبوں میں اپنی سرمایہ کاری کو از سر نو ترتیب دینے کے لیے پبلک سیکٹر کے پورٹ فولیو کا ایک جامع جائزہ شروع کیا۔ جب کہ پبلک سیکٹر کی شمولیت کے لیے کچھ تحفظات برقرار رکھے گئے تھے، پرائیویٹ سیکٹر کے سابقہ خصوصی ڈومینز میں داخلے کی راہ میں حائل رکاوٹیں ہٹادی گئی تھیں۔ مزید برآں، غیر محفوظ شعبوں میں پبلک سیکٹر کی شمولیت کے مواقع بھی تلاش کیے گئے۔
- دائمی طور پر ناکارہ اور بحالی کا امکان نہ رکھنے والے عوامی اداروں کو خصوصی اداروں جیسے بورڈ برائے صنعتی اور مالیاتی تعمیر نو (BIFR) کے حوالے کیا گیا۔ ان اداروں کو مؤثر بحالی اور بحالی کی اسکیمیں بنانے کا کام سونپا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سماجی تحفظ کے طریقہ کار کے قیام کے ذریعے تنظیم نو کی اس طرح کی کوششوں سے متاثر ہونے والے کارکنوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے اقدامات متعارف کرائے گئے۔
- وسائل کو وسیع کرنے اور وسیع تر عوامی شمولیت کو فروغ دینے کے لیے، سرکاری شعبے کے اداروں میں حکومت کے شیئر ہولڈنگ کا ایک حصہ میوچل فنڈز، مالیاتی اداروں اور عام لوگوں کے لیے سرمایہ کاری کے لیے کھول دیا گیا تھا۔ اس اقدام کا مقصد تازہ

سرمائے کاری کرنا اور اسٹیک ہولڈرز کے درمیان ملکیت کا احساس پیدا کرنا ہے۔

- پبلک سیکٹر کی کمپنیوں کو چلانے والے بورڈ آف ڈائریکٹرز نے پیشہ ورانہ مہارت اور افادیت کو بڑھانے کے لیے اصلاحات کیں۔ ان بورڈز کو فیصلہ سازی کے عمل کو آگے بڑھانے اور کاروباری اداروں کو زیادہ کارکردگی اور منافع کی طرف لے جانے کے لیے زیادہ اختیار دیا گیا تھا۔
- مفاہمت کی یادداشت (MoU) کے نظام کے ذریعے کارکردگی میں بہتری پر زیادہ زور دیا گیا۔ جس کے ذریعے انتظامیہ کو خود مختاری دی جائے گی اور انہیں جوابدہ ٹھہرایا جائے گا۔ حکومت کی جانب سے تکنیکی مہارت کو مفاہمت نامے کی بات چیت اور نفاذ کو مزید موثر بنانے کے لیے اپ گریڈ کیا گیا۔

22.4 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبا اس قابل ہیں کہ:

- ان اہم چیلنجوں کو سمجھیں جن کا ہندوستان میں صنعتی ترقی کو وقت کے ساتھ سامنا کرنا پڑا اور ان کے علاج تلاش کرنے کے قابل ہوں۔
- ان معاشی سماجی اور اسٹریٹیجک وجوہات سے واقف ہوں جن کی وجہ سے پبلک سیکٹر کے قیام اور ہندوستان میں ان کے کردار کا سبب بنے۔
- ہندوستانی تناظر میں پبلک سیکٹر انٹرپرائزز (PSEs) کے کردار اور کارکردگی کا اندازہ لگانے کے قابل ہوں۔

22.5 فرہنگ (Glossary)

پبلک سیکٹر انٹرپرائزز :Public Sector Enterprises- کاروباری ادارے جو اپنے شہریوں کے لیے ضروری سامان اور خدمات تیار کرتے ہیں اور جزوی طور پر یا مکمل طور پر حکومت کے زیر انتظام ہوتے ہیں۔

درآمدی متبادل :Import Substitution- درآمدات کو ملکی پیداوار سے بدلنا۔

کیپٹل فارمیشن :Capital Formation- اکاؤنٹنگ مدت کے دوران کسی خاص ملک کے خالص سرمائے کو جمع کو بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

کیپٹل گڈز :Fiscal Federalism- مادی اثاثے جو کمپنی صارفین کے لیے سامان اور خدمات تیار کرنے کے لیے استعمال کرتی ہے۔

صنعتی بیماری :Industrial Sickness- وہ حالت جس میں کمپنی جاری مالی پریشانی کا سامنا کرتی ہے اور غیر صحت مندی کے آثار ظاہر کرتی ہے۔

22.6 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

22.6.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. 2019 میں، ہندوستان کی جی ڈی پی میں اس کے صنعتی شعبے کا کتنا فیصد حصہ تھا؟

(a) 25 فیصد (b) 39 فیصد

(c) 27 فیصد (d) 14 فیصد

2. 2019 میں جی ڈی پی میں چین اور ہندوستان کے صنعتی شعبے کی شراکت میں ایک اہم فرق کیا ہے؟

(a) چین کے مینو فیکچرنگ سیکٹر نے ہندوستان کے صنعتی شعبے سے زیادہ حصہ ڈالا۔

(b) ہندوستان کے مینو فیکچرنگ سیکٹر نے چین کے صنعتی شعبے سے زیادہ حصہ ڈالا۔

(c) دونوں ممالک کا اپنے صنعتی شعبوں سے یکساں تعاون تھا۔

(d) ہندوستان کے صنعتی شعبے نے چین کے مینو فیکچرنگ سیکٹر سے زیادہ حصہ ڈالا۔

3. لبرلائزیشن سے پہلے ہر منصوبہ بندی کے مرحلے کے دوران مقرر کردہ اہداف کے مقابلے میں صنعتی ترقی میں اوسط کمی کتنی تھی؟

(a) تقریباً 6.2 فیصد (b) تقریباً 1.2 فیصد سے 1.4 فیصد

(c) تقریباً 8.0 فیصد (d) تقریباً 20 فیصد

4. بین الاقوامی مسابقت سے تحفظ کے تحت ذیلی صلاحیتوں پر کام کرنے والی صنعتوں کا اکثر نتیجہ کیا ہوتا ہے؟

(a) تکنیکی ترقی (b) صنعتی ترقی

(c) صنعتی بیماری یا ناکارہ پن (d) حکومتی سبسڈیز

5. کچھ صنعتوں میں صنعتی بیماری میں اہم کردار ادا کرنے والے عنصر کے طور پر کیا حوالہ دیا گیا ہے؟

(a) حکومتی سبسڈی کی کمی (b) تکنیکی ترقی پر زیادہ زور

(c) ناقص انتظامی طرز عمل (d) معیشت کے اندر ضرورت سے زیادہ مسابقت

6. اقتصادی سروے (2007-08) کے مطابق، 1971 سے مارچ 2006 تک پبلک سیکٹر کی افرادی قوت میں کتنا اضافہ ہوا؟

(a) 111 لاکھ سے 182 لاکھ (b) 67.4 فیصد سے 51 فیصد

(c) 180 لاکھ سے 49 فیصد (d) 26.75 لاکھ سے 11 لاکھ

7. اقتصادی سروے (2007-08) کے مطابق، ہندوستانی معیشت کے منظم شعبے کے اندر کتنے فیصد کارکنوں کو پبلک سیکٹر میں ملازمت دی گئی؟

(a) 67.4% (b) 51%

(c) 49%　　(d) 26.75%

8. منصوبہ بند مدت کے دوران ہندوستان کی مجموعی گھریلو پیداوار (جی ڈی پی) میں صنعتی شعبے کی شراکت میں کیا رجحان رہا ہے؟

(a) اتار چڑھاؤ　　(b) بتدریج زوال پذیر

(c) مسلسل اور بتدریج اضافہ　　(d) تیزی سے اضافہ اور اس کے بعد کمی

9. سال 07-2006 میں فیکٹر لاگت پر ہندوستان کے جی ڈی پی میں صنعتی شعبے کا حصہ کتنا تھا؟

(a) 13.6%　　(b) 22.4%

(c) 24.6%　　(d) 51.2%

10. سال 51-1950 کے بعد ہندوستان کی صنعتی بنیاد کی ترقی میں قابل ذکر خصوصیت کیا ہیں؟

(a) دفاعی صنعتوں میں کمی

(b) اسٹریٹجک صنعتوں میں کمی

(c) دفاعی اور حکمت عملی کے لحاظ سے اہم صنعتوں میں خاطر خواہ ترقی

(d) اہم شعبوں میں محدود سرمایہ کاری

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	a	a	d	c	c	a	a	c	c	c

22.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ہندوستانی معیشت میں اقتصادی ترقی کے لیے بنیادی ڈھانچے کی ترقی اور روزگار کے حصول میں عوامی شعبے کی کیا اہمیت ہے؟
2. عوامی شعبے کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے حکومت ہند کی 1991 کی صنعتی پالیسی کے کلیدی اقدامات کیا تھے؟
3. صنعتی پالیسی ریزولوشن کے مطابق پبلک سیکٹر کو ہندوستان کی معیشت میں اہم کردار کیوں ادا کیا گیا؟
4. مرکزی پبلک سیکٹر انٹرپرائزز (PSEs) کے منافع کو کیا متاثر کرتا ہے؟
5. ہندوستان میں پبلک سیکٹر کے قیام کے بنیادی مقاصد کیا ہیں؟

22.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. پبلک سیکٹر انٹرپرائزز (PSEs) کی کارکردگی کا جامع جائزہ لیجیے۔
2. پبلک سیکٹر انٹرپرائزز (PSEs) ہندوستانی معیشت کی ترقی، استحکام اور شمولیت کو آگے بڑھانے میں کیا کثیر جہتی کردار ادا کرتے ہیں؟
3. ہندوستان میں صنعتی ترقی کی راہ میں کون سے بڑے چیلنجز ہیں، اور وہ ملک کی اقتصادی ترقی کو کیسے متاثر کرتے ہیں؟

22.7 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Datt, G., & Nag, B. (2024). *Datt & Sundharam's Indian Economy* (73rd ed.). S. Chand.

2. Kapila, U. (2022). *Indian Economy: Performance and Policies* (23rd ed.). Academic Foundation.
3. Puri, V. K., Misra, S. K., & Garg, B. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.

اکائی 23: پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ، ڈس انویسٹمنٹ ڈیبیٹ، غیر ملکی سرمایہ کاری کا کردار

(Public Private Partnership, Disinvestment Debate, Role of Foreign Investment)

اکائی کے اجزا:

23.0 تمہید(Introduction)

23.1 مقاصد (Objectives)

23.2 پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ(Public-Private Partnership-PPP)

23.2.1 پی پی پی: کردار اور ذمہ داریاں(Roles and Responsibilities in PPPs)

23.2.2 پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ ماڈلز(Public-Private Partnership Models)

23.3 ڈس انویسٹمنٹ کی بحث(The Disinvestment Debate)

23.3.1 ڈس انویسٹمنٹ اور نجکاری کی وجوہات
Causes of Disinvestment and Privatization)

23.4 راست غیر ملکی سرمایہ کاری(Foreign Direct Investment-FDI)

23.4.1 راست غیر ملکی سرمایہ کاری کا کردار(Role of Foreign Direct Investment)

23.4.2 ہندوستان میں غیر ملکی سرمایہ کاری کے تعین کنندگان
(Determinants of FDI in India)

23.4.3 بھارت میں غیر ملکی سرمایہ کاری کے کم بہاؤ کے چیلنجز
(Challenges of low FDI flow to India)

23.5 اکتسابی نتائج(Learning Outcomes)

23.6 فرہنگ(Glossary)

23.7 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

23.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

23.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

23.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

23.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

23.0 تمہید (Introduction)

بنیادی اشیا اور خدمات کی فراہمی میں روایتی طور پر ریاست کا کلیدی کردار رہا ہے۔ تاہم بہت سے ترقی پذیر ممالک میں محدود وسائل اور بنیادی ڈھانچے، سامان اور دیگر خدمات کی بہت زیادہ مانگ کی وجہ سے ان کے مالیاتی خسارے میں اضافہ ہوا۔ آئی ایم ایف جیسی بین الاقوامی گورننگ باڈیز نے زور دیا ہے کہ زیادہ تر ترقی پذیر ممالک کو اپنی پالیسیوں کو نئے سرے سے ترتیب دینے کی ضرورت ہے اور اپنے شہریوں کو ہر اشیا اور خدمات فراہم کرنے کے بجائے صرف سہولت کار کے طور پر کام کرنا چاہیے۔ ہندوستان میں بھی پالیسی اصلاحات کی گئیں جن میں پبلک سیکٹر کو صرف ضروری اشیا اور خدمات کی فراہمی تک محدود رکھا گیا ہے۔ پرائیویٹ سیکٹر کو ڈی ریگولیٹ کر دیا گیا ہے اور پبلک سیکٹر کی تکمیل کے لیے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اس روشنی میں موجودہ باب میں ہندوستان کے حوالے سے کچھ بنیادی پالیسی مسائل جیسے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ، ڈس انویسٹمنٹ بحث اور براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

23.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے درجہ ذیل مقاصد ہیں:

- پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے تصور اور ضروری خصوصیات کی وضاحت کرنا۔
- ہندوستان میں ڈس انویسٹمنٹ کی بحث اور ڈس انویسٹمنٹ پالیسیوں کے ارتقاء کا جائزہ لینا۔
- براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کی تعریف، کردار اور اہمیت بیان کرنا۔

23.2 پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ (Public-Private Partnership-PPP)

بہت سے ترقی پذیر ممالک کو اپنی آبادی کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے چیلنج کا سامنا ہے۔ اس کے جواب میں، وہ تیزی سے پرائیویٹ سیکٹر، غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) اور منافع بخش اداروں کے ساتھ اس فرق کو پر کرنے کے لیے شراکت داری کا رخ کرتے ہیں۔ عام طور پر، سرکاری ادارے کچھ خدمات نجی شعبے کو فراہم کرتے ہیں تاکہ رسائی کو وسیع کیا جا سکے اور سروس کے معیار کو بہتر بنایا جا سکے۔ یہ سیکشن پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ (PPPs) کا تصور، اس کی ضرورت اور خصوصیات پیش کرتا ہے۔

پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ (پی پی پی) ماڈل میں غیر منافع بخش اور منافع بخش نجی شعبے کی تنظیموں کے مجموعے کے ذریعے خدمات کی فراہمی کرائی جاتی ہے، جبکہ حکومت ضروری وسائل فراہم کرنے کی ذمہ داری اپنے پاس رکھتی ہے۔ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ میں سرکاری اور نجی اداروں کے درمیان مختلف طویل مدتی معاہدے شامل ہوتے ہیں جو فنانسنگ، ڈیزائننگ، نفاذ، اور آپریٹنگ انفرااسٹرکچر اور

خدمات پر مرکوز ہوتے ہے۔ اس باہمی تعاون کے نقطہ نظر میں ہر پارٹنر کی خود مختاری کا احترام کرتے ہوئے مشترکہ مقاصد کے حصول کے لیے وسائل کا اشتراک شامل ہوتا ہے۔ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے منصوبوں کو معاہدوں کے ذریعے کنٹرول کیا جاتا ہے جو وسائل، خطرات، اور منافع کو مساوی طور پر تقسیم کرتے ہیں اور جس سے اس میں شامل تمام فریقین متفق ہوں۔ گفت و شنید کے ذریعے، تمام فریقین مؤثر تعاون کو آسان بنانے کے لیے اپنے اپنے کرداروں اور ذمہ داریوں کی واضح تفہیم قائم کرسکتے ہیں۔ لہٰذا، جب نجی شعبہ حکومت کے ساتھ باہمی طور پر قابل قبول شرائط کے تحت عوامی سہولیات اور بنیادی ڈھانچے کی تعمیر میں تعاون کرتا ہے، تو اسے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ (پی پی پی) کہا جاتا ہے۔

پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے لیے استعمال ہونے والی متبادل اصطلاحات میں نجی شعبے کی شرکت (Private Sector Participation-PSP) اور نجکاری (Privatization) شامل ہیں۔ اگرچہ یہ اصطلاحات کثرت سے ایک دوسرے کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتی رہی ہیں، لیکن ان کے درمیان فرق موجود ہیں۔ نجی شعبے کی شرکت (پی ایس پی) معاہدے شراکت داری کے امکانات پر توجہ دینے کے بجائے ذمہ داریاں نجی شعبے کو منتقل کرتے ہیں۔ نجکاری میں پبلک سیکٹر کی کمپنی یا اس کی خدمات کے حصص یا اثاثوں کی فروخت شامل ہے۔ یہ عام طور پر مینوفیکچرنگ یا تعمیرات جیسے غیر روایتی عوامی خدمات کے شعبوں میں دیکھا جاتا ہے۔ بنیادی ڈھانچے یا عوامی سہولیات میں، نجکاری میں اکثر مخصوص ضابطے شامل ہوتے ہیں جو عوامی خدمت کے اثاثوں کی فروخت اور جاری آپریشن کے بارے میں سماجی اور پالیسی کے خدشات کو دور کرتے ہیں۔ 1990 کی دہائی کے آخر میں، ترقی پذیر ممالک میں بنیادی ڈھانچے کی خدمات کی فراہمی میں، پبلک سیکٹر پر نجی شعبے کی حمایت کے خلاف رد عمل کی وجہ سے، پبلک پرائیویٹ انفرااسٹرکچر کے معاہدے سست پڑ گئے۔ سماجی رد عمل جزوی طور پر نجی شعبے کی شرکت اور نجکاری کے درمیان الجھنوں سے پیدا ہوا۔ پی ایس پی کے کچھ اقدامات نے سماجی تحفظات کو نظر انداز کر دیا، جس سے عوام کی جائز پریشانیوں کو ہوا ملی۔ پی ایس پی کے تنقیدی جائزے نے متوازن لین دین پر زیادہ توجہ مرکوز کرتے ہوئے، اب پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ (پی پی پیز) کہلائے جانے والے ایک نئے طریقہ کار کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

23.2.1 پی پی پی: کردار اور ذمہ داریاں (Roles and Responsibilities in PPPs)

پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپس (PPPs) ایک منظم فریم ورک پیش کرتے ہیں جس میں نجی شعبہ شامل ہوتا ہے، جبکہ سماجی ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور عوامی سرمایہ کاری کو آسان بنانے میں حکومت کے کردار کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ میں، ذمہ داریوں، کاموں اور خطرات کو حکمت عملی کے ساتھ سرکاری اور نجی شراکت داروں کے درمیان مختص کیا جاتا ہے۔ عوامی شراکت دار عام طور پر حکومتی اداروں جیسے وزارتوں، محکموں، میونسپلٹیز، یا دیگر سرکاری اداروں اور تنظیموں پر مشتمل ہوتے ہیں، جب کہ نجی شراکت داروں میں مقامی یا بین الاقوامی کاروباری ادارے، سرمایہ کار، اور متعلقہ تکنیکی یا مالی صلاحیتوں کے حامل ماہرین شامل ہوتے ہیں۔ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ میں اسٹیک ہولڈرز کی وسیع رینج کو شامل کیا جا رہا ہے جیسے کہ غیر سرکاری تنظیمیں (این جی اوز) اور کمیونٹی پر مبنی تنظیمیں جو اس منصوبے سے براہ راست متاثر ہونے والوں کے مفادات کی نمائندگی کرتی ہیں۔ یہ جامع نقطہ نظر شفافیت، احتساب اور پی پی پی کے اقدامات کی مجموعی تاثیر کو بڑھاتا ہے۔

موثر پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپس (Effective PPPs) مخصوص کاموں کو انجام دینے میں سرکاری اور نجی دونوں شعبوں کی تکمیلی طاقتوں کو تسلیم کرتی ہیں۔ پی پی پی میں حکومت کی شمولیت مختلف قسم کی معاونت پر مشتمل ہو سکتی ہے، بشمول ٹیکس ریونیو سے مالی تعاون، اثاثوں کی منتقلی یا شراکت داری کی حمایت کرنے والے دیگر وعدے۔ مزید بر آں، حکومت نجی شعبے کو سماجی ذمہ داری، ماحولیاتی آگاہی، مقامی اور سیاسی ترجیحات کے بارے میں حساس بناتی ہے۔ عوامی نجی شراکت داری کو عالمی سطح پر مختلف شعبوں میں کامیابی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے، جن میں بجلی کی پیداوار اور تقسیم، پانی اور صفائی کی خدمات، فضلہ کے انتظام، ہسپتالوں کی تعمیر اور انتظام، تعلیمی سہولیات، اسٹیڈیم کی ترقی، ہوائی ٹریفک کنٹرول خدمات، جیل کا بنیادی ڈھانچہ، ریلوے، سڑک کی تعمیر، بلنگ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے نظام کا نفاذ، اور ہاؤسنگ کی ترقی کے اقدامات شامل ہیں۔

پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپس، سرکاری اور نجی دونوں شعبوں کی طاقتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بنیادی ڈھانچے کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ شراکتیں وسائل کی موثر تقسیم، جدید فنانسنگ ماڈلز، اور نجی کمپنیوں کی مہارت میں سہولت فراہم کرتی ہیں، جبکہ عوامی نگرانی اور جوابدہی کو بھی یقینی بناتی ہیں۔ خطرات اور ذمہ داریوں کو بانٹ کر پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپس بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں کی فراہمی کو تیز کر سکتے ہیں، جیسے سڑکیں، پل، بندر گاہیں، اور یوٹیلیٹیز، جن سے کمیونٹیز کو فوائد فراہم ہوتے ہیں اور اقتصادی ترقی کو فروغ ملتا ہیں۔ مزید بر آں، پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپس اکثر مسابقت کو فروغ دیتے ہیں، جس کی وجہ سے لاگت میں بچت ہوتی ہے اور پروجیکٹ کی تکمیل اور آپریشن کے معیار میں بہتری آتی ہے۔ مجموعی طور پر، پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپس کے باہمی تعاون کی نوعیت پائیدار بنیادی ڈھانچے کی ترقی کو فروغ دیتی ہے جو معاشرے کی ابھرتی ہوئی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔

ہندوستان نے بھی عوامی سہولیات کی فراہمی میں پرائیویٹ سیکٹر کی شرکت کے لیے فعال اقدامات کیے ہیں، جن کا مقصد مسابقت، کارکردگی اور خدمات کی فراہمی کو بڑھانا ہے۔ اگرچہ نجکاری اور ریگولیٹری اصلاحات کا فوکس بنیادی طور پر نجی سرمایہ کاری کو راغب کرنا اور خدمات کے معیار کو بہتر بنانا ہے، تاہم، مختلف بنیادی ڈھانچے کے شعبوں میں حالیہ پالیسی تبدیلیاں سرمایہ کاری کی کشش کو مزید سہارا دینے کی کوشش کرتی ہیں۔ روایتی طور پر، بنیادی ڈھانچے کی خدمات اجارہ دارانہ حکومتوں کے ذریعے چلائی جاتی تھیں اور ناکافی فنڈز، کم ٹیرف، اور بھاری سبسڈیز پر انحصار کرتی تھیں، اس لیے یہ پائیدار اور سستی نہیں تھیں۔ تاہم، پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ کا تعارف بنیادی طور پر بجلی اور ٹیلی کام کے شعبوں میں دیکھا گیا ہے۔ یہ پیش رفت مسابقتی قیمتوں پر کارکردگی، خدمات کی فراہمی، اور صارفین کے اطمینان کو نمایاں طور پر بڑھانے کے لیے، پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ کی صلاحیت کو واضح کرتی ہیں۔

ہندوستان کی مرکزی حکومت کے اندر پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ کا جائزہ نیتی آیوگ نے کیا ہے۔ مالی سال 21-2020 میں، نیتی آیوگ نے 1,72,314 کروڑ روپے کے پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپس پروجیکٹوں کا جائزہ لیا۔ ان میں مرکزی حکومت کے 123 پروجیکٹ اور دو ریاستی پروجیکٹ شامل ہیں۔ جدول 23.1 ان منصوبوں کی مزید تفصیلات فراہم کرتا ہے۔ اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ کو کامیابی کے ساتھ مختلف شعبوں تک بڑھایا گیا ہے جن میں سڑکیں، بندر گاہیں، ریلوے مسافر ٹرینیں اور ایکو ٹورازم کیلیے سب سے زیادہ پروجیکٹس شامل ہیں۔

جدول 23.1: مرکزی حکومت کے اندر پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ

پروجیکٹس کے اقسام	پروجیکٹس کی تعداد	پروجیکٹس کی لاگت (کروڑ میں)
سڑکیں	69	63,279
بندرگاہیں	12	33,59
ایکوٹورازم	10	2232
سائلوس	1	401
پٹرولیم کے ذخائر	4	27,728
روپ وے	1	1996
ٹیلی کام	9	29,199
ریلوے اسٹیشنز	6	7,600
ریلوے مسافر ٹرینیں	12	30,099
میٹرو	1	74,20
کل	**125**	**1,72,314**

ماخذ: نیتی آیوگ

23.2.2 پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ ماڈلز (Public-Private Partnership Models)

پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ میں عوامی سہولیات یا خدمات کی فراہمی کے لیے حکومت اور نجی شعبے کے درمیان تعاون شامل ہوتا ہے۔ یہ سڑکوں، پلوں یا ہسپتالوں جیسے بڑے سرکاری منصوبوں کو نجی سرمایہ کاری کے ذریعے فنانس اور مکمل کرنے کے قابل بناتا ہے۔ اس قسم کی شراکت میں، نجی شعبے کے ادارے کی طرف سے ایک مخصوص مدت کے لیے سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔ یہ شراکت داری اس وقت پروان چڑھتی ہے جب نجی شعبے کی ٹیکنالوجی اور اختراعات (Innovation) کو پبلک سیکٹر کی ترغیبات (Incentives) کے ساتھ ملایا جاتا ہے، جس سے منصوبے کی بروقت اور بجٹ کے مطابق تکمیل کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ میں حکومت سروس کی فراہمی کی مکمل ذمہ داری اپنے پاس رکھتی ہے جو اسے نجکاری سے ممتاز کرتی ہے۔ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ میں لاحق خطرات کو نجی شعبے اور عوامی ادارے کے درمیان واضح طور پر بیان کیا جاتا ہے، جس سے جوابدہی کو یقینی بنایا جا رہا ہے۔ ایک نجی ادارے کا انتخاب کھلی مسابقتی بولی کے ذریعے کیا جاتا ہے اور اسے کارکردگی سے منسلک ادائیگیاں موصول ہوتی ہیں۔

پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ ترقی پذیر ممالک کے اہم منصوبوں کے لیے قرض لینے کی رکاوٹوں سے نمٹنے کے لیے ایک متبادل راستہ پیش کرتا ہے۔ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ مختلف ماڈلز کے تحت کی جاتی ہیں جو سرمایہ کاری کی سطح، ملکیت کے کنٹرول، رسک ایلوکیشن، تکنیکی تعاون، مدت، فنانسنگ اور دیگر اہم عوامل کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں۔ مندرجہ ذیل پی پی پی کے کچھ عام استعمال شدہ ماڈلز ہیں:

1. بلڈ آپریٹ ٹرانسفر ماڈل (Build Operate Transfer-BOT)

اس روایتی پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ ماڈل میں پرائیویٹ پارٹنر کی ڈیزائننگ، تعمیر، آپریٹنگ (معاہدے کی مدت کے دوران) اور بالآخر اس سہولت کو پبلک سیکٹر میں منتقل کرنے کی ذمہ داری شامل ہے۔ پرائیویٹ سیکٹر پارٹنر کو اس منصوبے کے لیے فنانسنگ حاصل کرنے

اور اس کی تعمیر اور دیکھ بھال کی ذمہ داری قبول کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بدلے میں، پبلک سیکٹر پرائیویٹ سیکٹر پارٹنر کو صارفین سے ریونیو حاصل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس بلڈ آپریٹ ٹرانسفر ماڈل کی ایک نمایاں مثال قومی شاہراہ کے منصوبوں میں نظر آتی ہے۔

2. بلڈ اون آپریٹ ٹرانسفر ماڈل (Build Own Operate Transfer-BOOT)

پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے اس ماڈل میں پرائیویٹ پارٹی متفقہ ٹائم فریم تک پروجیکٹ بناتی ہے، اس کی ملکیت رکھتی ہے اور اسے چلاتی ہے۔ اس کے بعد یہ منصوبہ یا تو حکومت کے حوالے کر دیا جاتا ہے یا پرائیویٹ آپریٹر کے زیر انتظام چلتا رہتا ہے۔ اس ماڈل کو اکثر اہم بنیادی ڈھانچے جیسے ہائی ویز اور بندرگاہوں کی ترقی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور یہ پائیدار ترقی اور اقتصادی ترقی میں سہولت فراہم کرتا ہے۔

3. بلڈ اون آپریٹ ماڈل (Build-Own-Operate-BOO)

اس ماڈل میں پرائیویٹ پارٹی نئی تعمیر شدہ سہولت کی ملکیت برقرار رکھتی ہے۔ باہمی طور پر متفقہ شرائط وضوابط کے ذریعے، پبلک سیکٹر پارٹنر پروجیکٹ کے ذریعے تیار کردہ سامان اور خدمات کی خریداری کا عہد کرتا ہے۔ یہ نجی ادارے کو سہولت کے آپریشن پر مکمل کنٹرول کی اجازت دیتا ہے، اور ممکنہ طور پر طویل مدتی منافع کا باعث بنتا ہے۔ تاہم، عوامی مفادات اور خدمات کے معیار کے تحفظ کے لیے منصفانہ شرائط اور نگرانی کے لیے محتاط گفت و شنید کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلڈ اون آپریٹ ماڈلز توانائی کی پیداوار اور بنیادی ڈھانچے جیسے شعبوں میں موثر ثابت ہوئے ہیں اور وسائل کی تقسیم میں بہتری اور نجی شعبے کی شمولیت کے ذریعے جدت (Innovation) کو فروغ دیتا ہے۔

4. بلڈ آپریٹ لیز ٹرانسفر ماڈل (Build Operate Lease Transfer-BOLT)

اس ماڈل میں حکومت کی طرف سے کسی نجی ادارے کو سہولت کی تعمیر اور ممکنہ طور پر ڈیزائن کرنے کے لیے رعایت دی جاتی ہے۔ اس کے بعد نجی ادارے کو سہولت کی ملکیت اور لیز دی جاتی ہے۔ اس کے بعد، لیز کی میعاد ختم ہونے پر، سہولت کی ملکیت واپس حکومت کو منتقل کر دی جاتی ہے۔ یہ ماڈل بنیادی ڈھانچے کی ترقی میں نجی شعبے کی شرکت کے لیے ایک منظم فریم ورک پیش کرتا ہے، اثاثوں کے موثر استعمال کو یقینی بناتا ہے اور ضروری خدمات تک پبلک سیکٹر کی رسائی کو آسان بناتا ہے۔

5. ڈیزائن بلڈ فنانس آپریٹ ماڈل (Design Build Finance Operate-DBFO)

اس ماڈل میں پرائیویٹ پارٹی رعایتی مدت کے دوران پروجیکٹ کی ڈیزائننگ، تعمیر، فنانسنگ اور آپریٹنگ کی مکمل ذمہ داری قبول کرتی ہے۔ یہ جامع طریقہ کار پراجیکٹ پر عمل درآمد اور جوابدہی کو یقینی بناتا ہے، عوامی بنیادی ڈھانچے اور خدمات کی فراہمی میں جدت اور کارکردگی کو فروغ دیتا ہے۔ مزید برآں، ڈیزائن بلڈ فنانس آپریٹ ماڈل نجی شعبے کو خطرے کی منتقلی کے قابل بناتا ہے اور پراجیکٹ کی بہترین کارکردگی اور طویل مدتی پائیداری کی ترغیب دیتا ہے۔

6. لیز ڈیولپ آپریٹ ماڈل (Lease Develop Operate-LDO)

اس ماڈل میں، نئے تیار کردہ بنیادی ڈھانچے کی سہولت کی ملکیت یا تو حکومت یا پبلک سیکٹر کے ادارے کے پاس رہتی ہے، جو نجی

پروموٹر سے لیز کی ادائیگیاں وصول کرتی ہے۔ یہ نقطہ نظر خاص طور پر ہوائی اڈے کی سہولیات کی ترقی میں رائج ہے، جہاں یہ ہوابازی کے بنیادی ڈھانچے اور خدمات کو بڑھانے کے لیے سرکاری اور نجی شعبوں کے درمیان موثر تعاون کی اجازت دیتا ہے۔

ہر پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ (PPP) ماڈل کی اپنی منفرد طاقت اور کمزوریاں ہیں۔ کسی ماڈل کا انتخاب کئی عوامل پر منحصر ہوتا ہے جیسے بنیادی ڈھانچے کے منصوبے کی مخصوص ساخت، اس سے وابستہ خطرے کی سطح، اور سرکاری اور نجی شعبے کے شراکت داروں کی مالی اور آپریشنل صلاحیتیں، خطرات کی موثر تقسیم، واضح قانونی اور ریگولیٹری فریم ورک کا قیام، اور مضبوط نگرانی اور تشخیص کے طریقہ کار کا نفاذ۔ یہ عناصر اجتماعی طور پر شفاف اور موثر منصوبے کی تکمیل کو یقینی بناتے ہیں۔

23.3 ڈس انویسٹمنٹ کی بحث (The Disinvestment Debate)

آزادی کے بعد ہندوستان نے بہت سے دوسرے ترقی پذیر ممالک کی طرح لوگوں کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وسیع عوامی شعبوں کے قیام کے لیے اہم پالیسیاں فراہم کیں۔ ہندوستانی پبلک سیکٹر انٹرپرائزز (PSEs) نے ملک کی صنعتی بنیاد کو مضبوط بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ تاہم، 1980 کی دہائی کے آخر تک، ان میں سے بہت سے اداروں کے اندر بے شمار مسائل سامنے آئے۔ ان میں مستحکم پیداواری نمو (Stagnant Productivity Growth)، ناقص پراجیکٹ مینجمنٹ، اور پرانی ٹیکنالوجی، تحقیق اور ترقی کو نظرانداز کرنا، اور انسانی وسائل کی ترقی پر ناکافی توجہ شامل تھی۔ سرمایہ کاری سے محدود منافعے کی وجہ سے پبلک سیکٹر انٹرپرائزز (PSEs) کے نئے منصوبوں اور تکنیکی ترقی میں دوبارہ سرمایہ کاری کرنے کی صلاحیت کو روک دیا تھا۔ سرکاری شعبے کے بیمار ادارے، حکومت کے اثاثوں کی بجائے، سرکاری خزانے پر بوجھ بن گئے۔ مزید یہ کہ بیسویں صدی کی آخری دہائی کے دوران ادائیگیوں کے توازن (BOP) میں خسارہ خطرناک حد تک پہنچ گیا۔ کچھ ماہرین اقتصادیات 1991 کے مالیاتی بحران کی وجہ پبلک سیکٹر کی خاطر خواہ منافع پیدا کرنے میں ناکامی کو قرار دیتے ہیں۔ ایک فوری معاشی بحران کے جواب میں، ہندوستان نے اقتصادی فلسفے میں ایک اہم تبدیلی کی۔ 1956 کی صنعتی پالیسی ریزولوشن کے ذریعے پبلک سیکٹر انٹرپرائز (PSEs) کو تفویض کردہ اسٹریٹجک کردار 1991 کے بعد ایک ادراک کی تبدیلی سے گزرا، جو 1960 اور 1970 کی دہائیوں کی پالیسیوں سے علیحدگی کا اشارہ دیتا ہے۔ 1991 اور 1999 کے درمیان، ہندوستان نے ڈس انویسٹمنٹ کے حق میں ایک نیا طریقہ اپنایا۔ 24 جولائی 1991 کو، حکومت نے نئی صنعتی پالیسی (New Industrial Policy) متعارف کرائی، جس میں پانچ اہم شعبوں کو نشانہ بنایا گیا: صنعتی لائسنسنگ، غیر ملکی سرمایہ کاری، غیر ملکی ٹیکنالوجی کے معاہدے، پبلک سیکٹر پالیسی، اور اجارہ داری اور تجارتی طرز عمل ایکٹ۔ یہ ہندوستان کی اقتصادی اصلاحات کی تاریخ میں ایک اہم لمحہ ہے، جسے عام طور پر لبرلائزیشن، پرائیویٹائزیشن، اور گلوبلائزیشن ماڈل کہا جاتا ہے۔

نجکاری (Privatization) کی سہولت کے لیے، حکومت نے ڈس انویسٹمنٹ کا راستہ چنا ہے، جس میں پبلک سیکٹر کی ایکویٹی کو پرائیویٹ سیکٹر اور عوام دونوں کو بیچنا شامل ہے۔ ڈس انویسٹمنٹ ہندوستان کے لبرلائزیشن اور گلوبلائزیشن کے وسیع تر ایجنڈے کے ساتھ منسلک تھی۔ 1980 کی دہائی میں برطانیہ، فرانس اور دیگر جگہوں پر نظر آنے والی بڑے پیمانے پر نجکاری کے برعکس، ہندوستان نے اس طرح کے اقدامات سے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ لہٰذا، حکومت نے صریحاً نجکاری کے بجائے منفی وابستگیوں اور مضمرات کو کم کرنے کے لیے "ڈس

انویسٹمنٹ" کی اصطلاح کا انتخاب کیا۔

حکومت کی اس اہم حکمت عملی نے غیر اسٹریٹجک پبلک سیکٹر انڈرٹیکنگز میں اپنی ایکویٹی کو 26 فیصد یا اس سے کم کرنا اور خسارہ دینے والی پبلک سیکٹر انڈرٹیکنگز کو بند کرنا تھا۔ 99-1998 میں اپنے پہلے بجٹ کے اعلان میں، نئی حکومت نے پبلک سیکٹر انڈرٹیکنگز میں سرکاری شیئر ہولڈنگ کو 26٪ تک کم کرنے کا انتخاب کیا۔ ڈس انویسٹمنٹ کمیشن کی سفارش کے بعد ملکیت میں تبدیلی کو ممکن بنایا گیا۔ ڈس انویسٹمنٹ کا مقصد پبلک انٹرپرائزز کے کام میں زیادہ مارکیٹ ڈسپلن متعارف کرانا تھا۔

ڈس انویسٹمنٹ پروگرام 1991–92 میں شروع ہوا، حکومت نے 05-2004 تک مختلف پبلک سیکٹر کمپنیوں میں اپنے حصص کو آہستہ آہستہ فروخت کیا۔ 99-1998 تک، حکومت ہر سال گھریلو یا بین الاقوامی سطح پر چھوٹے شیئر ایشوز کے ذریعے اقلیتی حصص (Minority stakes) فروخت کرتی تھی۔ تاہم، 2000-1999 کے بعد سے، اسٹریٹجک سیلز کے نام پر ڈس انویسٹمنٹ میں ایک تبدیلی آئی ہے، جس میں کنٹرول اور انتظام کو مؤثر طریقے سے نجی اداروں کو منتقل کیا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اصل کنٹرول چھوڑ کر حکومت نجی شعبے سے بہتر قیمتیں حاصل کر سکتی ہے۔

دوسرے مرحلے (2004-1999) کو ہندوستان میں نجکاری کے آغاز کے طور پر بیان کیا جاتا ہے، جسے حکومت کی طرف سے "اسٹریٹجک سیل" کہا جاتا ہے۔ 01–2000 کی بجٹ تقریر میں حکومت نے اعلان کیا کہ ضرورت پڑنے پر نان اسٹریٹجک پبلک سیکٹر انٹرپرائزز (PSEs) میں اپنے حصص کو 26 فیصد سے کم کرنے کے لیے تیار ہے۔ اس نے اسٹریٹجک سیلز پر بڑھتی ہوئی توجہ کو بھی اجاگر کیا، جس میں ڈس انویسٹمنٹ / نجکاری سے حاصل ہونے والی تمام آمدنی سماجی شعبے، پبلک سیکٹر کمپنیوں کی تنظیم نو اور عوامی قرضوں میں کمی کے لیے مختص کی گئی ہے۔ اس عمل کو ہموار کرنے کے لیے، ڈس انویسٹمنٹ کا ایک خصوصی محکمہ قائم کیا گیا، جسے بعد میں ایک مکمل وزارت میں اپ گریڈ کیا گیا۔ اسٹریٹجک سیلز کے عمل کو مختلف تنازعات کا سامنا کرنا پڑا، بشمول تشخیص کے طریقوں پر تنازعات، لین دین میں قانونی چیلنجز، حکومتی آڈٹ میں مسائل اور مزدوروں کی بے چینی پائی گئی۔ نجکاری کی وجہ سے ملازمتوں میں ہونے والے نقصان کے خدشات کے باوجود، کوئی چھانٹی نہیں ہوئی، حالانکہ کافی بحث ہوئی تھی۔

ڈس انویسٹمنٹ کا تیسرا مرحلہ (2014-2004) پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کی آزادی اور عوامی نوعیت کو برقرار رکھنے پر مرکوز تھا۔ پالیسی نے صرف مخصوص معاملات میں ڈس انویسٹمنٹ پر غور کرنے کا فیصلہ کیا، جبکہ منافع بخش پبلک سیکٹر انٹرپرائزز پبلک سیکٹر میں ہی رہیں۔ مزید برآں، ڈس انویسٹمنٹ سے ہونے والی آمدنی کا رخ سماجی شعبے کے پروگراموں کی طرف تھا۔ اس مرحلے میں، حکومت کا مقصد پبلک سیکٹر کے اداروں کو اسٹاک مارکیٹ سے فنڈز حاصل کرنے اور پبلک شیئر ہولڈنگز کے نئے کم از کم اصول کو پورا کرنے میں مدد کرنا تھا۔

چوتھا مرحلہ (2020-2014) پچھلی این ڈی اے حکومت کے تحت فیز 2 کی طرح اسٹریٹجک فروخت میں واپسی کی بڑی امیدوں کے ساتھ شروع ہوا۔ تاہم، 2016 میں حکومت کی پہلی ڈس انویسٹمنٹ پالیسی میں عوامی ملکیت کو فروغ دینے اور سرکاری شعبے کے اداروں میں سرمایہ کاری کے موثر انتظام کو ترجیح دی گئی۔ نتیجے کے طور پر، ڈس انویسٹمنٹ ڈیپارٹمنٹ کا نام بدل کر محکمہ سرمایہ کاری اور عوامی اثاثہ جات (Department of Investment and Public Asset Management-DIPAM) رکھ دیا گیا، جس میں ڈس

انویسٹمنٹ کے ساتھ ساتھ حکومتی سرمایہ کاری کو سنبھالنے کا وسیع تر مینڈیٹ بھی شامل ہے۔ نیتی آیوگ نے بھی اسٹریٹجک ڈس انویسٹمنٹ میں زیادہ اہم مشاورتی کردار ادا کیا۔

ہندوستان میں، نجکاری ایک متنازعہ مسئلہ ہے، جو اکثر عوامی اثاثوں کی نجی ملکیت میں منتقلی اور ملازمتوں کے ممکنہ نقصانات کے بارے میں خدشات کو جنم دیتا ہے۔ تاہم، پالیسی سازوں نے مسلسل نجکاری کو فنڈز پیدا کرنے کے ایک ذریعہ کے طور پر دیکھا ہے۔ نجی شعبے کے حق میں کارکردگی کی دلائل کو ترجیح دینے کے بجائے پبلک سیکٹر انٹرپرائزز (PSEs) کی عوامی حیثیت کو برقرار رکھنے پر زور دیا گیا۔ نتیجتاً، 31 مارچ 2019 تک گزشتہ تین دہائیوں میں 249 آپریشنل پبلک سیکٹر انٹرپرائزز میں سے صرف 10 کی نجکاری کی گئی۔ اس کے بجائے، ڈس انویسٹمنٹ کا رجحان اقلیتی حصص (Minority Stakes) کی فروخت اور ایک پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کی جانب سے دوسرے پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کے شیئرز خریدنے کی طرف رہا۔ جب تک کہ عوامی اور نجی شعبوں کے کردار کے حوالے سے نقطہ نظر میں کوئی تبدیلی نہیں آتی یہ پالیسی اپروچ برقرار رہنے کا امکان ہے۔

23.3.1 ڈس انویسٹمنٹ اور نجکاری کی وجوہات

Causes of Disinvestment and Privatization)

ہندوستان میں پبلک سیکٹر انٹرپرائزز (PSEs) کی ڈس انویسٹمنٹ اور نجکاری کے جواز کو درج ذیل وجوہات سے منسوب کیا جا سکتا ہے:

1. پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کے اندر کم منافع اور نااہلی کو دور کرنا۔
2. معاشی فیصلہ سازی میں سیاسی مداخلت کا خاتمہ۔
3. پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کے حصص کی فروخت کے ذریعے حکومتی ذخائر پیدا کرنا۔
4. پبلک سیکٹر انٹرپرائزز میں نقصانات کی وجہ سے بجٹ کے دباؤ کو ختم کرنا۔
5. خودمختاری اور انتظامی مراعات کے مسائل کو حل کرنا۔
6. عام لوگوں کو پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کے حصص کی پیشکش کر کے 'عوامی سیکٹر' کو مزید جامع 'عوامی شعبے' میں تبدیل کرنا۔
7. اقتصادی لبرلائزیشن کے عالمی رجحان سے ہم آہنگی۔

23.4 راست غیر ملکی سرمایہ کاری (Foreign Direct Investment-FDI)

غیر ملکی سرمایہ کاری میں وہ سرمایہ شامل ہوتا ہے جو کمپنیوں یا دیگر اثاثوں میں ملکیت کے حصص کے بدلے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاتا ہے۔ عام طور پر غیر ملکی سرمایہ کاری کو براہ راست یا بالواسطہ طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔ براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری اس وقت ہوتی ہے جب سرمایہ کار کسی بیرونی ملک میں کوئی فزیکل اثاثہ جیسے پلانٹ، فیکٹری یا مشینری خریدتے ہیں۔ اس کے برعکس، غیر ملکی بالواسطہ سرمایہ کاری تب ہوتی ہے جب سرمایہ کار غیر ملکی کمپنیوں میں حصص خریدتے ہیں جو اپنے متعلقہ اسٹاک ایکسچینج میں تجارت کرتی ہیں۔ یہاں ہماری بحث براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری تک محدود رہے گی۔

براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری وہ سرمایہ کاری ہے جو ایک ملک کے سرمایہ کاروں کی طرف سے دوسرے ملک میں اثاثے یا حصص خرید کر کی جاتی ہے۔ براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) ایک غیر قرضہ سرمائے کا بہاؤ اور بیرونی فنانسنگ کا بنیادی ذریعہ ہے۔ یہ ترقی پذیر معیشتوں کے لیے خاص طور پر فائدہ مند ہے۔ یہ بین الاقوامی سرمایہ کاری کی ایک شکل کی نمائندگی کرتا ہے جہاں ایک ملک کا سرمایہ کار دوسرے ملک میں واقع انٹرپرائز میں دلچسپی قائم کرتا ہے۔ محض سرمایہ اور تکنیکی مہارت کے انجکشن کے علاوہ، براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری معیشت کی مسابقت کو بڑھاتی ہے۔ مختصراً، یہ گھریلو سرمایہ کاری کی تکمیل کرتا ہے، جو ملک میں بلند شرح نمو کو برقرار رکھنے کے لیے اہم ہے۔ براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری مختلف شکلوں میں ہوتی ہے، جیسے حصص خریدنا، کوئی کاروباری برانچ شروع کرنا، مشترکہ منصوبے میں ٹیم بنانا، یا قرض یا ٹیکنالوجی کی پیشکش کرنا۔

سال 2000 کے بعد سے، حکومت کی جانب سے براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کی پالیسی میں اہم تبدیلیاں کی گئیں تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ ہندوستان تیزی سے پرکشش اور سرمایہ کاروں کے لیے دوستانہ مقام بن جائے۔ ہندوستان حالیہ برسوں میں اپنی بڑی اور پھیلتی ہوئی گھریلو مارکیٹ، اچھی آبادی، مستحکم سیاست، آزادانہ پالیسیوں اور کاروبار کرنے میں آسانی کی وجہ سے غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے ایک ہاٹ سپاٹ بن گیا ہے۔ حالیہ برسوں میں، حکومت ہند نے دفاع، پبلک سیکٹر آئل ریفائنریز، ٹیلی کام، پاور اور اسٹاک ایکسچینج سمیت متعدد شعبوں میں اصولوں کو آسان بنا کر ایف ڈی آئی کی حوصلہ افزائی کرنے کے مقصد سے مختلف اقدامات نافذ کیے ہیں۔ 'میک ان انڈیا' اور 'آتم نربھر بھارت' جیسے پروگراموں نے عالمی سپلائی چینز میں ہندوستان کی پوزیشن کو مضبوط کرنے کی کوششوں کے ساتھ مل کر ایف ڈی آئی کی آمد کو فروغ دیا ہے۔ مزید برآں، سرمایہ کاری کو راغب کرنے کے لیے اسکیموں کا تعارف؛ جیسے نیشنل ٹیکنیکل ٹیکسٹائل مشن، پروڈکشن لنکڈ انسنٹیو اسکیم، اور پردھان منتری کسان سمپدا یوجنا، نے سرمایہ کاروں کی دلچسپی کو مزید تقویت دی ہے۔ COVID-19 وبائی مرض کے آغاز میں تقریباً 1,000 کمپنیوں نے اپنے کاموں کو چین سے بھارت منتقل کیا، خاص طور پر طبی آلات، الیکٹرانکس، موبائل اور ٹیکسٹائل۔ ایف ڈی آئی میں اس اضافے کو ہندوستان کی لبرل اور دلکش پالیسی نظام، سازگار کاروباری ماحول، اور ہموار ریگولیٹری فریم ورک سے منسوب کیا جاسکتا ہے، ان سبھی نے ملک کو غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے ایک پرکشش مقام بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

ڈپارٹمنٹ فار پروموشن آف انڈسٹری اینڈ انٹرنل ٹریڈ (ڈی پی آئی آئی ٹی) کا کہنا ہے کہ اپریل 2000 سے جون 2022 تک ہندوستان نے 871.01 بلین ڈالر کی ایف ڈی آئی حاصل کی۔ 2021 میں، ہندوستان عالمی سرمایہ کاری رپورٹ 2022 کے مطابق، غیر ملکی سرمایہ کاری کی میزبانی کرنے والے سرفہرست 20 ممالک میں ساتویں نمبر پر تھا۔ مالی سال 2020-21 میں، ہندوستان نے اب تک کی سب سے زیادہ براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری دیکھی، جس میں 84.8 بلین ڈالر کی آمد ہوئی، بشمول خدمات کے شعبے میں 7.1 بلین ڈالر ہوئی۔

ہندوستان دو بنیادی ذرائع سے براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) کو راغب کرتا ہے: خودکار راستہ اور سرکاری راستہ۔ خودکار راستے کے تحت، غیر ملکی اداروں کے لیے سرمایہ کاری کے عمل کو ہموار کرتے ہوئے، حکومت یا ریزرو بینک آف انڈیا سے پیشگی منظوری کی ضرورت کے بغیر براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کی اجازت ہے۔ اس کے برعکس، حکومت کا راستہ پیشگی منظوری کو لازمی قرار دیتا ہے، جس سے براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کی تجاویز میں جانچ کی ایک اضافی پرت شامل ہوتی ہے۔ ہندوستان میں براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری

پالیسی متنوع نقطہ نظر کی نمائش کرتی ہے، کچھ شعبے غیر ملکی سرمایہ کاروں کو مکمل ملکیت کی اجازت دیتے ہیں، جب کہ دیگر 26٪ سے 49٪ اور 51٪ تک کی حد برقرار رکھتے ہیں۔ اس لچک کے باوجود، بعض صنعتیوں میں براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (ایف ڈی آئی) ممنوں ہیں۔

23.4.1 راست غیر ملکی سرمایہ کاری کا کردار (Role of Foreign Direct Investment)

براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) ٹیکنالوجی اور جانکاری لاتی ہے جو مسابقت کو بڑھاتی ہے اور اقتصادی ترقی کو تیز کرتی ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں بہت سی مقامی کمپنیاں بین الاقوامی کارپوریشنز (TNCs) سے مقابلہ کرنے کے لیے تحقیق اور ترقی (R&D) میں زیادہ سرمایہ کاری نہیں کرتیں۔ غیر ملکی ملحقہ اداروں کو نامناسب ٹیکنالوجی کی منتقلی کے بارے میں خدشات کے باوجود، مطالعات سے پتہ چلتا ہے کہ براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) سے منسلک نجی اور عوامی ٹیکنالوجی درحقیقت فائدہ مند ہے اور انٹر فرم تعاون کے ذریعے ترقی کو فروغ دیتی ہے۔ براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے نمایاں کھلے پن کے حامل ممالک اس سے ترقی کا تجربہ کر سکتے ہیں۔ اقتصادی ترقی کے لیے تجارت بہت اہم ہے، اور براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) برآمدات کو آسان بنا کر ترقی کو مزید فروغ دے سکتی ہے۔ FDI تقابلی فائدہ کو بڑھانے اور عالمی منڈیوں میں متحرک تبدیلیوں کو فروغ دینے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے، جو برآمدات کی قیادت میں ترقی کی حکمت عملی کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) کے پھیلاؤ سے وصول کنندہ ملک کو مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

1. اقتصادی فروغ

براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری اقتصادی ترقی کے پیچھے ایک محرک قوت ہے، جو غیر ملکی سرمائے کو اہم شعبوں جیسے کہ بنیادی ڈھانچے، صنعتی توسیع اور تکنیکی ترقی میں متعارف کراتی ہے۔ غیر ملکی سرمایہ کاری ملک کے اندر اختراع اور ترقی کو ہوا دیتی ہے۔

2. توسیعی تجارت

براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری برآمدات پر مبنی صنعتوں کے قیام کو فروغ دے کر، پیداواری صلاحیت کو بڑھا کر، اور عالمی منڈیوں میں مسابقت کو بہتر بنا کر تجارت میں توسیع کی سہولت فراہم کرتا ہے۔

3. ملازمت کی تخلیق

براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری روزگار کے مواقع میں اضافے میں معاون ہے، جس سے افرادی قوت کو فائدہ ہوتا ہے۔ مزید برآں، ملٹی نیشنل کارپوریشنز اکثر جدید ٹیکنالوجی اور انتظامی طریقہ کار لاتی ہیں، جو نہ صرف پیداواری صلاحیت کو بڑھاتی ہیں بلکہ نئے کاروبار اور صنعتوں کے قیام کے ذریعے روزگار کے مواقع بھی پیدا کرتی ہیں۔

4. تکنیکی ترقی

بیرون ملک سے سرمایہ کاری تمام شعبوں میں تکنیکی ترقی کو آگے بڑھاتی ہے، جدت اور کارکردگی کو فروغ دیتی ہے۔

5. نالج ایکسچینج

براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کے ذریعے ملٹی نیشنل کارپوریشنز اور ملکی اداروں کے درمیان علم اور مہارت کا قابل قدر تبادلہ ہوتا

ہے، جدت طرازی، مہارت کی نشو و نما، اور بہترین طریقوں کی منتقلی، بالآخر معیشت کی مجموعی ترقی اور مسابقت میں حصہ ڈالتی ہے۔

6. اقتصادی استحکام

براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری اقتصادی منظرنامے کو مستحکم کرنے، اتار چڑھاؤ اور غیر یقینی صورتحال کے درمیان استحکام فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مزید برآں، صنعتوں اور منڈیوں میں تنوع کو فروغ دے کر، FDI معیشت کے خطرے کو سیکٹر کے لحاظ سے مخصوص مندی میں کم کرتا ہے، جس سے مجموعی اقتصادی استحکام میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

عالمگیریت نے ہندوستان کو بھی اپنی منڈیوں کو غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے کھولنے اور اقتصادی پالیسیوں کو تبدیل کرکے ایف ڈی آئی کی اجازت دینے پر مجبور کیا۔ تجارتی رکاوٹوں کو ختم کیا گیا، جس کے نتیجے میں ہندوستانی صنعت کے تمام شعبوں میں نمایاں ترقی ہوئی۔ نتیجتاً، ہندوستان نے ٹکنالوجی میں ترقی کا تجربہ کیا اور برآمدات اور درآمدات دونوں میں اضافہ کیا۔ ایف ڈی آئی سرمایہ کاری کے قابل سرمائے میں اضافہ کرکے پیداوار کی ترقی کو بڑھاتا ہے۔ تاہم، اس کا بڑا اثر بیرونی چیزوں سے آتا ہے جیسے بہتر کارکردگی اور پیداوری۔ ایف ڈی آئی گھریلو لیبر فورس کے لیے مسابقت، نئی ٹیکنالوجی، اور مہارتیں متعارف کراتی ہے۔ مزید برآں، بین الاقوامی کارپوریشنز بھارت کو پیداواری مرکز کے طور پر استعمال کرتے ہوئے عالمی سپلائی چین کو سہولت فراہم کرتی ہیں، جس سے برآمدات میں مضبوط اضافہ ہوتا ہے۔

میزبان ممالک کی ترقی میں براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کے کردار کے باوجود اس کے کچھ منفی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اس سے مقامی چھوٹی فرمیں متاثر ہوتی ہیں جو بڑی ملٹی نیشنل کارپوریشنوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہوتیں۔ یہ اسٹریٹجک اثاثوں اور وسائل پر محدود کنٹرول کا باعث بھی بنتا ہے اور غیر ملکی سرمایہ کاری پر انحصار پیدا کرتا ہے۔ یہ ملکی اور غیر ملکی فرموں کے درمیان تنازعہ پیدا کرتا ہے اور اس سے معیشت میں عدم مساوات بڑھتا ہے۔ اگر سرمایہ کاری قلیل مدت کے لیے ہو اس سے عدم استحکام کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔

23.4.2 ہندوستان میں غیر ملکی سرمایہ کاری کے تعین کنندگان (Determinants of FDI in India)

براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کی سمت اور بہاؤ میزبان ممالک سے متعلق بہت سے عوامل پر منحصر ہے۔ ہندوستان میں براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) کی سطح کو متاثر کرنے والے کچھ اہم عوامل حسب ذیل ہیں:

1. مستحکم پالیسیاں سرحد پار سرمایہ کاروں کو راغب کرنے کے لیے کلیدی حیثیت رکھتی ہیں جو مستقل ضوابط رکھنے والے ممالک کے حق میں ہیں۔
2. غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے ٹیکس میں چھوٹ اور سبسڈی جیسے عوامل براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔
3. وافر، کم لاگت والے ہنر مند اور غیر ہنر مند لیبر کی دستیابی براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے کشش ہے۔
4. مضبوط انفرااسٹرکچر، بشمول قابل اعتماد معلومات اور مواصلاتی نیٹ ورک کاروبار کی ترقی کے لیے اہم ہیں، اور FDI اس کے حصول میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

5. 5مزید برآں، وافر قدرتی وسائل کی موجودگی ملک براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے ایک اہم کشش بن جاتی ہے۔

23.4.3 بھارت میں غیر ملکی سرمایہ کاری کے کم بہاؤ کے چیلنجز

(Challenges of low FDI flow to India)

اگرچہ ہندوستان کو اکثر غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے محفوظ پناہ گاہ کے طور پر سمجھا جاتا ہے، اسے بھی کئی چیلنجوں کا سامنا ہے جو براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) کے بہاؤ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ چند اہم رکاوٹیں درج ذیل ہیں:

1. ناکافی بنیادی ڈھانچہ

مضبوط بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کا فقدان بہت سے غیر ملکی سرمایہ کاروں کو ہندوستان میں سرمایہ کاری کرنے سے روکتا ہے۔

2. لیبر قوانین اور بدعنوانی کے الزامات

لیبر قوانین کے بارے میں خدشات، بدعنوانی کے الزامات، اور ادارہ جاتی اصلاحات کا غیر ملکی سرمایہ کاری کی آمد میں اہم رکاوٹوں کا کام کرتا ہے۔

3. فیصلہ سازی کی ناکافی صلاحیت

ملک میں حکام کے درمیان فیصلہ سازی کی ناکافی صلاحیت براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کی آمد کی رفتار کو روک سکتی ہے۔

4. غیر واضح ترغیبی پیکجز

غیر واضح اور بار بار بدلتے ہوئے مراعاتی پیکج ممکنہ سرمایہ کاروں کے لیے غیر یقینی صورتحال پیدا کرتے ہیں، جن سے براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہیں۔

5. گھریلو صنعت کے چیلنجز

گھریلو صنعتوں کو اجارہ داریوں اور سستی درآمدی مصنوعات کی آمد کی وجہ سے زندہ رہنے کے لیے جدوجہد کا سامنا ہے، جس سے براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کی توجہ کے لیے چیلنجز درپیش ہیں۔

6. اخلاقی خدشات

بڑھتا ہوا غیر اخلاقی رویہ سرمایہ کاری کے منظرنامے کو مزید پیچیدہ بناتا ہے، سرمایہ کاروں کے درمیان اعتماد اور بھروسے کو ختم کرتا ہے۔

7. غیر ملکی انحصار

غیر ملکی انحصار میں اضافہ ممکنہ طور پر مجموعی ترقی کی کوششوں کو روک سکتا ہے، جس سے براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کے لیے متوازن نقطہ نظر کی ضرورت کو اجاگر کیا جا سکتا ہے۔

محدودیت اور چیلنجوں کے باوجود براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کو عالمی معیشتوں کے انضمام کے لیے طاقت سمجھا جاتا ہے اور اس

میں ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے درمیان تکنیکی خلا کو ختم کرنے کی صلاحیت ہے۔

23.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد طلبہ اس قابل ہیں کہ:

- پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ کی، تعریف، ضرورت اور ہندوستانی تناظر میں اس کے مختلف آپریٹنگ ماڈلز کی وضاحت کر سکیں۔
- ہندوستان میں ڈس انویسٹمنٹ کے تصور، ارتقاء اور پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کی تنظیم نو پر ان کے اثرات اور مختلف مراحل میں ہندوستان کی ڈس انویسٹمنٹ پالیسی کو سمجھیں اور جائزہ لیں سکیں۔
- براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کا نمایاں کردار اور اس کے تعین کنندگان اور چیلنجز کو سمجھیں اور اس پر روشنی ڈال سکیں۔

23.6 فرہنگ (Glossary)

پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ:Public Private Partnership- پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ (پی پی پی) ماڈل میں غیر منافع بخش اور منافع بخش نجی شعبے کی تنظیموں کے مجموعے کے ذریعے خدمات کی فراہمی شامل ہے، جبکہ حکومت ضروری وسائل فراہم کرنے کی ذمہ داری اپنے پاس رکھتی ہے۔ پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ میں سرکاری اور نجی اداروں کے درمیان مختلف طویل مدتی معاہدے شامل ہوتے ہیں جو فنانسنگ، ڈیزائننگ، نفاذ، اور آپریٹنگ انفراسٹرکچر اور خدمات پر مرکوز ہوتے ہے۔

ڈس انویسٹمنٹ :Disinvestment- پبلک سیکٹر کی ایکویٹی کو پرائیویٹ سیکٹر اور عوام دونوں کو بیچنا شامل ہے۔ پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کے حصص کی فروخت کے ذریعے حکومت مالی ذخائر پیدا کرتی ہے۔

راست غیر ملکی سرمایہ کاری:Foreign Direct Investment- سرمایہ کاری جو ایک ملک کے سرمایہ کاروں کی طرف سے دوسرے ملک میں اثاثے یا حصص خرید کر کی جاتی ہے۔

نجکاری :Privatization- سرکاری اثاثوں، فرموں اور آپریشنز کی ملکیت یا کنٹرول نجی سرمایہ کاروں کو منتقل کرنے کا عمل۔

کلیدی شعبے :Strategic Sectors- شعبے جنہیں حکومت قومی سلامتی یا مفاد عامہ کے تحفظ کے لیے ضروری سمجھتی ہے۔

اقلیتی اسٹیک ہولڈر :Minority Stakeholder- افراد یا ادارے جن کے پاس کسی کمپنی یا ادارے میں 50% سے کم شیئرز کی ملکیت ہوتی ہیں اور جن کے پاس ووٹنگ اور فیصلہ سازی کے حقوق بھی محدود ہوتے ہیں۔

23.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

23.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ہندوستان میں براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کے حوالے سے، مندرجہ ذیل میں سے کس کو اس کی اہم خصوصیت سمجھا جاتا ہے؟

(a) یہ بنیادی طور پر ایک درج کمپنی میں سرمایہ کاری کے آلات کے ذریعے سرمایہ کاری ہے۔

(b) یہ بڑے پیمانے پر غیر قرض پیدا کرنے والا سرمائے کا بہاؤ ہے۔

(c) یہ وہ سرمایہ کاری ہے جس میں قرض کی خدمت شامل ہے

(d) یہ غیر ملکی ادارہ جاتی سرمایہ کاروں کی جانب سے سرکاری سیکیورٹیز میں کی جانے والی سرمایہ کاری ہے

2. مندرجہ ذیل میں سے کون ہندوستان میں پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ (PPP) کی بہترین وضاحت کرتا ہے؟

(a) عوامی خدمات یا بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں کی فراہمی کے لیے سرکاری ایجنسیوں اور نجی شعبے کے اداروں کے درمیان تعاون۔

(b) انتخابی فنڈنگ کے لیے سیاسی جماعتوں اور نجی کمپنیوں کے درمیان شراکت داری۔

(c) تحقیقی منصوبوں کے لیے سرکاری اور نجی یونیورسٹیوں کے درمیان مشترکہ منصوبہ۔

(d) صحت کی دیکھ بھال کی فراہمی کے لیے سرکاری اور نجی اسپتالوں کے درمیان باہمی معاہدہ۔

3. ہندوستان میں کس شعبے نے بنیادی ڈھانچے کی ترقی کے لیے پی پی پی ماڈلز کو بڑے پیمانے پر استعمال کیا ہے؟

(a) تعلیم (b) طبی نگہداشت

(c) نقل و حمل (d) زراعت

4. بغیر پیشگی منظوری کے ہندوستان میں خودکار راستے کے تحت بیشتر شعبوں میں براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کی زیادہ سے زیادہ کتنی فیصد اجازت ہے؟

(a) 26% (b) 49%

(c) 51% (d) 100%

5. پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپس (PPPs) کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

(a) منصوبوں پر حکومتی کنٹرول کو کم کرنا

(b) نجی شعبے کے منافع کو زیادہ سے زیادہ بڑھانا۔

(c) سرکاری اور نجی شعبوں کے درمیان خطرات اور ذمہ داریوں کا اشتراک

(d) بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں پر حکومت کی اجارہ داری کو یقینی بنانا

6. پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ (PPP) میں نجی شعبہ عام طور پر کیا کردار ادا کرتا ہے؟

(a) فنڈنگ اور مہارت فراہم کرنا۔ (b) روزگار کے مواقع فراہم کرنا

(c) تحقیق و ترقی کرنا (d) درج بالا سبھی

7. پی پی پی کے منصوبوں میں، بنیادی ڈھانچے کی ترقی کے لیے عام طور پر کون سی پارٹی فنڈ فراہم کرتی ہے؟

(a) صرف حکومت (b) صرف نجی شعبہ

(c) سرکاری اور نجی دونوں شعبوں کا مجموعہ (d) غیر سرکاری تنظیمیں (این جی اوز)

8. ہندوستان میں ایف ڈی آئی کو راغب کرنے کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

(a) بیرون ملک ہندوستانی کمپنیوں کو فروغ دینا۔ (b) عوامی آمدنی میں اضافہ۔

(c) معاشی نمو و ترقی کی حوصلہ افزائی۔ (d) ملکی سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی کرنا۔

9. ہندوستان میں ڈس انویسٹمنٹ پروگرام جس میں حکومت نے دھیرے دھیرے مختلف پبلک سیکٹر کمپنیوں میں اپنے حصص کی فروخت شروع کی تھی بنیادی طور پر کس سال سے شروع ہوئی تھی؟

(a) 1980-81 (b) 1991-92

(c) 2004-05 (d) 2014-15

10. ہندوستان میں کون سی تنظیم ایف ڈی آئی کی پالیسیوں اور طریقہ کار کو کنٹرول اور ریگولیٹ کرتی ہے؟

(a) ریزرو بینک آف انڈیا (RBI) (b) وزارت خزانہ

(c) سکیورٹیز اینڈ ایکسچینج بورڈ آف انڈیا (SEBI) (d) وزارت تجارت وصنعت

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	b	a	c	d	c	a	c	c	b	d

23.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے حوالے سے بلڈ-آپریٹ-ٹرانسفر (BOT) اور بلڈ-آپریٹ-لیز-ٹرانسفر (BOLT) ماڈلز کی وضاحت کیجیے۔
2. ہندوستان میں پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ (PPP) کے تصور کی وضاحت کریں، اس کی اہمیت اور اہم خصوصیات کو اجاگر کیجیے۔
3. ہندوستان میں پبلک سیکٹر انٹرپرائزز کے تناظر میں ڈس انویسٹمنٹ کے کیا اثرات ہیں؟
4. ہندوستان میں براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) سے وابستہ اہم فوائد اور چیلنجز بیان کیجیے۔
5. ملک میں براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) کی حوصلہ افزائی کے لیے کون سے حکومتی اقدامات نافذ کیے گئے ہیں؟

23.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. بنیادی ڈھانچے کی ترقی اور خدمات کی فراہمی میں پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کی ضرورت اور کردار پر تبادلہ خیال کریں۔
2. کیا پبلک سیکٹر کے اداروں میں ڈس انویسٹمنٹ ضروری ہے؟ اپنے دلائل پر بحث کریں۔
3. براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) کی تعریف کریں، اور یہ تصور ملک کی اقتصادی ترقی میں کس طرح اہم کردار ادا کرتا ہے؟

23.8 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Banarjee, S., Sen, R., Sharma, S., & Karthik, S. (2022). *History of disinvestment in India: 1991-2020.* National Institute of Public Finance and Policy.

2. Department of Economic Affairs, Ministry of Finance & Government of India. (2011). *National Private Partnership Policy*.
3. Kapila, U. (2022). *Indian Economy: Performance and Policies.* Academic Foundation.
4. Puri, V. K., Misra, S. K., & Garg, B. (2023). *Indian Economy*(41st ed). Himalaya Publishing House.

اکائی 24: خرد، چھوٹے، اور درمیانی کاروباری اداروں کا کردار اور کارکردگی

(Role and Performance of MSMEs)

اکائی کے اجزا:

24.0 تمہید (Introduction)

24.1 مقاصد (Objectives)

24.2 خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کی تعریف (Definition of MSMEs)

24.3 ملک کی معیشت میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کا کردار (Role of MSMEs in Indian Economy)

24.4 ملک میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کی کارکردگی (Performance of MSMEs in India)

24.5 ہندوستان میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کو درپیش مسائل (Challenges Faced by MSMEs in India)

24.6 خرد، چھوٹے، اور درمیانی کاروباری اداروں کی ترقی کے لیے حکومتی اقدامات (Government Initiatives for the Development of MSMEs)

24.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

24.8 فرہنگ (Glossary)

24.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

24.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

24.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

24.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

24.10 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

24.0 تمہید (Introduction)

خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارے (MSMEs) گزشتہ پانچ دہائیوں میں ہندوستانی معیشت کے ایک انتہائی فعال اور متحرک شعبے کے طور پر ابھرے ہیں، جن سے روزگار پیدا کرنے، صنعت کاری، اختراعات، برآمدات، اور معیشت کی جامع ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ شاید اسی لیے اس شعبے کو دنیا بھر میں ترقی کا انجن کہا جاتا ہے۔ خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارے زراعت کے بعد نسبتاً کم سرمائے کی لاگت پر روزگار کے بڑے مواقع پیدا کر کے ملک کی اقتصادی اور سماجی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ یہ کاروباری ادارے بڑی صنعتوں کے لیے ذیلی اکائیوں کے طور پر معاون ہیں اور ملک کی جامع صنعتی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ گھریلو اور عالمی منڈیوں کی مانگ کے عین مطابق اشیا و خدمات کی متنوع پیداوار اور ان کی فراہمی کے ذریعے معیشت کے تمام شعبوں میں اپنا دائرہ وسیع کر رہے ہیں۔ فی الوقت، ملک میں کام کرنے والے تقریباً 6.3 کروڑ خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارے نہ صرف ملک کی جی ڈی پی میں ایک بڑا حصہ ڈالتے ہیں بلکہ ایک کثیر آبادی کو روزگار کے مواقع بھی فراہم کرتے ہیں۔ قابل ذکر یہ ہے کہ یہ شعبے تقریباً 110 ملین روزگار فراہم کرنے کے ساتھ لیبر مارکیٹ کے استحکام میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مائیکرو، اسمال اینڈ میڈیم انٹرپرائزز (MSME) سیکٹر گزشتہ چھ دہائیوں میں ہندوستانی معیشت کے ایک انتہائی فعال اور متحرک شعبے کے طور پر ابھرے ہیں۔ MSMEs نہ صرف بڑی صنعتوں کے مقابلے نسبتاً کم سرمایہ لاگت پر روزگار کے مواقع فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں بلکہ دیہی اور پسماندہ علاقوں کی صنعت کاری میں بھی مدد کرتے ہیں، اس طرح MSMEs علاقائی عدم توازن کو کم کرتے ہوئے قومی آمدنی اور دولت کی زیادہ منصفانہ تقسیم کو یقینی بناتے ہیں۔ اس اکائی میں، ہم خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کی تعریف، ملک کی اقتصادی ترقی میں ان کا کردار، انہیں درپیش چیلنجز، اور ان کے فروغ کے لیے حکومت کی جانب سے اٹھائے گئے اقدامات کے بارے میں جانیں گے۔

24.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- خرد، چھوٹے، اور درمیانی کاروباری اداروں کی تعریف بیان کر سکیں۔
- ملک کی معیشت میں خرد، چھوٹے، اور درمیانی کاروباری اداروں کے کردار کو واضح کر سکیں۔
- خرد، چھوٹے، اور درمیانی کاروباری اداروں کی کارکردگی کو بیان کر سکیں۔
- خرد، چھوٹے، اور درمیانی کاروباری اداروں کو درپیش مسائل کی نشاندہی کر سکیں۔

24.2 خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کی تعریف (Definition of MSMEs)

سال 2006 سے پہلے ملک میں چھوٹی صنعتوں کی شناخت کے لیے انڈسٹریل ڈیولپمنٹ اینڈ ریگولیشن (IDR) ایکٹ 1951 کی فراہم کردہ تعریف کو اپنایا جاتا تھا۔ اس تعریف میں کاٹیج، روایتی اور گاؤں کے چھوٹے ادارے شامل تھے جنہیں اجتماعی طور پر اسمال اسکیل انڈسٹریز (SSIs) کہا جاتا تھا۔ اسمال اسکیل انڈسٹریز کی یہ تعریف 'ملازمین کی تعداد' پر مبنی تھی۔ سال 2006 میں حکومتِ ہند نے ایم ایس ایم

ای ڈیولپمنٹ ایکٹ 2006 کے تحت خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارے (MSMEs) کی تعریف کو از سر نو بیان کیا۔ اس میں ملازمین کی تعداد کی جگہ پلانٹ اور مشینری میں سرمایہ کاری کو بنیاد بنایا گیا۔ ایم ایس ایم ای ڈیولپمنٹ ایکٹ 2006 کے مطابق خرد، چھوٹے اور کاروباری اداروں (MSME) کی تعریف کو جدول 24.1 میں ظاہر کیا گیا ہے:

جدول 24.1: ایم ایس ایم ای ڈیولپمنٹ ایکٹ 2006 کے مطابق خرد، چھوٹے اور کاروباری ادارے

شعبہ مینوفیکچرنگ (Manufacturing Sector)	
کاروباری اداروں کی حجم	**پلانٹ اور مشینری میں سرمایہ کاری**
خرد کاروباری ادارے (Micro Enterprises)	25 لاکھ سے زیادہ نہ ہو
چھوٹے کاروباری ادارے (Micro Enterprises)	25 لاکھ سے زیادہ ہو لیکن 5 کروڑ سے کم ہو
درمیانی کاروباری ادارے (Medium Enterprises)	5 کروڑ سے زیادہ ہو لیکن 10 کروڑ سے کم ہو
شعبہ خدمات (Service Sector)	
کاروباری	**سازوسامان میں سرمایہ کاری**
خرد کاروباری ادارے (Micro Enterprises)	10 لاکھ سے زیادہ نہ ہو
چھوٹے کاروباری ادارے (Micro Enterprises)	10 لاکھ سے زیادہ ہو لیکن 2 کروڑ سے کم ہو
درمیانی کاروباری ادارے (Medium Enterprises)	2 کروڑ سے زیادہ ہو لیکن 5 کروڑ سے کم ہو

مذکورہ بالا تعریف کو بھی پلانٹ اور مشینری یا سازوسامان کی قیمت کے اشاریہ میں موجودہ اضافے کی عکاسی نہ کرنے پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ مزید براں، شعبہ مینوفیکچرنگ اور خدمات کے لیے پلانٹ، مشینری اور سازوسامان میں سرمایہ کاری کی حدود مختلف ہونے کے ساتھ مالی اعتبار سے بھی کم تھیں۔ لہٰذا، حکومتِ ہند نے گزشتہ 14 برس میں معیشت میں ہونے والی نمایاں تبدیلیوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے 13 مئی 2020 کو 'آتم نربھر بھارت' پیکیج کے تحت ایم ایس ایم ای کی موجودہ تعریف کو بدل کر سرمایہ کاری اور سالانہ کاروبار پر مبنی تعریف تجویز کی جو کہ یکم جولائی 2020 سے نافذ العمل ہے۔

ہندوستان میں خرد، چھوٹے اور کاروباری اداروں کی ترمیم شدہ موجودہ تعریف درج ذیل ہے:

خرد کاروباری ادارے (Micro Enterprises): خرد کاروباری اداروں سے مراد ایسے ادرارے جہاں پلانٹ اور مشینری یا سازوسامان میں سرمایہ کاری ایک کروڑ روپے اور سالانہ کاروبار پانچ کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو۔

چھوٹے کاروباری ادارے (Small Enterprises): چھوٹے کاروباری اداروں سے مراد ایسے ادرارے جہاں پلانٹ اور مشینری یا سازوسامان میں سرمایہ کاری دس کروڑ روپے اور سالانہ کاروبار پچاس کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو۔

درمیانی کاروباری ادارے (Medium Enterprises): درمیانی کاروباری اداروں سے مراد ایسے ادرارے جہاں پلانٹ اور مشینری یا سازوسامان میں سرمایہ کاری پچاس کروڑ روپے اور سالانہ کاروبار ڈھائی سو کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو۔

24.3 ملک کی معیشت میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کا کردار

(Role of MSMEs in Indian Economy)

خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارے (MSMEs) دنیا کے ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک دونوں میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ یہ معیشت کے اہم اہداف مثلاً غربت کا خاتمہ، اقتصادی ترقی، روزگار کی تخلیق، آمدنی اور صنفی عدم مساوات میں کمی، دیہی سے شہری علاقوں کی طرف ہجرت کی روک تھام وغیرہ کو حاصل کرنے میں اپنا اہم کردار ادا کررہے ہیں۔

1. جی ڈی پی میں شراکت

خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارے ملک کی مجموعی گھریلو پیداوار (جی ڈی پی) میں اہم حصہ ڈالتے ہیں۔ ان کی متنوع سرگرمیاں مینوفیکچرنگ، خدمات اور تجارت سمیت مختلف شعبوں پر محیط ہیں۔ بڑے کارپوریشنوں کے مقابلے انفرادی طور پر چھوٹے ہونے کے باوجود، یہ شعبہ جملہ گھریلو پیداوار کی مجموعی شرح (اوسطاً 6 فیصد سالانہ) کے مقابلے میں نمایاں طور پر بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کررہا ہے۔ ملک کی جملہ گھریلو پیداوار میں ان اداروں کی شراکت تقریباً 30 فیصد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک کی کل اقتصادی پیداوار کا تقریباً ایک تہائی حصہ ان چھوٹے کاروباروں سے آتا ہے۔ دفتر مرکزی شماریات، وزارت شماریات اور پروگرام نفاذ کے مطابق، موجودہ قیمتوں پر ملک کی مجموعی گھریلو پیداوار (GDP) میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارں کی حصہ داری کو جدول 24.2 میں ظاہر کیا گیا ہے۔

جدول 24.2: ملک کی جملہ گھریلو پیداوار میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارے (MSMEs) کی شراکت

سال	جملہ گھریلو پیداوار (GDP) میں شراکت (فیصد میں)
2011-12	30.00
2012-13	30.40
2013-14	30.32
2014-15	39.70
2015-16	29.20
2016-17	28.90
2017-18	29.69
2018-19	30.50
2019-20	30.48
2020-21	27.24
2021-22	29.15

ماخذ: مرکزی شماریات دفتر، وزارتِ شماریات اور پروگرام نفاذ

2. برآمدات میں شراکت

ہندوستان میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کو ملک کی کل برآمدات میں اہم شراکت دار کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ دفتر مرکزی شماریات، وزارت شماریات اور پروگرام نفاذ کے مطابق، ہندوستان کی کل برآمدات میں ان اداروں کی حصہ داری 40 فیصد سے زائد ہے جو کہ بین الاقوامی منڈیوں میں مسابقت کو آگے بڑھانے اور ملک کی اقتصادی ترقی کو فروغ دینے میں ان کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ ملک کی کل برآمدات میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کے رجحانات کو جدول 24.3 میں ظاہر کیا گیا ہے۔

جدول24.3:ملک کی کل برآمدات میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارے (MSMEs) کی شراکت

سال	کل برآمدات میں شراکت (فیصد میں)
2012-13	43
2013-14	42
2014-15	45
2015-16	50
2016-17	50
2017-18	49
2018-19	48.10
2019-20	49.77
2020-21	49.35
2021-22	45.03
2022-23 (نومبر2023تک)	45.83

ماخذ: مرکزی شماریات دفتر، وزارتِ شماریات اور پروگرام نفاذ

3. روزگار میں شراکت

خرد، چھوٹے اور درمیانی کاربارى ادارے خاص طور پر ملک کے دیہی اور نیم شہری علاقوں میں جہاں ملازمت کے رسمی مواقع محدود ہیں، وہاں ایک اہم آجر کے طور پر لاکھوں لوگوں کو روزی روٹی کے مواقع فراہم کر کے ہندوستان کی معیشت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ عام طور پر یہ ادارے اپنے کام کے لیے انسانی وسائل پر زیادہ انحصار کرتے ہیں، ان کی یہ خصوصیت انہیں روزگار پیدا کرنے کا کلیدی محرک بناتی ہے۔ ہندوستان میں زراعت کے بعد سب سے زیادہ روزگار کے مواقع پیدا کرنے میں دوسرا مقام ان اداروں کا ہے۔ مزید براں، یہ ادارے ملازمت کے حامل افراد کو خود کفیل بننے اور انہیں دوسروں کے لیے ملازمتیں پیدا کرنے کے لیے بااختیار بناتے ہیں۔ سال 2015-16 کے دوران منعقد ہونے والے قومی نمونہ سروے کے 73ویں دور کے مطابق، ان اداروں نے ملک بھر کے دیہی اور شہری علاقوں میں 111 ملین ملازمتیں پیدا کیں۔ خرد کاروباری اداروں نے 107.7 ملین افراد کو روزگار فراہم کیا جو اس شعبے میں کل روزگار کا تقریباً97 فیصد بنتا ہے۔ چھوٹے اور درمیانی اداروں کے لیے، روزگار کے حصص بالترتیب تقریباً2.88 فیصد اور0.16 فیصد تھے۔ جہاں تک خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں میں وسیع سرگرمیوں کے زمرے کے لحاظ سے روزگار کا تعلق ہے، متعلقہ حصص کو درج ذیل جدول24.4 میں ظاہر کیا گیا ہے۔

جدول24.4:خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارے (MSMEs) میں متوقع روزگار

زمرہ وار وسیع سرگرمی	روزگار(لاکھ میں)			شراکت(فیصد میں)
	دیہی (Rural)	شہری (Urban)	کل (Total)	
مینوفیکچرنگ	186.56	173.86	3ملین60.41	32
تجارت	160.64	226.54	387.18	35
دیگر خدمات	150.53	211.69	362.22	33
کل	**497.73**	**612.08**	**1109.82**	**100**

ماخذ: قومی نمونہ سروے73واں دور2015-16

4. غریبی کو کم کرنے میں معاون

ہندوستان جیسے کثیر آبادی والے ملک میں عوام کی ایک بڑی تعداد بے روزگاری اور غریبی جیسے اہم مسائل سے دوچار ہے۔ ملک میں تقریباً230 ملین افراد غربت کا شکار ہیں۔ خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارے کم سرمایہ لاگت پر روزگار پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا، یہ لوگوں کو ان کی صلاحیت کے اعتبار سے روزگار اور انٹرپرینیورشپ کے مواقع پیش کر کے انہیں غربت سے نکالنے اور بااختیار بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

5. متوازن علاقائی ترقی میں معاون

خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارے علاقائی تفاوت کو کم کرنے اور معاشی و سماجی ترقی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ادارے اکثر دیہی اور نیم شہری علاقوں میں واقع ہوتے ہیں، جس سے ان علاقوں میں مقیم افراد کو روزگار کے مواقع حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ یہاں کے بنیادی ڈھانچے جیسے بجلی، پانی، سڑک وغیرہ کی ترقی ہوتی ہے، یہاں کا سماجی و معاشی ماحول بہتر ہوتا ہے اور متوازن علاقائی ترقی کو فروغ ملتا ہے۔

6. انٹرپرینیورشپ کا فروغ

خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارے ہندوستان میں انٹرپرینیورشپ کے کلیدی محرک ہیں۔ یہ خواہشمند کاروباریوں کو کاروبار شروع کرنے اور انہیں بڑھانے کے لیے پلیٹ فارم مہیا کرتے ہیں۔ یہ ادارے ملک میں تخلیقی صلاحیتوں اور اختراعات کو فروغ دے کر کاروباری بنیاد کو مضبوط کرنے، اقتصادی حرکیات کو فروغ دینے اور نئی صنعتوں کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

24.4 ملک میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کی کارکردگی

(Performance of MSMEs in India)

ہندوستان میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں تحت آنے والے کھادی اور دیہی صنعتیں (KVI) پیداوار اور فروخت کے نقطہ نظر سے قابل ذکر کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ کھادی اور دیہی صنعتیں، بشمول کھادی ٹیکسٹائل، ہینڈلوم، دستکاری، اور دیگر روایتی گاؤں کی صنعتیں مصنوعات کی تیاری، روایتی دستکاری کے تحفظ، دیہی روزگار پیدا کرنے، اور پائیدار ترقی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ کاروباری ادارے اکثر چھوٹے پیمانے پر کام کرتے ہیں، مقامی کاریگروں کو ملازمت فراہم کرتے ہیں، اور گاؤں کے سماجی و اقتصادی تانے بانے میں نمایاں حصہ ڈالتے ہیں۔ کھادی اور دیہی صنعتیں مصنوعات کی پیداوار اور فروخت میں محض روایتی ذریعہ معاش کو ہی تقویت نہیں بخشتیں بلکہ یہ اپنی منفرد کاریگری اور ثقافتی کشش کے ذریعے مقامی اور بین الاقوامی سطح پر مخصوص منڈیوں کی مانگ کو بھی پورا کرتی ہیں۔

کھادی اور دیہی صنعتوں نے پچھلے کئی سالوں میں مصنوعات کی پیداوار اور فروخت میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ سال18-2017 تا 23-2022 تک کھادی و دیہی صنعتوں کی مصنوعات کی پیداوار اور فروخت کو جدول 24.5 اور اور روزگار کی پیداوار کو جدول 24.6 میں ظاہر کیا گیا ہے۔

جدول24.5: کھادی اور دیہی صنعتوں کی پیداوار اور فروخت (کروڑ میں)

سال	کھادی صنعتوں کی پیداوار	کھادی صنعتوں کی فروخت	دیہی صنعتوں کی پیداوار	دیہی صنعتوں کی فروخت
2017-18	1626.66	2510.21	46454.75	56672.22
2018-19	1963.30	3215.13	56167.04	71076.96
2019-20	2324.24	4211.26	65343.07	84664.28
2020-21	1904.49	3527.71	70330.66	92213.65
2021-22	2558.31	5051.72	81731.62	110363.51
2022-23 (31.12.2022تک)	1893.29	3822.85	67746.19	92987.67
2022-23 (31.03.2023تک متوقع پیداوار)	2750.00	5500.00	94162.13	125901.65

ماخذ:MSMEs کی سالانہ رپورٹ2022-23

جدول24.6: کھادی اور دیہی صنعتوں میں روزگار (لاکھ افراد میں)

سال	کھادی صنعتوں میں روزگار	دیہی صنعتوں میں روزگار
2017-18	4.65	135.71
2018-19	4.96	142.03
2019-20	4.97	147.76
2020-21	4.97	154.09
2021-22	4.97	162.64
2022-23 (31.12.2022تک)	4.97	166.37
2022-23 (31.03.2023تک متوقع پیداوار)	4.98	170.71

ماخذ:MSMEs کی سالانہ رپورٹ2022-23

درج بالہ اعداد وشمار کی بنا پر ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ یہ ادارے مصنوعات کی پیداوار اور فروخت کرنے، ثقافتی ورثے کو محفوظ رکھنے، دیہی صنعت کاری کو فروغ دینے، اور ہندوستان میں جامع ترقی کو آگے بڑھانے میں اپنے اہم کردار کی عکاسی کرتے ہیں۔

24.5 ہندوستان میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کو درپیش مسائل

(Challenges Faced by MSMEs in India)

1. مالیات تک محدود رسائی

خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کو اکثر باضابطہ ذرائع جیسے بینکوں اور مالیاتی اداروں سے مناسب مالی اعانت حاصل کرنے کے لیے کافی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ ضمانت کی کمی، کریڈٹ کی ناکافی تاریخ، اور بلند شرح سود جیسے عوامل ان کاروباری اداروں کے لیے سستی کریڈٹ تک رسائی کو مشکل بنا دیتے ہیں۔ مزید برآں، ان اداروں کو دستاویزات کے سخت تقاضوں اور رسمی مالیاتی اداروں سے قرض حاصل کرنے سے متعلق مراحل کی پیچیدگیوں کو پورا کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نتیجتاً، بہت سے MSMEs فنانس کے غیر رسمی ذرائع جیسے ساہوکار پر انحصار کرتے ہیں، جو ان سے اکثر حد سے زیادہ شرح سود وصول کرتے ہیں، جس سے قرضوں اور مالیاتی کمزوریوں کا ایک چکر شروع ہوتا ہے۔

2. ناکافی بنیادی ڈھانچہ

بنیادی ڈھانچے کی خرابیاں شلًا ناقص ٹرانسپورٹیشن نیٹ ورک، بجلی کی ناقابل اعتماد فراہمی، اور ناکافی ٹیکنالوجی اور ٹیلی کمیونیکیشن MSMEs کی کارکردگی اور مسابقت میں رکاوٹ کا باعث ہیں۔ مزید براں، دیہی اور دور دراز علاقوں میں واقع MSMEs کے لیے جدید بنیادی ڈھانچے تک محدود رسائی ان کی پیداواری لاگت میں اضافہ کرتی ہے، پیداواری صلاحیت کو کم کرتی ہے، اور مارکیٹ تک رسائی کو مشکل بناتی ہے۔ علاوہ ازیں، بنیادی ڈھانچے کی عدم دستیابی ٹیکنالوجی اور اختراع کو اپنانے میں بھی رکاوٹ کا سبب بنتی ہے، جس سے MSMEs کی اپنے کاموں کو جدید بنانے اور ملکی اور بین الاقوامی منڈیوں میں مؤثر طریقے سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔

3. مہارت کی کمی

خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کو درکار صلاحیت یافتہ ہنر مند افراد اور لیبر مارکیٹ میں دستیاب ہنر میں مماثلت نہ ہونے کی وجہ سے انہیں بازار میں موجود روزگار کے خواہشمند افراد کا انتخاب کرنے اور انہیں کام کی نوعیت کے اعتبار سے تیار کرنے میں کافی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ، تربیت اور صلاحیت سازی کے پروگراموں تک محدود رسائی MSMEs میں مہارت کی کمی کو مزید بڑھا دیتی ہے۔ جو نئی ٹیکنالوجیز کو اپنانے، پیداواری صلاحیت کو بہتر بنانے اور اختراع کرنے کی ان کی صلاحیت کو متاثر کرتی ہے۔

4. ریگولیٹری تعمیل کا بوجھ

ہندوستان میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارے رجسٹریشن کے بوجھل طریقہ کار، متعدد منظوریوں، اور مختلف قوانین اور ضوابط جیسے دیگر پیچیدہ ریگولیٹری تعمیل کے مسائل سے دوچار ہیں۔ ٹیکسیشن، لیبر ریگولیشنز، ماحولیاتی معیارات، اور دیگر ریگولیٹری تقاضوں سے وابستہ تعمیل کے اخراجات محدود وسائل کے ساتھ کام کرنے والے ان چھوٹے کاروباری اداروں پر ایک اہم مالی اور انتظامی بوجھ ڈالتے ہیں، جو ان کی بنیادی کاروباری سرگرمیوں پر توجہ مرکوز کرنے، ترقی کے مواقع میں سرمایہ کاری کرنے اور مارکیٹ میں مؤثر طریقے سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت کو متاثر کرتا ہے۔

5. ٹیکنالوجی کو اپنانے کا فقدان

ہندوستان میں بہت سے خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارے ابھی بھی پرانی ٹیکنالوجیز اور پیداوار کے روایتی طریقوں پر انحصار کرتے ہیں۔ حالات اور ضروریات کے اعتبار سے مناسب ٹیکنالوجی کو اپنانے اور استعمال کرنے سے متعلق ناآگاہی، ان کی مکمل پیداواری صلاحیت کو بروئے کار لانے اور تیزی سے ترقی پذیر بازار میں مقابلہ کرنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔ مزید براں، ڈیجیٹل تقسیم شہری اور دیہی MSMEs کے درمیان ٹکنالوجی کو اپنانے میں تفاوت کو بڑھاتا ہے، اور دور دراز و غیر محفوظ علاقوں میں چھوٹے کاروباری اداروں کو مزید پسماندہ کر دیتا ہے۔

6. مارکیٹ تک رسائی اور مقابلہ

خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کو معیاری خام مال تک رسائی اور تیار مصنوعات کے لیے مارکیٹ دونوں میں چیلنجز کا سامنا ہے۔ یہ ادارے، محدود مارکیٹنگ کی صلاحیتیں، مارکیٹ کی معلومات کی کمی اور مارکیٹ میں داخل ہونے سے متعلق ریگولیٹری رکاوٹیں

اور اخراجات کی وجہ سے ملکی اور بین الاقوامی منڈیوں تک رسائی کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ بڑی فرموں، غیر ملکی درآمدات، اور ای کامرس پلیٹ فارمز سے شدید مسابقت ان کے لیے مارکیٹنگ کے مزید مسائل پیدا کرتی ہے، جس سے ان کی ترقی میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں اور ان کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔

24.6 خرد، چھوٹے، اور درمیانی کاروباری اداروں کی ترقی کے لیے حکومتی اقدامات

(Government Initiatives for the Development of MSMEs)

حکومت ہند نے خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں (MSMEs) کو درپیش مسائل سے نمٹنے اور ان کی ترقی کو فروغ دینے کے لیے مختلف پالیسی اقدامات نافذ کیے ہیں، جن میں چند اہم پالیسی اقدامات قابل ذکر ہیں:

1. ایم ایس ایم ای ایکٹ، 2006

مائیکرو، اسمال اور میڈیم انٹرپرائزز ڈیولپمنٹ ایکٹ، 2006، کا مقصد خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کی شناخت، رجسٹریشن اور سہولت کے لیے قانونی فریم ورک فراہم کرکے ان کی ترقی کو فروغ دینا ہے۔ یہ ایکٹ پلانٹ اور مشینری یا آلات میں سرمایہ کاری کی بنیاد پر MSMEs کی تعریف کرتا ہے، اور یہ ان کے فروغ اور ترقی کے لیے مختلف معاون اقدامات کو لازمی قرار دیتا ہے۔

2. کریڈٹ گارنٹی فنڈ اسکیم

کریڈٹ گارنٹی فنڈ ٹرسٹ برائے مائیکرو اینڈ سمال انٹرپرائزز (CGTMSE) کا مقصد مالیاتی اداروں کو بغیر ضمانت کے کریڈٹ گارنٹی فراہم کرکے کریڈٹ بہاؤ کو آسان بنانا ہے۔ اس اسکیم کے تحت، خرد اور چھوٹے کاروباری ادارے بغیر کسی ضمانت یا تیسرے فریق کی ضمانتوں کی ضرورت کے کریڈٹ کی سہولیات کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور فنانس تک اپنی رسائی کو ممکن بنا سکتے ہیں۔

3. پرائم منسٹرز ایمپلائمنٹ جنریشن پروگرام

پرائم منسٹرز ایمپلائمنٹ جنریشن پروگرام (PMEGP) کریڈٹ سے منسلک سبسڈی اسکیم ہے جس کا مقصد تعلیم یافتہ نوجوانوں، خواتین اور معاشرے کے دیگر پسماندہ طبقات میں خود روزگار اور کاروبار کو فروغ دینا ہے۔ یہ اسکیم پراجیکٹ کی لاگت پر سبسڈی دے کر خرد کاروباری اداروں (Micro Enterprises) کے قیام کے لیے مالی مدد فراہم کرتی ہے، اس طرح خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں میں روزگار اور آمدنی پیدا کرنے میں مدد ملتی ہے۔

4. ٹیکنالوجی اپ گریڈیشن فنڈ اسکیم

ٹیکنالوجی اپ گریڈیشن فنڈ اسکیم (TUFS) کا مقصد مشینری اور آلات کی جدید کاری کے لیے مالی مدد فراہم کرکے ٹیکسٹائل اور گارمنٹس کے شعبے میں ٹیکنالوجی کو اپنانے اور جدید کاری کو فروغ دینا ہے۔ یہ اسکیم ٹیکسٹائل سیکٹر میں MSMEs کی حوصلہ افزائی کرتی ہے کہ وہ اپنی ٹیکنالوجی کو اپ گریڈ کریں اور پیداواری صلاحیت اور مسابقت کو بہتر بنائیں۔

5. اسٹارٹ اپ انڈیا پہل

اسٹارٹ اپ انڈیا پہل کا مقصد اسٹارٹ اپس اور MSMEs کو مختلف ترغیبات اور معاون اقدامات فراہم کرکے ہندوستان میں

اختراعی اور کاروباری شخصیت کے کلچر کو فروغ دینا ہے۔ یہ پہل ٹیکس کے فوائد، فنڈنگ سپورٹ، ریگولیٹری آسان بنانے، اور انکیوبیشن سہولیات کی پیشکش کرتا ہے تاکہ اسٹارٹ اپ ایکو سسٹم کی ترقی کو فروغ دیا جاسکے اور MSMEs کو اپنے کاروبار میں جدت لانے اور اسکیل کرنے کی ترغیب دی جاسکے۔

6. کاروبار کرنے میں آسانی کی اصلاحات

حکومت ہند نے MSMEs کے لیے کاروبار کرنے میں آسانی کو بہتر بنانے کے لیے کئی اصلاحات کی ہیں۔ ان اصلاحات میں رجسٹریشن کے طریقہ کار کو آسان بنانا، ریگولیٹری تعمیل کے بوجھ میں کمی، سرکاری خدمات کا ڈیجیٹلائزیشن، اور منظوری کے عمل کو ہموار کرنا شامل ہے۔ ان اقدامات کا مقصد MSMEs کے پھلنے پھولنے اور بڑھانے کے لیے سازگار کاروباری ماحول پیدا کرنا ہے۔

مجموعی طور پر، یہ پالیسی اقدامات ہندوستان میں ترقی اور روزگار پیدا کرنے کے انجن کے طور پر MSMEs کو فروغ دینے کے لیے حکومت کے عزم کو ظاہر کرتے ہیں۔ ہندوستان کی اقتصادی ترقی کو آگے بڑھانے میں MSME سیکٹر کی مکمل صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے اس طرح کے مسلسل حکومتی اقدامات بے حد ضروری ہیں۔

24.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں آپ نے سیکھا:

- ہندوستان میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں (MSMEs) کی تعریف بیان کرنا۔
- ہندوستان کی معیشت میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں (MSMEs) کے کردار کو واضح کرنا۔
- ملک میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں (MSMEs) کی کارکردگی بیان کرنا۔
- ہندوستان میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں (MSMEs) کو درپیش مسائل کا تجزیہ کرنا۔
- ملک میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں (MSMEs) کی ترقی کے لیے حکومتی اقدامات کا جائزہ لینا۔

24.8 فرہنگ (Glossary)

خرد انٹرپرائزز :Micro Enterprises- ایسے ادارے جہاں پلانٹ اور مشینری یا سازوسامان میں سرمایہ کاری 1 کروڑ روپے اور سالانہ کاروبار 5 کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو۔

چھوٹے انٹرپرائزز :Small Enterprises- ایسے ادارے جہاں پلانٹ اور مشینری یا سازوسامان میں سرمایہ کاری 10 کروڑ روپے اور سالانہ کاروبار 50 کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو۔

میڈیم انٹرپرائزز :Medium Enterprises- ایسے ادارے جہاں پلانٹ اور مشینری یا سازوسامان میں سرمایہ کاری 50 کروڑ روپے اور سالانہ کاروبار 250 کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو۔

24.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

24.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ایم ایس ایم ای ڈیولپمنٹ ایکٹ کس سال نافذ کیا گیا؟

(a) 1951 (b) 2015

(c) 2006 (d) 2020

2. ملک کی جملہ گھریلو پیداوار میں MSMEs کی شراکت تقریباً۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے؟

(a) 6 فیصد (b) 30 فیصد

(c) 10 فیصد (d) 20 فیصد

3. ملک میں MSMEs کی ترمیم شدہ موجودہ تعریف کب سے نافذ العمل ہے؟

(a) 1 اپریل 2020 (b) 1 مئی 2020

(c) 1 جون 2020 (d) 1 جولائی 2020

4. MSMEs کی ترمیم شدہ موجودہ تعریف۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پر مبنی ہے۔

(a) ملازمین کی تعداد (b) سالانہ کاروبار

(c) پلانٹ اور مشینری میں سرمایہ کاری (d) پلان اور مشینری میں سرمایہ اور سالانہ کاروبار

5. MSMEs قومی معیشت کے لیے اہم ہیں کیونکہ یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں نمایاں حصہ ڈالتے ہیں۔

(a) روزگار (b) پیداوار

(c) برآمدات (d) سبھی

6. سال 23-2022 میں ملک کے کل برآمدات میں MSMEs کی شراکت تقریباً۔۔۔۔۔ تھی۔

(a) 40 فیصد (b) 46 فیصد

(c) 50 فیصد (d) 48 فیصد

7. سال 16-2015 کے دوران منعقد ہونے والے قومی نمونہ سروے کے 73 ویں دور کے مطابق، MSMEs نے ملک کے دیہی اور شہری علاقوں کے تقریباً کتنے افراد کو روزگار فراہم کیے؟

(a) 111 ملین (b) 100 ملین

(c) 109 ملین (d) 107 ملین

8. ہندوستان میں MSMEs کو درپیش مسائل میں شامل ہے:

(a) مالیات تک محدود رسائی (b) ناکافی بنیادی ڈھانچہ

(c) ریگولیٹری تعمیل کا بوجھ (d) یہ سبھی

9. CGTMSE کا مخفف ہے:

(a) Credit Guarantee Fund Trust for Micro and Small Enterprises

(b) Credit Guarantee Fund Team for Micro and Small Enterprise

(c) Credit Guarantee Fund Trust for Medium and Small Enterprises

(d) Credit Guarantee Fund Team for Medium and Small Enterprises

10. --------- کے تحت، خرد اور چھوٹے کاروباری ادارے بغیر کسی ضمانت کے کریڈٹ کی سہولیات کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

(a) CGTMSE (b) MSMEDA

(c) PMEGP (d) TUFS

جوابات	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
	d	b	a	b	a	c	b	a	c	a

24.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کی تعریف بیان کیجیے۔
2. ہندوستانی معیشت میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کے کردار کو واضح کیجیے۔
3. ملک میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کی کارکردگی کو بیان کیجیے۔
4. ہندوستان میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کو درپیش مسائل کا تذکرہ کیجیے۔
5. ملک میں علاقائی توازن برقرار رکھنے میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کے کردار کو واضح کیجیے۔
6. ملک میں خرد، چھوٹے اور درمیانی کاروباری اداروں کی ترقی کے لیے کوئی ایک حکمتِ عملی تجویز کیجیے۔

24.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ایم ایس ایم ای کی موجودہ تعریف 2006 کی تعریف سے کس طرح مختلف ہے؟ واضح کیجیے۔
2. ملک کی سماجی، معاشی و ثقافتی ترقی میں MSMEs کے کردار کو مثالوں کے ساتھ واضح کیجیے۔
3. ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک دونوں میں MSMEs کو ترقی کا انجن کیوں کہا جاتا ہے؟ مدلل بیان کیجیے۔

24.10 تجویز کردہ اکتسابی مواد (Suggested Learning Resources)

1. Datt, G., & Nag, B. (2024). *Indian Economy* (73rd ed.). S Chand Publisher.
2. Puri, V. K., Misra, S. K., & Garg, B. (2023). *Indian Economy* (41st ed.). Himalaya Publishing House.
3. Rao, M. B., & Sreekishna, T. (2018). *Micro, Small and Medium Enterprises.* KY Publications.

نمونہ امتحانی پرچہ

(Model Examination Paper)
Maulana Azad National Urdu University
B.A. 6th Semester Examination
(BAEC603DST): Economic Development and Policy in India

Time: 3hrs. | Marks: 70

ہدایات : یہ پرچہ سوالات تین حصوں پر مشتمل ہے: حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم۔ ہر جواب کے لیے لفظوں کی تعداد اشارۃً ہے۔ تمام حصوں سے سوالوں کا جواب دینا لازمی ہے۔

1. حصہ اول میں 10 لازمی سوالات ہیں جو کہ معروضی سوالات / خالی جگہ پُر کرنا / مختصر جواب والے سوالات ہیں۔ ہر سوال کا جواب لازمی ہے۔ ہر سوال کے لیے 1 نمبر مختص ہے۔ (10x1=10 Marks)
2. حصہ دوم میں آٹھ سوالات ہیں۔ اس میں سے طالب علم کو کوئی پانچ سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کا جواب تقریباً دو سو لفظوں پر مشتمل ہے۔ ہر سوال کے لیے 6 نمبرات مختص ہیں۔ (5x6=30 Marks)
3. حصہ سوم میں پانچ سوالات ہیں۔ اس میں سے طالب علم کو کوئی تین سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کا جواب تقریباً پانچ سو لفظوں پر مشتمل ہے۔ ہر سوال کے لیے 10 نمبرات مختص ہیں۔ (3x10=30 Marks)

حصہ اول

سوال 1.

I. ترقی پذیر ممالک کی خصوصیات میں شامل ہیں:

(a) شہری کاری (b) بنیادی اشیا کی برآمد
(c) صنعتوں کا فروغ (d) درج بالا سبھی

II. ہندوستان جیسی ترقی پذیر معیشت میں روایتی شعبوں سے زیادہ جدید معیشتوں کی طرف تبدیلی کا کیا اشاریہ ہے؟

(a) زرعی روزگار میں کمی (b) دستی مشقت میں اضافہ
(c) ٹیکنالوجی کے استعمال میں کمی (d) کھیتی باڑی میں ترقی

III. تناسبِ انحصار (Dependency Ratio) بتاتا ہے:

(a) کام نہ کرنے والی آبادی کے بارے میں (b) کام کرنے والی آبادی کے بارے میں
(c) صرف بچوں کی آبادی کے بارے میں (d) صرف بوڑھوں کی آبادی کے بارے میں

IV. ہندوستان میں ابتدائی خاندانی منصوبہ بندی کے پروگراموں میں اس پر زیادہ توجہ دی گئی:

(a) فوجی بھرتی میں اضافہ
(b) روزگار کی شرح کم کرنا
(c) مانع حمل ادویات کے استعمال کا فروغ
(d) شہری نمو میں اضافہ

V. ایک گاؤں کی کل آبادی 10000 ہے، جس میں افرادی قوت کے حامل افراد کی تعداد 8000 اور اس گاؤں میں بے روزگار لوگوں کی تعداد 1000 ہے۔ تو اس گاؤں کی بے روزگاری کی شرح۔۔۔۔۔۔ ہے؟

(a) 12.5
(b) 13.5
(c) 11.5
(d) 12

VI. MGNREGA کے تناظر میں سماجی آڈٹ کا مقصد کیا ہے؟

(a) کارکنوں کو مالی امداد فراہم کرنا
(b) صنعتی مساوات کو فروغ دینا
(c) اسکیم کے نفاذ کی نگرانی کرنا
(d) اجر کی شرح کے ضوابط کو نافذ کرنا

VII. کون سے پروگرام کو تبدیل کر کے نیشنل رورل لائیولی ہڈس مشن NRLM بنادیا گیا ہے؟

(a) PMRY
(b) SHG
(c) SGSY
(d) NREGA

VIII. کچھ صنعتوں میں صنعتی بیماری میں اہم کردار ادا کرنے والے عنصر کے طور پر کیا حوالہ دیا گیا ہے:

(a) حکومتی سبسڈی کی کمی
(b) تکنیکی ترقی پر زیادہ زور
(c) ناقص انتظامی طرز عمل
(d) معیشت میں ضرورت سے زیادہ مسابقت

IX. ہندوستان میں زرعی قیمتوں کی پالیسی کس کے مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے بنائی جاتی ہے؟

(a) کسان
(b) صارفین
(c) کسان اور صارفین دونوں
(d) ان میں سے کوئی نہیں

X. 1950 کی دہائی کے شروع میں صنعتی شعبے میں پسماندگی کی ایک اہم وجہ کیا تھی؟

(a) ہنر مند لیبر کی کمی
(b) ناقص انفراسٹرکچر
(c) حکومتی تعاون کی عدم موجودگی
(b) صنعتی مصنوعات کی کم طلب

حصہ دوم

سوال 2. ترقی پذیر ممالک کی کوئی دو خصوصیات بیان کریں؟

سوال 3. انسانی ترقیاتی اشاریہ کے فارمولا کی وضاحت کریں۔

سوال 4. خواتین کو معاشی طور پر بااختیار بنانا مستدام ترقی میں کس طرح حصہ ڈالتا ہے؟

سوال 5. ہندوستان میں شہر کی کیا تعریف ہے؟

سوال 6. بے روزگاری اور غربت کے درمیان ربط کو واضح کریں۔

سوال 7. انسانی وسائل سے کیا مراد ہے؟

سوال 8. ہندوستان میں زرعی قرض کے ادارہ جاتی ذرائع کی شراکت پر تبادلہ خیال کریں۔

سوال 9. مڈڈے میل اسکیم (Mid-Day Meal) کے مقاصد بیان کریں۔

حصہ سوم

سوال 10. ترقی پزیر اور ترقی یافتہ ممالک دونوں میں MSMEs کو ترقی کا انجن کیوں کہا جاتا ہے؟ مدلل بیان کریں۔

سوال 11. ہندوستان میں زرعی مزدوروں کے مختلف مسائل تفصیل سے بیان کریں۔

سوال 12. معاشی نمو اور معاشی ترقی کے تصورات کی تشریح کریں۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟۔

سوال 13. ہندوستان میں غربت کے اسباب کا تجزیہ کریں۔

سوال 14. قومی آبادی پالیسی 2000 پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔